القول المقبول
فی صلوۃ الرسول
المعروف بہ
جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز
از قلم حقیقت رقم
علامہ مفتی شفقات احمد قادری
قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

القول المقبول فی صلوٰۃ الرسول

المعروف بہ

جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز

از قلم حقیقت رقم

علامہ مفتی شفقات احمد قادری مدظلہ

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور
0333-4383766
042-7213575

نام کتاب	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز
تصنیف لطیف	علامہ مفتی حافظ شفقات احمد قادری مجددی
تصحیح	ابوالاعجاز محمد صدیق نقشبندی حسنی
صفحات	760
باراول	شوال ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء
سرورق	فیضی گرافکس، دربار مارکیٹ، لاہور
زیرِ نگرانی	چوہدری محمد خلیل قادری
تحریک	چوہدری محمد ممتاز احمد قادری
ناشر	چوہدری عبدالمجید قادری
قیمت	-/300 روپے

ملنے کا پتہ

مکتبہ حنفیہ گنج بخش روڈ لاہور

قادری رضوی کتب خانہ گنج بخش روڈ لاہور

Hello.042-7213575--0333-4383766

انتساب واہداء

میں اپنی اس سعی جمیلہ، کاوش سعیدہ کو اپنے آقائے نعمت، اپنے عظیم وشفیق والد ماجد، بلند قامت استاذی المکرم، عالی صفات مرشد حقانی، حضور استاذ الاتذہ، فخر الجہابذہ بحر العلوم، فاضل لوذعی، عالم یلمعی، شیخ القرآن والحدیث، سلطان المناظرین، فقیہ النفس، مفتی اعظم پاکستان، مخدوم العلماء والفضلاء والمشائخ حضرت العلام الحاج الحافظ **پیر مفتی محمد سعید احمد** صاحب نقشبندی، قادری۔ قدس سرہ العزیز۔ خلیفۂ مجاز حضور محدث اعظم پاکستان نور اللہ مرقدہ (فیصل آبادی) و تاجدار آستانہ عالیہ قادریہ حضور شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ کے حضور پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عز وشرف۔

جن کی شب وروز کی محنت کاملہ، تربیت تامہ اور دعاء سحر گاہی کی طفیل بندۂ ناچیز خدمت دین متین کے قابل ہوا۔ خدائے رؤوف ورحیم اس صدقۂ جاریہ کو اپنی بارگاہ بے کس پناہ میں شرف قبولیت عطا فرماتے ہوئے ہماری مغفرت اور آپ کی بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم

احقر العباد۔ طالب ومحتاج دعا

حافظ شفقات احمد نقشبندی قادری عفی عنہ

سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ حضور شیخ الحدیث رحمتہ اللہ علیہ

متصل جامع مسجد درس القرآن، جامعہ سعیدیہ رضویہ علی پور چٹھہ ضلع گوجرانوالہ

فہرست

صفحہ	عنوان

تقریظ سعید

بقیۃ السلف عمدۃ الخلف صوفیٔ باصفا، کشتۂ عشق مصطفیٰ، حضور مفکر اسلام

علامہ پروفیسر محمد حسین آسی صاحب قدس سرہ العزیز۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم. امابعد ۔

یہ حقیقت کسی بھی باشعور انسان سے مخفی نہیں کہ یہ پراپیگنڈے کا دور ہے۔ اور پراپیگنڈا مثبت ہو یا منفی بہت حد تک تصنیف و تالیف پر منحصر ہے۔ مغربی ممالک میں اسلام کے خلاف جو وسیع پیمانے پر ہرزہ سرائی کی جارہی ہے اس میں بھی قلم و قرطاس کا نمایاں حصہ ہے۔ یونہی اسلام کا نام لے کر جن لوگوں نے سواد اعظم کا ساتھ دینے کے بجائے ملت اسلامیہ کو چھوٹی چھوٹی ملتوں میں تقسیم کرنے کا افسوسناک کارنامہ سرانجام دیا۔ ان کی سرگرمیوں کا دارومدار بھی تقریر سے زیادہ تحریر پر ہے۔ اس قسم کا لٹریچر نوجوانوں کو مرکز ملت (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دور، سلف صالحین سے نفور، ادب نا آشنا اور اپنی درخشندہ روایات کا باغی کررہا ہے (اگرچہ بظاہر یہ داخلی محاذ ہے۔ مگر باطنی طور پر یہ بھی دشمنوں کی سازشوں کا نتیجہ ہے)

اس صورت حال کا مقابلہ کتنا ضروری ہے۔ کسی بھی مخلص مسلمان کو اس میں تردد نہیں ہو سکتا۔ مگر کیونکر ہو؟ اس کے لئے بھی ''تحریر'' کا سہارا ناگزیر ہے۔ چنانچہ تاریخ زمانہ اور اپنا تجربہ بھی شاہد ہے کہ الحاد اگر کتابوں کے ذریعے پھیل رہا ہے تو اس کی روک تھام بھی انہی (کتابوں) کے ذریعے ہی ہوگی۔ اور تحریری فتنوں کا سر قلم کرنے کے لئے قلم کی

تلوار ہی کام آئے گی۔ مگر حیف، صد حیف کہ آج اسلام دشمن قوتیں تو اسلام کو معاذ اللہ بیخ و بن سے اکھاڑنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ اور اپنے زر خرید اور ضمیر فروش قلمکاروں کے ذریعے حق و صداقت کا خون کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ مگر اس کے برعکس ہمارے عوام ہی نہیں۔ بعض خواص بھی وقت کے تقاضوں اور اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ حضور پر نور سیدنا غوث اعظم، حضرت امام غزالی، سیدنا مجدد الف ثانی، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہم الرضوان کی طرح عظمت کردار کے ساتھ ساتھ قلم کے محاذ کو بھی سنبھالتے اور خدا رسول (جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم) کے گستاخوں کا منہ بند کرتے۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا اور مشائخ و علماء کی ایک مختصر سی تعداد کے سوا اکثریت اپنے فرائض منصبی سے غافل ہے۔

زیر نظر کتاب "جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز" بھی اسی سلسلہ زریں کی ایک کڑی ہے۔ یہ کتاب نماز کا طریقہ بھی سکھاتی ہے اور مذہبی تخریب کار طریقہ نماز کے بارے میں جو شکوک و شبہات پھیلاتے ہیں۔ ان کا مدلل ترین انداز میں ازالہ بھی فرماتی ہے۔ اپنی علالت و مصروفیت کی بنا پر میں اس کا بالاستیعاب مطالعہ تو نہیں کر سکا۔ تاہم اکثر مقامات سے پڑھ کر یہی اندازہ ہوا کہ دور حاضر میں نماز کے بارے میں لکھی جانے والی اردو کتابوں میں اغلباً یہی جامع ترین، مدلل ترین اور مفید ترین کتاب ہے۔ مسائل عام فہم زبان میں اور دلائل مضبوط حوالوں سے آراستہ ہیں۔ ضخامت بھی بالکل مناسب ہے یعنی ضرورت سے زیادہ طویل نہ ضرورت سے زیادہ مختصر۔ اس کے

مصنف عزیزم حضرت علامہ الحاج مفتی حافظ شفقات احمد صاحب (سلمہ ربہ بجاہ النبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) اسلام کے مخلص مبلغ، دین ہدیٰ کے بلند پایہ مناظر اور سلف صالحین کے علمی وفکری وارث ہیں۔ جسم و جان کے طبیب حاذق ہی نہیں، موجودہ عصری فضا کے نباض بھی ہیں۔ اسلام کے خارجی دشمنوں اور داخلی باغیوں کو ٹھیک ٹھیک پہچانتے ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ کس کو کہاں روکنا ہے اور کسے کیسے دبوچنا ہے میں نے اس سے پہلے بھی ان کی تحریریں دیکھی ہیں۔ ماشاءاللہ خوب میدان مارے ہیں۔ خصوصاً ان کی کتاب "کردار یزید" تو یزید پلید کے بارے میں گویا حرف آخر ہے۔ خصوصاً اس کا وہ باب جس میں حدیث قسطنطنیہ کی تشریح کی گئی ہے۔ توقع سے زیادہ محکم، مثبت اور مسکت ہے۔ اور میں پوری علمی دیانت سے کہہ سکتا ہوں کہ اس موضوع پر اردو میں اس سے زیادہ مدلل بحث میری نظر سے نہیں گزری۔

مولانا موصوف کے والد ماجد بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، فخر الاماثل فقیہ العصر، عالم ربانی، سلطان المناظرین حضرت علامہ الحاج مفتی حافظ محمد سعید احمد صاحب نقشبندی قادری۔ فخر المشائخ، زین العرفاء، حضرت قبلہ پیر سید نور الحسن شاہ صاحب کیلانی، خلیفہ اعظم حضور شیر ربانی حضرت اعلیٰ میاں شیر محمد صاحب شرقپوری قدس سرھا کے پروردۂ نگاہ ہیں۔ اور آستانہ عالیہ کے مفتی اعظم بھی ہیں اور حضور محدث اعظم پاکستان مولانا سردار احمد صاحب قادری نور اللہ مرقدہ کے خلیفۂ مجاز بھی ہیں۔ اور خود مولانا ان کے نور نظر وارث فیض پیر کیلانی وحضور شیر ربانی قدس سرھا حضرت پیر سید باقر علی شاہ صاحب (سجادہ نشین آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ نوریہ حضرت کیلیانوالہ

شریف) مدظلہ العالی کے دست حق پرست پر بیعت ہیں۔ حق تو یہ ہے کہ ان دونوں (باپ بیٹے پر) ان دونوں (باپ بیٹے) کا بڑا ہی کرم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریر میں علم ہی نہیں روحانیت بھی جلوہ گر ہوتی ہے۔ ہمیں ان حضرات سے اس لئے بھی محبت ہے کہ ان کے منبع فیض حضرت شیر ربانی ہمارے منبع فیض حضور شاہ لاثانی قدس سرہما کے عزیز ترین دوستوں میں سے تھے۔ اور میرے آقا و مولا حضور نقش لاثانی قدس سرہ شرقپور شریف کو اپنا ہی گھر فرمایا کرتے تھے۔ عزیز مکرم مولانا مفتی حافظ شفقات احمد صاحب تو اپنے بچپن میں کچھ دن دربار شاہ لاثانی میں بھی رہے ہیں۔ اور حضور نقش لاثانی قدس سرہ کی "شفقات" بھی ان کو حاصل ہوئی تھیں۔ اور عزیزم آج تک محبت کا وہ نقش اپنے دل میں جمائے ہوئے ہیں۔ گویا کسی حد تک

شب اک جھلک دکھا کر وہ مہ چلا گیا تھا

اب تک وہی سماں ہے غرفے کی جالیوں پر

مصنف کا یہ تعارف اس لئے بھی کچھ طویل ہو گیا ہے کہ تصنیف کی عظمت و پختگی میں کوئی شک و شبہ نہ رہے۔ اور وہ لوگ جو خلوص دل سے افضل العبادات کے مسائل و دلائل جاننا چاہتے ہیں۔ بڑے اعتماد سے اس کتاب کو رہنما بنا سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز کی فرضیت کی طرح اس کے مسائل کا جاننا بھی فرض ہے۔ چنانچہ بحمدہ تعالیٰ اس کتاب نے یہ ضرورت بڑے اچھے انداز میں پوری کر دی ہے۔

آخر میں نماز کی اہمیت کے متعلق ایک حدیث پاک عرض کرتا ہوں۔

من حافظ علیها کانت له نورا و برهانا ونجاة یوم القیامة .ومن لم یحافظ علیها لم تکن له نور و برهان ونجاة وکان یوم القیامة مع

قارون وفرعون و هامان وابی بن خلف۔

(احمد وطبرانی)

ترجمہ:۔ جس نے نماز کی محافظت کی وہ اس کے لئے قیامت کے دن نور، برہان اور نجات بن جائے گی۔ اور جس نے اس کی پابندی نہ کی اس کے لئے یہ نور، برہان اور نجات نہیں بنے گی۔ اور قیامت کے دن وہ قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

نماز آیات اور روایات کی روشنی میں

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

ایمان اور تصحیح عقائد مطابق مذہب حق اہل سنت و جماعت کے بعد نماز تمام فرائض میں نہایت اہم واعظم ہے قرآن مجید واحادیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اس کی اہمیت سے مالا مال ہیں۔ جابجا اس کی تاکید آئی ہے اور اس کے تارکین پر وعید فرمائی گئی ہے۔ چند آیتیں اور حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں کہ مسلمان اپنے رب عزوجل اور پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سنیں اور اس کی توفیق سے ان پر عمل کریں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے

☆ هدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب و یقیمون الصلوٰة و مما رزقنهم ینفقون ۔یعنی یہ کتاب پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے جو غیب پر ایمان

لاتے اور نماز قائم رکھتے ہیں۔ اور ہم نے ان کو جو دیا ہے وہ اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرتے ہیں

☆ نیز فرمایا۔ اقیموا الصلوٰۃ و آتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الراکعین۔ یعنی نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھو۔

☆ نیز فرمایا۔ حافظوا علی الصلواۃ والصلوٰۃ الوسطی وقوموا للہ قانتین یعنی تمام نمازوں کی۔ اور خصوصاً بیچ والی نماز (عصر) کی محافظت رکھو۔ اور اللہ کے حضور ادب سے کھڑے رہو۔

☆ نیز فرمایا۔ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین۔ یعنی نماز شاق ہے مگر خشوع کرنے والوں پر۔

☆ نماز کا مطلقاً ترک تو سخت ہولناک چیز ہے اسے قضا کر کے پڑھنے والوں کے لئے فرمان ہے۔ فویل للمصلین الذین ھم عن صلوتھم ساھون۔ یعنی خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ یعنی وقت گزار کر پڑھنے اٹھتے ہیں۔ جہنم میں ایک وادی ہے جس کی سختی سے جہنم بھی پناہ مانگتا ہے اس کا نام ویل ہے۔ قصداً نماز قضا کرنے والے اس کے مستحق ہیں۔

☆ مزید فرمایا۔ فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا۔ یعنی ان کے بعد کچھ نا خلف پیدا ہوئے جنہوں نے نمازیں ضائع کر دیں اور نفسانی خواہشوں کا اتباع کیا۔ عنقریب انہیں سخت عذاب سے ملنا ہوگا۔

غی جہنم میں ایک ایسی وادی ہے جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے۔ اس میں

ایک کنواں ہے جس کا نام ہبہب ہے جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے تو اللہ عزوجل اس کنوئیں کو کھول دیتا ہے جس سے وہ آگ بدستور بھڑکنے لگتی ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ کلما خبت زدناھم سعیرا۔ یعنی جہنم کی آگ جب بجھنے پر آئے گی تو ہم اس کی بھڑک اور زیادہ کردیں گے۔ یہ کنواں بے نمازوں، زانیوں، شرابیوں، سودخوروں اور ماں باپ کو ایذا دینے والوں کے لئے ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ نماز کی اہمیت کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اللہ عزوجل نے سب احکام اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو زمین پر بھیجے لیکن جب نماز فرض کرنی منظور ہوئی تو حضور ﷺ کو اپنے پاس عرش عظیم پر بلا کر اسے فرض کیا اور شب اسراء میں یہ تحفہ دیا گیا۔

چند احادیث مقدسہ

☆ صحیح بخاری اور مسلم میں جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

(1) اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے خاص بندے اور رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

(2) امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ جناب معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا۔ آقا وہ عمل ارشاد ہو جو مجھے جنت میں لے جائے۔ اور جہنم سے بچائے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر۔ اور نماز قائم رکھ اور زکوٰۃ دے اور

رمضان کے روزے رکھ اور بیت اللہ کا حج کر۔ اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ نماز دین کا ستون ہے۔

(3) صحیح مسلم میں جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک ان تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں جو ان کے درمیان ہوں۔ جب کہ کبائر سے بچا جائے،

(4) صحیحین میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا بتاؤ تو کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ بار غسل کرے۔ کیا اس کے بدن پر کوئی میل رہ جائے گا۔ عرض کی گئی نہیں۔ فرمایا یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سبب سب خطاؤں کو محو فرما دیتا ہے۔

(5) صحیحین میں جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صاحب سے ایک گناہ صادر ہوا۔ اس نے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ **اقم الصلوٰۃ طرفی النهار وزلفا من الليل ان الحسنات يذهبن السيآت ذالک ذکری للذاکرين۔**

یعنی نماز قائم کر۔ دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصہ میں۔ بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ خاص میرے لئے ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ میری سب امت کے لیے ہے۔

(6) صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا اعمال میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک

سب سے محبوب کون سا عمل ہے آپ نے فرمایا وقت پر نماز ادا کرنا۔ میں نے عرض کی پھر کیا۔ فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔ میں نے عرض کی پھر کیا فرمایا راہ خدا میں جہاد کرنا۔

(7) امام بیہقی نے جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ ایک صاحب نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اسلام میں سب سے زیادہ اللہ کے نزدیک محبوب کیا چیز ہے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا اور جس نے نماز چھوڑ دی اس کا کوئی دین نہیں۔ نماز دین کا ستون ہے۔

(8) امام ابو داؤد نے بطریق عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تمہارے بچے سات برس کے ہوں تو انہیں نماز کا حکم دو۔ اور جب دس برس کے ہو جائیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ۔

(9) امام احمد روایت کرتے ہیں کہ جناب ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی ﷺ جاڑوں میں باہر تشریف لے گئے۔ پت جھڑ کا موسم تھا آپ ﷺ نے دو ٹہنیاں پکڑ لیں۔ پتے گرنے لگے۔ فرمایا اے ابو ذر میں نے عرض کی لبیک یا رسول اللہ ﷺ۔ فرمایا۔ مسلمان بندہ جب اللہ کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس سے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے اس درخت سے یہ پتے۔

(10) صحیح مسلم شریف میں جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے گھر میں طہارت (وضو و غسل) کر کے فرض ادا کرنے کے لئے مسجد کو جاتا ہے تو ایک قدم پر اس کا ایک گناہ محو ہوتا ہے اور دوسرے قدم پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

(11) امام احمد زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص دو رکعت نماز پڑھے اور ان میں سہو نہ کرے۔ تو جو کچھ پیشتر اس کے اس سے (صغیرہ) گناہ سرزد ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ وہ سب معاف فرما دیتا ہے۔

(12) امام طبرانی ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا بندہ جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ اور اس کے اور پروردگار کے درمیان حجاب ہٹا دیئے جاتے ہیں۔ اور حورعین اس کا استقبال کرتی ہیں جب تک وہ نہ ناک سنکے اور نہ کھنکارے۔

(13) طبرانی اوسط میں جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے قیامت کے دن بندہ سے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر یہ درست ہوئی تو باقی اعمال بھی ٹھیک رہیں گے اور اگر یہ بگڑی تو سبھی بگڑے (یعنی پھر کوئی معافی نہیں ہوگی) اور ایک روایت میں ہے کہ وہ خائب و خاسر ہوا۔

(14) امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت جناب تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہے کہ اگر نماز پوری کی ہے تو پوری لکھی جائے گی۔ اور پوری نہیں کی (یعنی اس میں نقصان ہے) تو ملائکہ سے فرمایا جائے گا۔ دیکھو میرے بندہ کے نوافل ہوں تو ان سے فرض پورے کردو۔ پھر اسی طرح زکوٰۃ کا حساب ہوگا پھر یونہی باقی اعمال کا۔

(15) امام ابوداؤد اور ابن ماجہ جناب ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو مسلمان جہنم میں جائے گا (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس کے پورے بدن کو آگ کھائے گی سوائے اس کے اعضاء سجود کے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا آگ پر حرام کردیا ہے۔

(11) امام احمد زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص دو رکعت نماز پڑھے اور ان میں سہو نہ کرے۔ تو جو کچھ پیشتر اس کے اس سے (صغیرہ) گناہ سرزد ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ وہ سب معاف فرمادیتا ہے۔

(12) امام طبرانی ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا بندہ جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے لئے جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ۔اور اس کے اور پروردگار کے درمیان حجاب ہٹا دیئے جاتے ہیں ۔اور حورعین اس کا استقبال کرتی ہیں جب تک وہ نہ ناک سنکے اور نہ کھنکارے۔

(13) طبرانی اوسط میں جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی گئی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے قیامت کے دن بندہ سے نماز کا حساب لیا جائے گا۔ اگر یہ درست ہوئی تو باقی اعمال بھی ٹھیک رہیں گے اور اگر یہ بگڑی تو سبھی بگڑے (یعنی پھر کوئی معافی نہیں ہوگی) اور ایک روایت میں ہے کہ وہ خائب و خاسر ہوا۔

(14) امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت جناب تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں ہے کہ اگر نماز پوری کی ہے تو پوری لکھی جائے گی ۔اور پوری نہیں کی (یعنی اس میں نقصان ہے) تو ملائکہ سے فرمایا جائے گا۔ دیکھو میرے بندہ کے نوافل ہوں تو ان سے فرض پورے کردو۔ پھر اسی طرح زکوٰۃ کا حساب ہوگا پھر یونہی باقی اعمال کا۔

(15) امام ابوداؤد اور ابن ماجہ جناب ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو مسلمان جہنم میں جائے گا (العیاذ باللہ تعالیٰ) اس کے پورے بدن کو آگ کھائے گی سوائے اس کے اعضاء سجود کے ۔کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا آگ پر حرام کردیا ہے۔

(16) طبرانی اوسط میں روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کے نزدیک بندہ کی یہ حالت سب سے زیادہ پسند ہے کہ اسے سجدہ کرتا دیکھے کہ وہ اس کے سامنے اپنا منہ خاک پر رگڑ رہا ہے۔

(17) طبرانی اوسط میں جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی صبح وشام نہیں ہوتی مگر زمین کا ایک ٹکڑا دوسرے کو پکارتا ہے آج تجھ پر کوئی نیک بندہ گزرا جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکر الٰہی کیا اگر وہ ہاں کہے تو اس کے لیے اس سبب سے اپنے اوپر وہ بزرگی تصور کرتا ہے۔

(18) صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔

(19) ابوداؤد میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو طہارت کر کے اپنے گھر سے فرض نماز کے لئے نکلا۔ اس کا اجر ایسا ہے جیسا کہ حج کرنے والے محرم کا۔ اور جو چاشت کے لئے نکلا اس کا اجر عمرہ کرنے والے کی مثل ہے اور ایک نماز دوسری نماز تک۔ کہ دونوں نمازوں کے درمیان کوئی لغویات نہ ہو۔ علیین میں لکھی جاتی ہے۔ یعنی درجہ قبول کو پہنچتی ہے۔

(20,21) امام احمد، نسائی وابن ماجہ نے جناب ابوایوب انصاری وعقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ جس نے وضو کیا جیسا کہ حکم ہے۔ اور نماز پڑھی جیسی نماز کا حکم ہے۔ تو جو کچھ اس نے پہلے کیا ہے وہ سب (صغیرہ گناہ) معاف ہو گیا۔

(22) امام احمد ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ جو

اللہ کے لئے ایک سجدہ کرتا ہے اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے۔

(23) کنز العمال میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو اس طرح تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے کہ اللہ اور فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے۔ تو اس کے لئے جہنم سے براءت لکھ دی جاتی ہے۔

(24) منیۃ المصلی میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ہر شے کے لئے ایک علامت ہوتی ہے۔ اور ایمان کی علامت نماز ہے۔

(25) منیۃ المصلی میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے اسے قائم رکھا۔ اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے دین کو ڈھادیا۔

(26) امام احمد اور ابوداؤد جناب عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جس نے اچھی طرح وضو کیا اور انہیں وقت میں پڑھا اور رکوع وخشوع کو پورا کیا۔ تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم کا عہد کر لیا ہے کہ اسے بخش دے۔ اور جس نے ایسا نہ کیا اس کے لئے کوئی عہد نہیں چاہے تو بخش دے اور چاہے تو عذاب دے۔

(27) امام حاکم نے اپنی تاریخ میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل فرماتا ہے اگر میرا بندہ وقت میں نماز قائم رکھے تو میرے بندے کا میرے ذمہ کرم پر عہد ہے کہ اسے عذاب نہ دوں اور بے حساب جنت میں داخل کر دوں۔

(32) امام بیہقی نے شعب الایمان میں جناب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفاً روایت کی ہے کہ جو مومن نماز صبح کے لئے گیا اور طالب ثواب ہو کر حاضر ہوا۔ تو گویا اس نے تمام رات قیام کیا (عبادت کی) اور جو نماز عشاء کے لئے حاضر ہوا گویا اس نے نصف رات قیام کیا۔

(33) خطیب نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ جس نے چالیس دن نماز فجر و عشاء با جماعت پڑھی۔ اس کو اللہ تعالیٰ دو براتیں عطا فرمائے گا۔ ایک نار سے دوسری نفاق سے۔

(34) امام احمد جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ رات اور دن کے ملائکہ نماز فجر و عصر میں جمع ہوتے ہیں۔ جب وہ جاتے ہیں تو اللہ عزوجل ان سے فرماتا ہے کہاں سے آئے ہو۔ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کے پاس سے۔ جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور اب بھی انہیں نماز پڑھتا ہی چھوڑ کر تیرے پاس حاضر ہوئے ہیں۔

(35) امام ابن ماجہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص مسجد میں با جماعت چالیس راتیں نماز عشاء پڑھے۔ اس طرح کہ اس کی تکبیر اُولیٰ فوت نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دیتا ہے۔

(36) امام طبرانی نے جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے سب نمازوں میں زیادہ گراں منافقین پر نماز عشاء و فجر ہے۔ اور جو ان میں فضیلت ہے اگر لوگ جانتے تو ضرور حاضر ہوتے۔ اگرچہ سرین کے بل گھسٹتے ہوئے آتے۔ یعنی جیسے بھی ممکن ہوتا ضرور آتے۔

(37) امام بزار نے جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ جو نماز عشاء سے پہلے سو جائے اللہ اس کی آنکھ کو نہ سلائے۔

(38) صحیحین میں جناب نوفل بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا جس کی نماز فوت ہوگئی گویا اس کے اہل و مال جاتے رہے۔

(39) ابونعیم جناب ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے قصداً نماز چھوڑی تو جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے۔

(40) امام احمد، ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا قصداً نماز ترک نہ کرو۔ کہ جو قصداً نماز ترک کرتا ہے اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے بری الذمہ ہیں۔

وما علی الا البلاغ المبین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

تقریظ سعید

اشرف العلماء والفضلاء، جامع المعقول والمنقول، حاوی الفروع والاصول، سند المدرسین، تاج المحققین، زبدۃ المناظرین، مخدوم اہلسنت حضرت علامہ خواجہ پیر مفتی محمد اشرف القادری صاحب دامت برکاتہم القدسیہ۔ زیب سجادہ آستانہ عالیہ نیک آباد شریف (مرارڑیاں شریف) گجرات

هو العلی القادر

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمدُ لله رب العالمين . اللهم صل وسلم وبارک وزد علی سیدنا محمد ن المصطفیٰ المختار وعلی آله وصحبه و امته اجمعين .

اما بعد

محب محترم، فاضل مکرم، حامی سنن، ماحی فتن، حضرت علامہ الحاج مولانا مفتی حکیم حافظ شفقات احمد نقشبندی قادری حفظہ اللہ تعالیٰ ووفقہ لما یحبہ ویرضاہ۔ اہلسنت کی مایۂ ناز علمی اور روحانی شخصیت۔ فاضل جلیل، عالم نبیل، ذی وقار مدرس ومناظر وفقیہ ومفتی حضرت علامہ مولانا الحاج حافظ محمد سعید احمد نقشبندی قادری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے لائق فرزند ارجمند، شاگرد رشید اور تربیت یافتہ خلف الرشید ہیں۔ ماشاء اللہ تعالیٰ آپ نامور زیرک ومستند طبیب، فاضل الطب والجراحت بھی ہیں اور کثیر علمی وتحقیقی کتب ورسائل کے مؤلف بھی ہیں۔ تحقیق اور حوالہ جات کی کثرت آپ کی تحریر کا طرۂ امتیاز ہے۔

موصوف جس موضوع پر بھی قلم اٹھاتے ہیں اس پر خوب سیر حاصل اور تحقیقی گفتگو کرتے

ہیں۔ جس سے موصوف کی ذھانت وذوق مطالعہ اور شوق تحقیق کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

ایک عرصہ پہلے آپ نے نماز حنفی کے اثبات میں ایک مفصل کتاب ''القول المقبول فی صلوٰۃ الرسول ﷺ لکھ کر اہل علم سے خراج تحسین وصول کیا تھا۔ جس کے کئی ایڈیشن چھپ کر علمی دنیا کو اپنے فیض سے مستفید کر رہے ہیں۔ اب موصوف نے اس کے اندر بہت سارے اضافات کر کے اسے ایک بڑی کتاب بنا دیا ہے۔

اس کا مسودہ بغرض تقریظ کافی دنوں سے میرے پاس پڑا تھا۔ اگرچہ میں اس کو بالاستیعاب پڑھ کر اس پر مفصل تبصرہ لکھنا چاہتا تھا۔ مگر بہت سی معذوریوں اور مجبوریوں کی وجہ سے بندہ یہ کام نہ کر سکا۔

آخر اللہ پاک کا نام لے کر چیدہ چیدہ مقامات سے اسے پڑھا اور الحمد للہ العلی القادر عوام اور علماء بھی کے لیے اسے بہت مفید پایا۔

بارگاہ صمدیت میں دعا ہے کہ موصوف کی کاوشیں قبول ہوں اور اس کتاب کا نفع عام و تام ہو۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی عمر وصحت، علم وعمل اور تحقیق وتالیف میں اور زیادہ برکتیں عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ۔ صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا احمد النبی الامی وعلی آلہ و صحبہ و بارک وسلم۔

احقر عباد اللہ القوی، محمد اشرف القادری نیک آبادی

سجادہ نشین مرکزی، خانقاہ قادریہ عالیہ نیک آباد شریف

وبانی ومہتمم اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ علی مسجد گجرات

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک مقالہ جو کتاب ہذا کا مقدمہ بھی ہے

فاضل جلیل عالم نبیل، صوفیٔ باصفا، مصنف کتب کثیرہ جناب محمد صدیق ضیاء

صاحب نقشبندی قادری مدظلہ العالی خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ لاثانیہ علی پور سیداں شریف

بسم اللہ الرحمن الرحیم.

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

عبادت خدا اور اتباع مصطفیٰ

بندۂ سرکار بن، پھر کر خدا کی بندگی
ورنہ اے بندے! خدا کی بندگی اچھی نہیں

اللہ تعالیٰ نے اپنا پسندیدہ اور سچا دین "اسلام" اپنے آخری اور پیارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو دیا۔ اور آپ ﷺ کو ہماری ہدایت و راہنمائی کے لئے مبعوث فرمادیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ۔

(سورت الفتح آیت نمبر ۲۸)

ترجمہ: وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے سب فرقوں پر غالب کر دے۔

فآمنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یؤمن باللہ و کلمتہ و اتبعوہ لعلکم تھتدون۔ (سورت الاعراف آیت نمبر ۱۵۸)

ترجمہ:۔ تو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول ﷺ نبی امی پر۔ جو خود ایمان لایا اللہ پر اور اس کے کلام پر۔ اور اس (رسول ﷺ) کی اتباع کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔

وان تطیعوہ تھتدوا۔ (سورت النور آیت نمبر ۵۴)

ترجمہ: اور اگر تم اس (رسول) کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔

گویا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو ہدایت ربانی اور دین حق، اسلام کا مورد و محور اور منبع و معدن بنایا ہے۔ اور آپ ﷺ نے جو کچھ فرمایا اور جو کچھ کر کے دکھایا وہ حدیث ہو یا سنت، (قول ہو یا فعل) سب اسلام ہی ہے۔ جس نے بھی آپ ﷺ کی نبوت و رسالت پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع بھی کی۔ وہ ہدایت پا گیا۔ اور جو آپ ﷺ پر ایمان ہی نہ لایا۔ وہ بھی۔ اور جو ایمان لانے کا دعوی تو کرتا ہے لیکن اطاعت اور اتباع سے روگردانی کرتا ہے تو اس کی عبادت وغیرہ ہی باطل اور مردود نہیں ہوتی بلکہ اس کا ایمان بھی قبول نہیں ہوتا۔ اور وہ بے ایمان اور منافق ہی ٹھہرتا ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

یا یھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم۔

(سورہ محمد آیت نمبر ۳۳)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول ﷺ کی اور اپنے عمل باطل نہ کرو۔

واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رأیت المنافقین یصدون عنک صدودا۔ (سورت النسآء آیت نمبر ۶۱)

ترجمہ:۔ اور جب کہا جائے کہ آؤ اس کتاب کی طرف جو اتاری ہے اللہ نے رسول کی

طرف تو تم دیکھو گے کہ منافق تم سے منہ موڑ لیتے ہیں روگردانی کرتے ہوئے۔

اب اگر تو آپ واقعی مسلمان ہیں۔ اور اللہ و رسول ﷺ پر دل سے پختہ ایمان رکھتے ہیں۔ اور آپ کو ایمان عزیز بھی ہے۔ تو آیئے سنیئے جناب رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں۔ بنی الاسلام علیٰ خمس . شھادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله. واقام الصلوة وایتآء الزکوة والحج وصوم رمضان۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۶ کتاب الایمان)

ترجمہ:۔ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے (1) یہ گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ (2) نماز قائم کرنا، (3) زکوۃ دینا (4) حج کرنا (5) ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان عالیشان میں اسلام کے پانچ بنیادی امور میں توحید و رسالت پر ایمان لانے کے بعد عبادت کا درجہ رکھا گیا ہے۔ اور ان میں نماز قائم کرنے کو اولیت دی گئی ہے۔ اس مقام کے علاوہ بھی قرآن و حدیث میں اس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ گویا یہ تمام عبادات میں اہم عبادت، فرائض میں سب سے بڑا فرض اور اسلام کا رکن اعظم ہے اس کی ادائیگی میں کوئی سستی، غفلت اور کوتاہی روا نہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوا۔

ان الصلوٰة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا۔

(سورت النسآء آیت نمبر ۱۰۳)

ترجمہ:۔ بیشک نماز مسلمانوں پر وقت مقررہ کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

الصلوٰۃ عماد الدین۔ (کنز العمال جلد ۷)

ترجمہ:۔ نماز دین کا ستون ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نماز فرض فرمائی ہے۔اس کی فرضیت کا انکار کفر ہے۔اور بندے کا اسلام باقی نہیں رہتا۔جبکہ ترک نماز پر بھی سخت وعیدیں آئی ہیں۔اور حدیث پاک میں بھی اسے دین کا ستون فرمایا گیا ہے۔تو اس میں دین کو عمارت سے اور نماز کو اس کے ستون سے تشبیہ دی گئی ہے۔کیونکہ کوئی عمارت بغیر ستون کے قائم نہیں رہ سکتی۔لہٰذا دین بھی جب ہی باقی رہے گا جب کہ نماز صحیح اور قائم ہوگی اور کسی کی نماز خراب اور برباد ہوگئی تو اس کا گویا دین بھی خراب اور برباد ہوگیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون الذین ھم یرآء ون۔

(سورت الماعون آیت نمبر ۴ تا ۶)

ترجمہ: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

چونکہ دین کا قائم اور باقی رہنا نماز کے قائم ہونے پر موقوف ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار یہی حکم فرمایا کہ

واقیموا الصلوٰۃ۔ (سورت النور آیت ۵۶)

ترجمہ: اور نماز قائم کرو

لیکن یہ حکم مجمل ہے مفصل نہیں۔اس میں یہ نہیں بتایا گیا کہ ''صلوٰۃ'' سے کیا مراد ہے اور اسے قائم کرنے کا طریقہ کیا ہے؟اور لغت عرب میں ''صلوٰۃ'' کے متعدد معانی مثلاً نماز،درود،تعریف،رحمت اور پیچھے چلنا وغیرہ کے ہیں۔لیکن جب تک آیت کے

مرادی معنی کی تفصیل معلوم نہ ہو اس حکم پر عمل کرنا ممکن نہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے جہاں قرآن کریم اور قرآن کریم کے یہ احکام نازل فرمائے۔ وہاں اپنے رسول ﷺ کو اس کا شارح اور معلم بھی بنایا۔ بلکہ آپ ﷺ کی امت کو در پیش ہر طرح کا ابہام دور کرنے کے لئے آپ ﷺ کی سنت کو بہترین نمونہ بھی قرار دے دیا۔ فرمایا۔

وانزلنا الیک الذکر للتبین للناس مانزل الیھم ۔

(سورت النحل آیت نمبر ۴۴)

ترجمہ اور ہم نے نازل کیا آپ ﷺ پر یہ قرآن (ذکر) تا کہ آپ ﷺ کھول کھول کر بیان کریں لوگوں کے لئے اس (ذکر) کو جو نازل کیا گیا ہے ان کی طرف۔

ویعلمکم الکتاب والحکمۃ ویعلمکم مالم تکونوا تعلمون ۔

(سورت البقرہ آیت نمبر ۱۵۱)

ترجمہ:۔ اور وہ (رسول ﷺ) تمہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ﷺ تمہیں تعلیم فرماتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۔

(سورت الاحزاب آیت نمبر ۲۰)

ترجمہ:۔ بیشک تمہاری راہنمائی کے لئے اللہ کے رسول ﷺ (کی سنت) میں بہترین نمونہ ہے۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اقیموا الصلوٰۃ کی وضاحت فرمادی۔ اور صلوٰۃ کا معنی ''نماز'' متعین فرمادیا اور نماز خود پڑھ کر اور پڑھا کر اسے قائم کرنے کا طریقہ بھی سکھایا اور فرمایا۔

صلوا کما رأیتمونی اصلی ۔ (بخاری باب الاذان للمسافر)

ترجمہ:۔ نماز پڑھو جس طرح کہ مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

پس نماز جب ہی صحیح اور قائم ہوگی جب جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق ادا کی جائے گی۔ کہ آپ ﷺ نماز شروع کیسے فرماتے تھے، قیام کس طرح کرتے تھے اور آپ ﷺ کے رکوع وسجود کی صورت کیا تھی۔ اور آپ ﷺ دیگر ارکان کیسے ادا فرماتے تھے۔ یہاں یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آپ ﷺ کے تصور سے نماز ٹوٹتی نہیں بلکہ صحیح اور قائم ہوتی ہے۔ جنہوں نے اس طرح نماز ٹوٹنے کا عقیدہ رکھا انہوں نے جہالت کا ثبوت دیا اور غلط کیا۔ ایسے لوگوں سے کنارہ کش ہو جانا بہت ضروری ہے۔ ارے نماز جب تک آپ ﷺ کی سنت کو مدنظر رکھ کر ادا نہ کی جائے صحیح ہوتی ہی نہیں ۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا حکم آپ کے سامنے ہے۔ ملاحظہ کرلیں تاکہ سند رہے۔

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

پہلے سے اختیار کردہ کسی طریقہ کو چھوڑ کر نیا طریقہ اپنانا، یا کوئی نیا حکم دینا۔ یعنی کسی عمل کو شروع کرنا اور پھر اس میں کوئی تبدیلی لاکر اسے ترک دینا، یا کوئی ناسخ لاکر پہلے حکم کو منسوخ کردینا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا معمول رہا ہے۔ اور اس میں کئی حکمتیں ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔

ماننسخ من آیته او ننسهانات بخیر منها او مثلها ۔

(سورت البقرہ آیت نمبر ۱۰۶)

ترجمہ: جب کوئی آیت ہم منسوخ فرمائیں یا بھلادیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آئیں گے

وما جعلنا القبلة التی کنت علیها الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیه۔ (سورت البقرہ آیت نمبر ۱۴۳)

ترجمہ: اور اے محبوب ﷺ تم پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے وہ اسی لئے مقرر کیا تھا کہ دیکھیں کون رسول ﷺ کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ناسخ لا کر جو امور منسوخ فرمائے انہیں قرآن کریم میں بیان کر دیا گیا۔ اور جو طریقے رسول اللہ ﷺ نے تبدیل یا ترک کئے وہ حدیث پاک میں بیان ہو گئے ہیں جبکہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی کوئی تبدیلی اپنی طرف سے نہیں کرتے بلکہ وحی الٰہی اور منشائے ربانی کے مطابق ہی کرتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل مایکون لی ان ابدله من تلقای نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی۔

(سورت یونس آیت نمبر ۱۵)

ترجمہ: تم فرماؤ کہ مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا رسول ﷺ تمہیں جو بھی، اور جب بھی کسی کام کے کرنے کا حکم دے۔ اسے کرنا ضروری ہے اور جس کام سے بھی، اور جب بھی منع فرما دے اس سے باز رہنا لازم ہے۔ ملاحظہ ہو آیہ کریمہ وما آتاکم الرسول فخذوہ ومانہاکم عنه فانتهوا۔ (سورت الحشر آیت نمبر ۷)

اور جو کچھ تم کو رسول ﷺ دیں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔

لہٰذا جناب رسول اللہ ﷺ کے ترک کیے ہوئے عمل کو بھی اللہ تعالیٰ کے منسوخ کردہ عمل کی طرح ہی سمجھنا چاہیے۔ اور جیسے اللہ تعالیٰ کے منسوخ کردہ طریقہ پر عمل کرنا اب

جائز نہیں۔ ایسے ہی جناب رسول اللہ ﷺ کے ترک کردہ طریقہ پر بھی عمل کرنا اب جائز نہیں ہے۔ اور اسی طرح آپ ﷺ نے اگر پہلے کی بجائے کوئی نیا طریقہ اختیار فرمالیا تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کے ناسخ کی طرح ہی ہے اور اس پر عمل کرنا اب ہر مسلمان کے لئے ضروری ہو گیا ہے۔

اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ کسی منسوخ یا متروک طریقہ پر ماضی میں کسی وقت عمل کیا جاتا اگرچہ صحیح حدیث سے بھی ثابت ہو جائے پھر بھی اس پر عمل کرنا اب جائز نہیں ہوگا۔ اور حضور ﷺ کے آخری عمل (آخری سنت) کو اختیار کرتے ہوئے متروک طریقہ پر عمل کرنا چھوڑ دیا جائے گا۔ جیسا کہ قبلۂ اوّل (مسجد اقصیٰ شریف) کی طرف منہ کر کے جناب رسول اللہ ﷺ کا نماز پڑھنا اور پڑھانا اگرچہ صحیح حدیث (بخاری جلد ا صفحہ ۵۷) وغیرہ بلکہ خاص قرآن کریم (پ ۲ ع ۱) سے بھی ثابت ہے۔ لیکن چونکہ اسے بطور قبلہ ترک کر کے خانہ کعبہ کو قبلہ بنا دیا گیا ہے۔ لہٰذا اب قبلہ اوّل کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ اب صرف اور صرف خانہ کعبہ ہی کو قبلہ بنا کر نماز ادا کی جائے گی۔ اب بھی اگر کوئی شخص یا گروہ قبلہ اوّل کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے یا کسی دوسرے منسوخ اور متروک طریقہ پر عمل کرنے کے لئے محض اسی وجہ سے اصرار کرے کہ یہ بھی تو کسی نہ کسی صحیح حدیث ہی سے ثابت ہے۔ تو پھر اس کی دینی سوجھ پر افسوس ہی کیا جائے گا کہ اسے نہ تو ناسخ و منسوخ کی کوئی معرفت ہی حاصل ہے اور نہ ہی یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جناب رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کرنے کو لازمی جانتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و اتباع کرنے والے کے لئے جنت رکھی ہے اور اس سے پھر جانے والے کو جہنم کا دردناک عذاب

فرمائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ومن یطع اللہ ورسولہ یدخلہ جنات تجری من تحتہا الانہار ومن یتول یعذبہ عذابا الیما

(سورت الفتح آیت نمبر ۱۷)

ترجمہ: اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اللہ اسے باغوں میں لے جائے گا۔ جن کے نیچے نہریں رواں ہیں اور جو پھر جائے اسے دردناک عذاب فرمائے گا۔

لیکن اس کے باوجود علم سنت سے نا آشنائی اور اطاعت واتباع مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے لاپروائی کا یہ حال ہے کہ نماز ایسی اہم ترین عبادت کو بھی الجھا دیا گیا ہے کوئی فاتحہ خلف الامام پر اصرار کر رہا ہے تو کوئی آمین بالجہر میں الجھا ہوا ہے۔ کوئی ترک رفع یدین کا انکار کر رہا ہے تو کوئی تراویح کے بیس رکعت ہونے کا۔ اسی طرح کوئی خلاف جمہور وتر ایک رکعت پڑھنے پر ہی مصر ہے وغیرہ وغیرہ

زیر نظر کتاب "جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز" جس کا پانچواں ایڈیشن اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ محقق کبیر، فاضل شہیر، عالم بے بدل مناظر اسلام علامہ مفتی پیر شفقات احمد نقشبندی قادری مدظلہ العالی کی ایک محققانہ تالیف ہے۔

فاضل مؤلف حضرت شیخ الحدیث، رئیس المتکلمین، سلطان المناظرین، استاذ العلماء والمدرسین، جامع المعقول والمنقول حاوی الفروع والاصول، بحر العلوم حضرت العلام پیر مفتی حافظ محمد سعید احمد نقشبندی قادری قدس سرہ العزیز جو کہ حضرت محدث اعظم پاکستانؒ کے خلیفہ مجاز اور آستانہ عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف کے مفتی اعظم بھی تھے ۔ کے خلف اکبر، علمی وروحانی وارث اور سجادہ نشین ہیں۔ بحمدہ تعالیٰ اپنے عظیم باپ

سے ورثے میں پائی اسلام کی سچی تڑپ اور ظاہری و باطنی علوم کی دولت سے مالا مال ہیں۔ اسلام کی ترویج و اشاعت اور مسلک اہلسنت کی خدمت و حمایت میں کثیر کتب تصنیف فرما چکے ہیں جو اہل علم سے داد تحسین بھی پا چکی ہیں۔ معیار تحقیق نہایت بلند اور انداز تحریر عام فہم ہوتا ہے عالم و عامی سب ہی مستفید ہو رہے ہیں۔ بفضلہٖ وبعونہ یہ کتاب بھی ان تمام خوبیوں سے مکمل طور پر آراستہ و پیراستہ ہے۔ جس میں نماز سے متعلق اختلافات کے ازالہ کے لئے قرآن و حدیث اور آثار سے سینکڑوں نا قابل تردید دلائل و شواہد کے ساتھ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ انشاء اللہ عزوجل عقل سلیم رکھنے والے کسی بھی انصاف پسند کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہوگا۔ کتاب کا موضوع بڑا دلآویز اور بیان نہایت ایمان افروز ہے۔ جو منصف مزاج قارئین کرام کی دلچسپی کا باعث ہے۔ انشاء اللہ اتباع سنت کا رجحان فروغ پائے گا اور اپنی اصلاح و فلاح کی فکر رکھنے والے اپنی نمازوں کو درست رکھنے کے لئے ہم اہلسنت و جماعت سے آملیں گے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب مکرم رسول اکرم ﷺ کی طفیل مؤلف کی سعی جمیلہ کو شرف قبولیت سے نوازے، بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضور قبلہ شیخ الحدیث ؒ کے درجات عالیہ کو مزید بلند تر فرمائے۔ اور کتاب ہذا کو ہر راہ بھٹکنے والے کے لئے مشعل راہ بنائے۔ اور معاونین و ناشرین کے ساتھ ہم سب کو بھی جناب رسول اللہ ﷺ کی شفاعت عظمیٰ سے بہرہ مند فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم

محمد صدیق ضیاء نقشبندی قادری

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

فضائل نماز پر چالیس احادیث مبارکہ

از

محقق العصر حضرت علامہ الحاج ابوابراہیم حافظ محمد نصر اللہ

صاحب آسوی حفظہ آف مدینہ شریف

ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۔

(سورۃ الذاریات)

ہم نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔

جانور پیدا کئے تیری وفا کے واسطے　چاند سورج اور ستارے ضیاء کے واسطے

کھیتیاں سرسبز ہیں غذا کے واسطے　سب جہاں ہے تیرے لئے اور تو خدا کے واسطے

نماز اور معراج

معراج کیا ہے؟

معراج نام ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل ہونے کا اور یہی مقصد نماز سے حاصل ہوتا ہے کہ نماز کے ذریعے بندہ کو اللہ تعالیٰ کا قرب بھی نصیب ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی سفر معراج کو لفظ سبحان سے شروع کیا اور

نماز کو سبحانک اللھم سے شروع کیا معلوم ہوا کہ نماز اور معراج کا آپس میں خاص تعلق ہے اسی لئے فرمایا ﴿اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ نماز مؤمن کی معراج ہے اور ارشاد فرمایا ﴿جُعِلَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ﴾

(احمد ۱۱۸۸۴ مشکوٰۃ ۵۲۶۱)

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے یعنی رسول اللہ ﷺ کو راضی کرنا ہے تو وہ کام کریں جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور آپ کا سچا محب وہی ہے جو پانچ وقت کا نمازی ہے اور معراج کو ماننے والا بھی وہی ہے جو نماز پڑھنے والا ہے بعض لوگ معراج بڑے جوش وخروش سے مناتے ہیں لیکن معراج کے خاص تحفہ نماز کے قریب نہیں جاتے حالانکہ جلسہ معراج النبی سنت یا مستحب ہے لیکن نماز پڑھنا فرض ہے اور فرائض کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل کے ذریعہ مرتبہ ولایت حاصل ہوتا ہے۔

نماز سے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا ہے

حدیث (۱) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ: قال رسولُ اللہ ﷺ:

إِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ: مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ آذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ ، وَمَا تَقَرَّبَ إِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ إِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ، وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ إِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ ، فَإِذَا اَحْبَبْتُہٗ کُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ ، وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ ، وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا، وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا، وَإِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ ، وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اُس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں جن چیزوں کے ذریعے بندہ میرا قرب حاصل کرتا ہے اُن میں سب سے پسندیدہ چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اُس سے محبت کرتا ہوں تو اُس کی سماعت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سنتا ہے اور اُس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اُس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ پکڑتا ہے اور اُس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں ضرور اُسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ پکڑے تو ضرور میں اُسے پناہ دیتا ہوں۔

(بخاری حدیث-۶۵۰۲-مشکوٰۃ حدیث-۲۲۶۶)

آتا ہے ہر طرف نظر نورِ خدا نماز میں

حدیث (۲) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قالَ: قال رسولُ اللہ ﷺ:
اَقْرَبُ ما یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهٖ وَھُوَ سَاجِدٌ فَاَکْثِرُوا الدُّعَاءَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
بندہ سجدہ کی حالت میں اپنے رب سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس لئے تم سجدہ میں بہ کثرت دعا کیا کرو۔

(مسلم حدیث ۴۸۲ مشکوٰۃ حدیث ۸۹۴)

نماز سے نبی کریم ﷺ کا قرب ملتا ہے

حدیث (۳) عن ربیعة بن کعب الاسلمی رضی الله عنه قال: کُنْتُ اَبِیْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَاَتَیْتُهٗ بِوَضُوْئِهٖ وَحَاجَتِهٖ فَقَالَ لِی: ((سَلْ)) فَقُلْتُ: اَسْاَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّةِ قَالَ: ((اَوَ غَیْرَ ذٰلِکَ)) قُلْتُ: هُوَ ذَاکَ قَالَ: ((فَاَعِنِّی عَلٰی نَفْسِکَ بِکَثْرَةِ السُّجُوْدِ)).

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رات کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور میں آپ کے پاس وضو کا پانی اور ضروریات لایا (دریائے رحمت جوش میں آیا) فرمایا ,,مانگ کیا مانگتا ہے،، میں نے عرض کی میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ اور کچھ میں نے کہا مجھے یہی کافی ہے آپ ﷺ نے فرمایا تو زیادہ سجدے کرکے اپنے معاملے میں میری مدد کر۔

(مسلم حدیث-۴۸۹ ،مشکوٰۃ حدیث-۸۹۶)

تجھ سے تجھی کو مانگ کر مانگ لی ساری کائنات مجھ سا کوئی گدا نہیں تجھ سا کوئی سخی نہیں

رسول اللہ کا فرمانا ,,مانگ کیا مانگتا ہے،، اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں آپ کی ملک اور اختیار میں دے دی تھیں کہ جس کو چاہیں جتنا چاہیں (بشرط موافقت تقدیر) عطا کر دیں

لا ورب العرش جس کو جو ملا ان سے ملا بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ ﷺ

حدیث (4) عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده قَالَ: قال رسولُ

اللہ ﷺ: مُرُوْا اَوْلَادَکُمْ بِالصَّلَاۃِ وَھُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِیْنَ وَاضْرِبُوْھُمْ عَلَیْھَا وَھُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ وَفَرِّقُوْا بَیْنَھُمْ فِی الْمَضَاجِعِ۔

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کی عمر کو پہنچیں اور نماز نہ پڑھنے پر مارو جب وہ دس سال کی عمر کو پہنچیں (اور اس عمر میں) ان کے بستر علیحدہ علیحدہ کردو۔

(ابوداود حدیث 495 مشکوۃ حدیث 572)

کھول کے دیکھ چشمِ دل لطف ہے کیا نماز میں
آتا ہے ہر طرف نظر نورِ خدا نماز میں

نماز کی اہمیت

باقی تمام فرائض زمین پر فرض ہوئے نماز عرش پر بلا کر فرض کی جس سے معلوم ہوا کہ نماز تمام عبادتوں سے افضل ہے اگر حضور ﷺ کی امت کے لئے نماز سے کوئی افضل تحفہ ہوتا تو رب تعالیٰ وہی دیتا باقی تمام احکام جبریل کے واسطہ سے فرض ہوئے لیکن نماز معراج کی رات بلا واسطہ عطا ہوئی اور پھر باقی ارکان ایسے ہیں جو امراء پر فرض ہیں غربا پر فرض نہیں مثلاً زکاۃ اور حج اور روزہ مسافر اور بیمار پر فرض نہیں لیکن نماز ہر حال میں فرض ہے چاہے آدمی غریب ہو یا امیر مسافر ہو یا مقیم خوف ہو یا امن بیمار ہو تندرست نماز کسی حالت میں بھی معاف نہیں۔

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز

روزے سال میں ایک مرتبہ زکاۃ سال میں ایک مرتبہ حج زندگی میں ایک بار لیکن نماز

روزانہ اور وہ بھی پانچ مرتبہ معلوم ہوا کہ نماز رب تعالیٰ کو بہت پیاری ہے

تمام اعمال میں سے نماز رب تعالیٰ کو بہت پیاری ہے

حدیث(5) عن عبد الله رضی الله عنه قَالَ: سَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ ایُّ الأَعْمَالُ أَحَبُّ إِلَى اللهِ؟ قَالَ: الصَّلاةُ عَلَى وَقْتِهَا، قُلْتُ ثُمَّ ایٌّ قَالَ: ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَیْنِ قُلْتُ ثُمَّ ایٌّ قَالَ: ثُمَّ الْجِهَادُ فِی سَبِیْلِ اللهِ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا: کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پیارا ہے؟ ارشاد فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا، میں نے کہا پھر کونسا؟ فرمایا: والدین کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے کہا پھر کونسا؟ فرمایا: اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔

(مسلم حدیث 85 بخاری حدیث 527 مشکوۃ حدیث 568)

نماز میں بندہ رب تعالیٰ سے ہم کلام ہوتا ہے

حدیث(6) عن ابی هریرة رضی الله عنه قَالَ: قال رسولُ الله ﷺ: إِذا قَامَ أَحَدُكُمْ إِلَى الصَّلاةِ فلا يَبْصُقْ أَمَامَهُ فَإِنَّمَا يُنَاجِي اللهَ مَا دَامَ فِي مُصَلَّاهُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے کیونکہ نمازی جب تک نماز میں رہتا ہے اپنے رب سے راز و نیاز کرتا رہتا ہے۔

(بخاری حدیث: 416، مسلم حدیث: 548 مشکوۃ حدیث: 710)

نمازی دنیا و آخرت میں کامیاب ہیں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى.

بیشک مراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔ اور اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی۔

(سورۃ الاعلیٰ: ۱۴-۱۵)

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ.

بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں۔

(سورہ المومنون: ۱-۲)

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ.

اے ایمان والو۔ رکوع اور سجدہ کرو اور اپنے رب کی بندگی کرو اور بھلے کام کرو اس امید پر کہ تمہیں کامیابی ملے۔ (سورۃ الحج: ۷۷)

حدیث (7) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسولُ الله ﷺ:

اِنَّ اَوَّلَ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْ عَمَلِهٖ صَلَاتُهٗ فَاِنْ صَلُحَتْ فَقَدْ اَفْلَحَ وَاَنْجَحَ وَاِنْ فَسَدَتْ فَقَدْ خَابَ وَخَسِرَ فَاِنِ انْتَقَصَ مِنْ فَرِيْضَتِهٖ شَيْءٌ قَالَ الرَّبُّ عزوجل اُنْظُرُوْا هَلْ لِعَبْدِيْ مِنْ تَطَوُّعٍ فَيُكَمَّلَ بِهَا مَا انْتَقَصَ مِنَ الْفَرِيْضَةِ ثُمَّ يَكُوْنُ سَائِرُ عَمَلِهٖ عَلٰى ذٰلِكَ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے جس عمل کا حساب ہوگا وہ نماز ہے۔ اگر نماز

صحیح ہوئی تو وہ کامیاب اور نجات پانے والا ہے اور اگر یہ درست نہ ہوئی تو وہ ناکام اور نقصان اٹھانے والا ہے۔ اگر فرض میں کچھ کمی رہ گئی تو رب تعالیٰ فرمائے گا: کیا میرے بندے کے پاس کوئی نفل ہے؟ پھر اس سے فرض کی کمی پوری کی جائے گی۔ پھر تمام اعمال کا یہی حال ہوگا۔

(ترمذی حدیث ۴۱۳، مشکوۃ حدیث ۱۳۳۰)

نماز پڑھنے سے جنت واجب ہو جاتی ہے

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ☆ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ☆ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ.

وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں یہی لوگ وارث ہیں کہ فردوس کی میراث پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(سورہ المومنون: ۹-۱۱)

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ☆ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ.

وہ جو اپنی نمازوں کی نگہبانی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کا جنتوں میں اعزاز و اکرام ہوگا۔

(سورۃ المعارج آیت: ۳۴-۳۵)

حدیث (8) عن عقبة بن عامر رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ ما من مسلم يتوضأ فيحسن وضوءه ثم يقوم فيصلي ركعتين مقبلا عليهما بقلبه ووجهه إلا وجبت له الجنة.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے اور پھر کھڑا ہو کر حضور قلب کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی۔

(مسلم حدیث نمبر:۲۳۴ مشکوۃ حدیث ۲۸۸)

نمازی کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں

حدیث(9) عن ابی أمامة رضی اللہ عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا قَامَ فِي الصَّلَاةِ فُتِحَتْ لَهُ الْجِنَانُ وَكُشِفَتْ لَهُ الْحُجُبُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ رَبِّهِ وَاسْتَقْبَلَهُ الْحُورُ الْعِينُ مَالَمْ يَمْتَخِطْ اَوْ يَتَنَخَّعْ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بندہ جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوتا ہے اس کے لئے جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور رب کے درمیان حجابات ہٹا دیئے جاتے ہیں اور حور عین اس کا استقبال کرتی ہیں جب تک ناک نہ سنکے یا نہ کھنکارے۔

(رواہ الطبرانی الترغیب :126/1 بہار شریعت 5/3)

نماز جنت کی چابی ہے

حدیث(10) عن جابر رضی الله عنه قَالَ:قال رسولُ الله ﷺ:

مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلَاةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُوْرُ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی وضوء ہے۔

(احمد حدیث ۱۴۲۵۲، مشکوۃ حدیث ۲۹۴)

حدیث (11) عن أبی أمامة رضی الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَخْطُبُ فِی حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَقَالَ: اتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَكُمْ وَصُوْمُوْا شَهْرَكُمْ وَاَدُّوْا زَكَاةَ اَمْوَالِكُمْ وَاَطِيْعُوْا ذَا اَمْرِكُمْ تَدْخُلُوا جَنَّةَ رَبِّكُمْ.

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور آپ حجۃ الوداع کا خطبہ ارشاد فرمارہے تھے فرمایا: اپنے رب سے ڈرو پانچ نمازیں ادا کرو ایک مہینہ کے روزے رکھو اپنے مالوں کی زکاۃ ادا کرو اپنے حاکموں کی اطاعت کرو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

(ترمذی حدیث ۶۱۶، مشکوۃ حدیث ۵۷۱)

حدیث (12) عن أنس رضی الله عنه قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ:

اَلْمَرْأَةُ إِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عورت جب پانچ نمازیں پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے۔ داخل ہو جائے۔

(رواہ ابونعیم مشکوۃ حدیث 3254)

حدیث (13) عن عبد الله بن سلام رضی الله عنه قَالَ: لَمَّا قَدِمَ النَّبِیُّ

ﷺ المدینة فجئت فی الناس لانظر فلما تبینت وجهه عرفت ان وجهه لیس بوجه کذاب فکان اول شیء سمعته تکلم به ان قال : یاایها الناس افشوا السلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنة بسلام۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں بھی لوگوں کے ساتھ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا جب میں نے آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کی تو میں پہچان گیا کہ ایسا نورانی چہرہ جھوٹے کا نہیں ہوسکتا (آپ یقیناً اللہ کے سچے نبی ہیں) تو میں نے آپ کا پہلا کلام جو سنا وہ یہ تھا کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگوں سلام پھیلاؤ کھانا کھلاؤ صلہ رحمی کرو رات کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سوئے ہوئے ہوں (یعنی نمازِ تہجد ادا کرو) سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ۔

(ابن ماجہ حدیث 3251، مشکوۃ حدیث 1907)

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے   ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

حدیث (14) عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

اذا قرا ابن آدم السجدة فسجد اعتزل الشيطان يبكي يقول يا ويلي امر ابن آدم بالسجود فسجد فله الجنة وامرت بالسجود فابيت فلي النار.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب ابن آدم سجدہ کی آیت تلاوت کرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک طرف ہوکر

روتا ہے اور کہتا ہے: ہائے میری خرابی ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کیا اس کے لئے جنت ہے اور مجھے بھی سجدہ کا حکم ہوا میں نے انکار کیا میرے لئے دوزخ ہے۔

(مسلم حدیث 81، مشکوۃ حدیث 895)

ذرا غور فرمائیں کہ شیطان نے صرف ایک مرتبہ اللہ کے حکم کی نافرمانی کی تو اس کے گلے میں لعنت کا طوق ڈال کر جنت سے نکال دیا گیا اور انسان کو کئی سو مرتبہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نماز کا حکم دیا ہے تو جو نماز نہ پڑھے وہ روزانہ اللہ تعالیٰ کے کتنے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے روزانہ پانچ مرتبہ اس کو اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف بلایا جاتا ہے ایک مہینہ میں ایک سو پچاس مرتبہ ایک سال میں 1825 ایک ہزار آٹھ سو پچیس مرتبہ سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد جس نے دس سال نماز نہیں پڑھی اس نے گویا 18250 اٹھارہ ہزار دو سو پچاس مرتبہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے

بے نماز کا حشر فرعون اور قارون کے ساتھ ہوگا

حدیث:15 عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ عنِ النبی ﷺ انَّهُ ذَكَرَ الصَّلاةَ يَوْماً فَقَالَ : مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهُ نُوْرًا وَبُرْهَانًا وَنَجَاةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَمْ يُحَافِظْ عَلَيْهَا لَمْ يَكُنْ لَهُ نُوْرٌ وَلَا بُرْهَانٌ وَلَا نَجَاةٌ وَكَانَ يومَ القيامةِ مَعَ قارونَ وفرعونَ وهامانَ وَاُبَيِّ بْنِ خَلَفٍ.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک روز نماز کا ذکر کیا: ارشاد فرمایا: جو اس پر پابندی کرے گا نماز اس کے لئے قیامت کے دن روشنی دلیل اور نجات ہو جائے گی اور جو اس پر پابندی نہ کرے گا تو اس کے

لئے نہ نور ہوگا نہ دلیل اور نہ نجات اور وہ قیامت کے دن قارون فرعون ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔

(احمد حدیث 6540، مشکوۃ حدیث 578)

بے نمازی کا حشر ان کافروں کے ساتھ ہوگا اور نمازی کا حشر انبیاء و شہداء صالحین کے ساتھ ہوگا اس سے یہ لازم نہیں کہ بے نمازی کافر ہو جائے اور نمازی نبی بلکہ بے نماز کو قیامت میں ان کفار کے ساتھ کھڑا کیا جائے گا جیسے کسی شریف آدمی کو ذلیل کے ساتھ بٹھادینا اس کی ذلت ہے لہذا حدیث واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں خیال رہے کہ قیامت میں ہر شخص کا حشر اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے دنیا میں محبت تھی۔ اور جس طرح کا وہ کام کرتا تھا بے نماز چونکہ کافروں کے سے کام کرتا ہے لہذا اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا نمازی نبیوں صدیقوں کی نقل کرتا ہے لہذا اس کا حشر ان کے ساتھ ہوگا اس لئے اچھوں کی نقل بھی اچھی بُروں کی نقل بھی بری۔

(مرأۃ 368/1)

نمازی کا حشر صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا

حدیث: 16 عن عمرو بن مُرَّةَ رضی الله عنه قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النبي ﷺ فَقَالَ يارسُولَ اللهِ أَرَأَيتَ إِنْ شَهِدْتُ أَنْ لا اِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَنَّكَ رَسُولُ اللهِ وَصَلَّيْتُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ وَأَدَّيْتُ الزَّكَاةَ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَقُمْتُهُ فَمِمَّنْ أَنَا قَالَ: مِنَ الصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ.

حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ

میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ مجھے خبر دیجئے کہ اگر میں گواہی دوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور پانچ نمازیں ادا کروں اور زکوۃ ادا کروں اور رمضان کے روزے رکھوں اور رات کو قیام کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں؟ ارشاد فرمایا: تو صدیقین اور شہداء میں سے ہے۔

(ترغیب وترہیب 64/2 بہار شریعت 81/5)

نمازی کے لئے جنت میں گھر تیار کیا جاتا ہے

حدیث (17) عن ام حبیبۃ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یقولُ: مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ یُصَلِّیْ لِلّٰہِ کُلَّ یَوْمٍ ثِنْتَیْ عَشْرَۃَ رَکْعَۃً تَطَوُّعًا غَیْرَ فَرِیْضَۃٍ اِلَّا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ.

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جو بندہ مسلمان روزانہ اللہ کے فرائض کے علاوہ بارہ رکعات ادا کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

(مسلم حدیث 728، مشکوۃ حدیث 1159)

یعنی بارہ رکعات سنت مؤکدہ ہیں جو حضور ﷺ ہمیشہ پڑھتے تھے جن کی تفصیل اس حدیث میں ہے۔ چار رکعات ظہر سے پہلے اور دو رکعت فرضوں کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت فجر سے پہلے۔

(ترمذی حدیث 415)

مغرب کے بعد کی سنتیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے جن کے درمیان کوئی بری بات نہ کرے تو یہ بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوں گی۔

(ترمذی حدیث 435، مشکوۃ حدیث 1173)

اس نماز کا نام اوابین ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ چھ رکعتیں مغرب کی سنتوں ونفلوں کے ساتھ ہیں۔ خیال رہے کہ ان جیسی احادیث فضائل میں ثواب عبادت مراد ہوتا ہے نہ کہ اصل عبادت لہذا اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایک بار نماز اوابین پڑھ کر ۱۲ سال تک نماز سے بے پرواہ ہو جاؤ۔

(مرأۃ شرح مشکوۃ 226/2)

عشاء کی سنتیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ رسول اللہ ﷺ جب بھی عشاء کی نماز پڑھ کر میرے گھر میں داخل ہوئے تو آپ نے چار یا چھ رکعات ادا کیں۔

(ابوداود حدیث 1303، مشکوۃ حدیث 1175)

ایک روایت میں گھر میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ مسلم 730 لہذا کم از کم دو رکعت ضرور پڑھی جائیں۔

نمازی پر دوزخ کی آگ حرام کر دی جاتی ہے

حدیث (18) عن أم حبيبة رضي الله عنها قالت قال رسولُ اللهِ ﷺ:

مَنْ حَافَظَ عَلَى اَرْبَعِ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الظُّهْرِ وَاَرْبَعٍ بَعْدَهَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ.

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس شخص نے ظہر سے پہلے چار رکعات اور ظہر کے بعد چار رکعات پر پابندی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم کو آگ پر حرام کر دیا۔

(ترمذی حدیث 428 مشکوۃ حدیث 1167)

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ظہر سے پہلے چار رکعتیں جن کے بیچ میں سلام نہ ہو ان کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

(ابوداود حدیث 1270، مشکوۃ حدیث 1168)

عصر کی سنتیں

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم فرمائے جس نے عصر سے پہلے چار رکعات (سنتیں) ادا کیں۔

(ترمذی حدیث 430، مشکوۃ حدیث 1170)

عشاء اور فجر کی نماز باجماعت پر ساری رات عبادت کا ثواب

حدیث (19) عن عثمان بن عفان رضی الله عنه قَالَ: قال رسُولُ اللهِ ﷺ: مَنْ صَلَّى الْعِشَاءَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا قَامَ نِصْفَ اللَّيْلِ وَمَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فِي جَمَاعَةٍ فَكَأَنَّمَا صَلَّى اللَّيْلَ كُلَّهُ.

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جس نے عشاء کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے آدھی رات قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت ادا کی گویا اس نے ساری رات نماز پڑھی۔

(مسلم حدیث 656، مشکوۃ حدیث 630)

نمازی کو فرض نماز کے لئے مسجد کی طرف جانے پر حج کا ثواب

حدیث (20) عن ابی امامة رضی الله عنه قَالَ: قال رَسُولُ اللهِ ﷺ:
مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ مُتَطَهِّرًا إِلَى صَلَاةٍ مَكْتُوبَةٍ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ وَمَنْ خَرَجَ إِلَى تَسْبِيحِ الضُّحَى لَايَنْصِبُهُ إِلَّا إِيَّاهُ فَأَجْرُهُ كَأَجْرِ الْمُعْتَمِرِ وَصَلَاةٌ عَلَى إِثْرِ صَلَاةٍ لَا لَغْوَ بَيْنَهُمَا كِتَابٌ فِي عِلِّيِّينَ ۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
جو فرض نماز کے لئے اپنے گھر سے وضو کر کے نکلے تو اس کا ثواب احرام باندھنے والے حاجی کی طرح ہے اور جو چاشت کی نماز کے لئے نکلے کہ یہ نماز ہی اسے نکالے تو اس کا ثواب عمرہ والے کی طرح ہے اور نماز کے بعد دوسری نماز جس کے درمیان کوئی بیہودہ بات نہ ہو اس کی عِلّیّین میں تحریر ہے۔

(ابوداود حدیث 558، مشکوۃ حدیث 728)

خیال رہے کہ چاشت کی نماز اور دیگر نوافل اگر چہ گھر میں افضل ہیں۔ لیکن اگر گھر کے مشاغل اور بچوں کے شور کی وجہ سے مسجد میں پڑھے۔ تو بھی بہتر ہیں یہاں یہ ہی مراد ہے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں۔ کہ چاشت کی نماز مسجد میں ہی افضل ہے۔ ان کی

دلیل یہ حدیث ہے۔

عِلّیّین ساتویں آسمان کے اوپر دفتر ہے جہاں ابرار کے نیک اعمال لکھے جاتے ہیں چونکہ یہ اونچی جگہ واقع ہے اس لئے اس کو عِلّیّین کہتے ہیں۔

نمازِ اشراق ادا کرنے پر حج اور عمرہ کا ثواب

حدیث (21) عن انس رضی اللہ عنہ قَالَ: قال رسُولُ اللہِ ﷺ: مَنْ صَلَّى الْغَدَاةَ فِي جَمَاعَةٍ ثُمَّ قَعَدَ يَذْكُرُ اللهَ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ ثُمَّ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ كَانَتْ لَهُ كَأَجْرِ حَجَّةٍ وَعُمْرَةٍ قَالَ: قال رسُولُ اللهِ ﷺ تَامَّةٍ تَامَّةٍ تَامَّةٍ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے نماز فجر با جماعت ادا کی پھر بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتا رہا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا پھر اس نے دو رکعت نماز ادا کی تو اس کے لئے حج اور عمرہ کا ثواب ہے۔ راوی فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پورے کا پورے کا پورے کا۔

(ترمذی حدیث 586، مشکوۃ حدیث 971)

حج فرض ہے عمرہ سنت ایسے ہی نمازِ فجر فرض اور دو رکعتیں سنت اس لئے ان دونوں کو جمع کرنے میں حج اور عمرے کا ثواب ہے۔

تحیۃ الوضو ادا کرنے سے عالی مقامات حاصل ہوتے ہیں

حدیث (22) عن بریدۃ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَصْبَحَ رسُولُ اللہِ ﷺ فدعا بلالا فَقَالَ: يا بلالُ بِمَ سَبَقْتَنِي إِلَى الْجَنَّةِ ما دخلتُ الجنةَ قَطُّ إِلَّا

سَمِعْتُ خَشْخَشَتَکَ اَمَامِي قَالَ بِلَالٌ يَارَسُولَ اللهِ مَا اَذَّنْتُ قَطُّ إِلَّا صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَمَا اَصَابَنِي حَدَثٌ قَطُّ إِلَّا تَوَضَّاْتُ عِنْدَهَا وَرَاَيْتُ اَنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ رَكْعَتَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ بِهِمَا ۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: کہ تم کس وجہ سے جنت میں مجھ پر سبقت لے گئے میں جنت میں کبھی بھی داخل نہ ہوا مگر اپنے آگے تمہارے قدموں کی آواز سنی عرض کیا یارسول اللہ میں جب بھی اذان پڑھتا ہوں تو اس کے بعد دو رکعتیں ادا کرتا ہوں اور جب بھی بے وضو ہوتا ہوں فوراً وضو کرتا ہوں اور میں نے سمجھ رکھا تھا کہ مجھ پر اللہ کی طرف سے دو رکعتیں لازمی ہیں تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان دو رکعتوں کے سبب تمہیں یہ مقام ملا ہے۔

(ترمذی حدیث 3689، مشکوۃ حدیث 1326)

اسی کی مثل حدیث بخاری اور مسلم شریف میں بھی ہے لیکن اس میں صرف تحیۃ الوضو کا ذکر ہے اذان کے بعد دو رکعتوں کا ذکر نہیں ہے۔

(بخاری حدیث 1149، مسلم حدیث 2458، مشکوۃ 1322)

اس حدیث سے اذان کے بعد دو رکعتیں ادا کرنے اور باوضو رہنے اور وضو کے بعد نفل پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوئی اور یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جو کوئی نفلی عبادت کو واجب کی طرح ہمیشہ ادا کرے تو اس سے نفل حرام نہیں ہو جاتے جیسے اذان سے قبل اور بعد اور جمعہ کی نماز کے بعد کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام پڑھنا اور ہر نئی چیز بدعت نہیں ہوتی اور اپنے اجتہاد سے مقرر کی ہوئی بعض عبادات پر ثواب ملتا ہے بشرطیکہ اس سے کسی سنت

کی مخالفت نہ ہوتی ہو یا حضور ﷺ نے اس سے منع نہ کیا ہو جیسے فرض نماز کے بعد اور سنتیں اور نوافل ادا کرنے کے بعد اجتماعی دعا مانگنا یا اجتماعی ذکر کرنا وغیرہ۔

نماز دخول جنت کا سبب ہے

حدیث (23) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ یارسولَ اللہِ اَخْبِرْنِی بِعَمَلٍ یُدْخِلُنِی الْجَنَّۃَ وَیُبَاعِدُنِی عَنِ النَّارِ قَالَ: لَقَدْ سَاَلْتَنِی عَنْ عَظِیْمٍ وَاِنَّہٗ لَیَسِیْرٌ عَلٰی مَنْ یَسَّرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ تَعْبُدُ اللّٰہَ ولا تُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا وَتُقِیْمُ الصَّلاۃَ وَتُؤْتِی الزَّکَاۃَ وَتَصُوْمُ رَمضانَ وَتَحُجُّ الْبَیْتَ.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے ایسے عمل کی خبر دیں جو مجھے جنت میں داخل کردے اور جہنم سے دور کردے تو ارشاد فرمایا: تو نے مجھ سے بہت بڑا سوال کیا ہے لیکن یہ اس کے لئے آسان ہے جس کے لئے اللہ آسان کردے اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بناؤ' نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو' رمضان کے روزے رکھو اور کعبہ کا حج کرو۔

(ترمذی حدیث 2616، مشکوۃ حدیث 29)

نماز سے گناہ درخت کے پتوں کی طرح جھڑتے ہیں

حدیث (24) عن ابی ذر رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ خَرَجَ زَمَنَ الشِّتَاءِ وَالْوَرَقُ یَتَھَافَتُ فَاَخَذَ بِغُصْنَیْنِ مِنْ شَجَرَۃٍ فَجَعَلَ ذٰلِکَ الْوَرَقُ یَتَھَافَتُ فَقَالَ یا اَبَاذَرٍّ قُلْتُ لَبَّیْکَ یارسُولَ اللّٰہِ قَالَ: اِنَّ الْعَبْدَ الْمُسْلِمَ لَیُصَلِّی الصَّلاۃَ یُرِیْدُ بِھَا وَجْہَ اللّٰہِ فَتَھَافَتُ عَنْہُ ذُنُوْبُہٗ کَمَا یَتَھَافَتُ ھٰذَا

الْوَرَقُ عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ.

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سردی کے موسم میں باہر تشریف لے گئے جب پتے جھڑ رہے تھے تو حضور ﷺ نے ایک درخت کی دو شاخیں پکڑلیں چنانچہ پتے جھڑنے لگے فرمایا اے ابوذر میں نے کہا حضور حاضر ہوں فرمایا: جب مسلمان بندہ اللہ کی رضا کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے اس درخت کے پتے جھڑ رہے ہیں۔

(احمد حدیث 21046، مشکوۃ حدیث 576)

نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں

حدیث (25): عَنِ ابْنِ مسعودٍ رضی الله عنه اَنَّ رَجُلاً اَصَابَ مِنَ امْرَاَةٍ قُبْلَةً فَاَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَاَخْبَرَهُ فَاَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ فَقَالَ الرَّجُلُ يَارَسُوْلَ اللهِ اَلِيْ هٰذَا؟ قَالَ: لِجَمِيْعِ اُمَّتِيْ كُلِّهِمْ.

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرد نے کسی عورت کا بوسہ لے لیا پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور آپ کو یہ خبر دی تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ﴿کہ دن کے کناروں اور رات کی ساعتوں میں نماز قائم کرو نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں۔ اس نے کہا یارسول اللہ کیا یہ صرف میرے لئے ہے فرمایا: میری ساری امت کے لئے ہے۔

(بخاری حدیث 526، مسلم حدیث 2763، مشکوۃ حدیث 566)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام خطائیں معاف کرانے کے لئے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اس آیت پر عمل کرتے ﴿اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کرلیں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہو کر اللہ سے معافی مانگیں اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کریں تو اللہ ان کی توبہ قبول کریگا اور ان پر رحم فرمائے گا۔﴾ سورۃ النساء 64)

مجرم بلائے آئے ہیں جاؤک ہے گواہ پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

دوسرا مسئلہ یہ معلوم ہوا العبرۃ بعموم الالفاظ لا بخصوص السبب۔

یعنی اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ شان نزول کا مثلا یہ آیت اس صحابی کے بارے میں اتری لیکن حکم اس کا عام ہے کوئی مسلمان کوئی گناہ صغیرہ کرے اس کی نمازیں وغیرہ معافی کا ذریعہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اجنبیہ سے خلوت اور بوس و کنار گناہ صغیرہ ہے ہاں یہ جرم بار بار کرنے سے کبیرہ بن جائے گا کیوں کہ صغیرہ پر دوام کبیرہ ہے اور یہ جان کر بوس و کنار کرنا یا گانے سننا یا غیر اسلامی فلمیں دیکھنا کہ نماز سے معاف کرالیں گے کفر ہے کہ یہ اللہ پر امن ہے یہ حدیث اس کے لئے ہے جو اتفاقا ایسا معاملہ کر بیٹھے پھر شرمندہ ہو کر توبہ کرے لہذا اس حدیث پر یہ اعتراض نہیں کہ اس میں ان حرکتوں کی اجازت دے دی گئی۔

نماز روزہ سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں

حدیث (26) عن أبي هريرة رضى الله عنه قَالَ: قال رسولُ الله ﷺ:

اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمْعَةُ اِلَى الْجُمْعَةِ وَرَمَضَانُ اِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ اِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کہ پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک درمیان کے گناہ مٹانے والی ہیں جب کبیرہ گناہوں سے بچا رہے۔

(مسلم حدیث 233، مشکوۃ حدیث 564)

یعنی نماز پنجگانہ روزانہ کے صغیرہ گناہ کی معافی کا ذریعہ ہے اگر کوئی ان نمازوں کے ذریعہ گناہ نہ بخشوا سکا تو نماز جمعہ ہفتہ بھر کے صغائر کا اگر کوئی جمعہ کے ذریعہ بھی گناہ نہ بخشوا سکا تو کہ اسے اچھی طرح ادا نہ کیا تو رمضان سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ خیال رہے گناہ کبیرہ جیسے کفر و شرک زنا چوری وغیرہ یوں ہی حقوق العباد بغیر توبہ معاف نہ ہوں گے خیال رہے کہ جو اعمال گنہگاروں کی معافی کا ذریعہ ہیں وہ نیکوں کاروں کی بلندی و درجات کا ذریعہ ہیں۔ رب تعالی فرماتا ہے۔ ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوا کَبَائِرَ مَاتُنْهَوْنَ عنه نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُدْخَلًا كَرِيْمًا﴾

(سورۃ النساء آیت ۳۱)

سنت کے مطابق نماز ادا کرنے سے گناہ معاف ہوتے ہیں

حدیث (27) عن عثمان رضی الله عنه قَالَ: سَمِعْتُ رسولَ الله ﷺ يَقُوْلُ: مَا مِنَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ تَحْضُرُهُ صَلَاةٌ مَكْتُوْبَةٌ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُكُوْعَهَا اِلَّا كَانَتْ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوْبِ مَالَمْ يُؤْتَ كَبِيْرَةً وَذَلِكَ الدَّهْرَ كُلَّهُ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے

سنا: جس مسلمان نے بھی فرض نماز کا وقت پایا، اچھی طرح وضو کیا پھر خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھی، تو وہ نماز اس کے پچھلے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔ جب تک کہ وہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے۔ اور یہ سلسلہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

(مسلم حدیث 228، مشکوۃ حدیث 286)

نمازوں سے گناہ اس طرح دور ہوتے ہیں جس طرح نہانے سے بدن کی میل کچیل دور ہوتی ہے

حدیث (28) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

اَرَاَيْتُمْ لَوْ اَنَّ نَهْرًا بِبَابِ اَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ؟ قَالُوْا لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ شَيْءٌ قال: فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُوا اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بتاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے دروازہ پر نہر ہو اور وہ اس میں پانچ مرتبہ نہائے کیا اس پر کچھ میل رہے گا لوگوں نے عرض کیا بالکل میل نہ رہے گا فرمایا یہ پانچ نمازوں کی مثال ہے کہ اللہ ان کی برکت سے گناہ مٹاتا ہے۔

(مسلم حدیث: 667 بخاری حدیث: 528 مشکوۃ حدیث: 565)

چالیس دن باجماعت نماز پڑھنے والا آگ اور نفاق سے بری ہے

حدیث (29) عن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ:

مَنْ صَلّٰى لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا فِيْ جَمَاعَةٍ يُدْرِكُ التَّكْبِيْرَةَ الْاُوْلٰى كُتِبَتْ لَهٗ

بَرَاءَتَانِ بَرَاءَةٌ مِنَ النَّارِ وَبَرَاءَةٌ مِنَ النِّفَاقِ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو اللہ کے لئے چالیس روز باجماعت نماز پڑھے کہ پہلی تکبیر پاتا رہے تو اسکے لئے دو پروانے لکھ دیئے جاتے ہیں ایک پروانہ آگ سے آزادی کا اور دوسرا نفاق سے آزادی کا۔

(ترمذی حدیث 241، مشکوۃ حدیث 1144)

یعنی اس عمل کی برکت سے یہ شخص دنیا میں منافقین کے اعمال سے محفوظ رہے گا اسے اخلاص نصیب ہوگا قبر و آخرت میں عذاب سے نجات پائے گا۔

نماز کے لئے مسجد کے طرف چلنے پر ہر قدم پر گناہ مٹتے ہیں

حدیث (30) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قَالَ: قال رسولُ الله ﷺ:

مَنْ تَطَهَّرَ فِي بَيْتِهِ ثُمَّ مَشَى إِلَى بَيْتٍ مِنْ بُيُوْتِ اللهِ لِيَقْضِيَ فَرِيْضَةً مِنْ فَرَائِضِ اللهِ كَانَتْ خَطْوَتَاهُ إِحْدَاهُمَا تَحُطُّ خَطِيْئَةً وَالْاُخْرٰى تَرْفَعُ دَرَجَةً۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو اپنے گھر سے وضو کر کے اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی طرف چلا تا کہ اللہ کی فرائض میں سے کوئی فرض ادا کرے تو اس کے ہر قدم کے بدلہ میں ایک گناہ معاف ہوگا اور دوسرے سے ایک درجہ بلند ہوگا۔

(مسلم حدیث 666)

نماز کے لئے مسجد کے طرف چلنے ہر قدم پر گناہ مٹتے ہیں

حدیث (31) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قالَ: قال رسولُ اللہ ﷺ:

اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَمْحُو اللہُ بِہِ الْخَطَایَا وَیَرْفَعُ بِہِ الدَّرَجَاتِ قَالُوْا بَلٰی یَارَسُوْلَ اللہِ قَالَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِہِ وَکَثْرَۃُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الصَّلَاۃِ بَعْدَ الصَّلَاۃِ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ خطائیں مٹادے اور درجے بلند کردے لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا، مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا تمہارے لئے یہی رباط ہے تمہارے لئے یہی رباط ہے

(مسلم حدیث 251، مشکوۃ حدیث 282)

رباط کے لغوی معنیٰ ہے گھوڑا پالنا اصطلاح میں جہاد کی تیاری کرنا یا سرحدِ اسلام پر رہ کر کفار کے مقابلے میں ڈٹے رہنا حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دشمن کے مقابلے میں مورچے سنبھالنا ظاہری رباط ہے اور مذکورہ بالا اعمال باطنی رباط یعنی نفس اور شیطان کے مقابل حدودِ ایمان کی حفاظت۔

رکوع وسجود صحیح ادا کرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی بخشش کا وعدہ

حدیث (32) عن عبادۃ بن الصامتِ رضی اللہ عنہ قالَ: سَمِعْتُ رسول اللہ ﷺ یَقُوْلُ: خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَھُنَّ اللہُ تعالٰی مَنْ اَحْسَنَ

وُضُوْءَ هُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُكُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ كَانَ لَهُ عَلَى اللهِ عَهْدٌ اَنْ يَغْفِرَلَهُ وَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهُ عَلَى اللهِ عَهْدٌ اِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ.

حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کیں جو ان کا وضو اچھی طرح کرے اور انہیں صحیح وقت پر ادا کرے اور ان کا رکوع وخشوع پورا کرے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اسے بخش دے اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا وعدہ نہیں اگر چاہے اسے بخشے اور اگر چاہے اسے عذاب دے۔

(ابوداود حدیث 425، مشکوۃ حدیث 570)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے نمازی کافر نہیں اور ترکِ نماز کفر نہیں کیونکہ کفر کی بخشش نہیں ہوتی۔

نماز سے ہر جائز حاجت پوری اور ہر غم و پریشانی دور ہوتی ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے

حدیث (33) يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ اِنَّ اللهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ.

اے ایمان والو صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

(سورہ بقرہ آیت: 153)

عن عبدِ اللهِ بنِ ابِي اَوْفى رضى الله عنه قَالَ: قال رسولُ الله ﷺ:

مَنْ كَانَتْ لَهُ إِلَى اللهِ حَاجَةٌ أَوْ إِلَى أَحَدٍ مِنْ بَنِي آدَمَ فَلْيَتَوَضَّأْ فَلْيُحْسِنِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ لِيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ لِيُثْنِ عَلَى اللهِ وَلْيُصَلِّ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ لِيَقُلْ : لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ أَسْأَلُكَ مُوْجِبَاتِ رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدَعْ لِي ذَنْبًا إِلَّا غَفَرْتَهُ وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَّجْتَهُ وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ .

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس کو اللہ سے یا کسی انسان سے حاجت ہو تو وہ اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں پڑھے پھر اللہ کی حمد کرے اور نبی ﷺ پر درود بھیجے پھر کہے اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حلم والا ہے کرم والا ہے' اللہ پاک ہے بڑے عرش کا مالک ہے' سب تعریفیں جہانوں کے مالک اللہ کی ہیں' الٰہی میں تجھ سے تیری رحمت کے اسباب اور تیری بخشش کے اعمال اور ہر نیکی میں سے غنیمت اور ہر گناہ سے سلامتی مانگتا ہوں میرا کوئی گناہ بغیر بخشے اور کوئی غم بغیر دور کئے نہ چھوڑ اور میری کوئی حاجت نہ چھوڑ جو تیری رضا کا باعث ہے مگر اسے پورا کر دے اے۔ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے۔

(ترمذی حدیث 479، مشکوۃ حدیث 1327)

خیال رہے کہ حاجت روا اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن بعض حاجتیں براہ راست اس سے مانگی جاتی ہیں اور بعض کسی مخلوق کے ذریعے سے اس سے معلوم ہوا کہ بعض بندے حاجت روا ہوتے ہیں اور مجازی حاجت روا مان کر مشکل کشائی کے لئے ان کے پاس جانا

شرک نہیں مرقاۃ نے فرمایا حاجت سے مراد دینی دنیاوی ساری حاجتیں ہیں۔

(مراۃ المناجیح از مفتی احمد یار خاں صاحب رحمہ اللہ جلد ۲/۳۰۴)

نماز مشکل کشائی کا ذریعہ اور سبب ہے

حدیث (34) عن عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ قال: اِنَّ رَجُلًا ضَرِیْرَ الْبَصَرِ اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ: اُدْعُ اللّٰہَ اَنْ یُعَافِیَنِیْ فَقَالَ: اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَھُوَ خَیْرٌ لَکَ فَقَالَ: ادْعُہُ فَاَمَرَہُ اَنْ یَتَوَضَّاَ فَیُحْسِنَ وُضُوْءَہُ وَیُصَلِّیَ رَکْعَتَیْنِ وَیَدْعُوَ بِھٰذَا الدُّعَاءِ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یا محمدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ

قال عثمان فَرَجَعَ فَکُشِفَ لَہٗ عَنْ بَصَرِہٖ۔

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک نابینا شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کیا۔ حضور اللہ سے دعا کریں۔ کہ وہ مجھے آرام دے فرمایا: اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اور اگر تو چاہے تو صبر کرے اور یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ وہ بولا: حضور رب سے دعا کر دیں۔ راوی کہتے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے اسے حکم دیا۔ کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعات نماز ادا کرے اور یہ دعا مانگے الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ اور تیری طرف تیرے رحمت والے نبی محمد ﷺ کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں اور اے محمد ﷺ میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تا کہ وہ میری یہ حاجت پوری کردے الٰہی میرے بارے میں ان کی یہ شفاعت قبول

فرمایا۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں۔ جب وہ صحابی یہ عمل کر کے واپس آیا۔ تو اس کی آنکھیں روشن ہو چکی تھیں۔

(ابن ماجہ 1385 ترمذی 3578 احمد 16790 السنن الکبری حدیث 10496 ترغیب وترہیب حدیث 1018 باب فی صلاۃ الحاجۃ مشکوۃ 2495)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز سے مشکلیں دور ہوتی ہیں۔ دوسرا یہ ثابت ہوا کہ رب کی کوئی نعمت بغیر وسیلہ نہیں ملتی اور صحابہ کرام مشکل حل کرانے کے لئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری دیا کرتے تھے۔

جھولیاں کھول کے بے سمجھے نہیں دوڑ آئے ہمیں معلوم ہے دولت تیری عادت تیری

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو نداء کرنا اور نعرۂ رسالت لگانا جائز ہے اور اللہ کی بارگاہ میں آپ کا وسیلہ بعداز وصال بھی جائز ہے کیونکہ منع پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

نماز حوادثات سے بچاتی ہے

حدیث (35) عن أبی هريرة رضی الله عنه قَالَ: قال رسولُ الله ﷺ:

إِذَا خَرَجْتَ مِنْ مَنْزِلِکَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ يَمْنَعَانِکَ مِنْ مَخْرَجِ السُّوْءِ وإِذَا دَخَلْتَ إِلى مَنْزِلِکَ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ يَمْنَعَانِکَ مِنْ مَدْخَلِ السُّوْءِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جب تو اپنے گھر سے باہر جائے تو دو رکعت نماز ادا کر یہ دو رکعات تمہیں برے خروج سے بچائیں گی (یعنی ہر قسم کی آفات کو تم سے دور کریں گی)

اور جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو دو رکعت نماز ادا کر یہ دو رکعات تمہیں گھر میں بُرے داخلہ سے بچائیں گی۔

(رواہ البزار فی مسندہ 81 سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ البانی حدیث 1323)

حقیقتاً آفات اور مشکلات سے بچانے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ یہاں پر اس حدیث میں آفات سے بچانے کی نسبت نماز کی طرف کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ سبب ہے اس کو نسبت مجازی کہتے ہیں۔ اسی طرح کسی اللہ کے ولی یا نبی کو مشکل دور کرنے والا مشکل کشا یا دافع البلا کہا جائے۔ تو وہ بھی اس حدیث کی رو سے بالکل جائز ہوگا۔ شرک یا بدعت ہرگز نہیں ہوگا۔ کیونکہ ان کو بھی مجازی طور پر مشکل کشا کہا جاتا ہے۔ وہ بھی مشکل دور کرنے کا سبب ہوتے ہیں۔ ان کی دعا سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔ رزق ملتا ہے۔

جو لوگ مسلمانوں کو بغیر سوچے سمجھے مشرک کہتے ہیں۔ وہ غلطی پر ہیں وہ قرآن وحدیث میں غور نہیں کرتے قرآن وحدیث میں اس کی ہزاروں مثالیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (زمین اگاتی ہے)۔

(سورہ بقرہ آیت: 61)

حالانکہ اگانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے یہاں اگانے کی نسبت زمین کی طرف کی گئی ہے جو ایک عام مخلوق ہے اور اللہ کے نبی ﷺ تو افضل مخلوق ہیں جب اللہ کے کاموں کی نسبت ایک عام مخلوق کی طرف کرنا جائز ہے تو اللہ کے ولی اور نبی کی طرف بھی مجازی نسبت کرنا جائز ہے۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضرت مریم کو کہا (میں تمہیں ستھرا بیٹا دینے آیا ہوں) (سورہ مریم آیت: 19) حالانکہ بیٹا دینا اللہ کا کام ہے فرشتے معصوم ہوتے

ہیں وہ شرک و بدعت سے پاک ہوتے ہیں اگر اللہ کے کاموں کی نسبت اپنی طرف کرنا شرک ہوتا تو جبریل علیہ السلام یہ کلمہ کبھی نہ کہتے معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی مدد اللہ کی مدد ہوتی ہے ان کا مشکل دور کرنا اللہ کا مشکل دور کرنا ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ اللہ والے اللہ کے حکم سے بندوں کے حاجت روا مشکل کشا ہوتے ہیں بلکہ ان کے جسم کے ساتھ جو کپڑا لگ جائے وہ بھی دافع البلاء مشکل کشا ہو جاتا ہے حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں: میری یہ قمیص لے جاؤ اور اسے میرے ابا جان کے چہرے پر ڈال دینا ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں گی۔

(سورہ یوسف آیت:93)

نماز کے وقت بینائی لوٹ آتی

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نابینا ہونے کی وجہ ایک لڑکے کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور جب بھی نماز کا وقت ہوتا وہ آپ کا عصا تھام کر مسجد لے آتا اور آپ کو قبلہ کی جانب کھڑا کر دیتا اور آپ باجماعت نماز ادا فرماتے۔ ایک دن نماز کے وقت وہ لڑکا نہ آیا تو آپ نے اسے آواز دی۔ لیکن وہ موجود نہ تھا۔ آپ نے شوقِ نماز میں بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا'' اے میرے مالک! یہ نابینا ہونا مجھے قیامت میں کہیں رسوا نہ کر دے۔ مولا مجھے رسوائی سے بچالے'' یہ دعا کرنا تھا کہ فوراً آپ کی آنکھیں روشن ہو گئیں آپ خوشی خوشی مسجد کی طرف نماز کے لئے روانہ ہو گئے اور حسب معمول آپ نے باجماعت نماز ادا کی۔

پھر ہمیشہ آپ کا یہ معمول ہو گیا کہ جب نماز کا وقت ہوتا آپ کی آنکھیں روشن ہو

جاتیں اور جب نماز ختم کر کے گھر پہنچتے تو آپ کی آنکھوں کی روشنی چلی جاتی اور آپ نابینا ہو جاتے۔

(شواہد النبوت' فیضانِ سنت ص1005)

نماز کی استعانت سے ایک اللہ کا بندہ ذلت ورسوائی سے بچ گیا

حدیث (36) عن ابی هريرة رضي الله عنه قَالَ: قال رسولُ الله ﷺ:

كَانَ جُرَيْجٌ رَجُلًا عَابِدًا فَاتَّخَذَ صَوْمَعَةً فكانَ فِيْهَا فَاَتَتْهُ اُمُّهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ يا جُرَيْجُ فَقَالَ يارَبِّ اُمِّيْ وصَلاتِي فَاَقْبَلَ عَلَى صَلاتِهٖ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ يا جُرَيْجُ فَقَالَ يا رَبِّ اُمِّيْ وصَلاتِي فَاَقْبَلَ عَلَى صَلاتِهٖ فَانْصَرَفَتْ فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ اَتَتْهُ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَقَالَتْ يا جُرَيْجُ فَقَالَ اَىْ رَبِّ اُمِّيْ وصَلاتِي فَاَقْبَلَ عَلَى صَلاتِهٖ فَقَالَتْ: اَللّٰهُمَّ لاتُمِتْهُ حَتّٰى يَنْظُرَ إِلَى وُجُوْهِ الْمُوْمِسَاتِ فَتَذَاكَرَ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ جُرَيْجًا وَعِبَادَتَهُ وَكَانَتِ امْرَاَةٌ بَغِيٌّ يُتَمَثَّلُ مِنْ حُسْنِهَا فَقَالَتْ: إِنْ شِئْتُمْ لَاَفْتِنَنَّهُ لَكُمْ فَتَعَرَّضَتْ لَهُ فَلَمْ يَلْتَفِتْ إِلَيْهَا فَاَتَتْ رَاعِياً كَانَ يَاوِيْ إِلَى صَوْمَعَتِهٖ فَاَمْكَنَتْهُ مِنْ نَفْسِهَا فَوَقَعَ عَلَيْهَا فَحَمَلَتْ فَلَمَّا وَلَدَتْ قَالَتْ: هُوَ مِنْ جُرَيْجٍ فَاَتَوْهُ فَاسْتَنْزَلُوْهُ وَهَدَمُوْا صَوْمَعَتَهُ وَجَعَلُوْا يَضْرِبُوْنَهُ فَقَالَ: مَا شَانُكُمْ؟ قَالُوْا زَنَيْتَ بِهٰذِهِ الْبَغِيِّ فَوَلَدَتْ مِنْكَ فَقَالَ: اَيْنَ الصَّبِيُّ فَجَاءُوْا بِهٖ فَقَالَ دَعُوْنِيْ حَتّٰى اُصَلِّيَ فَصَلّٰى فَلَمَّا انْصَرَفَ اَتَى الصَّبِيَّ فَطَعَنَ فِي بَطْنِهٖ وَقَالَ يا غُلامُ مَنْ اَبُوْكَ قَالَ فُلانُ

الرَّاعِی فَاَقْبَلُوْا عَلٰی جُرَیْجٍ یُقَبِّلُوْنَهٗ وَیَتَمَسَّحُوْنَ بِهٖ وَقَالُوْا نَبْنِیْ لَکَ صَوْمَعَتَکَ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ لَا اَعِیْدُوْهَا مِنْ طِیْنٍ کَمَا کَانَتْ فَفَعَلُوْا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جریج ایک عبادت گذار شخص تھا' اس نے ایک معبد بنایا جس وقت وہ معبد میں نماز پڑھ رہا تھا اس کے پاس اس کی والدہ آئی اور کہا اے جریج! اس نے (دل میں) کہا' اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے' پھر وہ نماز پڑھتا رہا اور اس کی ماں واپس چلی گئی' دوسرے دن پھر وہ اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا اس کہا اے جریج! اس نے (دل میں) کہا' اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے' پھر وہ نماز پڑھتا رہا اور اس کی ماں واپس چلی گئی' اگلے روز ماں پھر اس وقت آئی جب وہ نماز پڑھ رہا تھا اس کہا اے جریج! اس نے (دل میں) کہا' اے میرے رب! ایک طرف میری ماں ہے اور ایک طرف میری نماز ہے' پھر وہ نماز میں مصروف رہا' اس کی ماں نے کہا:

اے اللہ! جب تک یہ فاحشہ عورت کا منہ نہ دیکھ لے اس پر موت طاری نہ کرنا' بنو اسرائیل جریج اور اس کی عبادت کا بہت چرچا کرتے تھے' بنو اسرائیل میں ایک بدکارہ عورت تھی جس کا حسن ضرب المثل تھا اس نے کہا اگر تم چاہو تو میں جریج کو فتنہ میں مبتلا کردوں' وہ عورت جریج کے پاس گئی' جریج نے اس کی طرف توجہ نہیں کی' ایک چرواہا جریج کے معبد میں رہتا تھا' اس عورت نے اس چرواہے کو اپنے نفس کی دعوت دی' چرواہے نے اس سے اپنی خواہش پوری کی' وہ عورت حاملہ ہوگئی' جب اس کے ہاں بچہ پیدا ہوا تو اس نے کہا یہ جریج کا بچہ ہے لوگ آئے انہوں نے جریج کو معبد سے اتارا

اور معبد کو گرا دیا' لوگوں نے جریج کو مارنا شروع کیا' جریج نے پوچھا تمہارے اس ہنگامے کا کیا سبب ہے' لوگوں نے کہا تم نے اس بدکارہ عورت سے زنا کیا ہے' اور تم سے یہ بچہ پیدا ہوا ہے' جریج نے کہا وہ بچہ کہاں ہے؟ لوگ اس بچہ کو لے کر آئے جریج نے کہا ٹھہرو مجھے نماز پڑھنے دو اس نے نماز پڑھی پھر فارغ ہو کر بچہ کے پاس آیا اور اس کے پیٹ میں انگلی چبھو کر کہا اے بچہ تیرا باپ کون ہے؟

اس نے کہا فلاں چرواہا پھر لوگ جریج کی طرف مڑے اس کو بوسہ دینے لگے اور حصولِ برکت کے لئے اس کو چھونے لگے اور کہا ہم آپ کے لئے سونے کا معبد بنا دیتے ہیں جریج نے کہا نہیں تم اسی طرح مٹی کا بنا دو۔

(مسلم حدیث 2550، بخاری حدیث 3436)

اس سے معلوم ہوا کہ مشکل کے وقت نماز پڑھنے سے بڑی سے بڑی مشکل دور ہو جاتی ہے اور مصیبت کے وقت صبر اور نماز سے مدد چاہنا انبیاء اور اولیاء کرام کا طریقہ ہے۔ لیکن اس کے برعکس ہم پر اگر کوئی مصیبت نازل ہو تو بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اگر پہلے نماز پڑھتے بھی ہوں تو چھوڑ بیٹھتے ہیں

اس حدیث میں اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت ہے ان کے کہنے پر دودھ پیتا بچہ بول پڑا

کرامت کی تعریف

جو کام عام لوگوں کی طاقت اور عادت کے خلاف ہو اس کا اللہ کے ولی سے بغیر دعوئ نبوت کے ظہور ہو اس کو کرامت کہتے ہیں بعض اوقات اولیاء اللہ کی کرامات ان کی طلب اور اختیار سے واقع ہوتی ہیں جیسے حضرت جریج کا یہ واقعہ، اور حضرت آصف

بن برخیاء کا تختِ بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دینا اور کبھی اولیاء اللہ کی طلب اور اختیار کے بغیر کرامات واقع ہوتی ہیں جیسے حضرت مریم کے پاس بے موسمی پھلوں کا آنا یہی حال معجزات کا ہے۔

بے نماز اللہ کی امان میں خلل ڈالنے والا ہے

حدیث (37) عن جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ اَنَّ رسُولَ اللہِ ﷺ قَالَ مَنْ صَلَّی صَلَاۃَ الصُّبْحِ فَھُوَ فِی ذِمَّۃِ اللہِ فَلَا یَطْلُبَنَّکُمُ اللہُ مِنْ ذِمَّتِہٖ بِشَیْءٍ فَاِنَّہٗ مَنْ یَطْلُبْہُ مِنْ ذِمَّتِہٖ بِشَیْءٍ یُدْرِکْہُ ثُمَّ یَکُبُّہٗ عَلٰی وَجْھِہٖ فِی نَارِ جَھَنَّمَ۔

حضرت جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے صبح کی نماز پڑھی۔ وہ اللہ کی امان میں ہے۔ پس کوئی شخص اللہ کی امان میں خلل نہ ڈالے۔ جس نے اللہ کی امان میں خلل ڈالا اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ جہنم کی آگ میں ڈال دے گا۔

(مسلم حدیث 657، مشکوۃ حدیث 627)

یعنی فجر کی نماز پڑھنے والا اللہ کی امان میں ایسا ہوتا ہے جیسے ڈیوٹی کا سپاہی حکومت کی امان میں کہ اس کی بے حرمتی حکومت کا مقابلہ ہے ایسا نہ ہو کہ تم نمازی کو ستاؤ اور قیامت میں سلطنتِ الٰہیہ کے باغی بن کر پکڑے جاؤ۔

تارک الصلاۃ کا حکم

ارشادِ ربانی ہے فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِھِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا۔

تو ان کے بعد ان کی جگہ وہ ناخلف آئے جنہوں نے نمازیں گنوائیں اور اپنی خواہشوں کے پیچھے چلے تو عنقریب وہ دوزخ میں غی کا جنگل پائیں گے۔

(سورہ مریم آیت نمبر:59)

فِی جَنّٰتٍ یَتَسَآءَلُوْنَ ☆عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ☆ مَاسَلَکَکُمْ فِی سَقَرَ ☆ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ

اہل جنت مجرموں سے سوال کرتے ہیں تمہیں کیا بات دوزخ میں لے گئی وہ بولے ہم نماز نہ پڑھتے تھے۔

(سورہ المدثر: آیت نمبر 43-40)

یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّیُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ☆خَاشِعَۃً اَبْصَارُھُمْ تَرْھَقُھُمْ ذِلَّۃٌ وَقَدْ کَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَی السُّجُوْدِ وَھُمْ سَالِمُوْنَ.

جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (جس کے معنیٰ اللہ ہی جانتا ہے) اور سجدہ کو بلائے جائیں گے تو نہ کر سکیں گے☆ نیچی نگاہیں کئے ہوئے ان پر ذلت چڑھ رہی ہوگی اور بیشک وہ دنیا میں سجدہ کی طرف بلائے جاتے تھے جب وہ تندرست تھے۔

(سورہ القلم: آیت نمبر 42-41)

بے نماز کے کان میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے

حدیث(38) عن عبداللہ رضی اللہ عنہ قَالَ: ذُکِرَ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ رَجُلٌ فَقِیْلَ مَازَالَ نَائِمًا حَتّٰی اَصْبَحَ مَا قَامَ اِلَی الصَّلَاۃِ فَقَالَ: بَالَ الشَّیْطَانُ فِی اُذُنِہٖ.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا آپ سے عرض کیا گیا وہ صبح تک سوتا رہا نماز کے لئے نہ اٹھا آپ نے فرمایا: شیطان نے اس شخص کے کان میں پیشاب کر دیا۔

(بخاری حدیث 1144، مسلم حدیث 774، مشکوۃ حدیث 1221)

یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنی کوتاہی کی وجہ سے صبح کو نہ جاگیں اور رات کو دیر تک جاگتے رہیں اور صبح کی نماز کو قضا کرنا اپنی عادت بنالیں

اور اس حدیث میں کسی منافق کا ذکر ہے کیونکہ عشاء اور فجر نمازیں ان پر بھاری ہیں اس حدیث سے کوئی صحابی مراد نہیں کیونکہ تمام صحابہ نماز کے عاشق تھے ان کی راتیں عبادت میں اور دن جہاد میں گذرتے تھے۔

دانستہ نماز چھوڑنے والے سے اللہ کا ذمہ بری ہو جاتا ہے

حدیث(39) عن معاذ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَوْصَانِی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِعَشْرِ کَلِمَاتٍ قَالَ لَاتُشْرِکْ بِاللّٰہِ شَیْئًا وَاِنْ قُتِلْتَ وَحُرِّقْتَ وَلَا تَعُقَّنَّ وَالِدَیْکَ وَاِنْ اَمَرَاکَ اَنْ تَخْرُجَ مِنْ اَھْلِکَ وَمَالِکَ وَلَا تَتْرُکَنَّ صَلَاۃً مَکْتُوْبَۃً مُتَعَمِّدًا فَاِنَّ مَنْ تَرَکَ صَلَاۃً مَکْتُوْبَۃً مُتَعَمِّدًا فَقَدْ بَرِئَتْ مِنْہُ ذِمَّۃُ اللّٰہِ.

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے دس باتوں کی وصیت فرمائی ارشاد فرمایا: رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانو اگرچہ مار دیئے جاؤ یا جلا دیئے جاؤ اپنے ماں باپ کی نافرمانی نہ کرو اگرچہ وہ تمہیں اپنے گھر

بار اور مال سے نکل جانے کا حکم کریں ،فرض نماز عمداً ہرگز نہ چھوڑو کیونکہ جو کوئی دانستہ نماز چھوڑ دے اس سے اللہ کا ذمہ وضمان جاتا رہا۔

(احمد حدیث 21570، مشکوۃ حدیث 61)

یعنی بے نماز اللہ کی امن میں نہیں رہتا۔نماز کی برکت سے انسان دنیا میں آفتوں سے مرتے وقت خرابی خاتمہ سے قبر میں فیل ہونے سے حشر میں مصیبتوں سے بفضلہٖ تعالیٰ امن میں رہتا ہے۔

بے نماز کی قبر میں سزا

حدیث(40) عن سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی الله عنه اَنَّ رسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ ذَاتَ غَدَاةٍ: إِنَّهُ اَتَانِي اللَّيْلَةَ آتِيَانِ ، وَإِنَّهُمَا ابْتَعَثَانِي، وَإِنَّهُمَا قَالا لِي انْطَلِقْ وَإِنِّي انْطَلَقْتُ مَعَهُمَا،وَإِنَّا اَتَيْنَا عَلَى رَجُلٍ مُضْطَجِعٍ وَإِذَا آخَرُ قَائِمٌ عَلَيْهِ بِصَخْرَةٍ، وَإِذَا هُوَ يَهْوِيْ بِالصَّخْرَةِ لِرَأْسِهِ فَيَثْلَغُ رَأْسَهُ فَيَتَدَهْدَهُ الْحَجَرُ هَا هُنَا فَيَتْبَعُ الْحَجَرَ فَيَأْخُذُهُ فَلا يَرْجِعُ إِلَيْهِ حَتَّى يَصِحَّ رَأْسُهُ كَمَا كَانَ ثُمَّ يَعُوْدُ عَلَيْهِ فَيَفْعَلُ بِهِ مِثْلَ مَا فَعَلَ الْمَرَّةَ الْاُوْلَى قُلْتُ لَهُمَا سُبْحَانَ اللهِ مَا هٰذَانِ قَالَا لِي فَإِنَّهُ الرَّجُلُ يَأْخُذُ الْقُرْآنَ فَيَرْفِضُهُ وَيَنَامُ عَنِ الصَّلاةِ الْمَكْتُوْبَةِ.

حضرت سمرة بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صبح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ رات میرے پاس دو فرشتے آئے انہوں نے مجھے اُٹھایا اور کہا چلئے ، میں ان کے ساتھ چل دیا تو ہم ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچے جو لیٹا ہوا تھا اور دوسرا اس کے

پاس پتھر لئے کھڑا تھا وہ اس کے سر پر مارتا جس سے وہ پھٹ جاتا چنانچہ پتھر وہاں سے لڑھک کر دور چلا جاتا ہے تو وہ پتھر کے پیچھے جاتا ہے وہ اسے لے کر واپس نہیں آتا کہ اتنی دیر میں اس کا سر درست ہو جاتا ہے۔ پھر واپس لوٹ کر وہ اسی طرح کرتا ہے جیسے اس نے پہلی دفعہ کیا تھا۔ میں نے کہا سبحان اللہ! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ شخص تھا جس نے قرآن پڑھا لیکن عمل نہیں کیا اور فرض کے وقت سویا رہا۔

(بخاری حدیث 7047، مسلم حدیث 2275، مشکوۃ حدیث 4621)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو سر اللہ کے لئے نہ جھکے وہ قبر میں کچلا جائے گا اور یہ سزا اس کو قیامت تک ملتی رہے گی وہ قرآن پڑھا ہوا تھا اتنی بڑی نعمت اسے عطا ہوئی تھی جس کا اس نے شکر ادا نہ کیا جس کی وجہ سے اس کو یہ سزا ملی۔

سونے والے رب کو سجدہ کر کے سو   کیا خبر اٹھے یا نہ اٹھے صبح کو

کس قدر تم پہ گراں صبح کی بیداری ہے
ہم سے کب پیار ہاں نیند تمہیں پیاری ہے
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

☆☆☆☆☆☆☆☆

طہارت کا بیان

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ یا ایھا الذین آمنو الا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ماتقولون ولا جنبا الا عابری سبیل حتی تغتسلوا وان کنتم مرضیٰ اوعلیٰ سفر اوجاء احد منکم من الغائط اولمستم النساء (پ۵ نساء نمبر ۴۳)

یعنی اے ایمان والو نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ۔ جب تک اتنا ہوش نہ ہو۔ کہ جو کہو اسے سمجھو۔ اور ناپاکی کی حالت میں بے نہائے۔ مگر سفر میں۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو۔ یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو۔ (تو جب تک مکمل طہارت یعنی وضو یا غسل نہ کرلو۔ نماز نے نزدیک نہ جاؤ۔ اور اگر پانی میسر نہ ہو تو تیمم کرلو) اس آیہ جلیلہ سے بالتصریح ثابت ہو گیا کہ جب تک انسان طہارت شرعی حاصل نہ کرلے۔ وہ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ بلکہ فقہاء نے تو نماز کو معمولی جان کر بے وضو یا بغیر طہارت کاملہ کے نماز پڑھنے والے کو کافر کہا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے۔ کہ پہلے چند مسائل طہارت سمجھ لیے جائیں۔

طہارت کی اہمیت

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا الطھور شطر الایمان۔

(مسلم نمبر ۱ صفحہ ۱۱۹)

یعنی طہارت ایمان کا حصہ ہے۔ نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے الطھور نصف

الایمان۔ یعنی طہارت نصف ایمان ہے۔

(ترمذی جلد ا صفحہ)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا لا تقبل صلوۃ بغیر طھور.

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۱۹، ترمذی جلد ا صفحہ ۲۶، نسائی، ابن ماجہ، وغیرہ)

یعنی طہارت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔ نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا لا تقبل صلوۃ من احدث حتی یتوضا .

(بخاری جلد ا صفحہ ۲۵، مسلم جلد ا صفحہ ۱۱۹)

یعنی جب کسی آدمی کا وضو ٹوٹ جائے تو جب تک وہ پھر وضو نہ کر لے۔ اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے مفتاح الصلوٰۃ الطھور.

(ترمذی جلد ا صفحہ ۲۷، ابن ماجہ صفحہ ۲۴، داری صفحہ ۱۱۴ وغیرہ)

یعنی نماز کی چابی طہارت ہے، یعنی طہارت کاملہ ہوگی تو نماز پڑھی جا سکے گی۔

بیت الخلاء کے آداب

بیت الخلاء جانے کی دعا

جناب رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلاء میں جانے لگتے، تو یہ دعا پڑھتے تھے۔

اللھم انی اعوذبک من الخبث والخبائث .

(بخاری جلد ا صفحہ ۲۶، مسلم، ترمذی جلد ا صفحہ ۳)

یعنی اے اللہ میں شیطانوں اور بھوت پریوں سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

بیت الخلاء میں کیسے داخل ہوں

جب بیت الخلاء میں داخل ہونے لگیں، تو پہلے بایاں پاؤں اندر رکھیں اور یہ دعا پڑھیں

کپڑا کب اٹھائیں

نیز آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب تک زمین کے نزدیک نہ ہو جاتے آپ ﷺ کپڑے کو نہ اٹھاتے تھے۔ عبارت اس طرح ہے۔ کان النبی ﷺ اذا اراد الحاجۃ لم یرفع ثوبہ حتی یدنو من الارض۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۸، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲، دارمی وغیرہ)

سوراخ میں پیشاب نہ کریں

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لا یبولن احدکم فی جحر

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۵، نسائی وغیرہ)

یعنی تم میں سے کوئی بھی کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔ (ہو سکتا ہے کہ اس سوراخ میں کوئی موذی جانور رہو اور وہ باہر نکل کر آپ کو کوئی نقصان پہنچائے)۔

قبلہ کی طرف منہ یا پشت نہ کریں

نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ ولا یولھا ظھرہ

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۳۱ وغیرہ)

یعنی قضائے حاجت سے فارغ ہوتے وقت (یا نہاتے وقت یعنی برہنہ حالت میں کبھی

بھی) نہ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھو اور نہ پشت کر کے۔ لہٰذا عریانی کی حالت میں پاکستان میں شمال یا جنوب کی طرف یا کسی دو سمتوں کے درمیان منہ کر کے بیٹھیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

عوام الناس میں یہ جو مشہور ہے کہ شمال (پہاڑ یا دکھن) کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا یا نہانہ یا اس طرف ٹانگیں پسار کر لیٹنا یا اس طرف چارپائی کی پائنتی نہ کرنا چاہیے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ورنہ پھر کوئی شخص بھی کبھی بھی پیشاب یا غسل وغیرہ نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ مشرق اور مغرب کی طرف (پاکستان میں) عریانی کی حالت میں منہ کرنے سے جناب رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا ہے۔ شمال اور جنوب کی طرف منہ یا پشت کرنے سے لوگ منع کر دیں تو پھر آخر پیشاب یا غسل کرنے والا منہ کدھر کرے؟

(فتاوی رضویہ شریف)

زمین سے ذرا بلند ہو کر بیٹھیں

اور سنت طریقہ یہ ہے کہ زمین سے ذرا بلند ہو کر بیٹھا جائے۔ جیسا کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لئے دو اینٹوں پر بیٹھے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ فقال عبداللہ ابن عمر فرایت رسول اللہ ﷺ علی لبنتین.. لحاجتہ

(بخاری جلد ا صفحہ ۲۶، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۳ وغیرہ)

تاکہ پیشاب وغیرہ کی چھینٹوں سے بچا جا سکے۔ کیونکہ پیشاب کے چھینٹوں سے جسم اور کپڑے بھی ناپاک ہو جاتے ہیں۔

عذاب قبر کا ایک سبب

اور یہ عذاب قبر کا باعث بھی ہے۔ ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان دونوں قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ان میں سے ایک چغل خور تھا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے کھجور کی ایک ایک تازہ شاخ دونوں قبروں پر رکھ دی اور فرمایا انشاء اللہ جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی (ان کے ذکر کی وجہ سے) ان قبروں والوں کے عذاب میں کمی ہوگی۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ اما احدھما فکان لا یستتر من البول واما الآخر فکان یمشی بالنمیمۃ لعلہ یخفف عنھما مالم ییبسا

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۵، ۱۸۱، جلد نمبر ۲ صفحہ ۸۹۴، ۹۱۷،

مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۴۱، جلد ۲ صفحہ ۳۱۸)

قبروں کے پاس تلاوت قرآن مفید ہے

شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے تحت علماء قبر کے پاس قرآن پڑھنے کو مستحب کہتے ہیں۔ کیونکہ جب ایک ٹہنی کی تسبیح سے عذاب قبر میں کمی واقع ہوتی ہے تو ایک مومن کے قرآن پڑھنے سے بدرجہ اولیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی۔ عبارت کے الفاظ ہیں۔ استحب العلماء قراءۃ القرآن عند القبر لھذالحدیث لانہ اذا کان یرجی التخفیف تسبیح الجرید فبتلاوۃ القرآن اولی۔

(نووی شرح مسلم علی مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۱۴۱)

حضور ﷺ کا علم غیب شریف

بخاری اور مسلم کی اس متفق علیہ روایت سے جہاں پیشاب کی چھینٹوں کا عذاب قبر کا باعث بننا معلوم ہوا وہاں اس صحیح حدیث سے حضور ﷺ کا علم شریف بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ نیز آپ ﷺ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انہیں کس گناہ کی وجہ سے عذاب ہو رہا ہے۔ نیز بخاری اور مسلم کی اس روایت سے قبرستان میں قرآن پاک پڑھنے کا جواز بھی معلوم ہوا۔ اور اس کا مفید ہونا بھی ثابت ہوا

ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرو

نیز آپ ﷺ نے فرمایا۔ لا یبلون احد کم فی الماء الدائم۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۷، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۳۸ وغیرہ)

یعنی تم میں سے کوئی بھی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے۔

کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرنا

نیز آپ ﷺ نے فرمایا۔ لاتبل قائما

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۴)

یعنی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرنا۔ البتہ بیمار آدمی فمن اضطر غیر باغ و لا عاد فلا اثم علیہ کے تحت جس طرح آسانی محسوس کرے کر سکتا ہے اس پر کچھ گناہ نہ ہوگا۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا من الجفاء ان یبول الرجل قائما۔

یعنی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ظلم کی بات ہے۔

(مسند بزار)

قربان جائیں مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سینکڑوں برس پہلے جو ارشاد فرمایا تھا آج کے اس سائنسی دور میں ماہرین اربوں روپے خرچ کر کے اس نظریہ تک پہنچ سکے ہیں۔ اور تسلیم کرتے ہیں کہ کھڑے پانی میں تعفن پیدا ہو کر جراثیم پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور پانی کے جراثیموں کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ جس طرف سے پانی آ رہا ہو اس طرف تیرتے ہیں۔ لہٰذا اگر پانی میں پیشاب کیا جائے گا تو یہ جراثیم اس کے لئے طرح طرح کی بیماریوں کا سبب بنتے ہیں۔

الله اکبر و نشهد ان محمد ارسول الله

کسی بھی پانی میں پیشاب نہ کریں

بلکہ آپ ﷺ نے تو مطلقاً پانی میں یعنی چلتے پانی میں بھی پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے روایت کے الفاظ ہیں نهى رسول الله ﷺ ان يبال في الماء الجاري۔

(مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۰۴)

سایہ یا راستہ پر پیشاب نہ کرنا

نیز آپ ﷺ نے سایہ کی جگہ یا راستے پر پیشاب پاخانہ کرنے سے بھی منع فرمایا ہے روایت کے الفاظ ہیں ان رسول الله ﷺ قال اتقوا اللعانين ... الذى يتخلى فى طريق الناس اوظلهم

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۳۲)

دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرنا

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ لا یمسکن احد کم ذکرہ بیمینہ وھو یبول ولا یتمسح من الخلاء بیمینہ

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۳۱، ابوداؤد)

یعنی داہنے ہاتھ سے شرم گاہ کو نہ چھونا چاہیے اور نہ ہی دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا چاہیے۔

طہارت کے بعد ہاتھوں کو مل کر دھونا

نیز آپ ﷺ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ جب آپ طہارت سے فارغ ہو جاتے تو مٹی پر (یا صابن سے) ہاتھ مل کر صاف کرتے تھے پھر دھوتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں ۔کان النبی ﷺ فاستنجی ثم مسح یدہ علی الارض ثم فتوضا ۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۷، نسائی، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۴۷)

مجبوری میں برتن میں پیشاب کرنا

نیز سردی کی شدت یا بیماری کی وجہ سے کمرے کے اندر ہی کسی برتن میں بھی پیشاب کیا جا سکتا ہے۔ حضور ﷺ نے خود ایسا کیا ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

کان للنبی ﷺ قدح من عید ان تحت سریرہ یبول فیہ باللیل ۔

(ابوداؤد، نسائی وغیرہ)

عورتیں عورتوں سے بھی پردہ کریں

آج کل یہ مرض بھی عام ہو گیا ہے کہ عورتیں عورتوں سے پردہ نہیں کرتیں حالانکہ حضور

ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ۔

لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المرأۃ الی عورۃ المرأۃ

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۵۱ ابن ماجہ)

کہ نہ کوئی مرد کسی مرد کو بے پردہ دیکھے اور نہ ہی کوئی عورت کسی عورت کو بے پردہ دیکھے۔

معلوم ہوا کہ فرمان نبوی ﷺ کے مطابق عورت سے بھی عورت کا پردہ ہے۔ سوائے اس کے کہ کوئی شرعی مجبوری ہو۔

برہنہ حالت میں بات چیت نہ کرنا

نیز حضور ﷺ نے برہنہ حالت میں بات چیت کرنے کے متعلق فرمایا ہے۔

فان اللہ یمقت علی ذالک۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۳، ابن ماجہ صفحہ ۲۹، مستدرک جلد ۱ صفحہ ۱۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

پانی سے طہارت کرنا

فرمان خداوندی۔ ویحب المتطھرین (بقرہ نمبر ۲۲۲) کے مطابق اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ بات تو یہ ہے کہ قضائے حاجت کے بعد پانی سے بھی طہارت کی جائے۔ اور حضور ﷺ کا طریقہ مبارکہ بھی یہی تھا کہ آپ ﷺ اکثر پانی سے ہی استنجا فرمایا کرتے تھے۔ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

عن ابن عباس ان النبی ﷺ دخل الخلاء فوضعت لہ وضوء قال من وضع ھذا فاخبر فقال اللھم فقھہ فی الدین۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۲۶، مسلم جلد ا صفحہ ۱۳۲ وغیرہ)

طاق ڈھیلوں سے طہارت

لیکن کسی جگہ پانی موجود نہ ہوتو پھر ڈھیلوں ہی سے طہارت حاصل کی جائے۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ، نسائی جلد ا صفحہ ، دارمی صفحہ)

اور سنت طریقہ یہ ہے کہ ڈھیلے طاق ہوں یعنی تین یا پانچ جتنوں سے طہارت تامہ حاصل ہو سکے۔ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ من استجمر فلیوتر

(بخاری جلد ا صفحہ ۲۸، مسلم جلد ا صفحہ ۱۴۲، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۶ وغیرہ)

گوبر اور ہڈی سے استنجا منع

نیز آپ ﷺ نے گوبر اور ہڈی سے طہارت کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ ھذا رکس

(بخاری جلد ا صفحہ ۲۷، مسلم جلد ا صفحہ ۱۳۰، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۶)

یعنی یہ تو خود ناپاک ہے کسی اور کو کس طرح پاک کر سکتا ہے۔

افضل طریقہ

بہتر تو یہ ہے کہ پہلے طاق ڈھیلوں سے طہارت حاصل کی جائے پھر پانی سے استنجا کر لیا جائے اور جب قضائے حاجت سے فارغ ہو جائیں تو طہارت وغیرہ کر لینے کے بعد کپڑے درست کر کے اٹھیں۔

بیت الخلاء سے باہر نکلنا

بیت الخلاء سے نکلتے وقت پہلے دائیاں قدم باہر رکھیں اور باہر نکل کر کہیں غفرانک پھر کہیں الحمد لله الذی اذهب عنی الاذاء وعافانی۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۳، ابن ماجہ صفحہ ۲۶ وغیرہ)

لکھائی والی انگوٹھی یا کاغذ بیت الخلاء میں لے کر نہ جانا

اگر جیب میں کوئی ایسا کاغذ ہو جس پر قرآن پاک، احادیث یا کچھ ادعیہ ماثورہ لکھی ہوں یا کوئی ایسی انگوٹھی، بیج یا تعویز ہو جس پر کچھ لکھا ہوا ہو تو بیت الخلاء میں جاتے وقت یہ چیزیں باہر نکال کر رکھ دینی چاہییں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۱۱۲ (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۴، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

پہلے قضائے حاجت پھر نماز

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اذا اراد احدکم الغائط واقیمت الصلوٰة فلیبد ابه

(ابن ماجہ وغیرہ)

یعنی جماعت کھڑی ہو جائے اور تمہیں قضائے حاجت کی ضرورت ہو تو پہلے قضائے حاجت سے فارغ ہو۔ پھر بعد طہارت کاملہ کے نماز پڑھ لو۔

☆☆☆☆☆☆☆

غسل کا بیان

ارشاد خداوندی ہے۔وان کنتم جنبا فاطھروا ۔

(مائدہ۶)

یعنی اگر ناپاک ہو جاؤ تو غسل کر لیا کرو۔

سو کر اٹھے اور تری دیکھے تو؟

غسل کئی وجہ سے فرض ہوتا ہے ۔مثلا سئل النبی ﷺ عن الرجل یجدا لبلل ولا یذکر احتلاما قال یغتبل

(ترمذی جلد ا صفحہ ۱۶، ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۷۸)

جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا۔آقا ایک آدمی سو کر اٹھے اور اپنے کپڑوں میں تری دیکھے حالانکہ اسے خواب یاد نہیں ہے۔وہ کیا کرے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا وہ غسل کرے۔یعنی جب مادہ حیات قصدا یا احتلاما خارج ہو تو غسل فرض ہوگا۔

نیز آپ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ اذا فضحت الماء فاغتسل ۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۷، مسند احمد جلد ا صفحہ ۱۲۵)

یعنی غسل تب فرض ہوگا جب مادہ حیات کا اخراج شہوت کے ساتھ ہو۔

میت کو غسل دینا

میت کو غسل دینا بھی ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ جنبی کے لئے غسل کرنا واجب ہے۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۱۶۲)

قطرہ آنے پر وضو ہے غسل نہیں

اگر بیماری کی وجہ سے قطرہ آئے تو اس پر غسل نہیں ہے بلکہ فرمایا

توضا واغسل ذکری

(بخاری جلد ا صفحہ ۴۱، مسلم جلد ا صفحہ ۱۴۳، ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۹۲

ترمذی جلد ا صفحہ ۴۱، بیہقی جلد ا صفحہ ۱۱۵، طحاوی جلد ا صفحہ ۴۰ وغیرہ)

یعنی وہ صرف استنجا کر کے وضو کر لے۔

دخول ہی سے غسل فرض

نیز فرمایا۔ اذا جلس بین شعبھا الاربع ثم جھدھا فقد وجب الغسل۔

(بخاری ا صفحہ ۴۳، مسلم ا صفحہ ۱۵۶، ترمذی ا صفحہ ۴۲، موطا امام مالک صفحہ ۲۹ وغیرہ)

وفی حدیث مطبر و ان لم ینزل

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۵۶)

یعنی جب مرد وعورت صحبت کریں تو انزال ہو یا نہ ہو صرف دخول سے ہی دونوں پر غسل فرض ہو جائے گا۔

نیز ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کے الفاظ ہیں۔

اذا التقی الختانان (وتوارت الحشفۃ) فقد وجب الغسل۔

(ابن ماجہ صفحہ ۴۵)

ترمذی شریف میں یہ الفاظ ہیں۔ اذا جاوز الختان الختان وجب الغسل

(ترمذی شریف جلد ا صفحہ ۱۶)

یعنی مرد کی ختنے والی جگہ (حشفہ) عورت کے ختنہ والی جگہ (فرج داخل) سے تجاوز کر کے غائب ہو جائے تو دونوں پر ہی غسل واجب ہو جائے گا۔ اگرچہ انزال نہ ہو۔

ایام مخصوصہ سے طہارت پر غسل فرض

اسی طرح عورت پر ایام مخصوصہ کے بعد غسل فرض ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے

یسئلونک عن المحیض ... حتی یطھرن۔

(بقرہ آیت نمبر ۲۲۲)

حائضہ اور جنبی مسجد میں نہ جائیں

حائضہ عورت اور جنبی شخص مسجد میں نہیں جا سکتا

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۳۰، ابن ماجہ صفحہ ۴۷، بخاری جلد ا صفحہ ۴۴، مسلم جلد ا صفحہ ۳۸۹)

حائضہ اور جنبی قرآن کو ہاتھ نہ لگائیں

نیز یہ لوگ قرآن مجید کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔

ارشاد خداوندی ہے۔ لا یمسہ الا المطھرون.

(سورۃ واقعہ آیت ۷۹)

نیز جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان ہے۔ اقرؤ و القرآن ما لم یصب احدکم جنابة . فان اصابه فلا و لا حرفا واحد۔

یعنی ناپاک مرد و عورت قرآن پاک کا ایک حرف بھی نہیں پڑھ سکتا۔

نیز امام ابونعیم اصبہانی حلیۃ الاولیاء میں نقل فرماتے ہیں۔

کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لا یقرء الجنب القرآن۔

(دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۱۲۲، نیز مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۴۸۵، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۷۶)

یعنی ناپاک شخص قرآن پاک کی کچھ بھی تلاوت نہ کرے۔

بلکہ ناپاکی کی حالت میں قرآن پاک زبانی بھی نہیں پڑھ سکتے۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۴۵، دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۱۱۷ وغیرہ)

ایام مخصوصہ میں عورت کو نماز معاف، روزوں کی قضا

البتہ ان ایام میں عورت کو نماز معاف ہے۔ چنانچہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔

کان یصیبنا ذالک فتومر بقضاء الصوم ولا تومر بقضاء الصلوٰۃ

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۶، عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۳۳۲، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۵۳

مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۱۷۵، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۴۵ وغیرہ)

یعنی جب ہم اس حالت میں ہوتیں تو حضور ﷺ بعد میں ہمیں ان ایام کی نمازوں کی قضا کا حکم نہ فرماتے تھے البتہ روزوں کی قضا کا حکم فرماتے تھے۔

استحاضہ کا حکم

اگر بیماری کی وجہ سے مخصوص ایام کے بعد بھی خون جاری رہے جسے استحاضہ کہتے ہیں تو پھر حکم یہ ہے۔ ان تغتسل فقال ھذا عرق فکانت تغتسل لکل صلوٰۃ

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۷، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۵۱ وغیرہ)

یعنی فرمایا کہ استحاضہ ایک رگ کا خون ہے یہ حیض نہیں ہے لہٰذا اس بیماری میں نماز

معاف نہیں ہے بلکہ غسل کرا اور نماز پڑھ۔ چنانچہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش (ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی بہن) ہر نماز کیلئے غسل فرمایا کرتی تھیں۔ ماہواری کے ایام گزر جانے کے بعد ایک دفعہ غسل کر کے پھر ہر نماز کے لئے تازہ وضو کر لینا ہی کافی ہوتا ہے جیسا کہ آگے حدیث آرہی ہے۔

نفاس ختم ہو جانے پر غسل لازم

نیز زچگی میں بھی جب نفاس کا خون آنا بند ہو جائے تو غسل کرنا فرض ہوتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

اذا مضی للنفساء سبع ثم رات الطهر فلتغتسل ولتصل۔

(مستدرک جلد ۱ صفحہ ۱۷۶، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۴۵ وغیرہ)

یعنی پیدائش کے سات دن بعد بھی اگر عورت دیکھے کہ وہ پاک ہوگئی ہے تو غسل کر کے نماز شروع کر دے۔ یعنی نفاس میں ایام کی کوئی قید نہیں ہے جب بھی پاک ہو جائے غسل کر کے نماز پڑھے۔

مستحاضہ کا حکم

اسی طرح ایک عورت کو ماہواری آئی اور سوکھ نہیں رہی تو وہ اپنی سابقہ عادت کے مطابق ماہواری کے دن شمار کرے اور ان ایام میں نماز نہ پڑھے پھر غسل کرے اور نماز شروع کرے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

دعی الصلوۃ قدر الایام التی کنت تحیضین فیها ثم اغتسلی وصلی۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۷، کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۳۴۴، ترمذی جلد ۱

صفحہ ۴۴، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۳۷، نسائی جلد ۱ صفحہ ۶۵، آثار السنن

صفحہ ۲۹، موطا امام مالک صفحہ ۴۷، داری صفحہ ۱۹۵ وغیرہ)

یعنی سابقہ عادت کے ایام میں نماز نہ پڑھے پھر غسل کر کے نماز شروع کردے اگرچہ خون بند نہ ہو۔ غسل ایک ہی مرتبہ ہوگا بعد میں ہر نماز کے لئے صرف وضو ہی کرنا ہوگا۔

غسل جنابت کا طریقہ

غسل کے تین فرض ہیں

(۱) منہ بھر کر کلی کرنا، (۲) ناک میں پانی چڑھانا، (۳) سارے بدن پر پانی بہانا۔

غسل جنابت کا طریقہ اس طرح ہے۔

قالت میمونة وضعت للنبی صلی الله علیه وسلم غسلا فسترته بثوب وصب علی یدیه فغسلهما ثم صب بیمینه علی شماله فغسل فرجه فضرب بیده الارض فمسحها ثم غسلها فمضمض واستنشق وغسل وجهه وزراعیه ثم صب علی راسه و افاض علی جسده ثم تنحی فغسل قدمیه (فیغسل فرجه ثم یتوضا وضوء للصلوة

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۴۷، بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۹)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے پہلے دونوں ہاتھ دھوئے پھر آپ ﷺ نے دائیں ہاتھ سے پانی ڈالا اور بائیں ہاتھ سے استنجا کیا پھر ہاتھوں کو زمین پر رگڑا پھر انہیں دھویا پھر آپ ﷺ نے کلی کی۔ پھر ناک میں پانی ڈالا اور اپنا منہ دھویا اور بازو دھوئے (دوسری روایت کے مطابق آپ ﷺ نے استنجا کیا پھر پورا وضو فرمایا) پھر سر پر پانی

ڈالتے (ثم تخلل بيده شعره (بخاری) پھر بالوں میں انگلیوں سے خلال کرتے اور اپنے گھنے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچاتے۔ پھر پورے جسم پر پانی بہاتے تھے۔ پھر وہاں سے ایک طرف ہو کر پاؤں مبارک دھو لیتے تھے۔ کیونکہ پاؤں مبارک میں پانی جمع ہو جاتا تھا۔ اور اگر غسل کے دوران کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا بھول جائیں تو غسل کے بعد فوراً کلی یا ناک میں پانی ڈال لیں۔ اور اگر اس سے پہلے نماز بھی پڑھ چکے ہوں تو وہ نماز بھی دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

(دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۱۱۶ وغیرہ)

غسل جنابت سے پہلے پیشاب بھی کر لینا چاہیے تاکہ اگر کوئی مادہ رکا ہوا ہو تو وہ بھی خارج ہو جائے تاکہ غسل کر لینے کے بعد وہ پھر نکل کر وضو کے ٹوٹنے کا سبب نہ بن جائے۔ حکمت کے لحاظ سے بھی غسل جنابت سے پہلے پیشاب کر لینا اعضاء بول کی صفائی اور آلات بول کی کئی بیماریوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہوتا ہے۔

غسل دائیں طرف سے شروع کرنا

باقی تمام کاموں کی طرح غسل بھی دائیں طرف سے ہی شروع کرنا چاہیے۔

جیسا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں۔

اذا اصاب احدانا جنابة .... تاخذ بيدها على شقها الايمن وبيدها الاخرى على شقها الايسر

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۱ وغیرہ)

یعنی پورے جسم پر پانی ڈالتے وقت ہم پہلے دائیں طرف کے جسم کو دھوئیں پھر بائیں

طرف کو۔

ہر بال کے نیچے جنابت

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ تحت کل شعرۃ جنابۃ۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۱۶، عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۲۶۲، جوہرالنقی جلد ا صفحہ ۱۷۸)

کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہے۔ لہٰذا خوب اچھی طرح مل کر غسل کرنا چاہیے۔

کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ من ترک موضع شعرۃ من جنابۃ لم یصبھا الماء فعل بھا کذا و کذا من النار۔

(دارمی صفحہ ۱۵۷، بیہقی جلد ا صفحہ ۱۷۵، ابن ماجہ ۴۸، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۳۳)

یعنی غسل جنابت میں جس شخص کی ایک بال برابر جگہ بھی دھلنے سے چھوٹ گئی۔ اسے آگ کا عذاب کیا جائے گا۔

یعنی جتنی جگہ خشک رہ جائے گی اتنی جگہ کو دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا۔ اس لئے پوری کوشش اور توجہ کے ساتھ غسل کیا جائے۔ جہاں جہاں (مثلاً جوڑوں میں) پانی نہ پہنچ سکنے کا خدشہ ہو وہاں اعضاء کو کھول کر پانی پہنچایا جائے۔ نیز اگر کانٹے، انگوٹھی یا چھلہ وغیرہ پہنا ہو تو اسے ہلا جلا کر اس کے نیچے بھی پانی پہنچائیں۔

ناخن پالش اتار کر غسل کریں

اگر ناخن پالش لگی ہو تو وہ اتار کر غسل کریں ورنہ غسل اور وضو نہ ہو سکے گا کیونکہ ناخن پالش ناخن کے اوپر ایک پردے اور خول کی طرح ہوتی ہے لہٰذا اس کے نیچے کی جلد دھلنے سے رہ جاتی ہے۔ اس طرح ہزار بار نہانے سے بھی آدمی ناپاک ہی رہتا ہے۔

غسل والے وضو سے نماز جائز

غسل جنابت میں چونکہ ارکان وضو بھی ادا ہو جاتے ہیں لہٰذا غسل کے بعد دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اسی غسل والے وضو ہی سے نماز بھی پڑھی جا سکتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ ان النبی ﷺ کان لا یتوضا بعد الغسل۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۶، ابوداؤد و نسائی، ابن ماجہ نیز امام حاکم،

امام ذہبی اور امام ترمذی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے)

نبی کریم ﷺ غسل کرنے کے بعد دوبارہ وضو نہیں فرمایا کرتے تھے۔

جمعہ کے دن غسل

جمعہ کے دن بھی غسل کرنا مسنون ہے، جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

اذا جاء احدکم الجمعۃ فلیغتسل ۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ، مسلم جلد ۱ صفحہ)

یعنی جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لئے آئے تو چاہیے کہ وہ پہلے غسل کرے۔

میت کو غسل دینے والے کا غسل

میت کو غسل دینے کے بعد بھی غسل دینے والے کو غسل کر لینا مستحب ہے۔

من غسل میتا فلیغتسل

(بیہقی جلد ۱ صفحہ ۳۰۶، ترمذی جلد ۱ صفحہ ، نسائی جلد ۱ صفحہ ، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ اور ابن حزم اور ابن حبان نے اس روایت کو صحیح کہا ہے)

نومسلم کا غسل

جب کوئی غیر مسلم خدا کے فضل سے مسلمان ہونا چاہے تو چاہیے کہ وہ بھی پہلے پانی میں بیری کے پتے جوش دے کر اس پانی سے غسل کرے۔

جیسا کہ حضور ﷺ نے نومسلموں کو غسل کرنے کا حکم فرمایا تھا۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۱۱، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۲۸۳، مسند امام احمد طبرانی کبیر نسائی جلد ۱، ابوداؤد، امام نووی نے اس حدیث کو حسن اور امام ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے)

مکہ شریف میں داخل ہونے سے پہلے غسل

اور مکہ شریف میں داخل ہونے سے پہلے بھی غسل کر لینا چاہیے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۱۴، مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۱۰ وغیرہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆

تیمّم کا بیان

فرمان خداوندی ہے کہ وان کنتم مرضی اوعلی سفر اوجاء احد منکم من الغائط اولمستم النساء فلم تجدو اماء فتیمموا صعیدا طیبا فامسحو ابو جوھکم وایدکم منه.

(مائدہ نمبر 6 اور نساء نمبر 43 میں ۔منه۔ کے بغیر)

یعنی اگر تم بیمار ہو (جس میں وضو یا غسل بیماری کا سبب بنتا ہو) یا تم سفر پر ہو (کہ نماز کا وقت جا رہا ہو اور نزدیک پانی نہ ہو) یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہوا۔ یا تم عورتوں سے مباشرت تامہ کرو اور تمہیں (وضو یا غسل کیلئے) پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو (اور اس کا طریقہ یہ ہے)

پس تم اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں پر اس کو مل لو۔

تیمّم سے مراد

تیمم کے معنی لغت میں تو مطلق کسی چیز کے قصد کرنے کے ہیں لیکن شریعت کی اصطلاح میں شرعی عذر کی بنا پر وضو یا غسل کے بدل میں طہارت کی نیت سے پاک مٹی یا اس چیز کا جو مٹی کے قائم مقام ہو یعنی مٹی کی جنس سے ہو جیسے پتھر چونہ وغیرہ کا قصد کرنا اور اس پر ہاتھ مار کر پہلے چہرہ پر وضو والی جگہ پر ہاتھ پھیرنا اور پھر دوبارہ پاک مٹی پر ہاتھ مار کر بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ پر اور دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر وضو والی جگہ تک ہاتھ پھیرنا۔ تیمم کہلاتا ہے۔

تیمم وضو اور غسل کا بدل

جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی ہے۔ الصعید الطیب وضوء المسلم

(ابوداؤد نمبر 1 صفحہ 48، نسائی نمبر 1 صفحہ 36)

یعنی پاک مٹی مسلمان کی طہارت کا ذریعہ ہے۔

حضور ﷺ کے صدقہ سے تمام زمین پاک

یہ اللہ تعالیٰ کا امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر بطفیل حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ہی کرم ہوا ہے۔ ورنہ پہلی امتوں کے لئے تمام زمین پاک نہیں تھی۔

چنانچہ آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ جعلت لی الارض مسجد او طھورا

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۸، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۹ وغیرہ)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو میرے لیے پاک اور سجدہ گاہ بنا دیا ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا محسنۂ امت

امت محمدیہ پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی طفیل قیامت تک کیلئے یہ آسانی فرمادی کہ کسی مسلمان کو وضو یا غسل کی ضرورت ہو اور اسے نزدیک نزدیک پانی نہ مل سکے۔ جیسا کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مدینہ طیبہ سے دو میل کے فاصلے پر تیمم کر کے نماز پڑھی تھی۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۲۲۹، موطا امام مالک صفحہ ۴۱

مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۶۰)

یا پانی تو موجود ہو لیکن کوئی عذر شرعی مانع ہو۔ مثلاً معذور کو پانی پکڑانے والا کوئی نہیں۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۸)

یا اتنی شدید سردی ہے کہ غسل سے بیماری کا یقین ہے

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۱۷۸، مسند امام احمد، ابوداؤد)

یا مسافری میں تھوڑا سا پانی ہے اور پیاس بھی ہو اور نزدیک پانی ملنے کا امکان بھی نہ ہو تو وہ پانی پی لے اور تیمم کر کے نماز ادا کر لے۔ یا کسی زخم وغیرہ سے بیماری بڑھنے کا خوف ہو۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۲۲۳، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۴۹، مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۲۳۰، دارمی صفحہ ۱۵۹، ابن ماجہ، مستدرک امام حاکم، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۷۷ وغیرہ)

نماز جنازہ کے لئے تیمّم

اگر جنازہ اچانک آجائے اور وضو کا وقت نہ ہو (یا نماز جنازہ پڑھا جا رہا ہے اور کوئی شخص بعد میں آئے) تو اگرچہ پانی موجود بھی ہو تو بھی تیمم کر کے نماز جنازہ میں شامل ہو سکتے ہیں۔

(جوہر النقی جلد ۱ صفحہ ۲۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۴ صفحہ ۱۲۲، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۶۴ وغیرہ)

تو پاک مٹی یا مٹی کی جنس کی کوئی اور چیز ہو۔ تو اس سے تیمم کر کے نماز ادا کر لی جائے۔
نماز جنازہ کے لئے کیا گیا یہ مذکورہ بالا تیمم۔ اس سے اور کوئی نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔

تیمم کی مدت

جب تک وہ شرعی عذر ختم نہ ہو جائے معذور تیمم ہی کرتا رہے گا۔ اگرچہ کتنی ہی مدت گزر جائے جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان رحمت نشان ہے۔

الصعید الطیب وضوء المسلم و ان لم یجد الماء عشر سنین ۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۳۶، مسند امام احمد، ترمذی وغیرہ)

یعنی پاک مٹی مسلمان کے لئے پاک کرنے والی ہے۔ اگرچہ پانی نہ ملنا (یا کوئی بھی عذر شرعی) دس سال تک بھی قائم رہے تو بھی تیمم پر گزارہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر نماز پڑھ لینے کے بعد عذر ختم ہو جائے یا پانی مل جائے تو وہ پہلے تیمم سے پڑھی ہوئی نماز دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۸، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۲۲۹، دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۱۸۶)

نواقض تیمم

اور تیمم بھی ان ہی چیزوں سے ٹوٹتا ہے۔ جن سے وضو ٹوٹتا ہے۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں۔ یجزیہ التیمم مالم یحدث

(بخاری ج ۱ صفحہ ۴۹، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ صفحہ ۱۶۰،
مصنف عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۲۱۵)

کہ جب تک آدمی کا وضو نہ ٹوٹے اس کا تیمم صحیح رہے گا۔

تیمم کا طریقہ

تیمم کے لئے دوضربیں

اور تیمم کا طریقہ اس حدیث میں بھی بیان ہوا ہے ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آرہے تھے کہ ایک آدمی نے آپ ﷺ کو سلام کیا

''فضرب الحائط بيده ضربة فمسح بها وجهه ثم ضرب اخرى فمسح بها ذراعيه الى مرفقين ثم رد على سلام الرجل۔

(دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۱۷۷، بیہقی جلد ۱ صفحہ ۲۰۷

بلوغ المرام صفحہ ۲۱، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۴۷)

آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک دیوار پر مارا اور چہرے پر پھیر لیا پھر آپ ﷺ نے دوبارہ اپنا ہاتھ دیوار پر مارا اور کہنیوں تک بازوؤں پر ہاتھ پھیرا۔ پھر سلام کا جواب دیا امام دار قطنی فرماتے ہیں اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۱۸۱)

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

التيمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين۔

(دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۱۸۱، ۱۸۰، بیہقی جلد ۱ صفحہ ۲۰۷، مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۱۷۹، موطا امام مالک صفحہ ۹۱، جامع المسانید جلد ۱ صفحہ ۲۳۳)

یعنی تیمم میں دوضربیں ہیں ایک ضرب چہرے کے لئے۔ اور ایک ضرب کہنیوں سمیت بازوؤں کے لئے۔

امام دار قطنی فرماتے ہیں حضرت جابر والی روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

حضور ﷺ کے سامنے صحابہ کی تیمم کے لئے دو ضربیں

جناب عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روایت اس طرح منقول ہے۔

حين تيمم وامع رسول الله ﷺ فامر المسلمين فضربوا باكفهم التراب ولم يقبضوا من التراب شياء فمسحوا بوجوههم مسحة واحدة ثم عادوا فضربوا باكفهم الصعيد مرة اخرى فمسحوا بايديهم۔

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۴۳)

جناب عمار سے اس مسئلہ پر ایک روایت مسند امام جلد ۴ صفحہ ۳۵۸ پر بھی موجود ہے۔یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے صحابہ کرام تیمم دو ضربوں ہی سے کیا کرتے تھے ایک دفعہ چہرہ کیلئے اور دوسری مرتبہ (کہنیوں سمیت) ہاتھوں کے لئے۔

ابوداؤد شریف جلد ۱ صفحہ ۴۵ پر بھی یہ روایت موجود ہے

نیز امام ابوداؤد نے متعدد اسناد سے آگے چل کر اسی صفحہ پر اس مسئلہ کو بیان فرمایا ہے

اور امام ترمذی نے بھی اپنی جامع میں جلد ۱ صفحہ ۲۱ پر جناب عبداللہ بن عمر، حضرت جابر، جناب ابراہیم، امام حسن بصری، جناب سفیان ثوری، امام مالک، ابن مبارک اور امام شافعی سے ایسا ہی منقول فرمایا ہے

اور شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۱۱۳ پر ہے کہ جناب اسلع تمیمی کو غسل کی حاجت ہوئی تو آپ نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی تو جبریل امین حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ دو ضربوں کے ساتھ تیمم کرلو ایک ضرب چہرے کے لئے اور ایک ضرب

بازوؤں کے لئے۔

نیز آپ نے جناب حسن بصری سے بھی تیمم میں دو ضربیں ہی بیان فرمائی ہیں۔

(شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

اکثر محدثین اور اکابرین کا فیصلہ

امام نووی فرماتے ہیں۔ ہمارا مذہب اور اکثر محدثین کا یہی مذہب ہے کہ تیمم میں دو ضربیں لگائی جائیں گی۔ ایک چہرے کے لئے اور ایک بازوؤں کے لئے اور جناب علی المرتضٰے، جناب عبداللہ بن عمر، جناب حسن بصری، جناب شعبی، جناب سالم بن عبداللہ بن عمر جناب سفیان ثوری، جناب امام مالک اور جناب (امام اعظم) ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین بھی اسی بات کے قائل وفاعل ہیں۔

(نووی شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۶۰)

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس مسئلہ پر مفصل بحث فرمانے کے بعد لکھتے ہیں ۔"چنانکہ ظاہر شدہ کہ قول بضربتین ارجح واقوی است"۔ یعنی یہ بات ثابت شدہ ہے کہ تیمم میں دو ضربوں کا قول ہی زیادہ راجح اور قوی ہے۔ اور دو ضربہ تیمم سنت ہے نیز فرمایا کہ یکفیک کا لفظ بھی یہ واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے جو حضرت عمار کو ایک ضرب مار کر بتایا تھا اس سے آپ ﷺ کا تیمم کی پوری کیفیت بیان کرنا مقصد نہیں تھا بلکہ مقصود صرف یہ تھا کہ تیمم میں اس طرح مٹی پر ہاتھ مار لینا ہی کافی ہے مٹی پر لوٹنا اور تمام جسم پر مٹی ملنا ضروری نہیں ہے

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۲۸۳، ملخصا حجۃ اللہ البالغہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۵)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود بھی تیمم میں دو ضربیں ہی لگاتے تھے

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۱۵۸، شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۱۴۴)

اشبہ بالقرآن تیمم دو ضربہ ہے

محدثین و محققین کا یہ طریقہ ہے کہ جب احادیث کا آپس میں تعارض ہو۔ تو احادیث اشبہ بالقرآن کو ترجیح دیتے ہیں۔ تو اس مسئلہ میں بھی تیمم کو وضو پر قیاس کریں گے ۔کیونکہ وضو اصل ہے اور تیمم اس کا خلیفہ اور قرآن مجید میں تیمم کی آیت مجمل ہے اور وضو کی آیت مفصل ۔لہٰذا آیت وضو سے استنباط کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وضو میں منہ اور بازوؤں کے لئے علیحدہ علیحدہ پانی لینے کا حکم فرمایا ہے ایک ہی دفعہ پانی لے کر اس سے منہ اور بازوؤں کو نہیں دھویا جا سکتا اسی طرح تیمم کے لئے اشبہ بالقرآن یہی طریقہ اصوب ہوگا کہ منہ اور بازوؤں کا مسح کرنے کیلئے علیحدہ علیحدہ مٹی لی جائے۔

تیمم کے لئے نیت ضروری ہے

انما الاعمال بالنیات اور لکل امری ٔ مانوی کے مطابق تیمم کے لئے بھی نیت کرنا ضروری ہے۔ اور جس چیز کے لئے تیمم کرنا ہو اس کی نیت کرنا ہوگی۔

اگر وضو اور غسل دونوں کی حاجت ہے تو دونوں کی نیت سے ایک ہی تیمم کافی ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

وضو کا بیان

ارشاد خداوندی ہے۔ یاایھا الذین امنوا اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحو ابروؤسکم وارجلکم الی الکعبین۔ (مائدہ آیت نمبر ۶)

یعنی اے ایمان والو جب کھڑے ہونے لگو تم نماز کے لئے تو دھوؤ اپنے چہرے کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرو تم اپنے سروں کا اور دھوؤ اپنے پاؤں ٹخنوں تک۔

فرائض وضو

اس آیہ جلیلہ میں اللہ تعالیٰ نے چار باتوں کا حکم فرمایا ہے۔

(۱) چہرے کو دھونا۔ اور چہرے کی حد اوپر سے بالوں کی پیدائش کی جگہ سے شروع ہو کر ٹھوڑی کے نیچے شاہ رگ تک اور دونوں کانوں کے درمیان کا تمام چہرہ ہے۔

(۲) کہنیوں سمیت تمام بازوؤں کا دھونا۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

(۴) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کا دھونا۔

انہیں فرائض وضو کہا جاتا ہے۔

جن اعضاء کے دھونے کا حکم کیا گیا ہے ان میں سے اگر کوئی بھی عضو یا عضو کا کچھ بھی حصہ دھلنے سے رہ گیا تو وضو نہیں ہوگا۔

وضو کے بغیر نماز نامقبول

ویسے تو وضو کے متعلق بہت سی حدیثیں مروی ہیں لیکن اختصار کے پیش نظر چند احادیث پیش کرتا ہوں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لاتقبل صلوة من احدث حتی یتوضا۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۲۵، ترمذی جلد ا صفحہ ۲۶، مسلم جلد ا صفحہ ۱۱۹)

یعنی بغیر وضو کے نماز قبول نہیں ہوتی۔

وضو سے گناہ معاف

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ لا یتوضأ رجل مسلم فیحسن الوضوء فیصلی صلوة الاغفر الله له مابینه وبین الصلوة التی تلیها۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۲۱)

یعنی جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر اچھی طرح نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس نماز اور اس سے پہلے پڑھی جانے والی نماز کے درمیان کے اس کے تمام صغیرہ گناہ معاف فرما دے گا

نیز آپ ﷺ نے فرمایا۔ من توضا فاحسن الوضوء خرجت خطایاه من جسده حتی یخرج من تحت اظفاره۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۲۵، ترمذی جلد ا صفحہ ۳۳، ابن ماجہ صفحہ ۲۵ وغیرہ)

یعنی جو شخص اچھی طرح وضو کرے تو اس کے تمام (صغیرہ) گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ حتی کے ناخنوں کے نیچے بھی جو گناہ ہوتے ہیں وہ بھی وضو کے پانی کے ساتھ دھل جاتے ہیں۔

اور ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ حتی یخرج نقیا من الذنوب

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۵)

حتی کہ وہ شخص گناہوں سے بالکل صاف ہو کر وضو گاہ سے نکلتا ہے۔

اعضائے وضو کا قیامت کو چمکنا

آپ ﷺ نے فرمایا۔ غرا محجلین من آثار الوضوء . فمن استطاع منکم ان یطیل غرته فلیفعل۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۵ و مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

میری امت کی وضو والی جگہیں قیامت کو چمکتی ہوں گی۔ پس تم میں سے جو قیامت کے دن کیلئے اپنے اعضاء وضو کے نور کو زیادہ کرنا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ ایسا کرے۔

اعضائے وضو پر زیور پہنایا جائے گا

آپ ﷺ نے فرمایا۔ تبلغ الحلیة من المومن حیث یبلغ الوضوء

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۷)

یعنی مومن جہاں تک اعضائے وضو دھوتا ہے۔ وہاں تک اسے جنت میں زیور پہنایا جائے گا۔

وضو ہوتے ہوئے وضو کرنا باعث ثواب مزید

آپ ﷺ نے فرمایا من توضا علی طهر کتب الله له عشر حسنات

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۵، ابن ماجہ ۳۹)

یعنی جو وضو ہوتے ہوئے پھر وضو کرے اللہ تعالیٰ اس کو ۱۰ نیکیاں عطا فرمائے گا۔

وضو سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا

وضو کرتے وقت پہلے بسم اللہ شریف پڑھ لینی چاہیے۔ کیونکہ یہ سنت ہے۔ اور اس پر حضور ﷺ نے بڑا ثواب بیان فرمایا ہے۔ مثلاً فرمایا۔ اذا توضات فقل بسم الله والحمد لله فان حفظتک لاتبرح تکتب لک الحسنات حتی تحدث من ذالک الوضوء۔

(مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۲۰)

یعنی جب تو وضو کرنے لگے تو بسم الله والحمد لله کہہ لیا کر۔ تو جب تک تیرا یہ وضو قائم رہے گا تیرے محافظ فرشتے تیرے نامہ اعمال میں تیری نیکیاں لکھتے رہیں گے بعض احادیث میں پوری بسم اللہ شریف بھی مذکور ہے۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۲۵، دار قطنی جلد ا صفحہ ۷۱، بیہقی جلد ا صفحہ ۴۳ وغیرہ)

وضو کرتے وقت مسواک بھی کرنا

وضو کرتے وقت مسواک کرنا بھی سنت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ لولا ان اشق علی امتی لا مرتهم بالسواک عند کل صلوة۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۲۲، مسلم جلد ا صفحہ ۱۲۹ وغیرہ)

یعنی اگر میں اپنی امت کے لیے مشکل نہ سمجھتا تو میں ان کو حکم دیتا کہ وہ ہر نماز کے لئے مسواک کیا کریں۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسواک "من سنن المرسلین" اللہ کے تمام رسولوں کی سنت ہے۔ تفضل الصلوة التی یستاک لها علی

الصلوٰۃ التی لا یستاک لھا سبعین ضعفا۔

(زجاجۃ المصابیح جلد ۱ صفحہ ۹۵)

یعنی جس نماز کیلئے وضو کرتے وقت مسواک کر لی جائے۔ وہ بغیر مسواک والی نماز سے ستر گنا فضیلت والی ہوتی ہے۔ اگر مسواک موجود نہ ہو تو کلی کرتے وقت دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے بھی دانتوں کو ملا جا سکتا ہے۔ یہ بھی مسواک کا قائم مقام ہو جائے گا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق منقول ہے۔ وتمضمض فادخل بعض اصابعہ فی فیہ۔

(تلخیص ابن حجر)

مسواک کرنے کا طریقہ

مسواک عرضا کرنی سنت ہے طولا! نہیں کرنی چاہیے۔ یعنی دانتوں پر مسواک کو دائیں بائیں چلانا چاہیے۔ اوپر نیچے نہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

کان النبی ﷺ یستاک عرضا

(کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۲۷۶)

وضو کرنے کا مسنون طریقہ

بہر حال وضو کرتے وقت بسم اللہ والحمد للہ یا بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر وضو شروع کریں۔ سب سے پہلے پہنچوں تک ہاتھ دھوئیں۔

انگلیوں کا خلال کرنا

سنت طریقہ یہ ہے کہ ہاتھ دھوتے وقت انگلیوں کا خلال بھی کریں۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

قال النبی ﷺ اذا توضات فاسبغ الوضوء وخلل بین الاصابع۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۳۱، ترمذی جلد ا صفحہ ۳۲، مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۱۴۷)

آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص وضو میں انگلیوں کا خلال کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کو اس کی انگلیوں کو آگ سے محفوظ رکھے گا۔

انگوٹھی کو حرکت دیں

اگر انگوٹھی پہنی ہو تو سنت طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھی کو حرکت دے کر نیچے پانی پہنچایا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ اذا توضا حرک خاتمہ

(ابن ماجہ صفحہ ۳۵)

اگر انگوٹھی اتنی تنگ ہو کہ حرکت نہ کرتی ہو تو انگوٹھی کو اتار کر وضو کرنا لازم ہو گا۔

تین مرتبہ کلی کریں

اس کے بعد اچھی طرح تین مرتبہ کلی کریں اور اگر روزہ نہ ہو حلق تک پانی پہنچائیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

اذا توضات فابلغ فی المضمضۃ والاستنشاق الا ان تکون صائما۔

(نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۱۴۱)

تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالنا

اس کے بعد تین مرتبہ ناک میں اوپر تک پانی چڑھائیں اگر آپ روزہ دار نہ ہوں۔

ایک حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔

وبالغ فی الاستنشاق الا ان تکون صائما

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۹ وغیرہ)

تین بار ناک میں پانی چڑھائیں اور صاف کریں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

فلیستنثر ثلاثا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۶۵، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۲۴، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۹ وغیرہ)

تین دفعہ چہرہ دھونا

اس کے بعد تین مرتبہ چہرہ پر پانی ڈالیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

ثم غسل وجهه ثلاثا . (بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۸)

داڑھی کا خلال کرنا

اگر خوش قسمتی سے داڑھی رکھی ہوئی ہو تو حضور ﷺ کی سنت کے مطابق داڑھی شریف کا بھی خلال کیا جائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ فخلل به لحيته ۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۹، ابن ماجہ صفحہ ۳۳ وغیرہ)

تین بار بازو دھوئے جائیں

پھر تین بار بازوؤں کو کہنیوں سمیت دھویا جائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

ثم غسل یدیه الی المرفقین ثلاث مرار

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۸ وغیرہ)

اور پھر دونوں بازؤوں پر ہاتھ پھیرا جائے تا کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

فغسل یدیه الی المرفقین حتی مس اطراف العضدین۔

(دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۸۳)

پھر دونوں کہنیوں پر تین دفعہ پانی بہائیں جیسا کہ حضور ﷺ کا طریقہ تھا۔

کان اذا توضا ادار الماء علی مرفقیه

(دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۸۳)

سر کا مسح کرنا

پھر دونوں ہاتھوں سے نیا پانی لے کر سر کا مسح کریں۔ جیسا کہ حضور ﷺ کی سنت ہے

انه مسح راسه بماء غیر فضل یدیه

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۷)

سر کا اس طرح مسح کریں کہ دونوں ہاتھوں کو سر پر پھیرتے ہوئے گردن تک لے جائیں پھر انہیں واپس لاتے ہوئے پیشانی تک آ جائیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

ثم مسح راسه بیدیه فاقبل بهما فادبر بدا بمقدم راسه حتی ذهب بهما الی قفاه ثم ردهما الی المکان الذی بدا منه ۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۲)

چوتھائی سر کا مسح فرض

اگر پورے سر کا مسح کیا جائے تو بھی افضل اور سنت ہے لیکن صرف چوتھائی سر کا مسح

کرنے سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ اسی لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے کئی دفعہ صرف پیشانی کے قریب سر کے ابتدائی حصے یعنی چوتھائی سر کے مسح پر اکتفا فرمایا۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

فادخل یده من تحت العمامة فمسح مقدم راسه

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۰، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۳۴، مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

اور حضرت مغیرہ کی دو روایات میں ہے۔ ومسح بناصیة ۔ یعنی حضور ﷺ نے صرف سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۳۴، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۰، منتقی ابن جارود صفحہ ۳۶)

لہٰذا ثابت ہوا کہ فرض تو صرف چوتھائی سر ہی کا مسح ہے۔

گردن کا مسح

سر کے مسح کے ساتھ ہی گردن کا مسح بھی کیا جائے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

من توضا ومسح بیدیه علی عنقه وقی الغل یوم القیامة

(تلخیص الحبیر جلد ۱ صفحہ ۹۳)

یعنی جس نے وضو میں گردن کا مسح بھی کیا۔ وہ قیامت کو گلے کے طوق سے محفوظ رہے گا۔ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی سر کے مسح کے ساتھ گردن کا مسح بھی فرمایا کرتے تھے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ انه کان اذا مسح راسه مسح قفاه مع راسه

(بیہقی جلد ۱ صفحہ ۶۰)

پگڑی پر مسح نہیں

ابوداؤد کی مذکورہ بالا حدیث سے پگڑی پر مسح کرنے کا رد بھی ہو گیا۔ کیونکہ اگر پگڑی پر مسح کر لینا کافی ہوتا تو حضور ﷺ پگڑی اٹھا کر اس کے نیچے بالوں پر مسح کرنے کی زحمت نہ فرماتے۔ اور حکم قرآنی۔ وامسحوا برؤسکم۔ بھی اس پر دال ہے کہ مسح سر پر ہی کیا جائے گا کیونکہ پگڑی سر نہیں ہوتی۔ مشہور صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پگڑی پر مسح کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ لاحتی یمسح الشعر بالماء۔

(مؤطا امام مالک صفحہ ۲۳)

نہیں۔ جب تک بالوں پر مسح نہ ہو سر کا مسح ادا نہیں ہوگا۔ نیز امام محمد فرماتے ہیں۔

ان المسح علی العمامۃ کان فترک۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۸)

اصل بات یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں پگڑی پر مسح جائز تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ لہٰذا جو بعض روایات پگڑی پر مسح کے متعلق ہیں وہ غیر معتبر اور منسوخ ہیں ان پر عمل نہیں ہوگا۔

فافھموا یا اولو الابصار

کانوں کا مسح کرنا

سر کے مسح کے بعد بغیر نیا پانی لئے شہادت کی انگلیوں سے کانوں کے اندرونی حصہ کا مسح کیا جائے اور انگوٹھوں سے کانوں کے پچھلے حصے کا مسح کیا جائے گا۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ ثم مسح براسہ واذنیہ باطنھما بالسباحتین

وظاهر هما بابهاميه۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۷، ابن ماجہ صفحہ ۳۵، نسائی جلد ا صفحہ ۲۹، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۵)

دونوں پاؤں دھونا

اس کے بعد پہلے ٹخنوں سمیت دایاں پاؤں تین مرتبہ دھویا جائے۔ پھر تین مرتبہ بایاں پاؤں دھویا جائے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: ثم غسل رجليه ثلاث مرار الى الكعبين۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۲۸، مسلم جلد ا صفحہ ۱۲۰)

پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا

پاؤں دھوتے وقت چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں میں خلال کیا جائے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں حضور ﷺ کا طریقہ مذکور ہے۔

فخلل اصابع رجليه بخنصره .

(ابن ماجہ ۳۵، ترمذی جلد ا صفحہ ۷ وغیرہ)

پاؤں کا مسح نہیں ہے

بعض لوگ پاؤں کے دھونے یا مسح کرنے کے بارے میں متذبذب ہوتے ہیں۔ تو عرض ہے کہ آیت میں دو حکم ہیں۔ ایک جگہ فاغسلوا وجوهكم اور ایک جگہ وامسحوا برؤوسكم۔ اب ارجلكم کے اعراب دیکھ لیں۔ اگر تو اس کے اعراب وجوهكم کے موافق ہیں۔ جیسا کہ ہے۔ تو پھر یہ فاغسلوا کے تحت ہوگا۔ اور اگر اس کے اعراب برؤوسكم کے تحت ہوں جیسا کہ نہیں ہیں۔ تو پھر یہ

وامسحوا کے تحت ہوگا۔ کیونکہ معطوف اور معطوف علیہ کے اعراب ایک جیسے ہوتے ہیں۔ چونکہ ارجلکم کے اعراب وجوھکم کے موافق ہیں لہٰذا ارجلکم۔ فاغسلوا کے متعلق ہوگا۔ اور اس طرح حکم قرآنی کے مطابق پاؤں کو دھونا فرض ہوگا۔ نیز قرآن پاک کی سب سے معتبر تفسیر قول و فعل مصطفےٰ ﷺ سے ہوتی ہے۔ چنانچہ تمام کتب احادیث سے جناب رسول اللہ ﷺ کا وضو میں پاؤں کا دھونا ہی منقول ہے۔ روح قرآن اور مفاہیم قرآن کو آپ ﷺ سے بہتر جاننے والا کون ہوگا؟ اگر قرآن میں پاؤں پر مسح کرنے کا حکم ہوتا تو حضور ﷺ یقیناً مسح ہی فرماتے۔ لیکن چونکہ آپ ﷺ نے مسح نہیں فرمایا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وضو میں پاؤں کا مسح کرنا روح قرآنی اور فیصلہ مصطفوی کے خلاف ہے۔ بلکہ حدیث شریف میں ہے۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے بعض لوگوں کو وضو میں پاؤں پر مسح کرتے دیکھا تو۔

فنادی باعلی صوته ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلاثا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۸، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵ وغیرہ)

آپ ﷺ نے دو یا تین مرتبہ بلند آواز سے فرمایا (وضو میں نہ دھوئی جانیوالی) ایڑیوں کی دوزخ کی آگ سے بربادی ہو۔ بعض احادیث کے مطابق ویل دوزخ کی ایک گھاٹی کا نام ہے۔ تو پھر معنی یہ بنے گا کہ جو ایڑیاں وضو میں خشک رہ جائیں گی انہیں دوزخ کی گھاٹی ویل میں جلایا جائے گا۔ خدا محفوظ رکھے۔

موزوں پر مسح

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر موزے طہارت کی حالت میں پہنے

بول۔ اذا البسهما وهما طاهرتان۔

(مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۲۵۵)

تو مسافر کیلئے اجازت ہے کہ وہ تین دن اور تین رات تک اور مقیم ایک دن اور ایک رات تک بغیر موزے اتارے طہارت اور وضو کر سکتا ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

جعل رسول الله ﷺ ثلاثة ايام ولياليهن للمسافر و يوما وليلة للمقيم

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۳۵، مصنف عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۲۰۳ وغیرہ)

جنبی شخص موزے اتار کر غسل کرے

لیکن اگر غسل کی حاجت ہو تو پھر موزے اتار کر غسل کیا جائے گا۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ كان رسول الله ﷺ يامرنا اذا كنا سفرا ان لا ننزع خفافنا ثلاثة ايام ولياليهن الا من جنابة ولكن من غائط و بول و نوم۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۱۴، نسائی جلد ا صفحہ ۳۲، ابن ماجہ صفحہ ۷۸، احمد جلد ا صفحہ ۲۳۹)

موزوں پر مسح کا طریقہ

موزوں پر مسح ان کی پشت پر یعنی اوپر والی طرف کیا جاتا ہے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يمسح على ظاهر خفيه

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۲، دارقطنی جلد ا صفحہ ۱۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۱۸۱، دارقطنی جلد ا صفحہ ۱۹۵)

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں (کم از کم تین) کو پانی سے گیلا کر کے پاؤں کے اگلے حصے پر پہلے دائیں موزے پر رکھیں اور انگلیوں کو بمع ہتھیلی کے کھینچتے ہوئے پنڈلی کی طرف لائیں۔ پھر اسی طرح بائیں ہاتھ سے بائیں پاؤں پر مسح کریں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ ان النبی ﷺ وضع یدیہ علی خفیہ و ملسھما من الا صابع الی اعلاھما۔

(نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۰ وغیرہ)

جرابوں پر مسح ناجائز

آج کل بعض سہولت پسند حضرات کا ایک خاص ٹولہ اس بات پر بھی مصر ہے کہ نائیلون کی یا اونی یا سوتی عام جرابوں پر بھی وضو میں مسح کیا جا سکتا ہے۔ اور یہ موجودہ جرابیں اتار کر پاؤں دھونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور اس کے جواز کے لئے عام طور پر یہ روایات پیش کی جاتی ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ چمڑے کے موزوں اور جرابوں پر مسح کر لیا کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے وضو کرتے وقت اپنی جرابوں پر مسح کیا۔ حضور انور ﷺ نے وضو کرتے ہوئے جرابوں اور جوتیوں پر مسح کیا۔

(صلوٰۃ الرسول از محسن اہلحدیث مولوی محمد صادق سیالکوٹی صفحہ ۱۰۴)

قارئین کرام

☆ یکے از محدثین صحاح ستہ امام ابوداؤد علیہ الرحمہ۔ اس روایت کو نقل فرمانے کے بعد فرماتے ہیں۔ کان عبدالرحمان بن مھدی لا یحدث بھذا الحدیث. لان المعروف عن المغیرۃ ان النبی ﷺ مسح علی الخفین وروی ھذا

ایضا عن ابی موسیٰ الاشعری عن النبی ﷺ مسح علی الجوربین ولیس بالمتصل ولا بالقوی۔

(سنن ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۳۳)

یعنی محدث عبدالرحمان بن مہدی اس حدیث کو بیان ہی نہیں کیا کرتے تھے۔

کیونکہ جناب مغیرہ کی مشہور و معروف روایت میں تو صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ نے چمڑے کے موزوں پر مسح کیا تھا (یعنی معروف روایت میں جرابوں وغیرہ کا ذکر ہی نہیں ہے) اور اسی طرح جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہے کہ آپ ﷺ نے جرابوں پر مسح کیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت متصل نہیں ہے اور نہ ہی یہ روایت قوی ہے۔

☆ یکے از ائمہ صحاح ستہ۔ امام مسلم کا قول ہے کہ اس حدیث کے راوی۔ ابوقیس اور ہذیل نے یہ الفاظ (جرابوں پر مسح) بیان کرنے میں اس حدیث کے باقی تمام راویوں کی مخالفت کی ہے۔ جب اس روایت کے باقی تمام راویوں نے صرف موزوں پر مسح کرنا ہی بیان ہے۔ تو پھر ابوقیس اور ہذیل جیسے ضعیف راویوں کی وجہ سے قرآن کریم کے (صریح) حکم کو تو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

(سنن کبریٰ بیہقی جلد ۱ صفحہ ۲۸۴)

☆ یکے از محدثین صحاح ستہ امام نسائی بھی فرماتے ہیں۔ کسی ایک راوی نے بھی ابو قیس کی طرح اس روایت کو نقل نہیں کیا۔ جناب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صرف موزوں پر مسح کرنا ہی منقول ہے۔

(سنن کبریٰ بیہقی جلد ۱ صفحہ ۲۸۴)

☆ محدث کبیر امام بیہقی بھی فرماتے ہیں کہ یہ روایت منکر ہے۔ جناب سفیان ثوری، جناب عبدالرحمان بن مہدی، امام احمد بن حنبل، امام علی بن مدینی اور امام مسلم، جیسے جلیل القدر ائمہ محدثین نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(سنن الکبری بیہقی جلد ا صفحہ ۲۸۴)

☆ جناب علی بن مدینی بھی فرماتے ہیں کہ اس روایت کو جناب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہل مدینہ، اہل کوفہ اور اہل بصرہ نے نقل کیا ہے۔ (ان سب نے آپ ﷺ سے صرف موزوں پر مسح کرنا ہی بیان کیا ہے۔ کسی نے بھی جرابوں کا ذکر نہیں کیا) اس نے اس روایت کے بیان کرنے میں اس روایت کے باقی تمام راویوں کی مخالفت کی ہے۔

(سنن کبریٰ نسائی جلد ا صفحہ ۳۶)

☆ شارح صحیح مسلم امام نووی بھی فرماتے ہیں۔ جب اکثر ائمہ حدیث کا اس روایت کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے تو پھر امام ترمذی کا اس روایت کے متعلق۔ حسن صحیح۔ کا قول بھی معتبر نہیں ہوگا۔

(سنن الکبری بیہقی جلد ا صفحہ ۲۸۴)

محدثین اہلحدیث کا اقرار حق

☆ محدث اہل حدیث مولوی نذیر حسین دہلوی بھی لکھتے ہیں۔ مذکورہ جرابوں پر مسح جائز نہیں ہے۔ کیوں کہ اس کی دلیل نہیں۔ اور مجوزین (جو جرابوں پر مسح کو جائز سمجھتے ہیں) نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے اس میں (کئی) خدشات ہیں۔ پھر وہ ان

خدشات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ حاصل کلام یہ ہوا کہ مسح کے جواز پر کوئی بھی دلیل قائم نہیں کی جاسکتی۔ نہ تو کتاب وسنت سے (شاید آج کل کے وہابی اپنے ان اکابر سے قرآن وحدیث کو زیادہ جان گئے ہیں) نہ ہی اجماع سے اور نہ صحیح قیاس سے (ثابت ہوا کہ اجماع امت اور قیاس شرعی بھی دلائل شرعیہ میں سے ہیں)

جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا۔ (فتاوی نذیر جلد ۱)

☆ نیز محدث ومفسر ومناظر اہل حدیث مولوی ثناء اللہ امرت سری بھی لکھتے ہیں۔ یہ اونی یا سوتی جرابوں پر مسح کرنا۔ نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث مرفوع صحیح سے نہ اجماع نہ قیاس نہ ماسوی چند صحابہ کے فعل کے۔ اور اس کے دلائل سے اور غسل رجلین (دونوں پاؤں کا دھونا) نص قرآنی سے ثابت ہے۔ لہٰذا خف چرمی (چمڑے کے موزے) کے سوا (عام) جراب پر مسح کرنا ثابت نہیں۔

(فتاوی ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۶)

ایک مفید وضاحت

نیز جہاں جورب کا ذکر ہے اس سے بھی درحقیقت مراد چمڑے کے موزے ہی ہیں۔ کیونکہ عربی میں چمڑے کے موزے کو بھی جراب ہی کہا جاتا ہے۔ دیکھیں لغات کی معروف کتب۔ قاموس، تاج العروس، غایۃ المقصود وغیرہ۔

ایک عبارت اس طرح ہے۔ ان الجورب یتخذ من الادیم و کذا من الصوف و کذا من القطن. ویقال لکل واحد من ھذا انه جورب۔ نیز جہاں نعلین پر (جوتوں پر) مسح کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد بھی یہی موزوں پر مسح کرنا

ہی ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نعلین مبارک محض تسموں پر مشتمل تھی جس کو اتارنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی بلکہ تسموں کے اوپر ہی سے مسح ہو جاتا تھا۔

زخم یا پٹی پر مسح

اسی طرح جسم پر کسی بھی مقام پر زخم ہو یا کپڑے کی پٹی بندھی ہوئی ہو یا ٹوٹی ہوئی ہڈی پر لکڑی کی پھٹیاں یا پلستر لگا ہوا ہو تو اس پر بھی مسح ہی کیا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۱۶۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۱۳۵، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ا صفحہ ۲۲۸ وغیرہ)

وضو کے فوراً بعد کیا پڑھیں

وضو مکمل ہو جانے کے بعد اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده ورسوله پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو اچھی طرح وضو کرے اور پھر یہ کلمات پڑھے۔

فتحت له ثمانية ابواب الجنة يدخل من ايها شاء۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۳۵)

تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیتے ہیں۔ وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو۔ لیکن یاد رہے کہ وضو کی تمام مندرجہ بالا برکات تبھی حاصل ہو سکتی ہیں جب کہ اسے تمام شرائط و آداب سے پورا کیا جائے۔ ورنہ نہ وضو صحیح ہو گا اور نہ نماز۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وضو کے چار فرض ہیں۔

(۱) منہ کا دھونا۔

(۲) کہنیوں سمیت بازوؤں کا دھونا۔

(۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

(۴) دونوں پاؤں کا دھونا۔

وضو کی سنتیں

وضو میں بارہ سنتیں ہیں

(۱) وضو کی نیت کرنا۔ (۲) بسم اللہ شریف پڑھنا۔ (۳) مسواک کرنا۔ (۴) تمام اعضاء کا تین تین مرتبہ دھونا۔ (۵) کلی کرنا۔ (۶) ناک میں پانی چڑھانا۔ (۷) داڑھی کا خلال کرنا۔ (۸) انگلیوں کا خلال کرنا۔ (۹) پورے سر کا مسح کرنا۔ (۱۰) کانوں کا مسح کرنا۔ (۱۱) مسنون ترتیب سے وضو کرنا۔ (۱۲) ایک عضو کے خشک ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھونا شروع کر دینا۔

بعض کے نزدیک وضو میں چودہ سنتیں ہیں

(۱) نیت کرنا۔ (۲) بسم اللہ پڑھنا۔ (۳) دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونا۔ (۴) ہاتھوں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔ (۵) مسواک کرنا۔ (۶) کلی کرنا۔ (۷) ناک میں پانی ڈالنا۔ (۸) اعضاء کو تین تین بار دھونا۔ (۹) ترتیب سے وضو کرنا۔ (۱۰) بے در پے اعضاء کو دھونا۔ (۱۱) داڑھی میں خلال کرنا۔ (۱۲) سارے سر کا مسح کرنا۔ (۱۳) کانوں کا مسح کرنا۔ (۱۴) پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اذان کا بیان

قرآن پاک سے اذان کا ثبوت

ارشاد خداوندی ہے۔ واذا ناديتم الى الصلوٰة اتخذوها هزوا ولعبا ذلك بانهم قوم لا يعقلون ۔ (مائدہ ۵۸)

اور جب تم (اذان دیکر) لوگوں کو نماز کی طرف بلاتے ہو تو یہ لوگ (نصاریٰ اذان کا) مذاق اڑاتے ہیں اور اسے کھیل تماشا بناتے ہیں۔ یہ اس لئے ایسا کرتے ہیں کہ یہ بے عقلوں کی جماعت ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔ یا ايها الذين آمنوا اذا نودى للصلوة من يوم الجمعة فاسعوا الى ذكر الله وذروا البيع ذالكم خير لكم ان كنتم تعلمون (جمعہ ۹) اے ایمان والو جب جمعہ کے دن پکارا جائے (یعنی جمعہ کی اذان پڑھی جائے) نماز کے لئے تو جلدی سے آؤ اللہ کے ذکر (نماز) کی طرف اور چھوڑ دو خرید و فروخت۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ یہ آیات اس لئے لکھی گئی ہیں کہ بعض لوگ (چکڑالوی) اپنے آپ کو اہل قرآن بھی کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں کہیں بھی اذان کا ثبوت نہیں ہے حالانکہ ان آیات مقدسہ سے بالکل واضح طور پر دلالۃ النص سے بلکہ عبارت النص سے اذان کا ثبوت مل رہا ہے۔

اذان بمعنی اعلان

کسی بات کے اعلان کیلئے لفظ ''اذان'' بولنا بھی نص قرآنی سے ثابت ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔ واذان من الله ورسوله الى الناس (توبہ آیت نمبر ۳)

یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے یہ اعلان کیا جاتا ہے۔۔۔الخ۔

لہٰذا اذان کا منکر معاند یا جاہل ہے۔

ہر چیز موذن کی گواہ

جناب رسول کریم ﷺ نے اذان کہنے والے کے لئے بڑی بشارت بیان فرمائی ہے

فرمایا۔ لا یسمع مدی صوت المؤذن جن ولا انس ولا شیٔ الا شهد له یوم القيامة

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۶، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۷۶، ابن ماجہ صفحہ ۵۳، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۰۶، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۲۶۶)

یعنی دنیا کی جو بھی چیز موذن کی آواز سنے گی وہ قیامت کو (اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے ایمان کی) گواہی دے گی۔

موذن کا نمازیوں کے برابر ثواب

آپ ﷺ نے فرمایا۔ وله مثل اجر من صلی معه۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۰۶)

یعنی موذن کی اذان سن کر جتنے لوگ نماز پڑھیں گے ان سب کے برابر موذن کو ثواب ملے گا۔ ایک دفعہ فرمایا۔ المؤذنون اطول الناس اعناقا یوم القيامة۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۶۷)

یعنی قیامت کے دن موذن سب سے لمبی گردنوں والے ہوں گے۔ ایک دفعہ فرمایا۔

اذا نودی للصلوۃ ادبر الشیطان له ضراط حتی لا یسمع التاذین ۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۵، مسلم جلد ۱ صفحہ ۸۵، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۶۸، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۰۸)

یعنی جب اذان پڑھی جاتی ہے تو شیطان وہاں سے گوز مارتا ہوا (36 میل دور تک) دور بھاگ جاتا ہے۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۶۷)

قبر پر اذان کہنا

اسی لئے میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہو کر بھی اذان پڑھی جاتی ہے۔ کیونکہ وہ میت کے سوال و جواب کا وقت ہوتا ہے۔ اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ میت کے سوال و جواب کے وقت بھی شیطان قبر میں جا کر میت کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اس وقت اگر قبر کے پاس بلند آواز سے آذان پڑھی جائے گی تو اولاً تو شیطان مردود دفع دور ہو جائے گا اور میت اطمینان سے نکیرین کے سوالوں کے جواب دے سکے گی۔ اور دوسرا حضور ﷺ کے "تلقین میت" کے فرمان عالیشان پر بھی عمل ہو جائے گا اور شہادتین کے ذریعہ سے میت کو نکیرین کے سوالوں کے جواب بھی سکھلا دیئے جائیں گے۔ اس طرح میت کیلئے جواب آسان ہو جائیں گے۔

ہر وقت کہیں نہ کہیں اذان ہوتی رہتی ہے

انڈونیشیا آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑا مسلم ملک ہے جس کی آبادی تقریباً 22 کروڑ کے قریب ہے دنیا کے مشرق میں واقع ہونے کی وجہ سے صبح ساڑھے پانچ بجے طلوع سحر کے ساتھ ہی انڈونیشیا کے انتہائی مشرقی جزائر میں فجر کی اذان شروع ہو

جاتی ہے اور ہزاروں مؤذن اللہ بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔

مشرقی جزائر سے یہ سلسلہ مغربی جزائر کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے اور ڈیڑھ گھنٹے کے بعد جکارتہ میں مؤذن فجر کی اذان دینا شروع کر دیتا ہے۔ جکارتہ کے بعد یہ سلسلہ سماٹرا میں شروع ہو جاتا ہے۔ سماٹرا کے بعد مغربی قصبوں اور دیہاتوں سے پہلے ہی ملائیشیا کی مسجدوں میں فجر کی اذان کی آواز بلند ہونے لگتی ہے۔ ملائشیا کے بعد برما کی باری آتی ہے۔ جکارتہ سے فجر کی اذانوں کا جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ ایک گھنٹہ بعد ڈھاکہ پہنچ جاتا ہے۔ بنگلہ دیش میں فجر کا وقت ابھی ختم نہیں ہوتا کہ کلکتہ اور سری نگر میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف یہ سلسلہ کلکتہ سے بمبئی کی طرف بڑھتا ہے اور پورے بھارت کی فضاء توحید و رسالت کی صدا سے گونجنے لگتی ہے۔ سری نگر اور سیالکوٹ میں اذان فجر کا وقت ایک ہی ہے۔

سیالکوٹ سے کراچی، کوئٹہ اور گوادر تک 40 منٹ کا فرق ہے۔ اس عرصہ میں اذان فجر کی آواز پاکستان میں بلند ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ پاکستان میں یہ سلسلہ ختم ہونے سے پہلے افغانستان اور مسقط میں اذان فجر شروع ہو جاتی ہے۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس عرصہ میں اذان فجر کی آواز حجاز مقدس، یمن، عرب امارات، کویت اور عراق میں گونجنے لگتی ہے۔ بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذان فجر ہونا شروع ہو جاتی ہے۔

اسکندریہ اور استنبول ایک ہی طول و عرض پر واقع ہیں۔

مشرقی ترکی سے مغربی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹہ کا فرق ہے۔ اس دوران ترکی میں صدائے

توحید ورسالت بلند ہونے لگتی ہے۔ اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا فاصلہ ہے۔

اس عرصہ میں شمالی افریقہ، لیبیا اور تیونس میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے۔ فجر کی

اذان جس کا آغاز انڈونیشیا سے ہوا تھا ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس

کے مشرقی کنارے تک پہنچ جاتی ہے۔ فجر کی اذان کے بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل

ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان شروع ہو جاتی ہے۔ اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذان

شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذان شروع ہو جاتی ہے۔

یہ سلسلہ بمشکل ڈیڑھ گھنٹہ میں جکارتہ پہنچ جاتا ہے۔ اور انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں

مغرب کی اذان گونجنے لگتی ہے۔ جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا

سلسلہ شروع ہوتا ہے اس وقت افریقہ میں فجر کی اذان گونجنے لگتی ہے۔

کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ کرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت

لاکھوں موذن بیک وقت اللہ بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا

اعلان نہ کر رہے ہوں۔ اللہ اکبر کبیرا۔

یہ سلسلہ انشاء اللہ العزیز تا قیامت اسی طرح جاری وساری رہے گا۔

(بشکریہ خبریں بقیہ نمبر 32 صفحہ نمبر 3۔ 9 مارچ 2006ء)

فالحمد للہ رب العالمین و نشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

ونشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔

اذان کے کلمات

اذان کی ابتدا

توحیدورسالت بلند ہونے لگتی ہے۔اسکندریہ سے طرابلس تک ایک گھنٹے کا فاصلہ ہے۔

اس عرصہ میں شمالی افریقہ، لیبیا اور تیونس میں فجر کی اذان شروع ہو جاتی ہے۔ فجر کی اذان جس کا آغاز انڈونیشیا سے ہوا تھا ساڑھے نو گھنٹے کا سفر طے کر کے بحر اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک پہنچ جاتی ہے۔ فجر کی اذان کے بحر اوقیانوس تک پہنچنے سے قبل ہی مشرقی انڈونیشیا میں ظہر کی اذان شروع ہو جاتی ہے۔ اور ڈھاکہ میں ظہر کی اذان شروع ہونے تک مشرقی انڈونیشیا میں عصر کی اذان شروع ہو جاتی ہے۔

یہ سلسلہ بمشکل ڈیڑھ گھنٹہ میں جکارتہ پہنچ جاتا ہے۔ اور انڈونیشیا کے مشرقی جزائر میں مغرب کی اذان گونجنے لگتی ہے۔ جس وقت مشرقی انڈونیشیا میں عشاء کی اذانوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اس وقت افریقہ میں فجر کی اذان گونجنے لگتی ہے۔

کیا آپ نے کبھی غور کیا ہے کہ کرۂ ارض پر ایک سیکنڈ بھی ایسا نہیں گزرتا جس وقت لاکھوں موذن بیک وقت اللہ بزرگ و برتر کی توحید اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اعلان نہ کر رہے ہوں۔ اللہ اکبر کبیرا۔

یہ سلسلہ انشاء اللہ العزیز تا قیامت اسی طرح جاری و ساری رہے گا۔

(بشکریہ خبریں بقیہ نمبر 32 صفحہ نمبر 3۔ 9 مارچ 2006ء)

فالحمد للہ رب العالمین و نشهد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشهد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔

اذان کے کلمات

اذان کی ابتدا

بعض دوست کلمات اذان میں اختلاف کرتے ہیں تو بحث مباحثہ کی بجائے یہ اختلاف اصل اذان کو دیکھ کر دور کیا جا سکتا ہے۔ مدینہ منورہ میں ابتدا میں اذان کا طریقہ رائج نہیں تھا جب کچھ صحابہ جمع ہو جاتے تو حضور ﷺ جماعت کرا دیتے تھے۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۱۰۳، ترمذی جلد ا صفحہ ۵۴ وغیرہ)

پھر جناب عمر فاروق نے لوگوں کو جمع کرنے کیلئے کوئی طریقہ مقرر کرنے کی اجازت چاہی۔ بارگاہ نبوی سے اس بات کی اجازت مل گئی۔ صحابہ کرام نے مختلف مشورے دیئے۔ بالآخر جماعت کے وقت ناقوس بجانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسی رات حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا (جو در حقیقت فرشتہ تھا) اس کے پاس ایک ناقوس تھا۔ آپ نے اس سے ناقوس مانگا۔ تو اس نے جواباً یہ اذان سکھلائی۔

الله اکبر الله اکبر   الله اکبر الله اکبر .

اشهد ان لا اله الا الله.   اشهد ان لا اله الا الله .

اشهدان محمدا رسول الله .   اشهد ان محمدا رسول الله .

حی علی الصلوٰة .   حی علی الصلوٰة.

حی علی الفلاح .   حی علی الفلاح .

الله اکبر الله اکبر.

لا اله الا الله۔

(ابو داؤد جلد ا صفحہ ۷۲، دارمی صفحہ ۲۱۴، ابن ماجہ ۵۱، ترمذی جلد ا صفحہ ۵۴، طحاوی جلد ا صفحہ ۱۳۱، صحیح ابن حبان جلد ۳ صفحہ ۱۲۹، مسند

امام اعظم صفحہ ۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۰۳، بیہقی جلد ا صفحہ ۴۲۰، محلی جلد ۳ صفحہ ۱۱۴ وغیرہ)

یہ اصل اذان ہے جو خواب میں فرشتے نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سکھائی۔ آپ نے اپنی خواب حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی۔ حضور ﷺ نے یہ اذان پسند فرمائی۔ اور یہی اذان حضرت بلال کو پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اور آپ یہی اذان حضور ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کی تمام حیات ظاہری میں پڑھتے رہے۔ بلکہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد بھی تمام اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم کے سامنے اپنی پوری زندگی حضرت بلال یہی اذان پڑھتے رہے۔

ایک غلطی کا ازالہ

اذان میں اللہ اکبر میں اللہ کے الف کو لمبا کر کے۔ مد کے ساتھ آللہ پڑھنا کفر ہے۔ بعض لوگ حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح میں لاپرواہی سے علی کا ع نہیں پڑھتے اور حیل الصلوۃ اور حیل اللفلاح پڑھ دیتے ہیں۔ یہ بھی بہت بڑی فاش غلطی ہے۔ اس سے معنی بگڑ جاتا ہے۔ اس میں احتیاط کرنی چاہیے۔

اذان میں ترجیع نہیں ہے

تمام مکاتب فکر کے نزدیک یہ ایک مسلم بات ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی پوری زندگی اذان میں ایک دفعہ بھی ترجیع نہیں پڑھی۔ ترجیع سے مراد ہے۔

اشهد ان لا اله الا الله اور اشهد ان محمد ارسول الله۔

یعنی شہادتین کو ایک دفعہ دو دو بار پڑھ کر پھر دوبارہ دو دو مرتبہ پڑھنا یعنی شہادتین ۴۔۴

مرتبہ پڑھنا۔

اور حدیث شریف کے آخری حصہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بارگاہ مصطفوی میں حاضر ہو کر عرض کی تھی۔

آقا خدا کی قسم لقد رایت مثل ما اری۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۷۲)

یعنی جیسے اس عبداللہ بن زید نے دیکھا ہے۔ میں نے بھی ایسا ہی دیکھا ہے۔ یعنی جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی خواب میں فرشتہ سے اذان کے یہی الفاظ سنے تھے۔ بلکہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے مطابق تو اس رات چودہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم نے خواب میں فرشتے سے یہ اذان سیکھی تھی۔ اور سب کی اذان ترجیع سے خالی تھی۔

باقی بھی احادیث کی تمام کتابوں میں جہاں بھی حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ اصل اذان والی روایت منقول ہے کہیں بھی ترجیع کا ذکر نہیں ہے۔ چونکہ اصل اذان تو یہی ہے جو پہلی مرتبہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے نے صحابہ کو سکھائی تھی۔ جو ترجیع کے بغیر ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اذان میں ترجیع نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے نابینے صحابی۔ جو رمضان شریف میں سحری کی اذان دیا کرتے تھے۔ بالاتفاق محدثین آپ کی اذان میں بھی ترجیع نہیں تھی۔ مسجد قبا کے موذن صحابی رسول۔ حضرت سعد قرظ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اذان میں شہادتین صرف دو مرتبہ ہی پڑھا کرتے تھے۔ بلکہ طبرانی شریف کی ایک

روایت میں تو حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان میں بھی ترجیع کا ذکر نہیں ہے۔ کسی صحیح حدیث سے کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ حضور ﷺ کے زمانہ ظاہری میں یا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، یا سیدنا عمر فاروق، سیدنا عثمان غنی ذوالنورین اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ازمنہ مبارکہ میں بھی سوائے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ کسی نے اذان میں شہادتین ۴۔۴ مرتبہ پڑھی ہوں۔

حضرت ابو محذورہ کی ترجیع کی اصل حقیقت

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ یہ ہے کہ غزوہ حنین سے واپسی پر حضور ﷺ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بستی کے قریب ٹھہرے۔ موذن نے اذان دی تو حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت تمام بچے مذاقاً اذان کی نقلیں اتارتے رہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو ان بچوں کے پکڑنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ سب بچے پیش کئے گئے۔ آپ ﷺ نے نقلیں اتارتے ہوئے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز کو سنا اور پسند فرمایا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر ان کے لئے دعا فرمائی۔ پھر انہیں اپنے سامنے اذان پڑھنے کا حکم فرمایا۔ اور حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ ابھی بچے اور نو مسلم تھے۔ تو شہادتین آپ نے خوف اور جھجک کی وجہ سے آہستہ پڑھیں۔ تو حضور ﷺ نے شہادتین کو ان کے دل میں راسخ کرنے کے لئے اور اس کے متعلق ان کی جھجک دور کرنے کیلئے فرمایا۔ ارجع فامدد من صوتک۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۰۴، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۷۳، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۳۲ وغیرہ)

شہادتین کو ذرا بلند آواز سے پھر ادا کرو۔ چنانچہ آپ نے پھر جھجک اتار کر دوبارہ بلند آواز سے شہادتین ادا کیں۔ علامہ ملا علی قاری شارح مشکوٰۃ فرماتے ہیں۔ فاعاد علیہ السلام کلمۃ الشہادتین وکودھا علیہ لتثبت فی قلبہ فظن ابو محذورۃ انہ من الاذان۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا)

کہ حضور ﷺ نے شہادتین کو ان کے دل میں پختہ کرنے کے لئے کلمات شہادتین ان سے دوبارہ پڑھوائے۔ چنانچہ آپ ان کلمات کو حضور ﷺ کے فرمانے سے ایک مرتبہ دھرائے جانے پر حضور ﷺ کی محبت میں ہمیشہ دوہرا کر ہی پڑھتے رہے۔ جیسا کہ جہاں حضرت ابو محذورہ کی پیشانی پر حضور ﷺ نے ہاتھ رکھا تھا۔ اس کے بعد آپ نے تمام عمر وہاں سے بال نہیں کٹوائے تھے۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۷۳)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا سکوت

یہ صرف آپ ہی کے لئے وقتی طور پر خاص حکم تھا ورنہ پھر باقی صحابہ کرام بھی اس طرح شہادتین کو دوہرا کر اذان پڑھتے۔ مزے کی بات تو یہ ہے کہ جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا دوسرے موذن خود حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے تمام زندگی بغیر ترجیع کے اذان پڑھتے رہے تو حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کبھی کسی موذن پر اعتراض نہیں کیا۔ اور نہ ہی انہیں ٹوک کر ترجیع کرنے کا حکم فرمایا۔

تو ثابت ہوا کہ اصل اذان تو فرشتوں والی ہی ہے۔ جو کہ ترجیع کے بغیر ہے اور ترجیع

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذاتی شوق اور حضور ﷺ کی محبت کی وجہ سے تھا۔ جس طرح کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ''ابوتراب'' کہہ دیا تھا۔ تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے تمام اسماء والقابات میں اس نام کو زیادہ پسند فرماتے تھے۔ یا جیسے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بار بار ایک مسئلہ پوچھنے پر حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔ ان رغم انف ابی الدرداء۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۹)، (عن ابی ذر مسلم جلد ا صفحہ ۲۶)

یعنی اگرچہ ابودرداء کی ناک خاک آلود ہو جائے پھر بھی یہ مسئلہ اسی طرح ہے۔ تو حضرت ابودرداء تمام زندگی جب بھی وہ مسئلہ بیان فرماتے تو ساتھ وان رغم انف ابی الدرداء بھی ضرور بیان فرماتے اور مسکراتے تھے۔ حالانکہ ان الفاظ کا اصل مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ترجیع فی الشہادتین آپ کا اپنا ذوق تھا۔ ورنہ یہ ترجیع اصل اذان کا حصہ نہیں ہے۔

فافھموا یا اولو الابصار

حضرت ابو محذورہ کی مرفوع اذان بغیر ترجیع

عن ابی محذورۃ قال علمنی رسول اللہ ﷺ الاذان۔

الله اكبر الله اكبر۔ الله اكبر الله اكبر

اشهد ان لا اله الا الله۔ اشهد ان لا اله الا الله

اشهد ان محمدا رسول الله اشهد ان محمدا رسول الله۔

حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الصلوٰۃ۔

حی علی الفلاح . حی علی الفلاح .

اللہ اکبر اللہ اکبر . لا الہ الا اللہ

(صحیح ابن حبان جلد ۳ صفحہ ۱۴۳)

یعنی جناب ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے جو اصل اذان سکھائی تھی۔ وہ بغیر ترجیع کے ہی تھی (یعنی جو مجھے شہادتین دوبارہ کہلوائی گئیں تھیں وہ محض میری جھجک دور کرنے کے لئے تھیں ورنہ مجھے بھی معلوم ہے کہ اذان ترجیع کے بغیر ہی ہے اور میں تو حضور ﷺ کی محبت میں آپ ﷺ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ پڑھ دیا کرتا ہوں۔

اذان میں کانوں میں انگلیاں ڈالنا

حضور ﷺ نے کانوں میں انگلیاں ڈال کر اذان دینے کا حکم فرمایا ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ان رسول اللہ ﷺ امر بلا لا ان یجعل اصبعیہ فی اذنیہ و قال انہ ارفع لصوتک ۔یعنی اس سے تمہاری آواز بلند ہوگی۔

(ابن ماجہ صفحہ ۵۲ وغیرہ، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۷)

اسی لئے حضرت بلال کانوں میں انگلیاں ڈال کر ہی اذان پڑھا کرتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ویذکر عن بلال انہ جعل اصبعیہ فی اذنیہ۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۸ وغیرہ)

اذان ذرا ٹھہر ٹھہر کر اور اقامت جلدی جلدی

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ اذان آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور اقامت جلدی

جلدی پڑھا کرو۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ان رسول الله ﷺ قال لبلال اذا اذنت فترسل اذا اقمت فاحدر۔

نیز روایت ہے۔کان رسول الله ﷺ ان نرتل الاذان و نحذف الاقامة۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۵۵، دار قطنی جلد ا صفحہ ۲۳۸ وغیرہ)

نیز آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے جو اچھے لوگ ہوں۔وہ اذان دیا کریں۔

روایت کے الفاظ ہیں۔قال رسول الله ﷺ لیؤذن لکم خیارکم۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۸۷)

نابالغ بچہ اذان نہ پڑھے

نابالغ بچے کو اذان نہیں دینی چاہیے۔روایت کے الفاظ ہیں۔

عن ابی اسحاق . قال یکره للصبی ان یؤذن حتی یحتلم۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۴۶۹)

عورتیں اذان نہ پڑھیں

البتہ عورتیں اگر جماعت بھی کروائیں تو بھی عورتوں کے لئے نہ اذان ہے اور نہ اقامت

روایت کے الفاظ ہیں۔عن ابن عمر قال لیس علی النساء اذان ولا اقامة

(بیہقی جلد ا صفحہ ۴۵۸، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۲۲ وغیرہ)

اذان قبلہ رخ ہوکر پڑھیں

اذان قبلہ رخ کھڑے ہوکر دینی چاہیے۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۷۵، مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۶۰۷ وغیرہ)

نیز اذان میں آواز کو دور تک پہنچانے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت بلال اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما مسجد کے ملحقہ مکان کی چھت پر چڑھ کر اذان پڑھا کرتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

عن امرأة من بني النجار قالت كان بيتي من اطول بيت كان حول المسجد فكان بلال يؤذن عليه . كان ابن ام مكتوم يؤذن فوق البيت۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۷۷، نصب الرایہ جلد ا صفحہ ۲۹۳)

باوضو اذان پڑھنا سنت ہے

اذان باوضو پڑھنا ہی صحیح ہے اور یہ سنت ہے۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۴۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۱۱ وغیرہ)

اور سفر میں بھی جماعت کرائی جائے تو اذان اور اقامت بھی کہنی چاہیے۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۸، ۲۳۹، ترمذی جلد ا صفحہ ۵۷ وغیرہ)

اذان کے بعد مسجد سے نہ نکلیں

اذان کے بعد کوئی شخص مسجد سے اس طرح نکلے کہ واپس آنے کا ارادہ نہ ہو تو یہ ناجائز ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ **خرج رجل من المسجد بعد ما اذن فيه فقال ابو هريرة اماهذا فقد عصى ابا القاسم ﷺ ۔**

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۲، ترمذی جلد ا صفحہ ۵۷، نسائی جلد ا صفحہ ۱۱۱، ابن ماجہ صفحہ ۵۳)

حضور ﷺ نے ایسے شخص کو منافق فرمایا ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ قال رسول اللہ ﷺ من ادرکہ الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجۃ وھو لا یرید الاجعۃ فھو منافق۔

(ابن ماجہ صفحہ ۵۳)

بچے کے کان میں اذان کہنا

نومولود بچے کے کان میں اذان کہنا بھی حضور ﷺ کی سنت ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ رایت رسول اللہ ﷺ اذن فی اذن الحسن بن علی حسین ولدتہ فاطمۃ بالصلوٰۃ۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۳۸)

نیز جنوں اور شیطانوں کو دفع کرنے کیلئے بھی اذان کہی جا سکتی ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ اذا سمعت صوتا فناد بالصلوٰۃ۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۶۷)

حی علی الصلوٰۃ پر چہرہ پھیرنا

آپ ﷺ نے فرمایا حی علی الصلوٰۃ کہنے پر سینے کو قبلے سے پھیرے بغیر چہرہ کو دائیں طرف پھیرا جائے اور حی علی الفلاح کہتے وقت چہرہ کو بائیں طرف پھیرا جائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ جاء عبداللہ بن زید بن عبد ربہ الانصاری الی رسول اللہ ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ انی رایت رجلا نزل من السماء فقام علی جزم حائط فاستقبل القبلۃ وقال اللہ اللہ اکبر .. ثم قال عن یمینہ حی علی الصلوٰۃ مرتین ثم قال عن یسارہ

حی علی الفلاح مرتین ... الخ .. واذن بلال... یقول یمینا و شمالا یقول حی علی الصلوٰۃ . حی علی الفلاح .. لوی عنقه یمینا وشمالا ولم یستدر ۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۷۷، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۶، مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۶۰۷)

اذان کا جواب دینا

اذان سننے والے کو چاہیے کہ جیسے جیسے موذن کہتا جائے ۔ سننے والا بھی ویسا ہی کہتا جائے ۔ البتہ حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لاحول ولا قوۃ الا باللہ کہا جائے گا ۔ روایت کے الفاظ ہیں ۔ قال رسول اللہ ﷺ اذا قال المؤذن اللہ اکبر . اللہ اکبر . فقال احدکم اللہ اکبر . اللہ اکبر ... ثم قال حی علی الصلوٰۃ . قال لا حول ولا قوۃ الا باللہ. ثم قال حی علی الفلاح. قال لا حول ولا قوۃ الا باللہ .

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۶۷، بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۶، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۰۹، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۷۸)

نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ۔ صبح کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ الصلوٰۃ خیر من النوم بھی کہا جائے ۔ روایت کے الفاظ ہیں ۔ عن ابی محذورۃ قال کنت اؤذن لرسول اللہ ﷺ فی صلوٰۃ الفجر فاقول اذا قلت حی علی الفلاح. الصلوٰۃ خیر من النوم . الصلوٰۃ خیر من النوم . عن ابی محذورۃ انه اذن لرسول اللہ ﷺ ولابی بکر و لعمر فکان

یقول فی اذانہ . الصلوۃ خیر من النوم ۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۷۷، نسائی جلد ا صفحہ ۷۳، ترمذی جلد ا صفحہ ۲۷)

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۰۹، ابن ماجہ صفحہ ۵۱ وغیرہ)

اور مؤذن الصلوۃ خیر من النوم کہے تو سننے والا کہے۔ صدقت وبررت

(کتاب الاذکار، امام نووی صفحہ ۳۷)

اذان کے بعد درود شریف، پھر دعا

اذان ختم ہو جانے کے بعد موذن اور سننے والے سبھی پہلے درود شریف پڑھیں پھر دعا مانگیں جیسا کہ فرمان مصطفے ﷺ ہے۔ اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل مایقول. ثم صلوا علی ... ثم سلوا اللہ لی الوسیلۃ۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۶۶، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۷۷، نسائی جلد ا صفحہ ۱۱۰)

اذان سے پہلے بسم اللہ شریف اور درود شریف پڑھنا

اذان چونکہ ایک نیک کام ہے لہٰذا اس حدیث شریف "ہر وہ نیک کام جس کے ابتدا میں اللہ کی تعریف اور جناب رسول اللہ ﷺ پر درود نہ پڑھا جائے وہ کام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتا" حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔ کل امر ذی بال لا یبدء فیہ بحمد اللہ والصلوۃ علی فھوا قطع . ممحوق من کل برکۃ۔

(جامع صغیر۔ امام سیوطی جلد ۲ صفحہ ۹۲ وغیرہ)

یعنی ہر وہ نیک کام جس کے ابتداء میں اللہ کی حمد اور حضور ﷺ پر درود شریف نہ پڑھا جائے وہ ناقص اور ہر برکت سے خالی ہوتا ہے۔ لہٰذا اذان سے پہلے بھی بسم اللہ شریف

اور درود شریف پڑھ لینا چاہیے۔

(جلاء الافہام صفحہ ۳۴۱ وغیرہ)

حضرت بلال کا ہمیشہ اذان سے پہلے دعا کرنا

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ فجر کی اذان سے پہلے بلند آواز سے دعا فرمایا کرتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ عن امرأة من بني نجار قالت كان بيتي من اطول بيت كان حول المسجد فكان بلال يؤذن عليه الفجر. فياتي بسحر فيجلس على البيت ينظر الى الفجر فاذا رآه تمطى ثم قال اللهم انى احمدك واستعينك على قريش ان يقيموا دينك قالت ثم يؤذن قالت والله ماعلمته كان تركها ليلة واحدة هذه الكلمات۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۷۷)

اذان کے بعد کی دعا کے الفاظ

اذان کے بعد یہ دعا مانگی جائے۔ اللهم رب هذه الدعوة التامة والصلوٰة القائمة آت محمد ن الوسيلة والفضيلة والدرجة الرفيعة (ابن السنی)

وابعثه مقاما محمود ان الذى وعدته۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۸٦)

انك لا تخلف الميعاد۔ (بیہقی جلد ۱ صفحہ ۴۱۰)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ اپنی کم علمی کی وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ الصلوٰة خير من النوم۔ حضرت

عمر فاروق نے شروع کیا تھا۔ حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے۔ کیونکہ صحیح اور مرفوع احادیث صحاح ستہ سے ثابت ہے کہ اذان فجر میں یہ الفاظ جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم سے شروع کیے گئے تھے۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۷۳، نسائی جلد ا صفحہ ۷۳، ترمذی جلد ا صفحہ ۲۷)

ایک شبہ اور اس کا مفید حل

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فلاں اذان کا جواب دینا چاہیے اور فلاں اذان کا جواب نہیں دینا چاہیے یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ حضور ﷺ کا فرمان "اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول" عام ہے۔ اور یہ ہر اذان کے لئے ہے۔ لہٰذا اس حدیث کے عموم کے مطابق ہر اذان کا جواب دینا کار ثواب ہے۔

اذان میں شہادتین پر انگوٹھے چومنا

مؤذن جب اشهد ان محمدا رسول الله۔ کہے تو سننے والے پر مستحب ہے کہ جناب سیدنا آدم علیہ السلام کی سنت اور جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر مل لے اور کہے مرحبا بحبيبي وقرة عيني بك يا رسول الله۔ اللهم متعني بالسمع والبصر۔ ان شاء اللہ وہ کبھی اندھا نہیں ہوگا اور قیامت کو اسے نبی کریم ﷺ کی شفاعت بھی نصیب ہوگی۔

(تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۵۰، مقاصد حسنہ صفحہ ۳۸۴، مسند فردوس دیلمی، حاشیہ تفسیر جلالین صفحہ ۳۵۷، الدرر علی الغرر صفحہ ۵۰، تفسیر جمل علی الجلالین

صفحہ ۳۵۷، موضوعات کبیر صفحہ ۷۵، اعانۃ الطالبین صفحہ ۲۴۷، تذکرۃ الموضوعات سید تکلان صفحہ ۳۴، علم الفقہ از مولوی عبدالشکور دیو بندی از مولوی زکریا سہارن پوری، مولوی ابوالحسن ندوی اور مولوی سید اسعد مدنی دیو بندی صفحہ ۲۲۲، انجیل برنباس صفحہ ۶۰، فتاوی عبدالحی لکھنوی صفحہ ۲۱۸، درس نظامی کی درسی کتاب طحطاوی علی المراقی صفحہ ۱۶۵، فقہ حنفی کی معتمد کتاب فتاوی شامی جلد ۱ صفحہ ۲۶۷)

نوٹ: بہتر ہے کہ انگوٹھے چومتے وقت الفاظ اس طرح کہہ لیے جائیں۔

قرۃ کلا عینا ی بک یا رسول اللہ ﷺ۔

اقامت (تکبیر) کا بیان

اقامت بھی اذان کی طرح دوہری ہی ہے

جناب عبداللہ بن زید بن عبد ربہ انصاری، جناب سیدنا عمر فاروق اور دیگر اذان کی روایت والے چودہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے خواب اور بحکم الٰہی فرشتہ کی تلقین کے عین مطابق اقامت کے الفاظ بھی بالکل اذان ہی کی طرح ہیں۔ اور تمام کلمات دوہرا کر یعنی دو دو مرتبہ پڑھے جائیں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۵، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۹۳، مسند امام اعظم صفحہ ۲۷، خلافیات بیہقی بحوالہ درایہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۵)

حضور ﷺ کی اذان اور تکبیر بھی دوہری ہی تھی۔

(صحیح ابوعوانہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۱، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۸۴)

حضور ﷺ نے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تکبیر کے سترہ کلمات ہی سکھائے تھے۔ یعنی پندرہ الفاظ اذان والے اور دو مرتبہ قد قامت الصلوٰۃ۔

الله اکبر الله اکبر . الله اکبر الله اکبر

اشهد ان لا اله الا الله . اشهد ان لا اله الا الله

اشهد ان محمد ارسول الله اشهد ان محمد ارسول الله.

حی علی الصلوة . حی علی الصلوة .

حی علی الفلاح. حی علی الفلاح .

قد قامت الصلوة قد قامت الصلوة

الله اکبر الله اکبر. لا اله الا الله

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۷، نسائی جلد ۱ صفحہ ۷۳، دارمی صفحہ ۲۱۷

ابن ماجہ صفحہ ۵۲، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۷۳)

اسی لئے حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی تکبیر دوہری ہی پڑھا کرتے تھے۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۹۵، جوہر النقی جلد ۱ صفحہ ۴۲۲)

حضرت بلال کی اقامت بھی دوہری ہی تھی

مؤذن و مکبر رسول اکرم ﷺ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تکبیر کے کلمات دو دو مرتبہ ہی پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۶۲، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۹۴

دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۲۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۶)

جناب سیدنا علی المرتضیٰ اور جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے تمام شاگرد بھی اقامت دوہری ہی پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۶ وغیرہ)

یقیناً انہوں نے جناب علی المرتضیٰ اور جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دوہری تکبیر کہتے ہی دیکھا اور سنا ہوگا اسی لیے وہ خود بھی تکبیر دوہری کہتے تھے۔

اکہری اقامت پر جناب علی المرتضیٰ کی ناراضگی

جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جو اقامت (تکبیر) کے کلمات ایک ایک دفعہ (اکہری) کہہ رہا تھا۔ تو آپ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا۔ مثنیٰ مثنیٰ . لا ام لک۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۱ صفحہ ۴۱۷)

یعنی تیری ماں نہ رہے۔ اقامت کے کلمات دو۔ دو مرتبہ ہی ادا کر۔

نیز صحابہ کرام بیان فرماتے تھے کہ جناب عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما جن کو خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فرشتہ کی زبان سے اذان القا کی گئی تھی۔ وہ بھی ہمیشہ اقامت دوہری ہی پڑھا کرتے تھے (جیسا کہ ان کو القا کیا گیا تھا)۔

(بیہقی جلد ۱ صفحہ ۴۲۰، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۹۳ وغیرہ)

امام الوھابیہ کا اعتراف حق۔ اکہری تکبیر منسوخ ہے

امام و مجتہد و محدث و مفسر وھابیہ۔ علامہ قاضی شوکانی رقمطراز ہیں

وحدیث ابی محذورۃ حدیث صحیح ساقه الحازمی فی الناسخ و

المنسوخ و ذكر فيه الاقامة مرتين. وقال هذا حديث حسن على شرط ابى داؤد و الترمذى و النسائى و سياتى ما اخرجه عنه الخمسة " ان النبى ﷺ علمه الاذان تسع عشرة كلمة والاقامة سبع عشرة " و هو حديث صححه الترمذى وغيره وهو متاخر عن حديث بلال الذى فيه الامر با يتار الاقامة لانه بعد فتح مكة . لان ابا محذورة من مسلمة الفتح وبلالاً امر بافراد الاقامة اول ماشرع الاذان فيكون ناسخا. وقدروى ابو الشيخ ان بالا الذان بمنى ورسول الله ﷺ ثم مرتين مرتين و اقام مثل ذالك . اذا عرفت هذا تبين لك ان احاديث تثنية الاقامة صالحة للاحتجاج بها لما اسلفناه .

(نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار من احادیث سید الاخیار جلد ۲ صفحہ ۴۲)

یعنی حضرت ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث بالکل صحیح ہے جس کو امام حازمی نے ناسخ و منسوخ میں بھی نقل کیا ہے اور اس روایت میں آپ نے اقامت کے کلمات کا دو دو مرتبہ کہنا بیان فرمایا ہے۔ نیز آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام نسائی کی شروط پر حسن (صحیح) ہے اور امام احمد نے اپنی مسند میں، امام ترمذی نے اپنی جامع میں، امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں، امام ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اور امام دارمی نے اپنی کتاب میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔ اور امام ترمذی وغیرہ نے اس حدیث کو صحیح بھی فرمایا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جناب ابومحذورہ کو اذان کے انیس اور اقامت (تکبیر) کے سترہ کلمات سکھائے تھے (جو کہ پیچھے بیان ہو چکے ہیں) اور یہ حضرت ابومحذورہ والی روایت (جس میں اذان و تکبیر کے الفاظ دوہرے

ہیں) بعد کی ہے۔ چونکہ حضرت ابومحذورہ تو فتح مکہ کے موقع پر ۸ھ میں مسلمان ہوئے تھے اور جس روایت میں ہے کہ حضرت بلال کو حضور ﷺ نے اکہری تکبیر کہنے کا حکم فرمایا تھا۔ وہ ابتداء اذان یعنی ۲ھ کا مدینہ شریف کا واقعہ ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ اکہری اذان والی تمام روایات منسوخ ہیں۔ اور دوہری اذان والی روایت ناسخ اور واجب العمل ہے۔ لہٰذا اب اسی پر ہی عمل کیا جائے گا۔ بلکہ جناب ابوالشیخ نے تو حضرت بلال سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت بلال نے بھی منیٰ کے مقام پر جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے اذان اور اقامت میں تمام کلمات دو دو مرتبہ ہی ادا فرمائے تھے (چونکہ اقامت میں ایک ایک دفعہ تمام کلمات ادا کرنے کا حکم منسوخ ہو چکا تھا) یہ تمام وضاحت سامنے آ جانے کے بعد تو یہ بات بالکل واضح ہو گئی کہ اقامت میں تمام کلمات دو۔ دو مرتبہ کہنے والی روایات زیادہ معتبر ہیں۔

اذان کے بعد اور اقامت سے پہلے جو بھی جائز دعا ہو ضرور کرنی چاہیے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے اذان اور اقامت کے درمیان کی گئی دعا اللہ تعالیٰ رد نہیں فرماتے۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۷۷۔ ترمذی جلد ا صفحہ ۵۸، مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۱۹۸)

اذان کی طرح اقامت کا بھی جواب دینا مستحب ہے۔ البتہ جب مکبر قد قامت الصلوۃ کہے تو سنت ہے کہ اقامھا اللہ وادامھا کہا جائے۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۹۸)

دورانِ اقامت کب کھڑا ہونا چاہیے

مسجد میں آتے ہی نوافل اور سنتیں وغیرہ پڑھ کر جماعت کے لئے صفیں بنا کر بیٹھ جانا چاہیے۔ اور جب مکبر حی علی الصلوٰۃ کہے تو جماعت کے لئے کھڑا ہونا شروع کرنا چاہیے۔ اور قد قامت الصلوٰۃ کہنے تک صفیں درست کر لینی چاہییں۔

کیونکہ حضور ﷺ نے صحابہ اکرم کو فرما رکھا تھا۔ لا تقوموا حتی ترونی۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۸۸، مسلم جلد ا صفحہ ۲۲۰، بیہقی جلد ا صفحہ ۲۲۸، ترمذی جلد ا صفحہ ۲۶، دارمی صفحہ ۱۵۰، نسائی جلد ا صفحہ ۱۱۱، مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۲۹۶، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، صحیح ابن حبان جلد ۴ صفحہ ۱۲۵، جلد ۵ صفحہ ۶۰۰، ۶۰۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۴۴۳، مصنف عبد الرزاق جلد ا صفحہ ۵۰۴، مسند المستخرج علی صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱، مسند ابو عوانہ جلد ا صفحہ ۳۶۹، ۳۷۰، صحیح ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۱۴، سنن صغریٰ امام بیہقی جلد ا صفحہ ۳۱۱، سنن ماثورہ شافعی صفحہ ۲۲۲، طبرانی اوسط جلد ۲ صفحہ ۱۶۱، جلد ۸ صفحہ ۲۴۴، مسند حمیدی جلد ا صفحہ ۲۰۵، مسند ابن حمید جلد ا صفحہ ۹۵، آمالی للمحاملی صفحہ ۹۶، حلیہ ابو نعیم جلد ۸ صفحہ ۳۹۱، تالی للخطیب جلد ا صفحہ ۲۹۴، موضح اوھام الجمع والتفریق جلد ۲ صفحہ ۳۰۸، ابن عساکر جلد ۶۷ صفحہ ۱۴۳، طبرانی صغیر جلد ا صفحہ ۴۹، معجم ابو یعلی صفحہ ۱۸۱، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۵ ۷ وغیرہ)

اور نبی کریم ﷺ مکبر کے حی علی الصلوٰۃ کہنے پر حجرہ سے باہر تشریف لایا کرتے تھے۔ اور حضور ﷺ کے مندرجہ بالا فرمان کے مطابق آپ ﷺ کو دیکھ کر صحابہ کرام بھی کھڑے ہو جاتے تھے۔

(طبرانی کبیر جلد ۲۳ صفحہ ۲۴۴)

سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی بیان فرماتے ہیں۔ کان رسول اللہ ﷺ اذا قال بلال "قدقامت الصلوٰۃ" نھض فکبر۔

(مسند بزار جلد ۸ صفحہ ۲۹۸، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۰۶، کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۵۴، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۲، اعلاء السنن جلد ۲ صفحہ ۳۲۹، از محدث دیوبند مولوی ظفر احمد عثمانی تھانوی دیوبندی، تاریخ اوسط للبخاری صفحہ ۴۳، کامل ابن عدی جلد ۲ صفحہ ۲۳۳، میزان ذھبی جلد ۲ صفحہ ۲۰۴، لسان المیزان ابن حجر جلد ۲ صفحہ ۷۸ وغیرہ)

یعنی جب اقامت میں جناب بلال "قد قامت الصلوٰۃ" کہتے تو حضور ﷺ فوراً اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اور تکبیر کہہ کر جماعت شروع فرما دیتے تھے نیز ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں۔ فلما قال حی علی الصلوٰۃ نھض رسول اللہ ﷺ الی الصلوٰۃ۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۴۸۱، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۵)

کہ جب مکبر نے "حی علی الصلوٰۃ" کہا تو جناب رسول اللہ ﷺ (اپنے حجرہ شریف سے) فوراً نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور مسجد میں تشریف لے گئے۔

علامہ علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مندرجہ بالا حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

ولعله عليه السلام كان يخرج من الحجرة بعد شروع المؤذن في الاقامة ويدخل في محراب المسجد عند قوله حي على الصلوٰة۔

(مرقات المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۲ صفحہ ۳۳۹)

یعنی۔ غالباً جناب رسول اللہ ﷺ اپنے حجرہ پاک سے اقامت کے شروع ہونے

کے بعد تشریف لایا کرتے تھے اور حی علی الصلوٰۃ (یا بعض روایات کے مطابق حی علی الفلاح) کہنے تک محراب مسجد میں جلوہ افروز ہو جایا کرتے تھے۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ حی علی الصلوٰۃ یا حی علی الفلاح کہنے پر ہی صفیں درست کر کے کھڑے ہو کر نماز کے لئے تیار ہو جانا چاہیے۔

جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ

وکان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقول لا تقوموا للصلوٰۃ حتی یقول المؤذن قد قامت الصلوٰۃ.

(کشف الغمہ عن جمیع الامہ صفحہ ۸۱)

یعنی جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک تکبیر کہنے والا قدقامت الصلوٰۃ نہ کہے تم نماز کے لئے کھڑے نہ ہوا کرو۔ لہذا یقینی بات ہے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے مسجد میں تشریف لے جانے پر آپ ﷺ کے فرمان ذیشان " فلا تقوموا حتی ترونی۔ یعنی جب تک تم مجھے آتے ہوئے نہ دیکھ لیا کرو۔ تم کھڑے نہ ہوا کرو" کے مطابق اس کے بعد ہی کھڑے ہوتے ہوں گے۔

جناب امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا

جناب عبداللہ بن ابی یزید بیان فرماتے ہیں کہ " اقام المؤذن بالصلوٰۃ فلما قال قد قامت الصلوٰۃ قام حسین "

(مصنف عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۵۰۵، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۱)

مکبر نے جب قدقامت الصلوٰۃ کہا تو جناب سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

جماعت کے لئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان

تابعی کبیر جناب عطیہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مکبر نے اقامت کہنا شروع کر دی۔ ہم اٹھنے لگے تو آپ نے فرمایا۔ بیٹھے رہو۔ جب مکبر قد قامت الصلوٰۃ کہے گا تو کھڑے ہو جانا۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۵۰۶)

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۲۰)

پہلے کھڑے ہونے پر صحابہ اور تابعین کرام کا ناراض ہونا

معروف تابعی جناب معاویہ بن قرہ بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اور تابعین عظام اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ مکبر کے اقامت شروع کرتے ہی کوئی اٹھ کر کھڑا ہو جائے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۴۸۰)

امام ابواسحاق بیان فرماتے ہیں کہ تابعین کرام قد قامت الصلوٰۃ پر ہی کھڑے ہوتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۵۰۵)

تابعی کبیر جناب عطاء بن ابی رباح کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ پر ہی کھڑا ہونا چاہیے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۵۰۵، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۱)

تابعی کبیر جناب امام حسن بصری کا بھی یہی فتویٰ ہے کہ اقامت میں قد قامت

الصلوٰۃ پر ہی کھڑا ہونا چاہیے۔روایت کے الفاظ ہیں۔عن الحسن انه کره ان یقوم الامام حتی یقول المؤذن قدقامت الصلوٰۃ ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۴۰۵، ۴۰۷، سنن الکبری جلد ۲ صفحہ ۲۱)

نیز جناب حسن بصری اور جناب ابن سیرین بھی اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ کوئی شخص مکبر کے قد قامت الصلوٰۃ کہنے سے پہلے کھڑا ہو جائے۔

(التمہید ابن عبدالبر جلد ۹ صفحہ ۱۹۰)

خلیفۂ راشد خامس، جلیل القدر تابعی جناب عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے اپنے دور حکومت میں حکومتی سطح پر یہ فرمان جاری کیا ہوا تھا۔کہ اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ پر ہی کھڑا ہونا چاہیے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۵۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۴۰۶)

تابعی کبیر جناب ابراہیم نخعی بھی اقامت شروع ہوتے ہی کھڑا ہو جانا غلط سمجھتے ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۴۰۵)

نیز جناب ابراہیم نخعی فرماتے ہیں۔

اذا قال المؤذن حی علی الفلاح فانه ینبغی للقوم ان یقوموا فیصفوا ۔

(کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۲۱)

یعنی جب مؤذن حی الفلاح کہے تو لوگوں کو چاہیے کہ کھڑے ہو کر صفیں بنالیں۔

امامِ اعظم کا فیصلہ

جلیل القدر تابعی امام الائمہ، کاشف الغمہ، جناب سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ کا مذھب ہے

کہ "قد قامت الصلوٰۃ" پر مقتدی کھڑے ہوں۔ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

عن ابراهيم قال اذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰة فانه ينبغي للقوم ان يقيموا فيصفوا ... قال محمد وبه نأخذ وهو قول ابي حنيفة ۔

(کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۱۳، جامع المسانید جلد ا صفحہ ۳۳۴، موطا امام محمد صفحہ ۸۹)

ائمہ احناف کا فتویٰ

امام نووی شارح مسلم بیان فرماتے ہیں۔ وقال ابو حنيفة والكوفيون يقومون في الصف اذا قال حي على الصلوٰة ۔

(نووی بر مسلم جلد ا صفحہ ۲۲۱)

یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور دیگر فقہاء کوفہ (صحابہ کرام و تابعین عظام) فرماتے ہیں کہ مقتدی جماعت کے لئے اس وقت صف میں کھڑے ہوں جب مکبر حي على الصلوٰة کہے۔ شارح مشکوٰۃ علامہ علی قاری حنفی لکھتے ہیں۔

قال ائمتنا يقوم الا مام والقوم عند حي على الصلوٰة۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۴۱۹)

یعنی ہمارے ائمہ احناف فرماتے ہیں کہ امام بھی۔ اور مقتدی بھی۔ مکبر کے حي على الصلوٰة کہنے پر جماعت کے لئے صف میں کھڑے ہوں۔

نیز منقول ہے۔ يقوم الامام و القوم اذا قال المؤذن حي على الفلاح . عند علمائنا الثلاثة وهو الصحيح ۔

(فتاوی عالمگیری جلد ا صفحہ ۸۵)

یعنی امام اعظم ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد علیہم الرحمۃ کا فتویٰ (احادیث مذکورہ بالا کے مطابق) یہی ہے کہ امام بھی اور مقتدی بھی جماعت کے لئے اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الفلاح کہے۔

امام ترمذی کا تبصرہ

یکے از محدثین صحاح ستہ، امام ترمذی بیان فرماتے ہیں۔ قال ابو عیسی حدیث ابی قتادۃ حدیث حسن صحیح (اذا قیمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی ترونی) و قد کرہ قوم من اہل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرہم ان ینظر الناس الامام وھم قیام وقال بعضھم اذ کان الامام فی المسجد واقیمت الصلوٰۃ فانما یقومون اذا قال المؤذن قدقامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ وھو قول ابن المبارک۔ کہ بعض صحابہ کرام اور ائمہ کرام کا فرمان ہے کہ اگر تم امام مسجد میں موجود ہو اور اقامت کہی جائے تو مکبر کے قدقامت الصلوٰۃ کہنے پر کھڑے ہوا کرو۔ اور امام عبداللہ بن مبارک کا بھی یہی فرمان ہے کہ مقتدی کو اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا چاہیے۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ٧٦)

محدث دیوبند مولوی انور شاہ جی (قد قامت الصلوٰۃ پر) کشمیری لکھتے ہیں کہ صحابہ کرام اقامت ختم ہو جانے کے بعد کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اور بعض احادیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام اقامت کے درمیان میں کھڑے ہو جایا کرتے تھے اور ایسا ہی ہونا چاہیے۔ ابتدا تکبیر ہی میں کھڑا نہیں ہو جانا چاہیے۔

(فیض الباری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۹۷)

عقل کا تقاضا

ترمذی شریف کے حاشیہ میں ہے۔ قال الفقهاء يقومون عند قوله حي على الصلوٰة ولعل ذالک عند حضور الامام ويحتمل انه ﷺ كان يخرج عند هذا القول وقال الطيبي فيه دليل على جواز تقديم الاقامة على خروج الامام ثم ينظر خروجه۔

(قوت المغتذی علی جامع الترمذی جلد ۱ صفحہ ۷۶)

یعنی فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ مقتدیوں کو امام کے آنے کے وقت ہی کھڑا ہونا چاہیے اور صحابہ کرام بھی حی علی الصلوٰۃ پر ہی کھڑے ہوا کرتے تھے۔ احتمال ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ان ہی الفاظ پر اپنے حجرہ پاک سے باہر تشریف لاتے ہوں گے۔ اور امام طیبی فرماتے ہیں اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ امام کے آنے سے پہلے تکبیر پڑھنا جائز ہے۔ اور عقل بھی اسی بات کا تقاضہ کرتی ہے۔ کیونکہ جب مکبر شہادتین ادا کرتا ہے تو وہ اس وقت صرف اپنے ایمان کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔ وہ نمازیوں سے تو کوئی بات ہی نہیں کر رہا۔ پھر وہ اعلان کرتا ہے حی علی الصلوٰۃ۔ حی علی الفلاح۔ تو جو نمازی صفوں سے دور بیٹھے ہوئے ہیں وہ آ کر صفوں میں شامل ہو جائیں۔ پھر مکبر اعلان کرتا ہے۔ قدقامت الصلوٰۃ۔ یعنی لوگو جماعت کھڑی ہوگئی۔ تو سب لوگ کھڑے ہو کر صفیں درست کر لیتے ہیں۔ پھر امام صاحب صفوں کی درستگی کرا کے تکبیر کہہ کر جماعت شروع کر دیں گے۔ امام نووی فرماتے ہیں۔ فمذهب

الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ وطائفة انه یستحب ان لا یقوم احد حتی یفرغ المؤذن من الاقامة۔

(نووی بر مسلم جلد ا صفحہ ۲۲۱)

یعنی امام شافعی اور فقہاء کی ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک پوری تکبیر نہ کہہ لی جائے۔کوئی بھی کھڑا نہ ہو۔لہٰذا عقلی اور نقلی طور پر یہ مسئلہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔اللہ تعالیٰ ہر کسی کو حق دیکھ کر اس کو مان لینے کی توفیق عطا فرمائے۔لہٰذا حضور ﷺ کے فرمان اور صحابہ کی سنت کے مطابق تکبیر بیٹھ کر ہی سنی چاہیے۔اور حی علی الصلوٰۃ کے بعد کھڑا ہو کر صفیں سیدھی کر لینی چاہیں۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۸۶، عمدۃ القاری جلد ۲ صفحہ ۶۰۲، نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۳۱، عون المعبود شرح ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۱۲)

مشہور صحابی رسول حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ پر ہی کھڑے ہوتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ انه اذا قیل قد قامت الصلوٰۃ وثب فقام۔

ایک غیر مقلد عالم سید سابق شاہ صاحب نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

(فقہ السنہ جلد ا صفحہ ۱۱۲، ارشاد الساری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۱، تیسیر القاری شرح بخاری جلد ا صفحہ ۲۵۵، اکمال شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۱، نووی شرح مسلم جلد ا صفحہ ۲۲۱، عینی شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۰۲، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۱، فتح الباری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۲۰، مصنف عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۴۶۲، ابوداؤد جلد ا

صفحہ ۷۵، فتاویٰ عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۵۳، طحاوی صفحہ ۱۵۱، عمدۃ الرعایۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳۶، مفتاح الجنۃ صفحہ ۳۳، راہ نجات صفحہ ۱۱۴ از اکابرین دیوبند، التمہید لا بن عبدالبر جلد ۹ صفحہ ۹۳، تحفۃ الاحوذی جلد ۳ صفحہ ۱۶۶)

لہٰذا تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جانا خلاف سنت ہے۔

حنفی حضرات کو دعوت فکر

حنفی کہلانے والے حضرات فتاویٰ شامی جلد ا صفحہ ۳۵۴، درمختار جلد ا صفحہ ۳۵۴، کنز الدقائق صفحہ ۲۲، مراقی الفلاح صفحہ ۱۶۶، نور الایضاح صفحہ ۷۰، مالابد منہ صفحہ ۴۰، طحطاوی صفحہ ۱۶۶، بحرالرائق جلد ا صفحہ ۲۵۷، فتاویٰ عالمگیری جلد ا صفحہ ۵۹، شرح وقایہ جلد ا صفحہ ۱۳۶، عمدۃ الرعایہ بر شرح وقایہ جلد ا صفحہ ۱۳۶، حاشیہ نمبر ۱۶، جامع الرموز جلد ا صفحہ ۷۲، اصلاح شرح الیضاح صفحہ ۴۵، عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۱۵۴، فتح الباری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۶۰، مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر جلد ا صفحہ ۷۳، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۳۲۱، حاشیہ نور الایضاح از مولوی اعزاز علی دیوبندی صفحہ ۷۰، حاشیہ کنز الدقائق از مولوی احسن نانوتوی دیوبندی صفحہ ۲۲، کفایت المغنی از مفتی کفایت اللہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، تبیین الحقائق جلد ا صفحہ ۱۰۸، فتح المبین حاشیہ شرح کنز ملا مسکین وغیرہ دیکھیں۔

مسالک اربعہ کا فیصلہ

☆ مالکیہ کہتے ہیں کہ مقتدی کے لئے جائز ہے کہ وہ اقامت کے دوران ہی (حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح یا قد قامت الصلوٰۃ) کھڑا ہو جائے یا اقامت ختم ہونے کے بعد

کھڑا ہو۔ (ثابت ہوا کہ اقامت سے پہلے کھڑا نہ ہونا چاہیے)

☆ شافعیہ کہتے ہیں کہ مقتدی کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ اقامت کے بعد اٹھے۔

☆ حنابلہ کہتے ہیں کہ قد قامت الصلوٰۃ کے بعد جب امام اٹھے تو مقتدی بھی اٹھ جائیں (یعنی قد قامت الصلوٰۃ سے پہلے نہ امام اٹھے اور نہ مقتدی اٹھیں)

☆ حنفیہ کہتے ہیں کہ مقتدی کو مکبر کے حی علی الفلاح کہنے پر کھڑا ہونا چاہیے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ مترجم جلد ا صفحہ ۵۱۴)

☆☆☆☆☆☆☆☆

نمازوں کی تعداد

حضور ﷺ پانچ نمازیں ہی پڑھتے تھے

بعض لوگ قرآن وحدیث سے لاعلمی کی وجہ سے نمازوں کی تعداد کے بارے میں شک کرتے ہیں۔ اور اس غلط فہمی کا شکار کر دیے جاتے ہیں کہ قرآن پاک میں پانچ نمازوں کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ تو اس کے متعلق سب سے آسان اور سب سے زیادہ مضبوط بات تو یہ ہے کہ قرآن پاک جناب رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے۔ اور

الرحمن علم القرآن

(سورت الرحمٰن جلد ا۔۲)

کا فرمان خداوندی اس بات پر شاہد عدل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیارے محبوب کو خود قرآن پاک کی تعلیم دی ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ روح قرآن اور مراد قرآنی کو آپ ﷺ

سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۲۲۵)

اب فیصلہ آسان ہے جتنی نمازیں حضور ﷺ پڑھتے رہے ہیں اتنی نمازیں ہی قرآن پاک کا حکم ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ قرآن پاک کا خلاف تو کر نہیں سکتے۔ ویسے بھی ہمارے لیے یہی حکم ہے۔ ومن یطع الرسول فقد اطاع الله۔

(سورۃ نساء ۸۰)

یعنی حضور ﷺ کی اطاعت اللہ تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے۔

نیز فرمایا۔ لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة۔

(سورت احزاب آیت ۲۱)

یعنی یقیناً تمہارے لیے جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت ہی بہترین راہ عمل ہے۔ آپ کائنات کی کوئی بھی کتاب، حدیث، تفسیر، تاریخ یا سیرت اٹھا کر دیکھ لیں۔ کہیں بھی اس معاملہ میں اختلاف نظر نہیں آئے گا۔ بلکہ تمام کائنات کے لوگ بلا امتیاز مسلم وغیر مسلم۔ سب ہی یہ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ روزانہ پانچ نمازیں ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حکم قرآنی پانچ ہی نمازوں کا ہے۔ یہ اصولی بات سمجھ لینے کے بعد اب چند آیات پیش کی جاتی ہیں۔

تاکہ قارئین کرام کو مزید اطمینان قلب حاصل ہو جائے۔

قرآن مجید سے پانچ نمازوں کا ثبوت

آیت نمبر (۱) واذکر ربک کثیرا وسبح بالعشی والابکار۔

(سورت آل عمران آیت نمبر ۴۱)

یعنی اور ذکر کرتا رہا کر تو اپنے رب کا بہت زیادہ۔ اور تسبیح بیان کیا کر (نماز پڑھا کر) تو رات ہونے کے وقت اور صبح کے وقت بھی) عشـــی سے مراد رات کی ابتدائی تاریکی ہے جو کہ نماز مغرب کا وقت ہے۔ (المنجد صفحہ ۴۵۵)

اور بکرۃ کے معنی صبح کے ہیں (المنجد صفحہ ۹۷)

اس طرح اس آیت سے نماز صبح اور نماز مغرب کا ثبوت ملا۔

آیت نمبر (۲) اقم الصلوۃ طرفی النہارِ وزلفا من اللیل ۔

(سورۃ ھود آیت ۱۱۴)

یعنی دن کے دونوں کناروں پر نماز قائم کیا کرو۔ (یعنی نماز فجر اور نماز مغرب) اور رات کا کچھ حصہ گزر جانے پر بھی۔ اور رات کا کچھ حصہ گزرنے سے صرف عشاء کی نماز ہی مراد ہوسکتی ہے۔ لہٰذا اس آیت میں نماز صبح، نماز مغرب اور نماز عشاء کا ثبوت ملا۔

آیت نمبر (۳) وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس و قبل غروبہا ۔

(سورۃ طٰہٰ آیت ۱۳۰)

یعنی اپنے رب کی تسبیح بیان کیا کریں سورج کے نکلنے سے پہلے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے۔ اس آیت میں سورج نکلنے سے پہلے اور سورج ڈوبنے سے پہلے کا ذکر ہے۔ سورج نکلنے سے جتنا پہلے نماز فجر کا وقت شروع ہوگا تقریباً اتنا ہی وقت دوسری نماز (یعنی نماز عصر) کا سورج غروب ہونے سے پہلے ہوگا۔ یہاں مماثلت زمانی ہے اور ظاہر بات ہے۔ کہ وہ نماز عصر ہی ہے

آیت نمبر (۴) ومن آناء اللیل فسبح واطراف النہار۔

(سورۃ طٰہٰ آیت ۱۳۰)

اور رات کی گھڑیوں میں۔ اور دن کے کناروں میں بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔

رات کی کچھ گھڑیاں۔ یہ نماز عشاء کا وقت ہے اور دن کے (دونوں) کناروں میں یعنی سورج کے طلوع ہونے سے پہلے اور سورج کے غروب ہونے کے بعد۔

اس سے مراد نماز فجر اور نماز مغرب ہوگی۔

لہٰذا اس آیت کریمہ میں نماز فجر، نماز مغرب، نماز عشاء اور نماز عصر کا ثبوت ملا۔

آیت نمبر (۵) **من قبل صلوٰۃ الفجر وحین تضعون ثیابکم من الظھیرۃ ومن بعد صلوٰۃ العشاء۔** (سورۃ نور آیت ۵۸)

یعنی نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جب تم اپنے (اضافی) کپڑے اتار کر آرام کیا کرتے ہو۔ اور عشاء کی نماز کے بعد (تمہارے نابالغ بچے اور تمہارے غلام بھی اجازت لے کر گھروں میں آیا کریں)۔ اس آیت قرآنی سے صاف صاف نماز فجر، نماز ظہر اور نماز عشاء کا ثبوت مل رہا ہے۔

آیت (۶) **اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس الی غسق اللیل وقرآن الفجر** (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۸)

یعنی نماز قائم کیا کرو "**دلک شمس**" کے وقت۔ اور **دلک شمس** سے مراد ہے سورج کا غروب ہونے کے لئے جھکنا۔ (المنجد صفحہ ۳۴۴)

تو اس سے مراد عصر کی نماز ہوئی۔ اور رات کا اندھیرا چھا جانے پر (یقیناً اس سے مراد نماز عشاء ہی ہے) اور فجر کا تو صاف لفظ موجود ہے۔ یعنی اور نماز فجر میں جب قرآن پڑھا جاتا ہے۔ تو اس طرح اس آیت قرآنی میں نماز فجر، نماز عصر اور نماز عشاء کا ذکر ہوا۔

آیت نمبر (۷) والعصر ان الانسان لفی خسر ۔

(سورۃ عصر ۱،۲)

یعنی قسم ہے مجھے نماز عصر کی۔ بے شک انسان گھاٹے میں ہے۔

اور عصر سے مراد دن کا آخری حصہ۔ یعنی سورج کے سرخ ہونے تک ہے۔

(المنجد ۶۵۶)

اس سے مراد عصر کے علاوہ کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس آیت قرآنی میں نماز عصر کا ذکر ہے

آیت نمبر (۸) وسبح بحمد ربک قبل طلوع الشمس وقبل الغروب۔

(سورۃ ق آیت ۲۹)

یعنی اور آپ ﷺ تسبیح بیان کیا کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ۔ سورج کے نکلنے سے پہلے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے۔

اس آیت میں سورج کے نکلنے سے پہلے اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے تسبیح کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے مراد نماز فجر اور نماز عصر ہی ہو سکتی ہے۔

بہر حال قرآن پاک کی آیات تو اور بھی کافی ہیں جن میں مختلف نمازوں کا ذکر موجود ہے لیکن اختصار کے پیش نظر انہی چند آیات مقدسہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ ماننے والے کے لئے یہ بھی کافی ہیں۔ اور نہ ماننے والوں کے لئے پورا قرآن بھی بے اثر رہے گا

الحمد للہ ان متعدد آیات مبارکہ سے پانچوں نمازوں کا ثبوت قرآن مجید فرقان حمید سے مل گیا۔ ثابت ہوا کہ اللہ کے قرآن اور نبی ﷺ کی سنت اور فرمان سے پانچ نمازیں ہی ثابت ہیں۔ لہٰذا اللہ کے قرآن اور نبی ﷺ کے فرمان کو ماننے والا پانچ نمازیں ہی پڑھے گا۔ اور جو پانچ نمازوں کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت اللہ کے قرآن اور جناب

رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ اور آپ ﷺ کی سنت مقدسہ کا انکار کر رہا ہے۔

نعوذ باللہ من ذالک۔

نماز کے لئے زبان سے نیت کرنا

نیت کا معنی ہے کسی کام کا قصد اور ارادہ کرنا۔ اور ارادے کا تعلق دل و دماغ سے ہوتا ہے۔ لہٰذا جب نماز پڑھنے لگیں تو دل و دماغ میں اس عبادت کا قصد اور نماز کے وقت کا خیال ہونا لازم ہے۔ یعنی اسے بالیقین یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں کونسی نماز پڑھنے لگا ہوں۔ اور یہ کتنی رکعتیں ہیں۔ اور اس نماز کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

عبادات کی زبانی نیت سنت نبوی ﷺ ہے

اگر اس دل کے قصد و ارادہ کو زبان سے بھی ادا کر لیا جائے تو بھی بہتر ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ سے کئی عبادتوں میں زبان سے نیت کرنا ثابت ہے۔

مثلاً روزہ کے افطار کے وقت آپ ﷺ اللھم لک صمت وعلی رزقک افطرت۔ کے الفاظ ادا فرمایا کرتے تھے۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۳۲۲، بیہقی جلد ۴ صفحہ ۲۳۹ وغیرہ)

نیز حج اور عمرہ کی نیت بھی حضور ﷺ اور صحابہ کرام علیھم الرضوان ہمیشہ زبانی ہی فرمایا کرتے تھے۔ مثلاً حضور ﷺ نے فرمایا۔ انی قد اوجبت الحج مع العمرة۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۴۰۴)

یعنی میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرتا ہوں۔

صحابہ کرام کا زبانی نیت کرنا

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے بھی حج اور عمرہ کی نیت زبان ہی سے فرمائی۔ آپ نے فرمایا۔ اللھم انی اھل بما اھل رسولک۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۹۶)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی زبان سے فرمایا۔ میں حج اور عمرہ دونوں کی نیت کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی عمرے کی نیت زبان ہی سے ادا فرمائی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ انی قد او جبت عمرۃ۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۴۰۴)

قرآن وحدیث کا مسلم قانون

نیز سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ، یا۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید میں یا حدیث شریف میں کہیں بھی زبانی نیت کرنے سے منع نہیں فرمایا۔

لہٰذا۔ ماسکت عنہ فھو مما عفی عنہ۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۶، ابن ماجہ صفحہ ۲۴۹، مشکوۃ صفحہ ۳۵۶)

یعنی جس چیز یا کام کی ممانعت شریعت مصطفوی سے ثابت نہ ہو۔ وہ سب جائز ہیں۔

اور وما نھا کم عنہ فانتھوا۔ (سورۃ حشر آیت ۷)

کے مسلم قانون کے مطابق۔ صرف وہ کام ہی ناجائز ہوں گے۔ جن سے اللہ عزوجل یا۔ اللہ کے رسول ﷺ منع فرمادیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ، جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے کہیں بھی کسی بھی عبادت کی زبانی نیت سے منع نہیں فرمایا۔ بلکہ بعض

عبادات میں خود زبانی نیت فرمائی ہے۔ لہٰذا ان عبادات پر قیاس کرتے ہوئے نماز کی زبانی نیت بھی بالکل جائز اور مستحسن (مستحب) ہوگی۔ بلکہ اقرار باللسان و تصدیق بالقلب (کنز العمال) کے اصول کے مطابق ایمان نام ہی دل سے تصدیق کرنے اور زبان سے اقرار کرنے کا ہے۔

منشائے خداوندی

بعض آیات مبارکہ سے اللہ تعالیٰ کی بھی مرضی و منشاء یہی معلوم ہوتی ہے کہ جو بات دل میں ہو وہ ہی زبان پر بھی جاری ہو۔

منافقین کا طریقہ

چنانچہ منافقین کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد خداوندی ہوتا ہے۔ یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۷)

یعنی وہ اپنے مونہوں سے وہ باتیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں۔

نیز فرمایا قالوآ امنا بافواھھم ولم تؤ من قلوبھم۔

(سورۃ مائدہ آیت ۴۱)

یعنی انہوں نے اپنے مونہوں سے تو کہا کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے تھے۔

نیز فرمایا یقولون بالسنتھم مالیس فی قلوبھم۔ (سورۃ فتح آیت ۱۱)

کہ وہ اپنی زبانوں سے ایسی باتیں کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہوتیں وغیرہ۔

یعنی منافقوں کا دل اور زبان ایک نہیں ہوتا۔

مومن کامل کی نشانی

اسی لیے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا۔ ان الرجل لا یکون مؤمنا حتی یکون قلبه مع لسانه سواء ویکون لسانه مع قلبه سواء۔

(الترغیب والترھیب جلد ۳ صفحہ ۲۳۶)

یعنی آدمی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کی زبان اور دل ایک جیسے نہ ہو جائیں۔ یعنی جو بات دل میں ہے وہی زبان پر ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ زبان سے نیت کرنا اگرچہ فرض یا واجب نہیں ہے لیکن مستحب ضرور ہے۔ اور اگر دوسری عبادات پر قیاس کریں تو پھر زبان سے نیت کرنا سنت نبوی اور سنت صحابہ بھی کہی جا سکتی ہے۔ جس کام سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع نہیں فرمایا۔ اس کام سے منع کر کے۔ لا تقدموا بین یدی الله ورسوله۔

(سورۃ حجرات آیت ۱)

کی زد میں نہیں آنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب کو حق سمجھنے اور اس کو مان کر اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔۔ فاعتبروا یا اولو الابصار۔

نماز کی شرطوں کا بیان

شرائط سے مراد

شرط اس چیز کو کہا جاتا ہے جو بذات خود تو مقصود اصلی نہ ہو لیکن اصل چیز کا دارومدار اس پر ہی ہو۔ یعنی اگر شرط پوری نہ ہو تو اصل کام بھی نہ ہو سکے۔ اسی طرح نماز شروع

کرنے سے پہلے بھی چند شرطوں کا پورا ہونا لازم ہے۔ ہاں اگر کوئی عذر شرعی ہو تو پھر حالت کے مطابق مسئلہ بھی بدل جائے گا۔

شرط نمبر (1) بدن کا پاک ہونا

قرآن مجید میں ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا لاتقربو الصلوٰۃ وانتم سکاری حتی تعلموا ماتقولون ولا جنبا الاعابری سبیل حتی تغتسلوا۔

(سورۃ نساء آیت ۴۳)

''یعنی اے ایمان والو نماز کے قریب نہ جاؤ نشہ کی حالت میں ۔۔۔۔ اور نہ ناپاکی کی حالت میں بغیر غسل کئے ۔۔ یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے فارغ ہو کر آئے''

نیز ارشاد ربانی ہے۔ والرجز فاھجر۔ (سورۃ مدثر آیت ۵)

یعنی اور اپنے آپ سے گندگی کو دور کر۔ معلوم ہوا کہ جب تک جسم نجاست حقیقی اور نجاست حکمی سے پاک نہ ہو نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ الا یہ کہ کوئی عذر شرعی ہو۔

شرط نمبر (2) کپڑوں کا پاک ہونا

ارشاد خداوندی ہے۔ وربک فکبر وثیابک فطھر۔

(سورۃ مدثر آیت ۳۔۴)

یعنی اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑے پاک رکھ''

اس سے معلوم ہوا کہ نماز پڑھنے سے پہلے کپڑوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔ الا یہ کہ کوئی عذر شرعی ہو۔

شرط نمبر (3) جگہ کا پاک ہونا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا۔

انی انا ربک فاخلع نعلیک انک بالواد المقدس طوی

(سورۃ طٰہٰ آیت نمبر ۱۲)

یعنی بے شک میں تیرا رب ہوں تو اپنے جوتے اتار دے۔ بے شک تو پاک وادی طوی میں ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب خدا کے حضور حاضر ہونا ہو تو جوتے اتار کر۔ اور پاک جگہ پر کھڑا ہونا چاہیے۔ نیز فرمایا۔ وعھدنا الی ابراھیم و اسماعیل ان طھرا بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود۔

(سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۲۵)

یعنی اور ہم نے حکم دیا ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کو کہ تم دونوں میرے گھر کو طواف کرنے والوں کیلئے اور اعتکاف کرنے والوں کے لئے اور نماز پڑھنے والوں کے لئے پاک صاف کر دو۔ الا یہ کہ کوئی عذر شرعی ہو۔

گھر میں بھی نماز کے لئے ایک جگہ مقرر کرنا

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے گھروں میں بھی نماز کے لئے ایک جگہ مقرر کر لو اور اس جگہ کو پاک صاف رکھا کرو۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ امر رسول اللہ ﷺ ببناء المساجد فی الدور وان تنظف و تطیب ۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۷۶، ابن ماجہ صفحہ ۵۵، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۶۶)

اسی طرح پاک زمین کی طرح جناب رسول اللہ ﷺ نے پاک بورئے پر، دباغت

دئے ہوئے چمڑے، اور پاک چٹائی پر بھی نماز ادا فرمائی ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

کان رسول الله ﷺ یصلی علی الحصیر والفروة المدبوغة (وکان یصلی علی الخمرة)۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۹۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۴ اور ترمذی جلد ۱ صفحہ ۷۵)

شرط نمبر (4) سترِ عورت

ارشادِ خداوندی ہے۔ خذوا زینتکم عند کل مسجد۔

(سورۃ اعراف آیت نمبر ۳۱)

یعنی اے اولاد آدم ہر نماز کے وقت زینت اختیار کرو۔ مفسرین کرام فرماتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کے وقت خوب اچھا لباس پہنا کرو۔

(تفسیر روح البیان جلد ۳ صفحہ ۱۵۴ وغیرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ حکم خداوندی ہے کہ نماز پڑھتے وقت اچھا اور مکمل لباس پہنا جائے

مرد کا گھٹنا بھی عورت ہے

فرمانِ نبوی ﷺ فانما اسفل من سرته الی رکبتیه من عورته۔

(مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۱۸۷، دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۲۳۰ وغیرہ)

کے مطابق مرد کے لئے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا جسم چھپانا بھی لازم ہے۔

نیز آپ ﷺ نے فرمایا۔ المرأة عورة۔ (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۸۹)

یعنی عورت تو تمام کی تمام ہی پردے والی چیز ہے۔ اور عورت کے لئے لازم ہے کہ اس کا سر اور کان بھی چھپے ہوئے ہوں۔ ورنہ اس کی نماز نہیں ہوگی۔

روایت کے الفاظ ہیں۔عن الحسن قال اذا بلغت المرأة الحیض لم تغط اذنها و رأسها لم تقبل لها صلوة .

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۰)

دوپٹہ میں سے عورت کے بال نظر نہ آئیں

شرعی طور پر دوپٹہ سے مراد وہ کپڑا ہوگا جس سے بالوں کی سیاہی نظر نہ آئے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔عن عائشة انها سئلت عن الخمار فقالت انما الخمار ماوا ری البشرة والشعر۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۳۵)

نیز حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔لا یقبل الله صلوة حائض الابخمار۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۸۱، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۹۴، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۰، سنن الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ وغیرہ)

یعنی کسی بالغہ عورت کی نماز مکمل اوڑھنی کے بغیر قبول ہی نہیں ہوتی۔عورت کے بالوں کا کچھ حصہ بھی نظر آرہا ہو تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

عبارت اس طرح ہے۔ان المرأة اذا ادرکت فصلت وشیء من شعرها مکشوف لا تجوز صلاتها۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۵۰، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۰)

اگرچہ دوپٹہ بھی ہو۔لیکن اتنا باریک ہو کہ اس میں سے بال نظر آئیں پھر بھی نماز نہیں ہوگی لہٰذا قرآن وسنت کے مطابق ثابت ہو گیا کہ ستر عورت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی

شرط نمبر (5) استقبال قبلہ

ارشاد خداوندی ہے۔ وحیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ۔

(سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۴۴)

یعنی اور جہاں کہیں بھی ہو تم (نماز میں) مسجد حرام ہی کی طرف منہ کیا کرو" لہٰذا حکم الٰہی سے ثابت ہو گیا کہ جو کوئی جہاں کہیں بھی ہو نماز میں خانہ کعبہ ہی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھے گا۔ تو قبول ہو گی ورنہ نہیں۔

شرط نمبر (6) نماز کا وقت ہونا

ارشاد خداوندی ہے۔ ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتا۔

(سورۃ نساء آیت نمبر ۱۰۳)

یعنی بے شک نماز ایمان والوں پر ایک مقرر وقت پر پڑھنی فرض کی گئی ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ کوئی بھی نماز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس وقت ہی قبول ہو گی جب کہ وہ اپنے وقت پر ادا کی جائے گی۔ اور کوئی نماز اگر وقت شروع ہونے سے پہلے پڑھی جائے تو وہ ادا ہی نہیں ہو گی۔ اور اگر نماز کا وقت گزر جائے تو پھر قضا کر کے پڑھی جا سکتی ہے۔

قضاء نماز ہر وقت پڑھنی جائز ہے

البتہ قضا نماز پڑھنے کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں ہے جب چاہیں پڑھیں۔ بلکہ جتنا جلدی ہو سکے پڑھ لیں۔ کیونکہ قضا ایک قرض ہے۔ تو قرض جلد از جلد ہی لوٹانا چاہیے۔ حتیٰ کہ قضا نماز تو صبح کی نماز اور عصر کی نماز کے بعد بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

عبارت اس طرح ہے۔ واما الصلوات الفوائت فلا بأس ان تقضی بعد

العصر و بعد الصبح۔ (ترمذی جلد ا صفحہ ۲۵)

شرط نمبر (7) نماز کی نیت ہونا

صحیحین کی حدیث ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

انما الاعمال بالنیات۔ (بخاری جلد ا صفحہ ۲، مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۴۰ وغیرہ)

یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ اسی مفہوم کی ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں۔

وانما لامرء مانوی۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۲، مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ وغیرہ)

ایک اور حدیث کے الفاظ ہیں۔ نیۃ المؤمن خیر من عملہ۔

(فیض القدیر شرح جامع صغیر امام مناوی جلد ۶ صفحہ ۲۹۱)

یعنی مومن کی نیت اس کے عمل سے افضل ہوتی ہے (یعنی پہلے نیت کی تھی تو عمل قبول ہوگا۔ لہٰذا نیت عمل سے مقدم ہوئی) یعنی آدمی کا صرف وہی عمل قبول ہوگا جس کی اس نے نیت کی ہو۔ یعنی اگر وضو یا غسل کی نیت نہ کرے اور سمندر میں ڈوب کر مر بھی جائے۔ تو وضو یا غسل نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص تیمم کی نیت نہ کرے اور پورے جسم پر بھی مٹی مل لے تو تیمم نہیں ہوگا۔ لہٰذا نماز کے لئے بھی نیت کرنا لازم ہوگا۔ اور نماز پڑھنے کے لئے لازم ہے کہ پڑھنے والے کو بالیقین یہ معلوم ہو کہ وہ کس وقت کی نماز پڑھ رہا ہے۔ اور کونسی نماز ادا کر رہا ہے۔ یعنی فرض ہیں یا وتر ہے، جمعہ ہے یا قضا ہے وغیرہ۔ اکیلا پڑھنے لگا ہوں یا امام کے پیچھے پڑھنے لگا ہوں۔ اگر امام کے پیچھے پڑھ رہا ہو تو اقتدا کی نیت بھی کرنی پڑے گی۔ ویسے تو نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔

جو کہ لازم ہے البتہ اگر دل کے ارادے کا زبان سے بھی اظہار کر دیا جائے تو یہ سونے پہ سہاگہ ہوگا۔ اور حدیث مصطفےٰ ﷺ پر عمل کرتے ہوئے ہم اپنے دل اور زبان کو ہم آہنگ کر کے اپنے ایمان کی پختگی اور اخلاص کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ اس کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔

اوقات نماز خمسہ

ارشاد خداوندی ہے۔ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا ۔

(سورۃ نساء آیت نمبر ۱۰۳)

یعنی ''بے شک نماز کو ایمان والوں پر ایک مقرر وقت میں فرض کیا گیا ہے'' اور حدیث شریف میں بھی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا۔ ای الاعمال احب الی اللہ ۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ الصلوٰۃ لوقتھا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۶۲)

یعنی نماز کا اس کے وقت پر ادا کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حضور نماز وہی قبول ہوگی جو اپنے وقت پر ادا کی جائے گی۔ لہٰذا لازم ہے کہ نمازی ہر نماز کے وقت سے واقف ہو۔ اس لئے اختصار کے ساتھ پہلے نمازوں کے اوقات بیان کئے جاتے ہیں۔

نماز فجر کا وقت

نماز فجر کا وقت طلوع فجر یعنی صبح صادق سے شروع ہو کر سورج کے نکلنے سے پہلے تک

رہتا ہے۔ جیسا کہ فرمان رسالت مآب ﷺ ہے۔ وقت صلوۃ الصبح من طلوع الفجر مالم تطلع الشمس۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۲۳، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۲، بیہقی جلد ۱ صفحہ ۳۷۸)

ہر نماز کا ابتدائی اور آخری وقت

ہر نماز کا ایک ابتدائی وقت ہوتا ہے اور ایک آخری وقت۔ اور نماز فجر کا اول وقت تو وہ ہے جب صبح (صادق) طلوع ہو جائے۔ اور اس کا آخری وقت سورج کے طلوع ہونے سے پہلے تک ہے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ ان للصلوۃ اولا و آخرا . وان اول وقت الفجر حین یطلع الفجر وان آخر وقتها حین تطلع الشمس۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۲، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ وغیرہ)

اور ان دونوں یعنی اول و آخر وقتوں کے درمیان کا تمام وقت اس نماز کا وقت ہوتا ہے۔ جیسا کہ جناب جبریل علیہ السلام نے حضور ﷺ کے سامنے پانچوں نمازیں ایک دن اول وقت میں اور دوسرے دن آخری وقت میں پڑھ کر فرمایا تھا۔ والوقت فیما بین هذین الوقتین۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۱، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۵۶ وغیرہ)

اور جناب رسول اللہ ﷺ سے بھی ایک آدمی نے پانچوں نمازوں کے اوقات پوچھے۔ تو آپ ﷺ نے ایک دن پانچوں نمازیں اول وقت میں پڑھیں اور دوسرے دن آخر وقت میں۔ اور پھر فرمایا۔ وقت صلوتکم بین ما رأیتکم۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۲۳)

یعنی ان دونوں میں جو تم نے مجھے مختلف اوقات میں۔ یعنی اول و آخر اوقات میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان دونوں وقتوں کے درمیان تمام وقت ان نمازوں کا وقت ہے۔ تو فرمان نبوی ﷺ سے ثابت ہوا کہ نماز فجر کا وقت صبح صادق کے طلوع ہونے سے شروع ہو کر طلوع آفتاب سے پہلے تک رہتا ہے۔

صبح صادق اور صبح کاذب

حضور ﷺ کے فرمان۔ **الفجر فجران. فاما الفجر الذی یکون کذنب السرحان. فلا یحل الصلوٰۃ ولا یحرم الطعام. واما الذی ینھب مستطیلاً فی الافق فانہ یحل الصلوٰۃ ویحرم الطعام۔**

(مستدرک امام حاکم جلد ا صفحہ ۱۹۱ وغیرہ)

کے مطابق فجریں دو ہوتی ہیں۔ ایک صبح کاذب۔ جو کہ بھیڑیے کی دم کی طرح اوپر کو اٹھی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس وقت نہ نماز فجر پڑھی جا سکتی ہے اور نہ ہی اس وقت سحری کھانا چھوڑی جائے گی۔ اور دوسری فجر۔ صبح صادق ہے۔ جو آسمان کے کناروں پر لمبائی میں پھیل جاتی ہے۔ اس وقت نماز فجر بھی پڑھی جائے گی اور سحری کھانا بھی حرام ہو جائے گا۔

نماز فجر کا افضل وقت روشنی ہو جانے کا ہے

اس تمام وقت میں سے نماز فجر پڑھنے کا افضل وقت وہ ہے جب روشنی ہو جائے۔

جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ **اصبحوا بالصبح فانہ اعظم لا**

جور کم۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ٦١، ابن ماجہ صفحہ ٤٩، کنز العمال جلد ٤
صفحہ ٣٠١، بلوغ المرام صفحہ ٣٥)

ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ اسفروا بالفجر فانہ اعظم للاجر۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ٢٢، نسائی جلد ا صفحہ ٩٤، ابوداؤد جلد ا صفحہ ٦١، ابن ماجہ صفحہ
٤٩، داری صفحہ ١٤٣، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ٣٢١، مجمع الزوائد جلد ا صفحہ
١٣٣، سنن الکبری بیہقی جلد ا صفحہ ٤٧٨، ابوداؤد طیالسی جلد ا صفحہ ٩٦ وغیرہ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ صبح کی نماز
اس وقت پڑھتے تھے۔ جب دور سے کوئی چیز دیکھی جا سکتی تھی۔

(مسند ابی یعلی جلد ٧ صفحہ ٦٧، نصب الرایہ جلد ا صفحہ ٢٣٩)

نیز حضرت قیس بن سائب رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ صبح کی نماز
اس وقت پڑھتے تھے جب آسمان پر روشنی چھا جاتی تھی۔

(مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ٣٠٥)

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے صبح کی نماز اتنی روشنی میں پڑھو جبکہ تیر انداز اپنے نشانے کو
دیکھ سکے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

نور بصلوٰۃ الصبح حتی یبصر القوم مواقع نبلھم من الاسفار۔

(ابوداؤد طیالسی جلد ا صفحہ ٩٦، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ٣٢١
طبرانی کبیر جلد ا صفحہ ٢٥٨، آثار السنن صفحہ ٥٨)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی خوب اجالا کر کے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔

(طبرانی کبیر جلد ا صفحہ ۲۵۸، مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۱۳۳،
مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۲۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ نماز فجر خوب روشن کر کے پڑھو
(مصنف عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۵۶۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا
صفحہ ۳۲۱ طحاوی جلد ا صفحہ ۱۲۳، کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۰۱)

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نماز فجر روشن کر کے ہی پڑھا کرتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۲۱)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ نماز فجر اجالے میں پڑھو۔ یہ تمہاری سمجھداری ہوگی۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

فقال ابو الدرداء اسفرو ابهذه الصلوٰة فانه افقه لكم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۲۱)

تابعین عظام کا فیصلہ

حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی نماز فجر روشنی میں ہی پڑھتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۲۱)

حضرت علقمہ، حضرت ابراہیم، اصحاب عبداللہ بن مسعود، حضرت ابی عقیل، امام محمد، حضرت سوید بن غفلہ، حضرت سعید بن جبیر، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہم۔ سب ہی اجالے میں صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے۔
(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۲۲)

اس مسئلہ پر اجماع صحابہ

کہ مشہور محدث حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں۔ ما اجمع اصحاب محمد ﷺ علی شیء ما اجمعوا علی التنویر بالفجر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۲)

یعنی حضور ﷺ کے صحابہ کرام کا کسی اور مسئلے میں اتنا اتفاق نہیں ہوا جتنا کہ اس بات پر اتفاق ہوا ہے کہ فجر کی نماز روشنی میں پڑھنی چاہیے۔ بہرحال جناب رسول اللہ ﷺ کے طریقہ اور حکم اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کے عمل کے مطابق صبح کی نماز روشنی میں ہی پڑھنی چاہیے۔ اور یہ کام بہت بڑے اجر و ثواب کا کام ہے۔ اور سمجھداری کی بات ہے۔ البتہ سورج کے نکلنے سے اتنی دیر پہلے نماز ادا کر لینی چاہیے۔ کہ اگر بالفرض نماز میں کوئی خرابی بھی آ جائے تو شفق (سرخی) کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے دوبارہ نماز پڑھی جا سکے، فافھموا یا اولو الابصار

نماز ظہر کا وقت

ارشاد خداوندی ہے۔ اقم الصلوٰۃ لدلوک الشمس۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۷۸)

یعنی نماز قائم کرو سورج کے جھک جانے پر۔

دلوک کا معنی

''دلوک'' کا معنی ہے جھک جانا۔ (لغات القرآن جلد ۳ صفحہ ۱۴)

تو معلوم ہوا کہ سورج کے زوال سے نکل کر مغرب کی طرف جھک جانے پر ظہر کا وقت

شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس آیت سے تقریباً تمام مفسرین کرام ظہر کی نماز ہی مراد لیتے ہیں۔ اور جو بعض مفسرین اس سے عصر کی نماز مراد لیتے ہیں۔ وہ سورج کا غروب ہونے کے لئے جھکنا مراد لیتے ہیں۔

وقت ظہر کی ابتداء

اس بات میں تو کسی کا اختلاف نہیں کہ دلوک سے مراد سورج کا جھکنا ہی ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ کس حد تک جھکنا۔ تو اس کے متعلق حضور ﷺ کا فرمان وضاحت نشان موجود ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ **وقت الظهر اذا زالت الشمس وكان ظل الرجل كطوله مالم يحضر العصر۔**

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۲۳، بیہقی جلد ا صفحہ ۳۶۶، ترمذی جلد ا صفحہ ۱۶۵، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ وغیرہ)

یعنی ظہر کا وقت سورج کے ڈھل جانے کے بعد آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہو جانے پر شروع ہو جاتا ہے۔ (یعنی سایہ اصلی کے علاوہ ایک مثل پر) اور عصر کا وقت شروع ہو جانے تک رہتا ہے۔

سایہ اصلی سے مراد

اور سایہ اصلی اس سائے کو کہتے ہیں جو زوال کے وقت بھی موجود رہتا ہے۔ چونکہ یہ سایہ زوال کے وقت بھی موجود رہتا ہے لہٰذا یہ شمار نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ سایہ مختلف علاقوں اور مختلف موسموں میں کم و بیش ہوتا رہتا ہے۔ اور وقت زوال سایہ اصلی پر نشان لگا کر اس کے بعد کسی بھی چیز کا سایہ اس کے مثل ہو جانے پر نماز ظہر کا وقت شروع ہو

جائے گا۔ اور مسلم شریف کی اس روایت کا مذکورہ بالا ترجمہ۔ اہلحدیث کہلانے والے حضرات کے شیخ الکل مولوی نذیر احمد دہلوی کے شاگرد رشید مولوی عبدالتواب محدث ملتانی نے کیا ہے۔

(بلوغ المرام مترجم جلد ۱ صفحہ ۸۳)

نیز حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ثم صلی بنا من الغد الظهر حين كان ظل كل شي مثله۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۹)

یعنی آپ ﷺ نے ہر ایک چیز کا سایہ اس کے برابر ہو جانے پر ظہر کی نماز پڑھائی۔ نیز جناب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں۔ صلی الظهر اذا كان ظلك مثلك۔

(مؤطا امام مالک صفحہ ۳، مصنف عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۵۴۲)

جناب امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ جب کسی چیز کا سایہ ایک مثل ہو جائے تو اس کے بعد ظہر کی نماز پڑھ لو۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ سالت الحسن عن وقت الظهر۔ فقال اذا زال الفيئ عن طول الشيئ فذاک حين يصلي الظهر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۶)

نماز ظہر کا آخری وقت

اور ظہر کا وقت عصر کا وقت شروع ہو جانے تک۔ یعنی ہر چیز کا سایہ دو گنا ہو جانے تک

ہے۔ جیسا کہ حضرت جابر کی روایت میں بھی ہے۔ صلی بنا العصر حین کان ظل کل شی مثلیه.

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۹)

یعنی حضور ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز ہر چیز کا سایہ دوگنا ہو جانے (یعنی ظہر کا وقت دو مثل پر ختم ہو جانے) کے بعد پڑھائی۔ نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان بھی ہے۔ والعصر اذا کان مثلیک۔

(مؤطا امام مالک صفحہ ۳)

یعنی جب تیرا سایہ دوگنا ہو جائے تو پھر عصر کی نماز پڑھ۔

ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنا۔ طریقہ صحابہ

امام مالک نقل فرماتے ہیں۔ عن القاسم بن محمد بن ابی بکر انه قال مادرکت الناس الا وهم يصلون الظهر بعشي۔

(مؤطا امام مالک صفحہ ۳، مصنف عبد الرزاق جلد ۱ صفحہ ۵۴۲)

ترجمہ از مولوی وحید الزمان اہلحدیث۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں۔ میں نے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو ظہر (کی نماز) ٹھنڈے وقت (ہی میں) پڑھتے دیکھا ہے۔

(مؤطا امام مالک مترجم صفحہ ۲۱)

نیز حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے۔ فابرد بالظهر فابردبها فالغم ان يبرد۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۲۳، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۲)

یعنی دوسرے دن حضور ﷺ نے ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھی اور بہت ہی ٹھنڈے وقت میں پڑھی نیز صحیحین کی روایت کنا مع النبی ﷺ فاراد المؤذن ان یؤذن الظهر فقال ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال ابرد مرتین او ثلاثا حتی رأینا فی التلول۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۲۴، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۳، ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۵۸، بیہقی جلد ۱ صفحہ ۴۳۸ وغیرہ)

یعنی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظہر کی اذان کہنے کا ارادہ فرماتے رہے اور حضور ﷺ فرماتے رہے، بلال ذرا انتظار کرو اور ذرا اور ٹھنڈا ہو لینے دو۔ حتی کہ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم نے ٹیلوں کے سائے دیکھ لئے۔ پھر آپ ﷺ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ اس پر بھی غور کیا جائے تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ کہ ٹیلے سیدھے قائمۃ الزاویہ تو نہیں ہوتے۔ بلکہ ٹیلے نیچے سے پھیلے ہوئے ہوتے ہیں اور اوپر سے مخروطی شکل کے ہوتے ہیں۔ جیسے کہ گنبد ہوتا ہے اور گنبد نما چیز کا سایہ کافی دیر سے بنتا ہے۔ یعنی ان چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کا سایہ اس وقت ہی بنے گا جب کہ سیدھی چیز کا سایہ ایک مثل سے یقیناً زیادہ ہو چکا ہوگا۔ لہٰذا صحاح ستہ کی اس صحیح حدیث سے بھی ظہر کا وقت سیدھی چیز کا سایہ دوگنا ہونے تک ہونا ثابت ہو گیا۔ کیونکہ عرب کے ٹیے کوئی زیادہ بلند نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ پست اور چھوٹے چھوٹے ہی ہوتے تھے۔

سردیوں اور گرمیوں میں ظہر کا وقت

نیز یہ بھی فرمان مصطفےٰ ﷺ ہے۔ اذا شتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۷۶، ۱۲۴)

یعنی جب سخت گرمی ہو تو ظہر کی نماز ذرا ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو۔ ثابت ہوا کہ آپ ﷺ موسم سرما میں ظہر کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں کے موسم میں آپ ﷺ ظہر کی نماز ذرا ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرتے تھے۔

نیز آپ ﷺ کا طریقہ مبارکہ بھی یہی تھا کہ اذا شتد البرد بکر بالصلوٰۃ واذا شتد الحر ابرد بالصلوٰۃ۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۷۶، ۱۲۴)

یعنی آپ ﷺ موسم سرما میں ظہر کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور گرمیوں کے موسم میں آپ ﷺ ظہر کی نماز ذرا ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرتے تھے۔

لہٰذا موسم سرما میں جمعہ اور ظہر جلدی پڑھنی چاہیے اور موسم گرما میں جمعہ اور ظہر کی نماز میں تاخیر کرکے اسے ذرا ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے۔ بعض لوگ سارا سال ہی دوپہر کو اذان دے دیتے ہیں۔ یہ سنت و فرمان مصطفوی ﷺ کے خلاف ہے۔

نماز عصر کا وقت

ویسے تو نماز عصر کے وقت کی ابتدا کے متعلق وقت ظہر کے بیان میں کافی بیان ہو چکا ہے۔ یعنی ظہر کے وقت کے اختتام (کسی چیز کا سایہ دوگنا ہو جانے) پر نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ جناب جبریل علیہ السلام نے۔ ثم صلی العصر حین صار ظل کل شیئ مثلیہ۔

(بیہقی جلد ا صفحہ ۳۶۷)

عصر کی نماز اس وقت پڑھی جب کہ ہر چیز کا سایہ دو گنا ہو چکا تھا۔ اور نماز عصر کا وقت سورج کے غروب ہو جانے تک رہتا ہے۔ اسی لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ من ادرک رکعۃ من العصر قبل ان تغرب الشمس فقد ادرک العصر۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۹۷، مسلم جلد ا صفحہ ۲۲۱، ترمذی جلد ا صفحہ ۵۴، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۵۹، نسائی جلد ا صفحہ ۹۰، ابن ماجہ صفحہ ۵۱ وغیرہ)

یعنی جس نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت بھی پڑھ لی۔ اس کی عصر کی نماز ادا ہو گئی۔ البتہ افضل وقت سورج کے سفید ہوتے ہوئے اور سورج کے زرد ہونے سے پہلے کا ہے۔ اور سورج کے زرد ہو جانے کے بعد اگر کوئی نماز پڑھتا ہے تو نماز تو ادا ہو جائے گی۔ لیکن اتنی تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

نماز عصر کی وجہ تسمیہ

اور "عصر" کا معنی ہے۔ دن کا آخری حصہ۔

(لغات القرآن جلد ۴ صفحہ ۲۱۹)

امام نحو علامہ کسائی فرماتے ہیں۔ جاء فلان عصراً ای بطیئا۔ یعنی فلاں شخص تاخیر سے آیا۔ اسی لئے فقہاء کرام اس کی وجہ تسمیہ بیان فرماتے ہیں۔ انما سمیت العصر عصراً لانہا تعصر ای تؤخر۔

(مفتاح صفحہ ۲۶۸، طحاوی جلد ا صفحہ ۱۹۴)

یعنی نماز عصر کا نام عصر اسی لئے رکھا گیا ہے کہ عصر کا معنی ہے۔ کسی کام میں تاخیر کرنا ۔ کسی کام کا مؤخر ہونا۔ لہٰذا لفظ ''عصر'' ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نماز عصر کو تاخیر سے ہی ادا کرنا چاہیے۔

اور جناب رسول اللہ ﷺ ۔ کان یا مرھم بتأ خیر العصر۔

(سنن الکبریٰ جلد ا صفحہ ۴۴۳)

(اور جوہر النقی صفحہ ۴۴۱ پر علامہ ماردینی نے بھی اس روایت کے رواۃ کی توثیق کی ہے) یعنی آپ ﷺ عصر کی نماز میں تاخیر کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لوگوں کو اگر نماز عصر بھی جلدی پڑھتے ہوئے دیکھتیں تو آپ فرمایا کرتی تھیں۔ انتم اشد تعجیلا للعصر منہ۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۲۳، مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ ۲۸۹)

کہ تم لوگ عصر کی نماز حضور ﷺ سے جلدی پڑھتے ہو۔

اس کے علاوہ حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ سے بھی جناب رسول اللہ ﷺ کا عصر کی نماز کو اتنی تاخیر سے ادا فرمانا کہ سورج ابھی سفید ہو۔ زرد نہ ہو جائے۔ ثابت ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ فکان یؤخر العصر ما دامت الشمس بیضاء نقیۃ

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۵۹، ابن ماجہ صفحہ ۴۸)

لہٰذا عصر کا وقت سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ دوگنا ہو جانے سے شروع ہو جاتا ہے۔ اور حضور ﷺ کے فرمان اور سنت کے مطابق اتنا موخر کرنا کہ سورج سفید اور روشن رہے مستحب ہے۔ اور بلا عذر شرعی آفتاب کے زرد ہونے تک لیٹ کرنا گناہ ہے

نماز مغرب کا وقت

مغرب کی نماز کا وقت سورج کے غروب ہو جانے کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت سلمہ فرماتے ہیں۔ کنا نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم المغرب اذا توارت بالحجاب۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۹، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۳، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۶۰، ابن ماجہ صفحہ ۵۰)

یعنی ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز اس وقت پڑھتے تھے۔ جب سورج غروب ہو کر مکمل طور پر پردے میں چھپ جاتا تھا۔ اور شفق کے ڈوب جانے تک مغرب کا وقت ہی رہتا ہے۔ جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے۔

وقت صلوٰۃ المغرب اذا غابت الشمس مالم یسقط الشفق۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۲۳، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۹، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۲)

یعنی نماز مغرب کا وقت سورج کے غروب ہو جانے سے لے کر شفق (سرخی) غائب ہو جانے تک رہتا ہے۔

اور سنت نبوی ﷺ بھی یہی ہے۔ وصلی المغرب قبل ان یغیب الشفق۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۵۷، نسائی جلد ۱ صفحہ ۹۱)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ شفق کی سرخی غائب ہو جانے سے پہلے پہلے مغرب کی نماز ادا فرما لیتے تھے۔

اور جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ الشفق الحمرۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۳۳)

یعنی شفق سے مراد سرخی ہے۔

اور ستاروں کے روشن ہو جانے سے پہلے پہلے ضرور پڑھ لینی چاہیے۔

جیسا کہ فرمان رسالت ہے۔ لا یزال امتی بخیر او قال علی الفطرة ما لم یؤخر و المغرب الی ان تشتبیک النجوم۔

(ابن ماجہ صفحہ ۵۰، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۶۰، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۴۴۹)

یعنی میری امت اس وقت تک بھلائی پر رہے گی۔ یا فطرت پر رہے گی۔ جب تک مغرب کی نماز ستاروں کے نمایاں ہو جانے سے پہلے پڑھتی رہے گی۔

رمضان شریف میں مغرب کو لیٹ کرنا

لہٰذا فرمان نبوی ﷺ اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق سورج کے مکمل طور پر غروب ہو جانے کے بعد جب یہ معلوم نہ ہو سکے کہ سورج کس جگہ پر غروب ہوا ہے تو فوراً مغرب کی اذان پڑھی جائے اور اذان کے بعد اسی وقت ہی جماعت کرادی جائے۔ ہاں اگر رمضان شریف میں لوگوں کے روزہ کھولنے کے لئے پانچ، دس منٹ کی اجازت دے دی جائے تو کوئی حرج نہیں۔

مسجد میں کھانا پینا کیسے جائز ہوگا

البتہ مسجد میں بیٹھ کر کھانا پینا نامناسب ہے ہاں اگر مسجد میں داخل ہوتے وقت نفلی اعتکاف کی نیت کر لی جائے تو پھر مسجد میں بھی کھانا پینا جائز ہوگا۔ یعنی یوں کہہ لیں۔ نویت سنة الاعتکاف لله تعالیٰ۔ البتہ اگر کوئی پنجابی وغیرہ میں بھی اعتکاف کی نیت کر لے تو بھی جائز ہے۔

نماز عشاء کا وقت

نماز عشاء کا وقت شفق کے غائب ہو جانے کے بعد شروع ہوتا ہے اور آدھی رات تک افضل وقت ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمان رسالت مآب ﷺ ہے۔

ووقت صلوة العشاء الی نصف اللیل۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۲۳، بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۱

ترمذی جلد ۱ صفحہ ۴۹، مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۲۳۲)

البتہ آدھی رات کے بعد بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے عشاء کی نماز کا آخری وقت بتانے کے لئے وصلی العشاء بعد ما ذھب ثلث اللیل۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۲۳)

ایک دن آپ ﷺ نے عشاء کی نماز تہائی رات گزر جانے کے بعد پڑھی۔

اور جناب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ ما افراط صلاة العشاء قال طلوع الفجر۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۵۹)

عشاء کی نماز کا وقت ختم کب ہوتا ہے تو آپ نے فرمایا صبح صادق کے طلوع ہونے پر۔ لہٰذا فرمان نبوی اور سنت نبوی کے مطابق عشاء کا وقت شفق کے چھپ جانے کے بعد اور ستاروں کے خوب روشن ہو جانے سے شروع ہوتا ہے اور اس کا افضل وقت آدھی رات تک ہے۔ البتہ کسی شرعی عذر کی وجہ سے دیر ہو جائے تو تہائی رات تک ادا ہی پڑھی جائے گی اور صبح صادق کے طلوع ہونے یعنی صبح کی اذان کا وقت شروع ہونے سے

پہلے پہلے۔ اگر چہ اتنا لیٹ کرنا بلا عذر شرعی مکروہ ہے۔ لیکن نماز ادا ہو جائے گی۔

تہجد کے ساتھ وتر پڑھنا

چونکہ تہجد کے وقت تک عشاء کا وقت رہتا ہے۔ اسی لیے جناب رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ہی عشاء کے وتر نماز تہجد کے بعد اذان صبح کے بالکل قریب ہی پڑھا کرتے تھے۔

(تقریباً تمام کتب احادیث)

نماز کا مکمل مسنون طریقہ

تکبیر تحریمہ (نماز شروع کرنے پر پہلی تکبیر کہنا)

ارشاد خداوندی ہے۔ وذکر اسم ربہ فصلی۔

(سورۃ اعلیٰ آیت نمبر ۱۵)

ترجمہ: اور لیا نام اللہ تعالیٰ کا اور نماز پڑھی۔

نیز فرمان خداوندی ہے۔ وربک فکبر

یعنی اے محبوب ﷺ اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ (سورۃ مدثر)

اس سے معلوم ہوا کہ منشائے خداوندی یہی ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کا نام پکار لیا جائے۔ لہٰذا جب شرائط نماز پوری کر لینے کے بعد وقتی ادا ہونے والی نماز کی نیت کر کے۔ اور اگر امام کے پیچھے پڑھنے لگا ہے تو اقتداء کی بھی نیت کر کے تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہے۔ جیسا کہ سنت مصطفوی ﷺ بھی ہے کان رسول اللہ ﷺ اذا قام الی الصلوٰۃ استقبل القبلۃ ورفع یدیہ وقال اللہ اکبر۔

(ابن ماجہ صفحہ ۵۸)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے۔ تو آپ ﷺ قبلہ کی طرف رخ فرمالیتے۔ اور اپنے دونوں ہاتھ (کانوں تک) اٹھا کر۔ اللہ اکبر کہتے تھے۔

نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ وتحریمها التكبير۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۳۲، ابن ماجہ صفحہ ۲۴، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۹۱)

یعنی نماز تکبیر تحریمہ ہی سے شروع ہوتی ہے۔

امام ترمذی فرماتے ہیں۔ لايكون الرجل دا خلافي الصلوٰة الا بالتكبير۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۳۳)

یعنی آدمی تکبیر تحریمہ کے بغیر نماز میں داخل ہو ہی نہیں سکتا۔

قیام کا بیان

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

صل قائما فان لم تستطع فقاعدا فان لم تستطع فعلى جنب۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۵۰، مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۴۲۶، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۳۷، ترمذی جلد ا صفحہ ۸۰، ابن ماجہ صفحہ ۸۶ وغیرہ نیز دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۴۲، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۵۸۴)

(اگر کوئی عذر شرعی نہ ہو تو) نماز کھڑے ہو کر پڑھا کرو اور اگر تم (بوجہ عذر شرعی) کھڑے ہو کر نماز ادا نہ کر سکو تو بیٹھ کر پڑھ لو۔ اور اگر (بوجہ عذر شرعی) بیٹھ کر بھی نہ پڑھی جا سکے۔ تو پھر لیٹ کر نماز پڑھ لو۔

برہنہ شخص کی نماز

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جناب عطاء بن ابی رباح، اور جناب قتادہ علیہما الرحمہ فرماتے ہیں۔ والذی یصلی عریانا یصلی جالسا۔

(مصنف عبدالرزاق جلد۲ صفحہ۵۸۴ وغیرہ)

یعنی جس شخص کے پاس کپڑے نہ ہوں۔ جن سے وہ اپنا ستر ڈھانپ سکے۔ تو وہ تندرست ہونے کے باوجود بھی وہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔

نماز شروع کرتے ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں

اور چاہیے کہ بندہ اللہ اکبر کہتا ہوا اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ تھا۔ ان رسول اللہ ﷺ اذا اکبر رفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذنیہ وفی روایۃ عنہ حتی یحاذی بھما فروع اذنیہ۔

(مسلم جلد۱ صفحہ۱۶۸، بلوغ المرام جلد۱ صفحہ۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد۱ صفحہ۲۳۳)

ایک روایت کے الفاظ ہیں "حیال اذنیہ"

(مسلم جلد۱ صفحہ۱۷۳)

ایک روایت کے الفاظ ہیں "حاذی بابھامیہ اذنیہ"

(ابوداؤد جلد۱ صفحہ۱۰۵)

ایک روایت میں ہے "حاذتا فروع اذنیہ"

(نسائی جلد۱ صفحہ۱۴۱)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں "حتی یحاذی ابھامیہ اذنیہ"

(دار قطنی جلد ا صفحہ ۳۰۰)

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں "فحاذی بابھا میه اذنیه"

(بیہقی جلد ۲ صفحہ ۹۹)

ایک روایت میں ہے "حتی یکون ابھا ماہ قریبا من شحمتی اذنیه"

(طحاوی جلد ا صفحہ ۱۹۶)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں "حتی یحاذی بھما فوق اذنیه"

(طحاوی جلد ا صفحہ ۱۹۶)

ایک روایت اس طرح ہے "ھذاء وجھه"

(طحاوی جلد ا صفحہ ۱۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۳۴)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں "ساوی بھما اذنیه"

(دار قطنی جلد ا صفحہ ۲۹۴)

ایک روایت میں اس طرح ہے "ابھامیه قریبا من اذنیه"

(مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۳۰۴)

ایک روایت میں اس طرح ہے "ابھا میه قریبا من اذنیه"

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۳۳)

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں "فاجعل یدک ھذاء اذنیک"

(طبرانی کبیر جلد ۲۲ صفحہ ۱۸)

جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ یہی تھا کہ جب آپ ﷺ نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا بلند فرماتے تھے کہ ہاتھوں کا نیچے کا حصہ (گٹ)

کندھوں کے برابر یا کچھ اوپر ہوتا۔ اور انگوٹھے کانوں کی لو یا کبھی اس سے بھی بلند ہو جاتے تھے۔

ایک حدیث شریف اس طرح ہے۔ حضرت سالم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

رأیت رسول اللہ ﷺ اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یحاذی منکبیہ

(مسلم جلد اصفحہ ۱۶۸ وغیرہ)

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ رأیت النبی ﷺ افتتح التکبیر فی الصلوٰۃ فرفع یدیہ حین یکبر حتی یجعلھما حذو منکبیہ۔

(بخاری جلد اصفحہ ۱۰۲)

حضرت مالک بن حویرث کی روایت اس طرح ہے۔ ان رسول اللہ ﷺ کان اذا کبر رفع یدیہ حتی یحاذی بھما اذنیہ۔

(مسلم جلد اصفحہ ۱۶۸ وغیرہ)

جناب وائل بن حجر کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ انہ رأی النبی ﷺ رفع یدیہ حین دخل فی الصلوٰۃ کبرو صف ھمام حیال اذنیہ۔

(مسلم جلد اصفحہ ۱۷۳ وغیرہ)

جناب مالک بن حویرث کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

انہ رأی نبی اللہ ﷺ و قال حتی یحاذی بھما فروع اذنیہ۔

(مسلم جلد اصفحہ ۱۶۸)

جناب وائل بن حجر کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ انہ رأی النبی ﷺ اذا افتتح لصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکاد ابھاماہ تحاذی شحمۃ اذنیہ۔

(نسائی شریف جلد ا صفحہ ۱۳۷ وغیرہ)

امام شہاب الدین قسطلانی ان تمام روایات کی تطبیق کے متعلق بیان فرماتے ہیں۔ وقد جمع الشافعی بینھما فقال یرفع یدیه حذو منکبیه بحیث یحاذی اطراف اصابعه فروع اذنیه ای اعلیٰ اذنیه وابھاماہ شحمتی اذنیه وراحتاہ منکبیه

(ارشاد الساری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۴۳۲، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۰۲)

یعنی امام شافعی نے ۔نماز کے شروع میں ہاتھ اٹھانے کے جو دو طرح کے مختلف الفاظ منقول ہیں ان میں تطبیق فرماتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہاتھوں کو اس طرح اٹھایا جائے کہ ہاتھوں کی انگلیاں کانوں کے اوپر کے حصے کے برابر کر دے۔ اور انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں اور ہتھیلیوں کو کندھوں کے برابر رکھے۔

علامہ علی قاری نے تمام روایات کو اس طرح جمع فرمایا ہے۔

فقال یرفع المصلی یدیه بحیث یکون کفاہ ھذاء منکبیه وابھاماہ ھذاء شحمتی اذنیه واطراف اصابعه ھذاء فروع اذنیه۔

(مرقاۃ جلد ۲ صفحہ ۲۵۴)

یعنی نمازی اپنے دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے کہ اس کی دونوں ہتھیلیاں کندھوں کے برابر ہو جائیں اور انگلیوں کے پورے کانوں کے اوپر کے حصے کے برابر ہو جائیں۔

اس طرح کرنے سے تمام روایات پر عمل ہو جائے گا۔

غیر مقلد حضرات کے محدث ومفسر رقم طراز ہیں۔ اہل حدیث کا مذہب ہے کہ نماز میں دونوں ہاتھ ۔۔کانوں تک اٹھانا مستحب ہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری ومسلم کی روایت ہے۔

عن ابن عمران رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه اذا افتتح الصلوٰة ... الخ۔

(فتاوی علماء اہل حدیث جلد ۴ صفحہ ۱۵۳)

محسن اہلحدیث مولوی خالد گرجاکھی رقمطراز ہیں۔ رفع یدین اس طرح کرنا چاہیے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ رخ ہوں اور کندھوں کے برابر اونچی ہوں۔ اور ہاتھ پھیلے ہوئے ہوں۔ لیکن انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لو تک پہنچ جائیں۔

(صلاۃ النبی صفحہ ۱۵۲)

ایک اور محسن ومحشی اہلحدیث اس طرح رقمطراز ہیں۔ جب انگلیوں کے پورے کانوں کے اوپر والے حصہ کے برابر اٹھائیں تو انگوٹھے کانوں کی لو اور ہتھیلیاں دونوں کندھوں کے برابر خود بخود ہو جائیں گی۔ مجموعہ احادیث پر عمل ہو جائیگا۔

(تسہیل الوصول الی تخریج وتعلیق صلوٰۃ الرسول صفحہ ۱۴۶)

اکثر غیر مقلد حضرات تو صرف اشارے ہی سے کام لیتے ہیں۔

ایک غیر مقلد عالم خواجہ قاسم ان پر شکوہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

بعض اہل حدیث تو رفع یدین بالکل برائے نام کرتے ہیں۔ یعنی کہنیوں تک۔ اور بعض سر سے بھی اوپر لے جاتے ہیں۔ یہ دونوں انتہائی نادرست اور بے ثبوت ہیں۔

(قد قامت الصلوٰۃ صفحہ ۱۹۹)

معلوم ثابت ہوا کہ بس زبان سے کہتے ہوئے ہی شرماتے ہیں ورنہ ان کو بھی اقرار ہے کہ طریقہ وہی صحیح ہے جو اہل سنت و جماعت احناف کا ہے۔

الحمد للہ علی ذالک۔

ہتھیلیاں بھی قبلہ رخ ہوں

اور ہاتھ اٹھاتے ہوئے دونوں ہتھیلیوں کو بھی قبلہ رخ رکھنا چاہیے۔

جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔ اذا ستفتح احدکم فلیرفع یدیہ و لیستقبل بباطنھما القبلة۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۰۶، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۰۲، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۷)

انگلیوں کو کھلا رکھیں

اور ہاتھ اٹھاتے ہوئے انگلیوں کو کھلا رکھنا چاہیے۔

جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے۔ اذا کبر للصلوٰۃ نشرا صابعہ۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۳، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۷، صحیح ابن حبان جلد ۳ صفحہ ۱۹۵)

عورت کے رفع یدین کا طریقہ

عورت تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے صرف چھاتی تک ہاتھ اٹھائے گی۔

جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ اذا صلیتم فاجعل یدیک حذاء اذنیک والمرءۃ تجعل یدیھا ھذاء ثدیھا۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۳۰۷، طبرانی کبیر جلد ۲۲ صفحہ ۱۸، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۸۲)

یعنی نماز شروع کرتے ہوئے مرد کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور عورت اپنی چھاتی تک ہاتھ اٹھائے۔ اور مشہور صحابیہ حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کا طریقہ مبارکہ بھی یہی تھا ترفع کفیھا حذو منکبیھا حین تفتتح الصلوٰۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۳۹، جزرفع یدین امام بخاری صفحہ ۱۲)

کہ وہ اپنے ہاتھ کندھوں تک ہی اٹھاتی تھیں (اس طرح کہ ہتھیلیاں چھاتی کے برابر ہوتیں اور انگلیوں کے پورے کندھوں تک پہنچ جاتے تھے) حضرت حماد علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں کہ عورت نماز شروع کرتے وقت چھاتی تک ہی ہاتھ اٹھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۳۹)

امام زہری علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں عورت نماز شروع کرتے وقت کندھوں تک ہی ہاتھ اٹھائے (وضاحت پہلے ہو چکی)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۳۹)

مشہور تابعی حضرت عطاء بن ابی رباح علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں کہ عورت نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو سینے تک ہی اٹھائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۳۹)

لہذا فرمان مصطفیٰ ﷺ، سنت صحابہ اور تابعین کے عمل اور فتویٰ سے ثابت ہوا کہ عورت نماز شروع کرتے وقت دونوں ہاتھ چھاتی تک ہی اٹھائے۔ اس طرح کہ انگلیوں کے پورے کندھوں تک پہنچ جائیں۔

ہاتھ باندھنے کا طریقہ

پھر دونوں ہاتھ نیچے لاتے ہوئے اس طرح باندھے جائیں گے کہ دایاں ہاتھ اوپر ہو اور بایاں ہاتھ نیچے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ تھا۔

ثم وضع یدہ الیمنی علی الیسری۔

(ترمذی جلد اصفحہ ۶۷، ابوداؤد جلد اصفحہ ۱۱۰، مسلم جلد ا

صفحہ ۱۷۳، نسائی جلد اصفحہ ۱۴۱، موطا امام مالک)

اور وہ اس طرح کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی پشت پر ہو جیسا کہ حضور ﷺ کا طریقہ مبارک تھا۔ ووضع یدہ الیمنی علی ظهر کفه الیسری ۔

(داری صفحہ ۱۴۶، نسائی جلد اصفحہ ۱۴۱)

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ قال انا معشر الانبیاء امرنا ..... ان نمسک بایماننا علی شمائلنا فی صلاتنا۔

(مجمع الزوائد جلد اصفحہ ۱۰۵، صحیح ابن حبان جلد ۵ صفحہ ۶۷، طبرانی کبیر جلد ۱۱ صفحہ ۷، ۱۹۹، طبرانی اوسط جلد ۲ صفحہ ۴۷، جلد ۴ صفحہ ۲۹۷، مسند طیالسی صفحہ ۳۴۶، تاریخ جرجانی صفحہ ۱۴۶، سنن کبریٰ بیہقی جلد ۴ صفحہ ۲۳۸، مسند عبد بن حمید صفحہ ۲۱۲، طبقات کبریٰ جلد اصفحہ ۳۸۵ وغیرہ)

ثابت ہوا کہ جناب آدم علیہ السلام سے جناب محمد مصطفےٰ ﷺ تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت یہی ہے کہ نماز میں ہاتھوں کو اس طرح باندھا جائے۔ کہ بایاں ہاتھ نیچے ہو اور دایاں ہاتھ اوپر ہو۔

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے نماز میں بایاں ہاتھ اوپر رکھا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے میرا دایاں ہاتھ پکڑ کے اوپر کر دیا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۲۶، ابوداؤد جلد اصفحہ ۱۲۳، نسائی جلد اصفحہ ۱۳۸

مسند ابویعلیٰ جلد ۸ صفحہ ۴۵۵، تاریخ واسطی صفحہ ۹۴ وغیرہ)

امام الوہابیہ شوکانی کہتے ہیں ابن سید الناس کہتے ہیں کہ اس روایت کے راوی صحیح ہیں۔

(نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی بھی فرماتے ہیں۔ اس روایت کی سند حسن ہے۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ا صفحہ ۲۰۷)

ایک غلطی کا ازالہ

بعض روایات میں "ذراع" کے الفاظ سے غیر مقلدین حضرات صرف کلائی مراد لیتے ہیں۔ حالانکہ کتب لغت میں ہے۔

الذراع. مابین طرف المرفق الی طرف الاصبع الوسطی .

(لسان العرب جلد ۸ صفحہ ۹۳، المنجد صفحہ ۲۵۱، قاموس الوحید صفحہ ۵۶۷)

یعنی "ذراع" سے مراد کہنی کے سرے سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک ہے۔

تو پھر اس سے صرف کلائی مراد لینا سراسر سینہ زوری ہے۔ اس سے درمیان والا جوڑ اور اس کے دونوں اطراف کے ابتدائی حصے مراد لینے سے کون سی بات مانع ہے۔

جناب وائل بن حجر کی ایک روایت اس طرح ہے۔

ثم وضع یدہ الیمنی علیٰ کفہ الیسری والرسغ والساعد۔

(صحیح ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۲۴۳، صحیح ابن حبان جلد ۵ صفحہ ۱۷۰، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۰۵، نسائی جلد ا صفحہ ۱۴۱، کبریٰ جلد ا صفحہ ۳۱۰، مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۳۱۸، خلاصۃ الاحکام نووی جلد ا صفحہ ۳۵۶، منتقی ابن جارود صفحہ ۶۲)

محدث نیموی نے اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔ (آثار السنن)

امام عبدالقادر حنفی نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔

(الحاوی فی بیان آثار الطحاوی جلد ا صفحہ ۲۵۲)

الرسغ ۔ کا معنی ہے۔ گٹا۔ پہنچا۔

(المنجد صفحہ ۳۸۳، قد قامت الصلوٰۃ اہلحدیث صفحہ ۲۰۴

نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں۔ اہلحدیث صفحہ ۱۴۵)

الرسغ . مفصل مابین الکف والذراع ۔

(لسان العرب جلد ۸ صفحہ ۴۲۸)

جناب وائل بن حجر کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح بھی ہیں۔

یضع یدہ الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ قریبا من الرسغ ۔

(طبرانی کبیر جلد ۲۲ صفحہ ۲۵، داری جلد ا صفحہ ۳۱۲، نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۱۹۳)

محدث کبیر علامہ بدرالدین عینی تمام روایات کی تطبیق کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھے۔ اور چھوٹی انگلی اور انگوٹھے کا گھیرا بنا کر بائیں ہاتھ کے جوڑ کو پکڑ لے۔ تاکہ رکھنے اور پکڑنے والی دونوں روایات پر عمل ہو جائے۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۷۹)

زیر ناف ہاتھ باندھنا

بائیں ہتھیلی کے اوپر دائیں ہتھیلی ہو۔ اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھے جائیں۔

جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارک تھا۔ وضع یمینہ علی شمالہ فی الصلوٰۃ تحت السرۃ ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۹۰، آثار السنن جلد ا صفحہ ۶۹)

نیز مکتبۃ الرشد الریاض کا مطبوعہ نسخہ۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۳۶، حدیث نمبر ۳۹۵۵۔ بحوالہ مخطوطہ مکتبۃ المحمودیۃ بالمدینۃ المنورہ۔

اس روایت کی سند بھی بالکل صحیح ہے۔

(کشف المغطا شرح موطا امام مالک از محدث و مفسر اہل حدیث مولوی وحید الزمان صفحہ ۱۳۷)

علامہ محمد ابو طیب مدنی لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی سند قوی ہے۔

(شرح ترمذی از موصوف)

علامہ محمد عابد سندھی بھی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔

(طوامع الانوار)

مولوی عبد الرؤف غیر مقلد بھی لکھتے ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ کے کسی نسخہ میں حدیث وائل بن حجر کے ایک طریق میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ ہیں اور اس کی سند صحیح ہے۔

(صلوٰۃ الرسول مع تخریج و تعلیق صفحہ ۲۳۰)

اسی لیے جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں۔

ان من السنۃ فی الصلوٰۃ وضع الاکف علی الاکف تحت السرۃ۔

(مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۱۱۳، نیل الاوطار، از امام اہل حدیث قاضی شوکانی جلد ا صفحہ ۱۸۸، سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۹۱، دار قطنی جلد ا صفحہ ۲۸۶، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۱۷ نسخہ ابن الاعرابی، کنز العمال جلد ۴

صفحہ ۲۰۵، زیادات مسند۔ بحوالہ کشف المغطا صفحہ ۱۳۷، المغنی ابن قدامہ جلد ا صفحہ ۴۷۲، بحوالہ ابوداؤد، بدائع الفوائد جلد ۳ صفحہ ۹۱، الاحادیث المختارہ جلد ۲ صفحہ ۳۸۶، التمہید جلد ۲۰ صفحہ ۷۸ وغیرہ)

یاد رہے یہ حدیث "مسند امام احمد بن حنبل" کی ہے اور امام الوہابیہ قاضی شوکانی اس کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں۔ قال السیوطی فی خطبة کتابه الجامع الکبیر مالفظه. و کل من کان فی مسند امام احمد . فهو مقبول . فان الضعیف الذی فیه . یقرب من الحسن ۔

(نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۲۰، کشف الخفاء عجلونی جلد ا صفحہ ۱۹)

یعنی امام سیوطی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "جامع الکبیر" کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ مسند امام احمد کی تمام روایات مقبول ہیں۔ اور اگر اس میں کوئی ضعیف روایت بھی ہے تو وہ درجہ حسن کے قریب ہے۔

نیز یہی شوکانی۔ امام ہیثمی علیہ الرحمہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں۔

ان مسند احمد اصح صحیحامن غیره۔

(نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۲۰، تدریب الراوی صفحہ ۱۴۷)

یعنی مسند امام احمد بن حنبل باقی حدیث کی کتابوں میں سے سب سے زیادہ صحیح ہے۔

☆ جناب سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ یہ بات انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے کہ۔۔۔ نماز میں اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر (کلائی پر نہیں) ناف کے نیچے رکھا جائے۔

(خلافیات بیہقی صفحہ ۳۷، مختصر الخلافیات جلد ا صفحہ ۳۴۲، محلی ابن حزم جلد ۲ صفحہ ۳۰)

☆ نیز جناب حجاج بن حسان فرماتے ہیں۔ میں نے ابومجلز تابعی علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ نماز میں ہاتھ کہاں باندھے (رکھے) جائیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھو اور۔ یجعلهما اسفل من السرة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۹۱)

ان ہاتھوں کو ناف کے نیچے رکھا جائے۔

غیر مقلدین کے محدث۔ شمس الحق عظیم آبادی بھی لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند "جید" ہے۔

(عون المعبود جلد ۲ صفحہ ۳۲۴)

☆ نیز امام ابراہیم نخعی تابعی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر۔ ناف کے نیچے رکھا جائے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۹۰)

اس روایت کے ایک راوی "ربیع بن صبیح" کے متعلق بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ اس راوی کے متعلق محدث و مفسر اہلحدیث نواب صدیق حسن بھوپالی لکھتے ہیں۔

هو من اتباع التابعين واعيان المحدثين . كان صدوقا عابدا مجاهدا. اول من صنف في الاسلام۔

(ابجد العلوم جلد ۳ صفحہ ۲۱۵)

اس روایت کے تمام راوی ثقہ اور نیک ہیں۔ (جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۳۱)

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

شاید بعض دوست کہیں کہ موجودہ ابوداؤد میں "تحت السرة" کے الفاظ موجود نہیں

ہیں تو گذارش ہے کہ اگر آج کی ابوداؤد میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں تو یہ بھی آپ ہی کے ہاتھوں کی صفائی ہے۔ ورنہ محدث ومفسر اہلحدیث مولوی وحید الزمان اور قاضی شوکانی تو اس روایت کو ابوداؤد ہی کے حوالے سے نقل کر رہے ہیں۔ محدث اہلحدیث مولوی وحید الزمان صاحب لکھتے ہیں کہ "ابوداؤد میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول موجود ہے کہ سنت ہے کہ ایک کف کا دوسرے کف پر رکھنا ناف کے نیچے۔

(کشف المغطا صفحہ ۱۳۷)

اور امام اہلحدیث قاضی شوکانی نے بھی اس حدیث کو ابوداؤد کے حوالے سے ہی بیان کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ الحدیث ثابت فی بعض نسخ ابی داؤد۔

(نیل الاوطار جلد ا صفحہ ۱۸۸)

ابن قدامہ حنبلی نے بھی اس اثر کو ابوداؤد ہی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ صحاح ستہ کی ابوداؤد جیسی معتبر کتاب میں بھی پہلے یہ الفاظ موجود تھے۔ پھر زمانے کی ستم ظریفیوں سے لوگ اس سنت سے محروم ہو گئے۔

حضرت انس بن مالک اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں اخلاق نبوت میں سے ہیں۔ (یعنی آپ ﷺ کی سنت ہیں) پہلی روزہ جلد افطار کرنا۔ دوسری سحری کا کھانا دیر سے کھانا اور تیسری۔ وضع الید الیمنی علی الیسری فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔

(جوہر النقی حاشیہ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۲ محلی ابن حزم جلد ۳ صفحہ ۳۰)

نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا چاہیے

امام ترمذی کا تبصرہ

امام ترمذی فرماتے ہیں۔ ورای بعضھم ان یضعھما فوق السرۃ ورای بعضھم ان یضعھما تحت السرۃ وکل ذالک واسع عندھم۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۴)

یعنی بعض اہل علم (صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین وغیرھم) ناف کے اوپر ہاتھ باندھنے کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اور بعض ناف کے نیچے باندھنے کو۔ اور محدثین کرام کے نزدیک دونوں طرح ہی جائز ہے۔ امام ترمذی کے اس تبصرے سے معلوم ہوا کہ ہاتھ باندھنے کے متعلق محدثین کے دو قول ہیں۔ ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا یا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا۔ تیسرا قول کوئی نہیں ہے (یعنی سینے یا نحر پر ہاتھ باندھنے کا)
نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ امام ترمذی کے نزدیک ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے بھی جائز ہیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ محدثین کرام ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کو اپنی طرف سے تو جائز نہیں کہہ رہے۔ بلکہ اس کے متعلق انہیں کچھ صحیح روایات ملی ہوں گی۔ تبھی وہ اس کے جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں۔

ایک شبہ اور اس کا جواب

اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ پھر یہ روایت امام ترمذی نے نقل کیوں نہیں فرمائی۔ تو جناب اس کے متعلق عرض ہے کہ محدثین کرام نے اپنی تصنیف کے متعلق کچھ شرائط رکھی ہوتی ہیں۔ اور کوئی حدیث اگرچہ صحیح بھی ہو لیکن اس محدث کی شرائط پر پوری نہ اترتی ہو تو وہ محدث اس حدیث کو صحیح ہونے کے باوجود بھی اپنی کتاب میں نقل نہیں فرماتے۔

جیسا کہ امام مسلم نے فرمایا ہے۔ فقال لیس کل شی عندی صحیح وضعته ههنا انما وضعت ههنا ما اجمعوا علیه۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۴)

یعنی وہ تمام حدیثیں جو میرے نزدیک صحیح ہیں۔ انہیں میں نے اپنی کتاب میں نقل نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کتاب میں میں نے صرف وہ حدیثیں درج کی ہیں جن پر اجماع ہو چکا ہے۔ اسی طرح امام ترمذی اگرچہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے والی حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔ لیکن چونکہ ناف کے نیچے والی اور ناف کے اوپر والی دونوں طرح کی روایات انکو ملی تھیں۔ اور ان کے نزدیک دونوں طرح عمل جائز ہے۔ لہٰذا انہوں نے اپنا عقیدہ تو بیان کر دیا۔ لیکن روایات دونوں ہی نقل نہیں فرمائیں۔ یہ بھی محدثین کرام کا ایک طریقہ ہوتا ہے۔ فافهموا یا اولو الابصار

پہلے ثنا پڑھنا

دونوں ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح باندھ کر کہ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی ہو۔ اور انگوٹھے اور چھنگلیا (چھوٹی انگلی) سے کلائی کو پکڑ کر ثناء پڑھیں۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قام الی الصلوٰة باللیل کبر ثم یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا اله غیرک۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۳، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۰۷، ابن ماجہ

صفحہ ۵۸، مشکوٰۃ صفحہ ۷۰، داری صفحہ ۱۴۶، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۱۴)

اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی تعلیم کی خاطر نماز میں کبھی کبھی سبحانک اللھم و بحمدک و تبارک اسمک و تعالیٰ جدک ولا الہ غیرک بلند آواز سے پڑھ دیتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۳۷، مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۲)

اور ارشاد خداوندی بھی ہے۔ وسبح بحمد ربک حین تقوم۔

(سورۃ طور آیت نمبر ۴۸)

یعنی اے محبوب ﷺ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوں تو (پہلے) اپنے رب کی تسبیح بیان کرلیا کریں۔ اس کی حمد کے ساتھ۔ اس حکم قرآنی سے ثابت ہوا کہ جب نماز پڑھنا شروع کریں تو پہلے ثناء پڑھ لینی چاہیے۔

تعوذ پڑھنا

اس کے بعد اگر امام خود ہو یا اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو پہلے آہستہ سے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھیں۔ جیسا کہ حکم خداوندی ہے۔

اذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

(سورۃ نحل آیت نمبر ۹۸)

یعنی جب تم قرآن پڑھنے لگو۔ تو پہلے شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو۔

اور جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ بھی یہی تھا کہ آپ ﷺ قراءۃ شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھ لیا کرتے تھے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول قبل القراءۃ اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷، صحیح ابن حبان جلد ۱ صفحہ ۲۰۳، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ وغیرہ)

بسم اللہ شریف آہستہ پڑھنا

پھر آہستہ ہی بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ تھا۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ عن انس ان رسول اللہ ﷺ کان یسر بسم اللہ الرحمن الرحیم و ابوبکر و عمر۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۰۸، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۰۳)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ اور جناب ابوبکر صدیق اور جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما (نماز میں) بسم اللہ شریف آہستہ ہی پڑھا کرتے تھے۔ جناب علی المرتضٰے اور جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا بھی یہی عمل تھا۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

لا یجھران بسم اللہ الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولا بآمین۔

(طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۲۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۴۱۱، جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۴۸)

یعنی یہ حضرات بسم اللہ شریف، تعوذ اور آمین آہستہ ہی کہا کرتے تھے۔

جناب انس کی ایک اور روایت کے الفاظ ہیں۔ صلیت خلف (مع) رسول اللہ ﷺ وابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم فلم اسمع احدا منھم

يجهر (يقرأ) بسم الله الرحمن الرحيم۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۴۴، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۴۱۱، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۰۳،۲۰۲، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۱۱۴، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۱۵، سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۵۲، کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۰۹، صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۹، منتقی ابن جارود صفحہ ۵۵، صحیح ابن حبان جلد ۵ صفحہ ۱۰۳، مسند ابن الجعد صفحہ ۱۴۶، شرح السنہ بغوی جلد ۳ صفحہ ۵۲، تاریخ واسط صفحہ ۲۵۰، مسند ابو یعلی جلد ۷ صفحہ ۲۱۱، جامع المسانید امام ابی حنیفہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۲، مسند ابی حنیفہ صفحہ ۵۸، التدوین فی اخبار قزوین جلد ۱ صفحہ ۴۹۳، تاریخ بغداد جلد ۳ صفحہ ۱۶۵، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۰۸، طبرانی کبیر جلد ۱ صفحہ ۲۵۵، الاحادیث المختارہ مقدسی جلد ۵ صفحہ ۲۵۰، کامل ابن عدی جلد ۳ صفحہ ۲۶۳، حلیۃ الاولیاء ابو نعیم جلد ۷ صفحہ ۱۷۹، طبرانی اوسط جلد ۸ صفحہ ۱۹۲)

یعنی جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے، جناب ابوبکر صدیق کے پیچھے، جناب عمر فاروق کے پیچھے اور جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ لیکن میں نے ان میں سے کسی ایک کو بھی نماز میں بسم اللہ شریف بلند آواز سے پڑھتے ہوئے نہیں سنا نیز منقول ہے۔ كان عمر و علي رضي الله عنهما لا يجهران ببسم الله الرحمن الرحيم ولا بالتعوذ ولا بالتامين ۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۰۴، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۰۸، جزء القراءۃ امام بخاری صفحہ ۲۸، تاریخ کبیر جلد ۲ صفحہ ۸۵، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ، صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۸)

یعنی جناب عمر فاروق اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی (نماز میں) بسم اللہ شریف، تعوذ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔

قراءت الحمد شریف سے شروع ہوتی ہے

بخاری شریف میں ہے۔ ان النبی ﷺ وابابکر و عمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد للہ رب العالمین۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۳، مشکوٰۃ صفحہ ۷۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۴۱۱، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۱۶، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۱ صفحہ ۳۱۴، جلد ۲ صفحہ ۵۱، ابن ماجہ صفحہ ۵۹، تاریخ کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۸، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ، جزء القراءۃ بخاری صفحہ ۲۹، ۳۰، طبرانی اوسط جلد ۵ صفحہ ۳۳۱، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۴۳، معجم ابن الاعرابی جلد ۶ صفحہ ۳۱۹، المنتقی ابن جارود صفحہ ۵۵، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲۷، دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۱۱، موضح اوھام الجمع والتفریق للخطیب جلد ۱ صفحہ ۳۸۳ وغیرہ)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ جناب ابوبکر صدیق اور جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہما قراءت کو الحمد شریف ہی سے شروع فرماتے تھے۔

(یعنی نماز میں قراءت کرتے وقت بسم اللہ شریف بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے) مسلم شریف کی روایت میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی ذکر ہے۔

نیز باختلاف الفاظ۔ جزء القراءۃ امام بخاری صفحہ ۲۸، ۲۹، ۳۰، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۲۶، صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۸، محدث اہلحدیث زبیر علی زئی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے

(نصر الباری فی تحقیق جزء القراءۃ بخاری صفحہ ۱۷۲،۱۷۹، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۱۱۴، ۱۰۱، ۲۰۳، ۱۲۸، ۲۰۵، ۲۸۶، ۲۵۵، ۲۸۹، مصنف ابن شیبہ جلد ۱ صفحہ ۴۴۸، ۴۴۷، صحیح ابن حبان جلد ۴ صفحہ ۱۴۴، شرح السنہ بغوی جلد ۳ صفحہ ۱۴۴، مسند ابو عوانہ جلد ۱ صفحہ ۴۴۹، مسند ابو یعلٰی جلد ۵ صفحہ ۳۴۴، ۴۳۵، ۴۴۴، ۳۴۵، ۲۶۱، دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۱۱، ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲۷، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۴، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۴۳، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۱ صفحہ ۳۱۴، ابن ماجہ صفحہ ۵۹، مصنف عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۸۸، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۱۳۹)

کئی روایات میں حضرت علی کا ذکر بھی موجود ہے۔ مثلاً۔ عن انس قال صلیت خلف رسول اللہ ﷺ وابی بکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کانوا یفتتحون القراءۃ بالحمد للہ رب العالمین۔

(حلیۃ الاولیاء ابو نعیم جلد ۸ صفحہ ۲۲۵)

نیز جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں۔ صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر و عمر و عثمان فکانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمان الرحیم فی اول قراءۃ ولا فی آخرھا۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۲، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۵۰، ۵۱، ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۱۴، دارمی صفحہ ۱۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۴۱۰، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۱۵، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۳۰، موطا امام مالک صفحہ ۲۷)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ، جناب ابو بکر صدیق، جناب عمر فاروق اور جناب عثمان

عنہم رضی اللہ عنہم الحمد ہی سے قراءت شروع فرمایا کرتے تھے۔ اور الحمد شریف کے اول یا آخر میں بسم اللہ اس طرح (بلند آواز سے جو کہ دوسرا سن سکے) نہیں پڑھتے تھے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی فرماتی ہیں۔ کان رسول اللہ ﷺ یفتتح الصلوٰۃ بالتکبیر والقراءت بالحمد للہ رب العلمین۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۱۴، ابن ماجہ صفحہ ۵۹، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۵۱، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۹۳، بلوغ المرام جلد ۱ صفحہ ۴۰، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۴۱۰)

امام بدرالدین عینی شارح بخاری فرماتے ہیں۔ احادیث الجهر لیس بصحیح صریح بخلاف حدیث الاخفاء . فانه صحیح صریح ثابت فی مخرجه فی الصحیح والمسانید المعرفة والسنن المشهورة۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۹۱، جلد ۱ صفحہ ۳۲، جلد ۲ صفحہ ۱۲)

یعنی بسم اللہ شریف بلند آواز سے پڑھنے کے اثبات میں ایک بھی حدیث صحیح اور صریح نہیں ہے جب کہ۔ نماز میں بسم اللہ شریف آہستہ پڑھنے کی احادیث۔ صحیح، صریح، مسانید و سنن مشہورہ سے ثابت ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری فرماتے ہیں۔

ولا یصح فی الجهر شیء مرفوع کما نقل عن الدارقطنی۔

(الدرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ ہاشی علی الھدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۵)

یعنی بسم اللہ بالجہر پڑھنے کے بارے میں کوئی چیز صحیح نہیں ہے۔ جیسا کہ امام دارقطنی سے بھی اس بات کو نقل فرمایا گیا ہے۔

علامہ مجدد الدین فیروز آبادی بھی اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں۔ در باب جهره در صلوة بسم الله الرحمان الرحیم . حدیث صحیح ثابت نشده . (سفر السعادت مع شرحہ صفحہ ۵۳۳)

یعنی نماز میں بسم اللہ بالجہر کے اثبات میں ایک بھی صحیح حدیث موجود نہیں ہے۔

امام عقیلی بھی فرماتے ہیں۔ اس بارے میں کوئی بھی صحیح مسند حدیث موجود نہیں ہے۔

(عینی شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۸۸ بحوالہ فتاوی رضویہ جلد ۷ صفحہ ۶۸۱)

امام دارقطنی بھی اسی نظریہ کی توثیق فرماتے ہیں۔

(فتح القدیر جلد ا صفحہ ۲۵۴، تفسیر روح المعانی جلد ا صفحہ ۲۶، مغنی ابن قدامہ جلد ا صفحہ ۲۸۵، نیل الاوطار شوکانی جلد ۲ صفحہ ۲۱۱)

علامہ ابن جوزی کی تحقیق بھی یہی ہے

(مرقات شرح مشکوۃ جلد ا صفحہ ۵۲۲)

امام زیلعی کا فیصلہ بھی یہی ہے۔ (تبیین الحقائق جلد ا صفحہ ۱۱۲)

امام الوہابیہ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم اور اہلحدیث محدث مولوی عبدالرؤف بھی اسی حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں۔ فافهموا و اعتبروا یا اولوا الالباب

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرماتے تھے (پھر دل میں ثنا پڑھتے) اور قراءت کو الحمد شریف سے ہی شروع فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ صليت خلف رسول الله ﷺ وخلف ابی بكر وخلف عمر رضی الله عنهما فما سمعت احدا منهم قرء بسم الله الرحمن الرحيم .

(نسائی جلد ا صفحہ ۱۴۴، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۵۱، ۵۲)

کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے۔ جناب ابوبکر صدیق اور جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پیچھے بھی نمازیں پڑھی ہیں۔ لیکن میں نے تو ان ہستیوں میں سے کسی کو بھی (نماز میں بلند آواز سے) بسم اللہ شریف پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ "انها عرابية" کہ نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھنا۔ یہ تو گنواروں کا کام ہے۔

(کتاب الآثار صفحہ ۲۲، جامع المسانید جلد ا صفحہ ۳۲۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۴۱۱، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۱۱۹)

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی فرماتے ہیں۔ ذالک فعل الاعرابية۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۱۴۰، جوہر النقی حاشیہ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۷، مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۱۲۹)

یعنی نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھنا تو گنواروں کا کام ہے۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ای بنی محدث .... فقد صليت مع النبی ﷺ و مع ابی بکر و عمر و مع عثمان فلم اسمع احدا منهم يقولها فلا تقلها اذا انت فی الصلوٰة فقل الحمد لله رب العالمين۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۳۳، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۰۲، کنز العمال جلد ا صفحہ ۱۲۰، ابن ماجہ صفحہ ۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۴۱۰)

کہ بیٹا نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھنا۔ یہ تو بدعت ہے۔ تحقیق میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے۔ اور جناب ابوبکر صدیق، جناب

عمر فاروق اور جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ساتھ بھی نماز پڑھی ہے۔ میں نے تو ان تمام ہستیوں میں سے کسی ایک کو بھی نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔ بیٹا جب تو نماز پڑھے تو الحمد شریف سے قراءت شروع کیا کر۔

جناب ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں۔

جهر الامام بسم الله الرحمن الرحيم بدعة ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۴۴۱، تفسیر در منشور جلد ا صفحہ ۱۱)

یعنی امام کا جماعت میں بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھنا بدعت ہے۔

ایک اہلحدیث محدث و محقق کا نعرۂ حق

اہلحدیث محدث و محقق مولوی عبدالرؤف لکھتے ہیں۔ قوی اور راجح مذہب کے مطابق بسم اللہ سراہی پڑھنی چاہیے۔۔ آگے سرا پڑھنے کی دلیل کے طور پر تین احادیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

مذکورہ روایات سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) کا طریق کار اسرار (آہستہ پڑھنا) تھا جہر (بلند پڑھنا) نہیں۔ محققین نے بھی اسی مذہب کو اختیار کیا ہے جن کے اسمائے گرامی مع حوالہ جات کتب درج ذیل ہیں۔ ابن العربی ''عارضۃ الاحوذی'' (۱/۴۴-۴۶) ابن تیمیہ ''الفتاوی الکبری'' (۱/۸۸-۱۰۴) زیلعی ''نصب الرایۃ (۱/۳۲۸-۳۶۳) شوکانی ''نیل الاوطار'' (۲/۱۹۸) سید نذیر حسین وشمس الحق عظیم آبادی التعلیق المغنی (۱/۳۱۵) مبارکپوری تحفۃ الاحوذی (۱/۲۰۴) البانی صفۃ الصلاۃ (۷۷) ابن باز تحقیق فتح الباری (۲/۲۲۹) شعیب و عبدالقادر ''تحقیق زاد

المعاد" (۲۰۶/۱) ـــــــ مؤلف (مولوی صادق سیالکوٹی غیر مقلد) نے جس حدیث سے بسم اللہ جہراً پڑھنے کی دلیل لی ہے۔ یہ نسائی (۱۳۴/۲) ابن خزیمہ (۴۹۹) ابن حبان (۴۵۰ موارد) دار قطنی (۱۴/۳۰۵/۱) اور مستدرک (۲۳۲/۱) میں من طریق نعیم المجمر عن ابی ہریرہ ہے اسے ابن حبان، حاکم، بیہقی اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ مگر اس حدیث سے دلیل لینا صحیح نہیں ہے۔ حافظ زیلعی فرماتے ہیں کہ ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے آٹھ سو شاگردوں میں سوائے نعیم مجمر کے کسی نے بھی بسم اللہ (بالجہر) ذکر نہیں کی۔ اور ان کے شاگردوں میں سے کسی ثقہ سے یہ ثابت نہیں کہ اس نے ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے یہ بیان کیا ہو کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں بسم اللہ جہراً تلاوت کرتے تھے۔ نعیم کی اس زیادتی پر طویل کلام کرنے کے بعد زیلعی فرماتے ہیں کہ اگر اسے صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو (بھی) اس میں بسم اللہ جہر کی صراحت نہیں ہے

(نصب الرایہ ۳۳۵/۱)

بسم اللہ اونچی پڑھنے کے بارے میں بعض ضعیف اور کئی من گھڑت روایات دار قطنی وغیرہ میں ہیں۔ ابن تیمیہ اور حافظ زیلعی نے بھی ذکر کیا ہے کہ امام دار قطنی جب مصر تشریف لائے تو بعض مصریوں نے ان سے بسم اللہ کے جہر کے بارے میں ایک مستقل رسالہ تالیف کرنے کی درخواست کی۔ جب انہوں نے رسالہ تالیف کیا تو ایک مالکی نے ان سے سوال کیا کہ وہ یہ بتائیں کہ اس رسالہ میں کتنی صحیح روایات ہیں۔ امام دار قطنی نے جواب دیا کہ اس بارے میں جتنی مرفوع روایات ہیں سب کی سب غیر صحیح ہیں۔ رہے آثار صحابہ تو ان میں سے بعض صحیح اور بعض ضعیف ہیں۔

الحاصل بسم اللہ جہراً پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح صریح حدیث نہیں ہے۔ لہٰذا بسم اللہ

آہستہ ہی پڑھنی چاہیے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی معرفت اور جان پہچان رکھنے والے اس امر پر متفق ہیں کہ بسم اللہ جہراً کے بارے میں کوئی صریح روایت نہیں ہے اور نہ ہی مشہور سنن کے مؤلفین جیسا کہ ابوداؤد، ترمذی اور نسائی ہیں۔ نے اس بارے میں کوئی چیز روایت کی ہے۔ بسم اللہ جہرا کا ذکر من گھڑت روایات میں ملتا ہے جن کی ثعلبی، ماوردی اور ان جیسے مفسرین نے روایت کیا ہے۔ یا ان فقہاء کی کتابوں میں یہ روایات ملتی ہیں۔ جو موضوع اور غیر موضوع روایات میں تمیز نہیں کرتے۔ بلکہ ہر قسم کی احادیث سے حجت لیتے ہیں۔

فتاوی کبری جلد اصفحہ ۹۱، ابن تیمیہ (صلوٰۃ الرسول مع تخریج و تعلیق صفحہ ۲۷۶)

بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ کا حصہ نہیں ہے

بعض لوگ بسم اللہ شریف کو سورۃ فاتحہ ہی کی ایک آیت سمجھتے ہیں۔ لہٰذا وہ سورۃ فاتحہ کی طرح بسم اللہ شریف کو بھی بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ حالانکہ صحیح احادیث سے یہ بات خوب واضح ہے کہ بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ کا حصہ نہیں ہے۔ بلکہ سورۃ فاتحہ تو الحمد للہ رب العالمین سے شروع ہوتی ہے۔ مثلاً جناب ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ قال اللہ تعالیٰ قسمت الصلوٰۃ بینی و بین عبدی نصفین .. فاذا قال العبد .. الحمد للہ رب العالمین . قال اللہ . حمدنی عبدی . واذا قال . الرحمان الرحیم . قال اللہ تعالیٰ . اثنی علی عبدی . واذا قال . مالک یوم الدین . قال

مجدنی عبدی . واذا قال . ایاک نعبد و ایاک نستعین . قال . ھذا بینی وبین عبدی .. واذا قال اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین . قال ھذا لعبدی. ولعبدی ماسأل۔ (مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۰)

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے نماز (سورۃ فاتحہ) کو اپنے اور اپنے بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم فرمادیا ہے۔ پس جب بندہ کہتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے نے میری تعریف کی۔۔۔۔ الخ۔ یہاں جناب رسول اللہ ﷺ سورۃ فاتحہ کو۔ الحمد للہ رب العالمین۔ سے شروع فرمارہے ہیں۔ ورنہ آپ ﷺ سورۃ فاتحہ کو۔ تسمیہ سے شروع فرماتے۔ نیز الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ ایک روایت جناب سعید بن معلّیٰ سے اور ایک روایت جناب عبداللہ بن جابر انصاری رضی اللہ عنہما سے اس طرح مروی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

الا اخبرک یا عبداللہ بن جابر بخیر سورۃ فی القرآن۔

(مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۱۷۷)

الا اعلمک (یا سعید بن معلی) اعظم سورۃ فی القرآن۔۔۔۔فقال الحمد للہ رب العالمین (اقرأ الحمد للہ رب العالمین حتی تختمھا)

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۴۲، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۳۰۵، نسائی جلد ا صفحہ ۱۴۵)

کیا میں تجھے وہ سورۃ نہ بتاؤں جو قرآن پاک میں بڑی بلند شان والی اور افضل ترین سورۃ ہے۔ میں نے عرض کی۔ آقا ﷺ ضرور ارشاد فرمائیں۔ تو آپ ﷺ نے

فرمایا الحمد لله رب العالمين ۔کو آخر تک پڑھ لو۔ (یہی وہ بلند مرتبہ اور افضل ترین سورت ہے) اس حدیث شریف میں بھی آپ ﷺ نے سورۃ فاتحہ کو ''الحمد لله رب العالمين'' ہی سے شروع فرمایا ہے۔

ثابت ہوا کہ بسم اللہ شریف سورۃ فاتحہ کی آیت، حصہ یا جز نہیں ہے۔

لہٰذا جب قراءت یعنی الحمد شریف جہری نمازوں میں بلند آواز سے پڑھی جائے گی۔ تو الحمد لله رب العالمين ہی سے جہری قراءت کی ابتدا کی جائے گی۔ اور اس سے قبل پڑھا جانے والا تعوذ اور تسمیہ دل ہی میں پڑھا جائے گا۔

اہلحدیث محدث کا اقرار حق

معروف غیر مقلد محدث مولوی عبد الرحمان مبارک پوری ''بسم اللہ بالجہر'' کے مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ (صاحب نصب الرایہ۔ امام) زیلعی نے کہا ہے کہ جو حضرت انس سے (نماز میں بسم اللہ شریف آہستہ پڑھنے کا) انکار منقول ہے (وہ بہت ضعیف ہے) سو وہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا جو اس کے خلاف (نماز میں بسم اللہ شریف آہستہ پڑھنے کے ثبوت میں) ان سے صحیح روایت سے منقول ہے۔۔۔۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ اس بات پر کہ بسم اللہ کو بالجہر ترک کرنے کا سلسلہ صحابہ کرام کے نزدیک آنحضرت ﷺ سے توارث کے ساتھ ثابت تھا۔ تمام پچھلے۔ پہلوں سے اسے نقل کرتے آئے تھے۔ اور اکیلی یہی بات اس مسئلہ میں کافی ہے۔ کیونکہ جہری نمازیں ہمیشہ صبح و شام ہوتی تھیں۔ پس اگر آنحضرت ﷺ ہمیشہ بسم اللہ کے ساتھ جہر کرتے تو اس میں اختلاف واشتباہ نہ واقع ہوتا۔ اور البتہ یہ بات مجبوراً سب کو معلوم

ہوتی اور حضرت انس یہ نہ کہتے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین نے (یہ) نہیں کہا اور نہ حضرت عبداللہ بن مغفل یہ کہتے۔ اور اس کو بدعت نہ بتلاتے۔ اور اہل مدینہ کا عمل آنحضرت ﷺ کی مسجد کے محراب میں ترک جہر کا عمل متوارث نہ ہوتا ہے۔ کوئی عقل مند یہ گمان نہیں کر سکتا کہ اکابر صحابہ اور تابعین اور اکثر اہل علم۔ اس کے خلاف مواظبت کرتے تھے جس کو آنحضرت ﷺ (ہمیشہ) کیا کرتے تھے۔

(تحفۃ الاحوذی جلد ا صفحہ ۲۰۵)

ان معتبر دلائل سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طریقہ مبارکہ یہی تھا کہ وہ نماز میں بسم اللہ شریف آہستہ ہی پڑھتے تھے۔ اور صحابہ کرام کے نزدیک نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھنا بدعت ہے۔ اور گنواروں والا کام ہے۔ فافھموا یا اولو الابصار .

امام ترمذی کا تبصرہ

قال ابو عیسیٰ . حدیث عبداللہ بن مغفل حدیث حسن و العمل علیہ عند اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منھم ابوبکر و عمر و عثمان وعلی وغیرھم ومن بعدھم من التابعین وبہ یقول سفیان الثوری و ابن المبارک واحمد و اسحاق لایرون ان یجھر بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۳۳)

یکے از محدثین صحاح ستہ۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ

عنہ کی یہ حدیث ''حسن'' ہے اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام میں سے اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے۔ وہ صحابہ کرام جو بسم اللہ شریف بلند آواز سے پڑھنا صحیح نہیں سمجھتے تھے۔ بلکہ آہستہ ہی پڑھنا صحیح سمجھتے ہیں۔ ان میں جناب سیدنا ابو بکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا عثمان ذوالنورین اور جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین بھی ہیں (یعنی وہ خلفاء راشدین جن کے متعلق حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

علیکم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدین المهدین۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹۲، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۷۹، ابن ماجہ صفحہ ۵، مشکوۃ صفحہ ۲۲)

یعنی تم پر لازم ہے میری سنت پر عمل کرنا اور خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرنا۔ ان خلفاء راشدین کی سنت بھی بسم اللہ شریف آہستہ پڑھنا ہی ہے) اور ان کے علاوہ تابعین کرام میں سے بھی اکثر اہل علم بسم اللہ شریف آہستہ ہی پڑھنے کو صحیح سمجھتے تھے۔ اور جناب سفیان ثوری، جناب عبداللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل اور جناب محدث اسحاق علیہم الرحمہ بھی بلند آواز سے بسم اللہ شریف پڑھنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ غالباً امام ترمذی کے تبصرے کے بعد اب کسی اور تبصرے کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی۔

فالحمد لله علی ذالک

امام الوہابیہ ابن تیمیہ کا فیصلہ

آخر میں آخری کیل کے طور پر امام الوہابیہ ابن تیمیہ کا بیان نقل کیا جاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔ وقد اتفق اهل المعرفة علی انه لیس فی الجهر حدیث صحیح ولم یروا اهل سنن من ذالک شیئا۔

(فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ا صفحہ ۴۲۶، تفسیر قرطبی جلد ا صفحہ ۹۵)

یعنی اہل معرفت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جناب امام مالک علیہ الرحمہ کے زمانہ تک اتباع سنت کے تحت کوئی بھی شخص نماز میں بسم اللہ شریف بلند آواز سے نہیں پڑھتا تھا۔ یاد رہے کہ جناب امام مالک کی تاریخ وفات ۱۷۹ھ ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ صحابہ کرام کا دور تقریباً ۱۲۰ھ تک اور تابعین کرام کا دور تقریباً ۱۷۰ھ تک ختم ہو چکا تھا ۔ ثابت ہوا کہ امام الوھابیہ۔ ابن تیمیہ کے بیان کے مطابق بھی ۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین عظام علیہم الرحمہ میں سے کوئی بھی نماز میں بلند آواز سے بسم اللہ شریف نہیں پڑھا کرتا تھا۔ الفضل ماشھدت بہ الاعداء۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مشہور تابعی جناب ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا فرمان بھی یہی ہے کہ تعوذ، تسمیہ، آمین اور تسمیع آہستہ ہی کہے جائیں۔

(جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۵۸، مصنف عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۸۷)

قیام میں قراءت کرنا

جیسا کہ مذکورہ بالا باب کی متعدد روایات سے یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ بسم اللہ شریف آہستہ پڑھنے کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھی جائے گی۔ اکیلا نماز پڑھنے والا تو تمام نمازوں میں ہی قراءت آہستہ ہی کرے گا۔ لیکن اگر امام ہے تو فجر، مغرب اور عشاء میں بلند آواز سے قراءت کرے گا۔ لیکن ظہر اور عصر میں قراءت امام بھی آہستہ ہی کرے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جناب ابی معمر نے جناب خباب رضی اللہ عنہما سے

پوچھا۔ بای شیئ کنتم تعرفون قراءۃ رسول اللہ ﷺ فی الظھر والعصر قال باضطراب لحیتہ۔

(ابن ماجہ صفحہ ۶۰، بخاری صفحہ ۱۰۵، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۱۶)

کہ آپ ظہر اور عصر کی نماز میں کس طرح معلوم کر لیتے تھے کہ جناب رسول ﷺ قراءت فرما رہے ہیں؟ تو جناب خباب نے فرمایا کہ آپ ﷺ کی داڑھی مبارک کے ہلنے سے ہمیں معلوم ہو جاتا تھا کہ آپ ﷺ قراءت فرما رہے ہیں۔ اسی لئے ظہر اور عصر کی نمازوں کو ''سری'' نمازیں اور فجر، مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ''جہری'' نمازیں کہتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

مسئلہ قراءت خلف الامام

امام اور منفرد (اکیلا نماز پڑھنے والا) کے لئے تو ہر رکعت میں قراءت کرنا لازم ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۰۴ وغیرہ)

یعنی۔ نہیں نماز مکمل ہوتی اس اکیلے شخص کی۔ جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔ اگر کوئی شخص اس روایت سے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے پر دلیل پکڑتا ہے تو یہ اس کی سینہ زوری اور فاش غلطی ہے۔ کیونکہ حدیث شریف کے الفاظ ہیں۔ ''ل من'' اور یہ ایک مسلم بات

ہے کہ "من" عموماً واحد کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ تسلی کرنی ہو تو کوئی سا ترجمے والا قرآن پاک سامنے رکھ لیں۔ اور جہاں کہیں لفظ "من" آئے اس کا ترجمہ دیکھ لیں۔ انشاء اللہ حق واضح ہو جائے گا۔ اور ہر غیر متعصب (جو کہ اللہ کے قرآن اور نبی ﷺ کے فرمان کا ماننے والا ہو۔ محض اہل مولوی نہ ہو) کو یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ "من" عموماً واحد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

کیا من کا حرف امام مقتدی اور منفرد ہر ایک کو شامل ہے

اہل علم حضرات خوب جانتے ہیں کہ "من" کی چار قسمیں ہوتی ہیں۔

(۱) استفہامیہ (۲) شرطیہ (۳) موصوفہ (۴) موصولہ

ان میں سے "من" استفہامیہ اور شرطیہ اکثر عموم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور "من" موصوفہ اور موصولہ عموم اور خصوص۔ دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور زیر بحث حدیث میں۔ "من" نہ استفہامیہ ہے اور نہ ہی شرطیہ۔ لہٰذا یہاں اس سے عموم کے معنی نہیں لئے جا سکتے۔ کیونکہ یہاں "من" یا موصوفہ ہے یا موصولہ۔ لہٰذا یہاں عموم و خصوص۔ دونوں ہی مراد لئے جا سکتے ہیں۔ اور چونکہ احادیث صحیحہ سے اس مسئلہ پر نص موجود ہے۔ لہٰذا یہاں "من" سے خاص۔ "امام اور منفرد" ہی مراد لیا جائے گا۔ نیز اس روایت میں مقتدی کا ذکر بھی موجود نہیں ہے۔ "من" کے خصوص کی مثال قرآن مجید سے ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔ ویستغفرون لمن فی الارض۔

(سورت شوری آیت نمبر ۵)

یعنی فرشتے زمین والوں کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔

تو کیا فرشتے زمین والے تمام کافروں، منافقوں، مشرکوں، مجوسیوں، ہندوؤں، سکھوں وغیرہ کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہاں عموم نہیں بلکہ خصوص مراد ہے۔ جیسا کہ دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی میں اس کی وضاحت موجود ہے۔ ویستغفرون للذین آمنوا .

(سورت مومن آیت نمبر 7)

یعنی تمام اہل زمین کے لئے نہیں۔ بلکہ وہ صرف اہل ایمان کے لئے ہی استغفار کرتے ہیں۔ یہاں "من" سب کے لئے نہیں ہے۔ علامہ زمخشری اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں۔ یدل علی جنس اهل الارض. . . وقد دل الدليل على ان الملائكة لا يستغفرون الا. لاولياء الله . وهم المؤمنون. فما اراد الله اياهم۔

(تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۴۶۰ مطبوعہ بیروت)

یعنی یہ "من" جنسیت کے لئے ہے۔ اور یہ بات دلائل سے ثابت ہے کہ اللہ کے فرشتے کافروں کے لئے بخشش کی دعا نہیں کرتے۔ بلکہ وہ صرف ایمان والوں ہی کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ لہٰذا اس آیت میں "لمن في الارض" سے اللہ تعالیٰ کی مراد ایمان والے ہی ہیں۔ اسی آیت کے تحت علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں۔

لمن في الارض . لا يفيد العموم ، لانه يصح ان يقال انهم استغفروا بعض من في الارض دون البعض۔

(تفسیر کبیر جز جلد ۲۷ صفحہ ۱۴۵)

یعنی یہاں "من" عموم کے لئے مفید نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بھی صحیح ہے کہ کہا جائے کہ فرشتے تمام اہل زمین کے لئے بخشش کی دعا نہیں کرتے بلکہ ان میں سے بعض افراد

(اہل ایمان) کے لئے ہی بخشش کی دعا کرتے ہیں۔

اور علامہ آلوسی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جناب سدی اور جناب قتادہ فرماتے ہیں۔

المراد بمن فی الارض . المومنون۔

(تفسیر روح المعانی جز جلد ۲۵ صفحہ ۱۲، مطبوعہ بیروت)

یعنی اس آیت میں "لمن فی الارض" سے مراد صرف ایمان والے ہی ہیں۔

اس طرح کے اور بھی بہت سے دلائل دیئے جاسکتے ہیں۔ جن میں قرآن وحدیث میں استعمال تو لفظ "من" ہوا ہے۔ لیکن اس سے مراد تمام لوگ نہیں ہوتے۔ بلکہ بعض مخصوص لوگ ہوتے ہیں۔ اسی طرح مذکورہ حدیث میں بھی۔ لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب۔ میں "من" عام نہیں ہے کہ اس سے تمام نمازی مراد لے لئے جائیں۔ بلکہ اس سے مراد خاص طور پر صرف اور صرف امام اور منفرد ہی ہوں گے۔

سورۃ فاتحہ کے علاوہ کچھ اور بھی پڑھنا

ایک روایت میں اس طرح بھی ہے۔

لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب فصاعدا۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۱۹، کتاب القراءۃ امام بیہقی صفحہ ۱۱، فصل الخطاب صفحہ ۴، عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۶۹، صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۶۹، صحیح ابوعوانہ جلد ا صفحہ ۱۲۴ اور نسائی جلد ا صفحہ ۱۰۵)

یعنی جو شخص سورۃ فاتحہ اور اس سے زیادہ کچھ اور (سورت یا آیات قرآنی) نہ پڑھے۔ اس کی نماز نہیں ہوگی۔

نیز ایک روایت میں فصاعدا کی بجائے ''وما تیسر'' کے الفاظ ہیں۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۱۸، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۴۵، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۶۰، معرفت علوم الحدیث صفحہ ۹۷ اور موارد الظمان صفحہ ۱۲۶)

یعنی سورہ فاتحہ کے علاوہ اور بھی جتنا ہو سکے وہ بھی نہ پڑھے۔ تو اس کی نماز بھی نہیں ہوگی شارح بخاری علامہ عسقلانی فرماتے ہیں اس روایت کی سند قوی ہے۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۰۲، تلخیص الجبیر صفحہ ۸۷)

امام نووی فرماتے ہیں اس حدیث کی سند بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(شرح المہذب جلد ۲ صفحہ ۳۲۹)

امام الوہابیہ قاضی شوکانی بھی لکھتے ہیں۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

محدث و مفسر وہابیہ نواب صدیق الحسن بھوپالوی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ''وما تیسر'' کی زیادت صحیح ہے۔

(فتح البیان جلد ۳ صفحہ ۴۲۷)

اسی طرح ایک روایت میں ''وما زاد'' کے الفاظ منقول ہیں۔

(جزء القراءۃ امام بخاری صفحہ ۶۳، کتاب القراءۃ امام بیہقی صفحہ ۱۲، مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۳۹، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۷)

یعنی سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ اور بھی ساتھ پڑھے۔

ایک روایت میں مذکورہ بالا روایت کے ساتھ ''سورۃ معھا'' کے الفاظ ہیں۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۲ اور ابن ماجہ صفحہ ۶۱)

یعنی سورۃ فاتحہ کے علاوہ ایک اور سورۃ بھی ساتھ پڑھے۔

ایک روایت میں مذکورہ بالا روایت کے ساتھ "و آیتین و ثلاث" کے الفاظ ہیں۔

(جزء القراءۃ امام بخاری صفحہ ۱۳)

یعنی سورہ فاتحہ کے علاوہ دو تین آیتیں اور بھی پڑھے۔

ایک روایت میں مذکورہ بالا روایت کے ساتھ "والسورۃ" کے الفاظ ہیں۔

(زیلعی جلد ۱ صفحہ ۳۶۳)

یعنی سورۃ فاتحہ اور ایک اور سورۃ بھی پڑھے۔

ایک روایت میں مذکورہ بالا روایت کے ساتھ "ثلاث آیات فصاعدا" کے الفاظ ہیں۔

(نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ ۳۶۵)

یعنی سورۃ فاتحہ کے بعد تین آیتیں اور کچھ اور بھی پڑھے۔

ایک روایت میں مذکورہ بالا روایت کے ساتھ "و آیتین من القرآن" کے الفاظ ہیں

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۱۵)

یعنی سورہ فاتحہ کے علاوہ قرآن پاک میں سے دو آیتیں اور بھی پڑھے۔

ایک روایت میں مذکورہ روایت کے ساتھ "ثم اقرأبما شئت" کے الفاظ ہیں۔

(مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۳۴۰)

یعنی سورۃ فاتحہ پڑھ کر پھر اور جو تیرا جی چاہے۔ وہ بھی پڑھ لے۔

ایک روایت میں مذکورہ بالا روایت کے ساتھ "وبما شاء الله ان تقرأ" کے الفاظ ہیں۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۳۲)

یعنی سورۃ فاتحہ پڑھ کر پھر جو خدا چاہے وہ بھی پڑھ لے۔

ایک روایت میں مذکورہ بالا روایت کے ساتھ "وشیء معھا" کے الفاظ ہیں۔

(کتاب القراءۃ امام بیہقی صفحہ ۱۳)

یعنی سورۃ فاتحہ کے ساتھ کچھ اور بھی پڑھ۔

ایک روایت میں مذکورہ بالا روایت کے ساتھ "ثم قرأت بما معک من القرآن" کے الفاظ ہیں۔

(کتاب القراءۃ امام بیہقی صفحہ ۱۳)

یعنی سورہ فاتحہ پڑھ کر پھر اور بھی جو تجھے قرآن پاک یاد ہو۔ وہ بھی پڑھ۔

ایک روایت میں مذکورہ بالا روایت کے ساتھ "معھا غیر ھا" کے الفاظ ہیں۔

(کتاب القراءۃ صفحہ ۱۳)

یعنی سورۃ فاتحہ اور اس کے علاوہ کچھ اور بھی نہ پڑھے تو اس کی نماز نامکمل ہوگی۔

ایک روایت میں مذکورہ بالا روایت کے ساتھ "الا بفاتحۃ الکتاب فما فوق ذالک" کے الفاظ ہیں۔

(کتاب القراءۃ بیہقی صفحہ ۱۵)

یعنی جو سورۃ فاتحہ اور اس پر کچھ زیادہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

ایک روایت میں مذکورہ بالا روایت کے ساتھ "ثم اقرأ بام القرآن ثم اقرأ بما شئت" کے الفاظ ہیں۔

(مسند امام احمد، صحیح ابن حبان اور سبل السلام جلد ۱ صفحہ ۳۷)

پھر سورہ فاتحہ کے بعد اور بھی تو جو چاہے پڑھ لے۔

ایک روایت میں مذکورہ بالا روایت کے ساتھ "ثم اقرأ بام القرآن وبما شاء اللہ

ان تقرا" کے الفاظ ہیں۔ (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۲۵)

یعنی سورہ فاتحہ کے بعد اور بھی جو خدا چاہے تو وہ بھی پڑھ لے۔

اسی لئے امام الوجابیہ قاضی شوکانی نے بھی لکھ دیا کہ سورۃ فاتحہ کے علاوہ کچھ اور پڑھنا بھی واجب ہونا چاہیے۔

(نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۲۲۱)

اور ایک مسلم حقیقت ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ کچھ اور صرف امام یا منفرد ہی پڑھتا ہے مقتدی کے لئے تو اس کے وجوب کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اور اگر ضرور ہی مقتدی ہی کو سورۃ فاتحہ پڑھانے کی ضد ہے تو پھر اس کو یہ بھی حکم دیں کہ مذکورہ بالا کثیر احادیث کے مطابق وہ سورہ فاتحہ کے بعد اور بھی کچھ لازمی پڑھا کرے۔ ورنہ پھر اس کی نماز نہیں ہوگی۔ فاعتبروا یا اولوالباب والابصار

صحابی رسول کی وضاحت

مذکورہ بالا حدیث شریف کا یہ مفہوم میں اپنی طرف سے پیش نہیں کر رہا۔ بلکہ ائمہ اسلام، محدثین کرام بلکہ خود صحابی رسول نے اس حدیث شریف کا یہی مفہوم بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ مشہور صحابی رسول حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اس روایت کے دوسرے الفاظ بیان فرماتے ہوئے وضاحت فرماتے ہیں۔ من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۴۲، مؤطا امام مالک صفحہ ۲۸، مؤطا امام محمد صفحہ ۳۵، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۰، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۱۸، تفسیر

(قرطبی جلد ا صفحہ ۱۱۹، مصنف عبدالرزاق جلد ا صفحہ ۱۲۰ وغیرہ)

یعنی جو شخص نماز پڑھتا ہے۔ اور اس میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھتا۔ تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ ہاں البتہ اگر وہ امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے۔ تو خود سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر ہی اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

جناب امام احمد بن حنبل کی تائید

جناب امام احمد بن حنبل بھی صحابی رسول کی اس تاویل کو مانتے ہوئے اس حدیث کا یہی مفہوم بیان فرماتے ہیں۔ متن اس طرح ہے۔ واما احمد بن حنبل فقال معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرا بفاتحۃ الکتاب اذا کان وحدہ واحتج بحدیث جابر بن عبداللہ حیث قال من صلی رکعۃ ... النح قال احمد فھذا رجل من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم تاول قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب ان ھذا اذا کان وحدہ۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۴۲)

یعنی جناب امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ "لا صلوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب " کا معنی یہ ہے کہ جب آدمی اکیلا نماز پڑھ رہا ہو تو اس کی نماز بغیر سورہ فاتحہ کے صحیح نہیں ہوتی (ورنہ اگر اس حدیث سے مراد یہ لی جائے کہ اکیلا ہو یا مقتدی۔ سب کے لئے سورۃ فاتحہ پڑھنا لازم ہے۔ تو صحابیٔ رسول جناب جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جو اس حدیث کی وضاحت فرمائی ہے۔ کہ یہ حکم صرف

اس شخص کے لئے ہے جو اکیلا نماز پڑھ رہا ہو۔ تو پھر اس کا خلاف ہو جائے گا"۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ جو بات عبارت النص سے ثابت ہو رہی ہے (کہ لفظ "من" اکثر اکیلے شخص ہی کے لئے ہوتا ہے) اس کو ہی تسلیم کر لیا جائے۔ اور اس حدیث کا جو مفہوم صحابیٔ رسول بیان فرما رہے ہیں۔ اور جس روایت کو امام ترمذی۔ ھذا حدیث حسن صحیح۔ یعنی یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ فرماتے ہیں۔ اس پر ہی ایمان قائم کر لیا جائے (ترمذی جلد ا صفحہ ۴۲)

آیت قرآنی۔ اذا قری القرآن الخ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان

اور جب جناب امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ بھی صحابیٔ رسول کی وضاحت کو تسلیم کرتے ہوئے اس روایت کو اکیلے نمازی سے متعلق ہی بیان فرما رہے ہیں۔ تو لازم ہے کہ ہم بھی اس روایت کو منفرد (اکیلے) نمازی ہی کے لئے مان لیں۔ تاکہ باقی سینکڑوں احادیث بلکہ آیت قرآنی "اذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون" یعنی جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو دھیان سے سنو اور خود خاموش رہو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (اعراف ۲۰۴) پر عمل ہو سکے۔ اگرچہ الفاظ قرآنی کے لحاظ سے یہ حکم عام ہے۔ لیکن اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین عظام، ائمہ مجتہدین، محدثین اور مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ نماز میں امام صاحب کے پیچھے قراءت کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ

چنانچہ عم زاد مصطفےٰ، مفسر قرآن جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں (جن کے متعلق حضور ﷺ نے دعا فرمائی تھی۔ اے اللہ اس (عبداللہ بن عباس) کو قرآن اور شریعت کا علم عطا فرمادے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۰، مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۳۲۸، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۲۷۶)

بھی فرماتے ہیں۔ فی قولہ تعالیٰ واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا یعنی فی الصلوٰۃ المفروضۃ۔

(کتاب القراءۃ امام بیہقی صفحہ ۸۸، تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۱۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۴۷۸، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ وغیرہ)

کہ ارشاد خداوندی "جب قرآن پڑھا جائے۔ تو اسے غور سے سنو اور خود خاموش رہو" سے مراد یہ ہے۔ کہ جب فرض نمازوں میں (امام) قرآن پڑھ رہا ہو۔ تو (مقتدی) خاموش رہا کریں۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ اور نماز عیدین بھی اس حکم میں داخل ہیں۔

(کتاب القراءت امام بیہقی صفحہ ۸۸)

جناب عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ

مشہور صحابیٔ رسول جناب عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا قال فی الصلوٰۃ۔

(کتاب القراءۃ امام بیہقی صفحہ ۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۴۷۸، تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۱۵۶ وغیرہ)

یعنی فرمان خداوندی کہ "جب قرآن پڑھا جائے۔ تو اسے توجہ سے سنو اور خود خاموش رہو" یہ حکم نماز ہی کے لئے ہے۔

یعنی جب امام قراءۃ کر رہا ہو۔ تو مقتدی خاموش رہیں۔

محسن غیر مقلدین، خالد گرجاکھی لکھتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن مغفل کا یہ اثر صحیح ہے۔

(ترجمہ کتاب القراءت امام بیہقی صفحہ ۸۰)

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وضاحت

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کانت بنو اسرائیل اذا قرأت ائمتھم جاوبوھم فکرہ اللہ ذالک لھذہ الامۃ و قال واذا قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون۔

(تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۱۵۶)

یعنی جب بنی اسرائیل کے امام قراءت کرتے تھے تو ان کے مقتدی بھی ان کے ساتھ قراءۃ کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے قراءت خلف الامام کو امت محمد مصطفےٰ ﷺ کے لئے ناپسند فرمایا۔ اور یہ حکم فرمادیا کہ "جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خود خاموش رہو۔ تاکہ تم پر رحم کیا جائے"

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وضاحت

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن سے قرآن پاک سیکھنے کا حکم خود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۳۱، مسلم جلد ۱۲ صفحہ ۲۹۳ وغیرہ)

جنہوں نے کثیر صحابہ کرام کے سامنے یہ اعلان کیا تھا کہ خدا کی قسم میں قرآن کی ہر سورت کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ کہاں نازل ہوئی ہے اور ہر آیت کے بارے میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کس بارے میں نازل ہوئی ہے اور خدا کی قسم صحابہ کرام یہ خوب جانتے ہیں کہ میں قرآن کریم کا ان سب سے زیادہ عالم ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ کسی صحابی نے بھی آپ کی اس بات کا انکار نہ کیا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۷۴۸، مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

نے جماعت کرائی تو ایک آدمی نے آپ کے پیچھے قراءت کی۔ جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

اما آن لکم ان تفقھوا۔ اما آن لکم ان تعقلوا . واذا قریٔ القرآن فاستمعوا له وانصتوا کما امرکم الله۔

(تفسیر در منشور جلد ۳ صفحہ ۱۵۶، تفسیر طبری جلد ۹ صفحہ ۱۱۰)

کیا تم ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ تم سمجھ لو اور عقل کرو کہ جب قرآن پڑھا جا رہا ہو تو اس کو غور سے سنا کرو اور تم خود خاموش رہا کرو۔ جیسا کہ (اس آیت میں) اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا۔ امام کے پیچھے قراءت نہ کیا کرو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم فرمایا ہے کیونکہ امام کی قراءت ہی تمہیں کافی ہوتی ہے ۔روایت کے الفاظ ہیں۔ قال عبداللہ فی القراءۃ خلف الامام انصت للقرآن کما امرت فان فی القراءۃ لشغلا وسیکفیک ذالک الامام۔

(کتاب القراءت امام بیہقی صفحہ ۷۳، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۱۰، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۳۸، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ

۳۷۶، شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۱۵۰، کتاب الحجہ امام محمد جلد ا
صفحہ ۱۲۰، طبرانی اوسط طبرانی کبیر وغیرہ) وقال رجاله موثوقون

بلکہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما تو فرماتے ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرء فی الصلوٰۃ المکتوبۃ فقرأ اصحابہ وراءہ ..... فنزل القرآن واذا قری القرآن ... الخ۔

(تفسیر ابن جریر)

کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت میں قراءت فرما رہے تھے۔ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام بھی آپ ﷺ کے پیچھے پڑھ رہے تھے (صرف ایک آدمی ہی نے پڑھا تھا۔ اگلی روایت ملاحظہ فرمائیں) اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ ''جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خود خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے'' محدث ابن ابی شیبہ صرف ایک شخص کا حضور ﷺ کے پیچھے قراءت کرنا نقل کرتے ہیں روایت کے الفاظ ہیں۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقرء ورجل یقرء فانزل اللہ تعالیٰ واذا قری القرآن .... الخ

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۷۸، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۵۵)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صرف ایک آدمی قراءت کر رہا تھا۔ تو اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ نیز جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں۔ المؤمن فی سعۃ من الاستماع الیہ الا فی صلوٰۃ مفروضۃ او المکتوبۃ او یوم جمعۃ او یوم فطر او یوم ضحی واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا ... الخ۔

یعنی اس آیت کے تحت مومن کے لئے عام حالات میں تو گنجائش ہے۔مگر فرض نمازوں میں، نماز جمعہ میں، نماز عید الفطر میں اور نماز عید الاضحیٰ میں اس پر لازم ہے کہ (امام کے پیچھے) قراءت کے دوران (امام کی) قراءت کو غور سے سنے اور خود خاموش رہے۔بہرحال صحابہ کرام علیہم الرضوان اور تابعین عظام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ پہلے نماز میں امام کے پیچھے قراءت وغیرہ کی جاتی تھی۔پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور اکرم ﷺ نے امام کے پیچھے قراءت کرنے سے مطلقاً منع فرما دیا۔اور صحابہ کرام علیہم الرضوان نے قراءت خلف الامام کو ترک کر دیا تھا۔

(حاشیہ نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۴۶)

تفسیر صحابی کا حکم شرعی

امام بخاری اور امام مسلم فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی جو تفسیر کسی صحابی سے منقول ہو۔ وہ مسند اور مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔

(مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۲۳، جلد ۲ صفحہ ۲۰۵، معرفت علوم الحدیث صفحہ ۲۰، الاحادیث المختارہ از علامہ ضیاء الدین مقدسی جلد ۲ صفحہ ۱۶۳، الارشاد طلاب الحقائق الی معرفۃ سنن خیر الخلائق نووی جلد ۱ صفحہ ۱۶۴، المقنع فی علوم الحدیث۔ابن ملقن جلد ۱ صفحہ ۱۲۷، المسودہ فی اصول الفقہ۔ابن تیمیہ صفحہ ۲۶۹، مقدمہ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح صفحہ ۷۰، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث سخاوی جلد ۱ صفحہ ۱۲۳، التبصرہ والتذکرہ۔علامہ عراقی جلد ۱ صفحہ ۱۳۶، توضیح الافکار۔امیر یمانی جلد ۱ صفحہ ۲۸۱، ظفر الامانی شرح مختصر البرجانی

عبدالحی لکھنوی صفحہ ۳۴۴)

اور امام حاکم کا اپنا فتویٰ بھی یہی ہے۔ (معرفت علوم الحدیث صفحہ ۲۰)

محدث و مفسر حافظ ابن کثیر بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۲۴۳)

حافظ ابن قیم بھی لکھتے ہیں کہ صحابی کی بیان کی ہوئی تفسیر حجت ہوتی ہے۔

(زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۵۲)

امام سیوطی بھی صحابہ کی تفسیر کو مرفوع حدیث کے حکم میں مانتے ہیں۔

(تدریب الراوی جلد ۱ صفحہ ۱۹۲)

علامہ جزائری بھی اسی اصول کو بیان فرماتے ہیں۔

(توجیہ النظر الی اصول الاثر صفحہ ۱۶۵)

محدث و مفسر اہل حدیث نواب صدیق حسن خاں بھی صحابہ کی بیان کی گئی تفسیر قرآنی کو مرفوع حدیث کے حکم میں تسلیم کرتے ہیں۔

(الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ صفحہ ۹۶)

تو مندرجہ بالا مذکورۃ الصدر آیہ کریمہ کی یہ تفسیر کہ "جب امام صاحب قراءت کر رہے ہوں تو مقتدی کے لئے لازم ہے کہ وہ خود خاموش رہے اور دھیان سے امام صاحب کی قراءت کو سنے" یہ بھی مرفوع حدیث کے حکم میں ہوگی۔ لہٰذا امام صاحب کے پیچھے قراءت نہ کرنا اس اصول کے مطابق صحیح، مرفوع اور مستند حدیث سے ثابت ہو گیا۔ اسی لیے جناب سیدنا ابوبکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا عثمان ذوالنورین، جناب سیدنا علی المرتضےٰ، جناب سیدنا عبداللہ بن عمر، جناب سیدنا جابر بن عبداللہ،

جناب سیدنا زید بن ثابت، جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود، جناب سیدنا ابو داؤد اور جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے اکابر صحابہ کرام۔ امام صاحب کے پیچھے قراءت کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں امام صاحب کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنے کا رواج نہیں تھا۔

(مصفیٰ شرح موطا جلد ۱ صفحہ ۱۳۱، شرح مقنع جلد ۲ صفحہ ۱۱)

تابعین عظام کی تفسیر کا مقام

محدث ومفسر غیر مقلدین، نواب سید صدیق الحسن خاں صاحب لکھتے ہیں۔

"وھکذا تفسیر التابعی حجۃ"

(الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ صفحہ ۹۶)

یعنی صحابہ کرام کی طرح تابعین عظام کی، کی ہوئی قرآن پاک کی تفسیر بھی حجت اور معتبر ہوتی ہے۔ اور پھر تابعین عظام میں سے جناب مجاہد علیہ الرحمہ کے متعلق جناب سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں "جب جناب مجاہد کی تفسیر تمہیں مل جائے تو پھر تمہیں کسی اور کی تفسیر تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے" جناب مسروق، جناب سعید بن میتب، جناب ابو العالیہ، جناب ربیع بن انس، جناب قتادہ اور جناب ضحاک بن مزاحم کا درجہ بھی بہت بلند ہے، اور قرآن کریم کی تفسیر میں قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ کے بعد تابعین کرام کی تفسیر بھی حجت ہوتی ہے اور اکثر ائمہ کرام سے اسی طرح ہی منقول ہے

(تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۵۱۴)

تابعین کرام کا فیصلہ

سید التابعین جناب مجاہد بن جبر علیہ الرحمہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیت (واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون) نماز میں (امام صاحب کے پیچھے قراءت کرنے کے بارے میں) نازل ہوئی ہے۔

(کتاب القراءت امام بیہقی صفحہ ۷۳، ۷۴ وغیرہ)

نیز جناب مجاہد نے مرسلاً یہ روایت بھی بیان فرمائی ہے۔ کان رسول الله ﷺ يقرأ في الصلوة فسمع قراءة فتى من الانصار فنزل واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا ... الخ .

(کتاب القراءت امام بیہقی صفحہ ۷۴)

کہ حضور ﷺ نے جماعت کروائی اور ایک انصاری شخص نے آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کی۔ اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

نیز امام الوھابیہ نواب صدیق حسن خاں بیان کرتے ہیں کہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ کہ جناب مجاہد جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد رشید ہیں۔ اور امام شافعی اور امام بخاری نے ان کی تفسیر پر کلی طور پر اعتماد کیا ہے۔

(اکسیر صفحہ ۱۱۰)

ایک مفید نکتہ

اس روایت میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ تمام جماعت صحابہ میں سے صرف ایک صحابی نے قراءت خلف الامام کی۔ معلوم ہوا کہ جماعت صحابہ میں قراءت خلف الامام

کا رواج نہیں تھا۔ جیسا کہ پہلے جناب شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے حوالے سے بھی یہ بات بیان ہو چکی ہے۔

نیز سید التابعین جناب سعید بن مسیب علیہ الرحمہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیہ کریمہ نماز میں (قراءت خلف الامام ہی کے بارے میں) نازل ہوئی تھی۔

(کتاب القراءت امام بیہقی صفحہ ۷۵)

امام احمد، امام حاکم، امام بیہقی، علامہ جزائری، امام ابن معین اور امام شافعی ان کے مراسیل کو صحیح مانتے ہیں۔

حضور ﷺ کی قبر انور سے اذان و اقامت کی آواز

اور یہ وہی جناب سعید بن مسیب ہیں جو یزید پلید کے دور میں ایام حرہ کے دنوں میں قبر نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے تین دن تک اذان و اقامت کی آواز سن کر نماز پڑھا کرتے تھے۔

(دارمی صفحہ ۲۵، مشکوۃ ۵۴۵ وغیرہ)

نیز سید التابعین مفتی اعظم حسن بصری علیہ الرحمہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیہ کریمہ نماز میں (قراءت خلف الامام کے بارے میں ہی) نازل ہوئی ہے۔

(کتاب القراءت امام بیہقی صفحہ ۷۵)

امام حسن بصری کا علم تفسیر

امام ابوبکر ہذلی۔ امام حسن بصری کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ جب تک آپ ایک سورۃ کی مکمل تفسیر اور اس کا شان نزول معلوم نہ کر لیتے تھے۔ اگلی سورت شروع نہ کرتے تھے

(شذرات الذہب جلد ۱ صفحہ ۱۳۷)

نیز جناب ابوالعالیہ رفیع بن مہران ریاحی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں۔

کان النبی ﷺ اذا صلی قرء فقرا اصحابہ فنزلت فاستمعوا لہ... الایۃ. فسکت القوم وقرا النبی ﷺ۔

(کتاب القراءت امام بیہقی صفحہ ۷۴، مغنی ابن قدامہ جلد ۱ صفحہ ۶۰۹)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب جماعت کراتے تو (بعض) صحابہ آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کرتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کرنا چھوڑ دیا۔

نیز تابعی کبیر، مفتی مدینہ منورہ امام زہری علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں کہ اس آیت قرآنی کی وجہ سے جہری نمازوں میں قراءت خلف الامام منع ہے۔

(کتاب القراءت امام بیہقی صفحہ ۷۵، مغنی ابن قدامہ جلد ۱ صفحہ ۶۰۹، شرح مقنع جلد ۲ صفحہ ۱۱)

اسی طرح تابعی کبیر جناب عبید بن عمیر علیہ الرحمہ اور تقریباً دو صد صحابہ کرام کی زیارت کرنے والے تابعی کبیر، جناب عطاء بن ابی رباح علیہ الرحمہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ یہ آیہ کریمہ نماز (میں قراءت خلف الامام) کے متعلق ہی نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۶۲۳، تفسیر ابن جریر جلد ۹ صفحہ ۱۱۰)

نیز امام التابعین جناب محمد بن کعب قرظی علیہ الرحمہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضور ﷺ کے پیچھے (بعض) صحابہ کرام قراءت کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

(کتاب القراءت امام بیہقی صفحہ ۷۴)

جناب محمد بن کعب قرظی کے متعلق بشارت نبوی

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ کہ بنو قریظہ میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا۔ جو قرآن کی تفسیر میں اپنا ثانی نہیں رکھتا ہوگا۔ ائمہ کرام کا خیال ہے کہ اس سے مراد یہی جناب محمد بن کعب قرظی ہیں۔

(البدایہ والنھایہ جلد ۹ صفحہ ۲۴۰)

کبار تابعین کی مراسیل بھی ایک دوسرے سے مل کر قوی ہو جاتی ہیں۔

(تدریب الراوی صفحہ ۲۵۳)

مشہور تابعی جناب زید بن اسلم بھی فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت نماز۔ (میں قراءت خلف الامام ہی) کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(مغنی ابن قدامہ جلد ۱ صفحہ ۶۰۵، تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۲۸۱)

نیز مفسر قرآن امام ضحاک، امام ابراہیم نخعی، جناب قتادہ، امام شعبی، امام سدی اور عبدالرحمان بن زید بھی فرماتے ہیں کہ یہ آیت نماز (میں قراءت خلف الامام) ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۲۸۱ وغیرہ)

جناب معاویہ بن قرہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت نماز میں قراءت خلف الامام) ہی کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

(کتاب القراءۃ امام بیہقی صفحہ ۷۸)

امام احمد کا اجماع کا دعوی

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ اس بات پر محدثین و مفسرین کا اجماع ہو چکا ہے کہ یہ آیت نمازہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

(مغنی ابن قدامہ جلد ۱ صفحہ ۶۰۵)

اٹھارہ مفسرین کا اتفاق

امام ابن جریر طبری۔ تفسیر ابن جریر جلد ۹ صفحہ ۱۱۲ پر، امام بغوی۔ تفسیر معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۶۲۳ پر۔ علامہ زمخشری۔ تفسیر کشاف جلد ۱ صفحہ ۵۲۳ پر، امام بیضاوی۔ تفسیر بیضاوی صفحہ ۳۰۸ پر، حافظ ابن کثیر۔ تفسیر ابن کثیر مع معالم التنزیل جلد ۳ صفحہ ۶۲۳ پر، علامہ ابو سعود۔ تفسیر ابو سعود مع کبیر جلد ۴ صفحہ ۵۰۳ پر، امام ابوبکر جصاص۔ احکام القرآن جلد ۳ صفحہ ۴۹ پر، علامہ محمود آلوسی۔ تفسیر روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۱۳۳ پر، علامہ خازن۔ تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۲۷۲ پر، علامہ شیخ احمد۔ تفسیرات احمدیہ صفحہ ۲۸۰ پر، امام بیہقی۔ کتاب القراءت صفحہ ۷۷ پر، قاضی شوکانی۔ نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۲۲۶ پر، حافظ ابن عبدالبر کا قول۔ اوجز المسالک جلد ۱ صفحہ ۲۴۸ پر، امام احمد بن حنبل کا قول۔ نصب الرایہ جلد ۲ صفحہ ۱۴ پر، نیز مولوی عبدالصمد پشاوری اہلحدیث۔ الاعلام صفحہ ۱۹۰ پر، امام صاوی۔ تفسیر صاوی جلد ۲ صفحہ ۱۰۷ پر، علامہ قرطبی۔ تفسیر قرطبی جلد ۷ صفحہ ۳۵۳ پر، امام ثعلب تاج العروس جلد ۱ صفحہ ۵۹۱ پر بھی بیان فرماتے ہیں۔ کہ یہ آیت "واذا قری القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلكم ترحمون" نماز میں (قراءت خلف الامام کے بارے میں ہی) نازل ہوئی ہے۔

امام صاحب کے پیچھے آہستہ پڑھنا بھی منع

امام صاحب کے پیچھے آہستہ پڑھنا بھی ان آیات جلیلہ اور احادیث صحیحہ کے بالکل خلاف ہوگا۔ بلکہ ایک ایسے غیر مقلد عالم جنہوں نے اس مسئلہ فاتحہ خلف الامام پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ وہ بھی اس بات میں ہمارے ہمنوا ہیں کہ تابعین کرام کی تفسیر بھی حجت ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں ''کسی آیت کی تفسیر اگر کسی تابعی سے ثابت ہو۔ اور ایک بڑے مفسر نے بھی اس کی تصدیق کی ہو۔ اور کسی صحابی اور تابعی سے اس کی تردید وارد نہ ہوئی ہو۔ تو اس کی حجت میں کیا کلام ہوسکتا ہے۔

(خیر الکلام صفحہ ۱۷)

لیکن یہاں تو کافی صحابہ کرام، کافی تابعین عظام اور کثیر مفسرین کرام سے اس آیت کی یہ تفسیر بیان کی گئی ہے۔ جس کی تردید کسی ایک بھی صحیح، صریح اور غیر مجروح روایت سے ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا مذکورہ آیت کی یہ تفسیر کہ قراءت خلف الامام نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس کام کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند کرتے ہوئے اس سے روکنے کے لئے یہ آیت ''واذا قرئ القرآن فاستمعوا له وانصتوا لعلکم ترحمون'' نازل فرمائی تھی اس کی صحت میں بھی کسی کو شک نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اسی آیت پر اور سینکڑوں احادیث وآثار پر عمل کرتے ہوئے فاتحہ خلف الامام کو ترک کر دینا چاہیے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو اور آپ پر رحم وکرم فرمائے۔

امام احمد فرماتے ہیں۔ اجمع الناس علی ان هذه الاية فی الصلوٰة۔

(مغنی ابن قدامہ جلد ۱ صفحہ ۶۰۱)

یعنی تمام لوگوں (اہل اسلام) کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے۔ امام الوہابیہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔

وقد استفاض عن السلف انها نزلت فی القراءۃ فی الصلوٰۃ۔

(فتاویٰ کبریٰ جلد ۲ صفحہ ۶۸)

یعنی علماء سلف سے یہی حاصل ہوا ہے کہ یہ آیت نماز میں قراءت کرنے کے بارے میں نازل ہوئی ہے (سلفی کہلانے والے حضرات متوجہ ہوں) غالباً اب اس مسئلہ میں تو کوئی اشکال باقی نہیں رہ گیا ہوگا۔ کیونکہ یہ ایک اجماعی بات ہے کہ جب دلائل مختلف فیہ ہوں تو جو دلیل قطعی الثبوت، قطعی الدلالت اور اشبہ بالقرآن ہو۔ وہی راجح اور اولیٰ واصوب ہوا کرتی ہے۔

منطق کا فیصلہ

آیہ مذکورہ اصطلاح منطق کے مطابق قضیہ مہملہ شرطیہ ہے۔ اور یہ مسلم اصول ہے۔ مھملات العلوم کلیات۔ تو اس کے مطابق یہ آیت مفہوماً اس طرح بنے گی۔ کلما قری القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔ یعنی جب بھی اور جہاں بھی قرآن پڑھا جائے تو اس کو دھیان سے سنو اور خاموش رہو۔

نیز فاستمعوا اور انصتوا امر کے صیغے ہیں لہٰذا ان حروف سے قراءت قرآن کے وقت خاموش رہنا واجب ہوگا۔ اور واجب کا خلاف مکروہ تحریمی ہوتا ہے۔ لہٰذا عبارۃ النص اور اشارۃ النص سے قراءت قرآن کے وقت (یعنی قراءت خلف الامام کرنا) خاموش نہ ہونا اور خود بھی پڑھتے رہنا مکروہ تحریمی ثابت ہوا۔

نیز قرآن پاک کے ایک دوسرے مقام سے بھی اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ لا تحرک به لسانک لتعجل به ۔

(سورت قیامہ آیت نمبر ۱۶)

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ جب جناب رسول اللہ ﷺ پر جبریل وحی لے کر آتے تو آپ ﷺ وحی کا بوجھ محسوس فرماتے۔ اور وحی کو یاد فرمانے کی خاطر ساتھ ساتھ ہونٹوں کو حرکت دیتے تھے۔ (یعنی آہستہ آہستہ پڑھتے تھے) تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی "پیارے محبوب ﷺ جب جبریل وحی لے کر آتے ہیں تو" آپ ﷺ (اسے یاد کرنے کے لئے) اپنی زبان کو حرکت نہ دیا کریں۔ یعنی قراءت قرآن کے وقت آپ ﷺ ساتھ ساتھ آہستہ بھی نہ پڑھا کریں۔ بلکہ آہستہ پڑھنا تو دور کی بات ہے۔ اپنی زبان کو حرکت تک بھی نہ دیں۔ (اس خیال سے) کہ آپ ﷺ اسے جلدی جلدی یاد کرلیں۔ بے شک اس کا یاد کرانا اور اس کا (آپ ﷺ کو) پڑھانا ہمارے ذمہ کرم پر ہے۔ پس جب ہم (بوساطت جبریل) قرآن پڑھیں تو آپ ﷺ اس وحی کی اتباع فرمائیں۔

یعنی بعد میں پڑھ لیا کریں۔ اس "فاتبع قرانه" کے متعلق جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ فاستمع له وانصت۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۳، نسائی جلد ا صفحہ ۱۴۹)

یعنی جبریل امین کی قراءت قرآن کے وقت آپ ﷺ اپنی زبان سے نہ پڑھا کریں۔ بلکہ خاموشی سے جبریل کی قراءت کو سنیے اور الفاظ قرآنی "لا تحرک به لسانک" یعنی آپ ﷺ اپنی زبان کو حرکت بھی نہ دیں۔ اس سے قراءت قرآن

کے وقت ساتھ ساتھ صرف زبان سے آہستہ پڑھنے کی بھی ممانعت ثابت ہوگئی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جب امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہوں تو مقتدی کو بالکل خاموشی سے کھڑا رہنا چاہیے۔ یہ بھی حکم قرآنی کے مطابق ہوگا۔

ایک اور آیت قرآنی سے ان الفاظ کی وضاحت ہوتی ہے۔ واذا صرفنا الیک نفرا من الجن یستمعون القرآن فلما حضروہ قالوا انصتوا۔

(سورت احقاف آیت نمبر ۲۹)

اور اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم جب پھیر لائے ہم آپ ﷺ کی طرف جنوں کی ایک جماعت کو۔ سنتے تھے وہ قرآن کو۔ پس جب حاضر ہوئے وہ آپ ﷺ کے پاس۔ تو (آپس میں کہنے لگے) خاموش رہو۔ اس آیت میں بھی وہی دونوں لفظ بیان ہوئے ہیں۔ اور اس میں بھی استماع قرآن پر انصات کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ قراءت قرآن پر بالکل خاموش رہنا ہی منشائے خداوندی ہے۔

استماع اور انصات کا معنی

استماع کا معنی ہے۔ کان دھرنا، توجہ کرنا۔

(صراح صفحہ ۳۱۳، مفردات راغب صفحہ ۲۴۲، المنجد صفحہ ۳۶۲، قاموس جلد ۳ صفحہ ۴۱، نووی شرح مسلم جلد ا صفحہ ۱۸۴ وغیرہ)

اور انصات کا معنی بالکل چپ رہنے کے ہیں۔ آہستہ پڑھنے کے نہیں۔

(دیکھیں صراح صفحہ ۷۹، قاموس جلد ا صفحہ ۹۲، المنجد صفحہ ۸۸۳، نووی شرح مسلم جلد ا صفحہ ۲۸۳، مختار الصحاح صفحہ ۵۸، تاج العروس جلد ا صفحہ

۵۹۱، احکام القرآن جلد ۳ صفحہ ۳۹ وغیرہ)۔

چنانچہ اس ارشاد خداوندی کے مطابق جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان وحی نشان بھی ہے۔ اذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۴، ابن ماجہ صفحہ ۶۱، نسائی جلد ا صفحہ ۱۴۶، مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۴۱۵، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۳۷۶، فتح الباری فی شرح البخاری جلد ۳ صفحہ ۴۱۵، کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۱۲۸، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۱۷، دار قطنی جلد ا صفحہ ۳۲۷، کتاب القراءت امام بیہقی صفحہ ۱۱۳، ۱۶۳، سنن الکبری امام بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۵۶، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۸۹، مشکوۃ صفحہ ۷۱، صحیح ابوعوانہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۷۷، محلی ابن حزم جلد ۳ صفحہ ۲۴۰، جامع صغیر صفحہ ۳۰، مغنی ابن قدامہ جلد ا صفحہ ۶۰۲، فتاوی ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۴، نیل الاوطار از محدث اہل حدیث قاضی شوکانی جلد ۲ صفحہ ۲۴۲، نصب الرایہ جلد ۲ صفحہ ۱۴، توجیہ النظر صفحہ ۲۴۰، شرح بلوغ المرام جلد ا صفحہ ۲۴۵، زہر الربی جلد ا صفحہ ۱۴۶، درایہ صفحہ ۹۹، تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۸۰، اعلاء السنن جلد ۴ صفحہ ۴۲، امام الکلام صفحہ ۱۱۱، عون الباری جلد ۲ صفحہ ۳۶۴، عون المعبود جلد ا صفحہ ۳۲۵، تنقیح الرواۃ جلد ا صفحہ ۲۷، آثار السنن جلد ا صفحہ ۸۵، جوہر النقی جلد ا صفحہ ۱۵۳، شرح منتقع جلد ۲ صفحہ ۱۳، منتقی الاخبار جلد ۲ صفحہ ۱۳۴، تعلیق المغنی جلد ا صفحہ ۱۲۴، جزء القراءۃ امام بخاری صفحہ ۵۶، تنوع العبادات صفحہ ۸۶، بذل المجہود جلد ۲ صفحہ ۵۵، فتح الملہم جلد ۲ صفحہ ۲۲، برہان العجائب صفحہ ۱۰۴، عقیدہ محمدیہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۳، تدریب الراوی صفحہ ۲۷، ازالہ ستر صفحہ ۵۲، نفحۃ العنبر صفحہ ۷۹، دلیل الطالب صفحہ ۲۹۴، ہدایۃ السائل صفحہ ۱۹۳، ابکار المنن صفحہ ۱۵۳، تفسیر روح المعانی جلد ۹ صفحہ ۱۳۳، تفسیر ابن جریر جلد ۹ صفحہ ۱۱۰ وغیرہ)

امام خازن اس آیت کی تشریح ان الفاظ میں فرماتے ہیں۔ اذا قرئ علیکم ایھا المؤمنون القرآن فاستمعوا له یعنی اصغوا الیه باسماعکم لتفھموا معانیه و تتدبروا مواعظه وانصتوا یعنی عند قرائته۔

(تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۲۷۴)

یعنی اے مومنو جب تمہارے سامنے قرآن پاک پڑھا جائے تو اس کو توجہ سے سنو اور اس قراءت کی طرف مائل ہو جاؤ۔ تاکہ تم قرآن پاک کے معانی سمجھو اور اس کے نصائح پر غور و فکر کرو۔ اس سے فائدہ حاصل کرو اور خود اس قراءت کے وقت خاموش رہا کرو۔ یعنی جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب امام قراءت کرے تو تم خاموش رہو۔

☆ جناب سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک شخص نے جناب رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ آقا ﷺ۔ امام کے پیچھے قراءت کیا کروں یا خاموش رہا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ لابل انصت فانه یکفیک۔

(امام الکلام صفحہ ۱۴۳، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۳۰، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۱۸)

☆ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف چہرہ مبارک فرمالیا اور فرمایا اتقرئون والامام یقرأ..... قال فلا تفعلوا۔

(جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۷، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۱۸، امام الکلام صفحہ ۱۵۱)

کیا تم امام کے پیچھے خود بھی قراءت کرتے ہو۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم خاموش رہے۔ یہ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا۔ پھر (بعض) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے

عرض کی۔ ہاں آقا ﷺ ہم ایسا کرتے ہیں (انہیں ابھی تبدیلی حکم کا علم نہ ہوا ہوگا) تو آپ ﷺ نے فرمایا امام کے پیچھے قراءت نہ کیا کرو۔

☆ ایک مرتبہ صبح کی نماز میں ایک شخص نے آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کی تو آپ نے بعد میں فرمایا۔ انی اقول مالی انازع القرآن۔ میں بھی سوچ رہا تھا کہ قرآن پڑھنے میں مجھ سے یہ کیسی منازعت کی جا رہی ہے۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۱۴۶، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۱۹، ترمذی جلد ا صفحہ ۴۲، ابن ماجہ صفحہ ۶۱، موطا امام مالک صفحہ ۲۹، دارقطنی جلد ا صفحہ ۳۳۳، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۱۷، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۵۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۷۴، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۲۴۰، جلد ۵ صفحہ ۲۶۳، موطا امام محمد صفحہ ۳۶، مشکوٰۃ صفحہ ۸۱، جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۵۸، تحقیق الکلام جلد ۲ صفحہ ۱۳۵، ابکار المنن صفحہ ۱۵۵، اعلاء السنن جلد ۴ صفحہ ۸۷، جزء القراءۃ امام بخاری صفحہ ۲۲، کتاب القراءۃ امام بیہقی صفحہ ۹۹، کتاب الاعتبار صفحہ ۹۷، تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۶۲۳، عقیدہ محمدیہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۹، فصل الخطاب صفحہ ۳۳، فتاوٰی ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۹، محلی ابن حزم جلد ۳ صفحہ ۲۴۰ وغیرہ)

منازعت کا معنی

اب دیکھنا یہ ہے کہ منازعت سے کیا مراد ہے تو اس لفظ کو سمجھنے کے لئے ایک اور حدیث شریف ملاحظہ فرمائیں۔ قال رسول اللہ ﷺ یقول اللہ تعالیٰ الکبریاء ردائی والعظمۃ ازاری فمن نازعنی واحدا منھما ادخلتہ النار۔

(مسلم جلد ا، مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۵)

یعنی کبریائی اور بزرگی مجھے ہی زیبا ہے۔ اگر ان میں سے کسی ایک کے متعلق بھی مجھ سے کوئی منازعت کرے گا تو میں اسے دوزخ میں ڈالوں گا۔

اب آپ کو "منازعت" کا معنی سمجھ میں آ گیا ہوگا۔ کہ کوئی کام جو کسی کا خاص حق ہے۔ اس کو دوسرا شخص۔ جو اس کا حقدار نہیں ہے۔ استعمال کرنا چاہے۔ تو یہ اس کام میں اصل حقدار سے منازعت ہوگی۔

اب مندرجہ بالا حدیث کے الفاظ کا مفہوم سمجھیں۔ کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں بھی یہی خیال کر رہا تھا کہ قراءت جو کہ صرف میرا (امام) کا حق ہے۔ یہ کون شخص ہے (مقتدی) جس کو حق قراءت نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی وہ ناحق قراءت کر رہا ہے۔ یعنی وہ میرا خاص حق چھین رہا ہے۔ اس حدیث شریف سے صاف معلوم ہو گیا۔ کہ قراءت کرنا مقتدی کا حق نہیں ہے بلکہ یہ امام کا حق ہے۔ قرآن پاک میں بھی یہ لفظ کھینچنے اور چھیننے وغیرہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مثلاً۔ والنازعات غرقا۔

(سورت نازعات آیت نمبر ۱)

نیز نزاعة للشوی۔ (سورت معارج آیت نمبر ۱۶)

آہستہ پڑھنا بھی منع ہے

بعض دوست کہتے ہیں کہ جو آیت آپ نے انصات عند القراءت کے لئے پیش کی ہے۔ "واذا قری القرآن ..... الخ) اس کے آگے الفاظ ہیں۔ واذکر ربک فی نفسک"۔

(سورت اعراف آیت نمبر ۲۰۵)

یعنی۔اور یاد کر اپنے رب کو اپنے جی میں۔آگے ہے۔دون الجھر یعنی آواز بلند نہیں ہونی چاہیے۔بلکہ آہستہ ہی پڑھ لینا چاہیے۔تو گذارش ہے کہ اذکر۔فعل امر ہے اور صیغہ واحد مذکر مخاطب ہے۔تو معلوم ہوا کہ یہ اکیلے کے لئے حکم ہے۔اور پھر آگے جو "فی نفسک" ہے اس سے مراد دل میں پڑھنا نہیں ہے بلکہ یہ واستمعوا لہ پر تاکید ہے۔یعنی جب قاری قرآن پڑھ رہا ہو تو تم ادھر اُدھر خیال نہ کیا کرو بلکہ اپنے جی، دل اور توجہ سے قاری کی قراءت ہی کو سنا کرو۔لہٰذا یہ آیت تو ہماری دلیل ہوئی۔ نیز یہاں واؤ استینافیہ ہے۔لہٰذا اس بعد والے مضمون کا پہلے مضمون کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ورنہ یہ فاستمعوا کا معطوف ہوگا اور پھر تقدیراً عبارت یوں بنے گی۔واذا قری القرآن فاذکر ربک۔یعنی جب قرآن پاک پڑھا جائے تو تو اپنے رب کا ذکر کرنا شروع کر دیا کر۔اس طرح تو پھر جیسے قرآن پاک کی قراءت کے تمام اوقات میں استماع لازم ہوگا۔ایسے ہی ان تمام اوقات میں آہستہ ذکر کرنا بھی لازم ہوگا۔حالانکہ اس بات کا تو کوئی احمق بھی قائل نہیں ہے۔اہل علم اس کے قائل کیسے ہو سکتے ہیں۔

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

پھر اگر کوئی کہے کہ اس صحاح ستہ کی صحیح حدیث میں اگلے الفاظ ہیں۔فانتھی الناس عن القراءۃ فیما جھر فیہ۔(حوالہ جات بالا) یعنی اس کے بعد لوگوں نے جہری نمازوں میں قراءت خلف الامام کرنا چھوڑ دی۔لہٰذا یہ حدیث تو صرف جہری نمازوں کے بارہ میں ہے۔یعنی فجر، مغرب، عشاء، جمعہ اور عیدین وغیرہ۔اس سے سری

نمازوں یعنی ظہر اور عصر میں قراءت خلف الامام کی نفی تو ثابت نہیں ہوتی۔

گذارش ہے کہ کیا آپ جہری نمازوں میں قراءت خلف الامام نہیں کرتے؟

ادا کرتے ہیں۔ تو پھر یہ حدیث کم از کم جہری نمازوں کے بارے میں تو آپ پر حجت

ہوئی۔ آپ جہری نمازوں میں بھی قراءت خلف الامام کر کے صحاح ستہ کی کتنی حدیثوں

اور تمام صحابہ کرام کے عمل کا انکار کر رہے ہیں۔ اتنا تو مانیں۔ سری کے متعلق بھی

حدیث شریف پیش کرتا ہوں۔

سری نمازوں میں بھی قراءۃ خلف الامام کی ممانعت

ویسے تو امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے اس روایت میں مطلق نماز کا ذکر فرمایا ہے۔

سری یا جہری کی تخصیص نہیں کی۔

(مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۳۴۵)

نیز امام زہری نے بھی بلا امتیاز سری یا جہری۔ اس روایت میں مطلق نماز کے متعلق ہی

قراءت خلف الامام کی ممانعت بیان فرمائی ہے۔

(جزء القراءۃ امام بخاری صفحہ ۲۳، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲۰،

سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۵۸ وغیرہ)۔

نیز مشہور صحابیٔ رسول جناب عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بھی بیان فرماتے ہیں۔

صلی بنا رسول اللہ ﷺ صلوٰۃ الظہر او العصر فقال ایکم قرأ

خلفی.... فقال رجل انا. ولم اردبها الا الخیر. قال قد علمت ان

بعضکم خالجنیها۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۲، نسائی جلد ا صفحہ ۱۴۶، مسند امام احمد صفحہ ۳۶)

اسی طرح کی ایک اور روایت میں صرف نماز ظہر کا ذکر ہے۔

(ابو داؤد جلد ا صفحہ ۱۲۰، نسائی جلد ا صفحہ ۱۴۶، مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۲، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۲، مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۴۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۷۶ وغیرہ)

اسی طرح کی ایک اور روایت میں صرف نماز عصر کا ذکر ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۲۲، مسند امام اعظم صفحہ ۳۶، موطا امام محمد صفحہ ۳۷)

اسی طرح کی ایک اور روایت میں مطلق نماز کا ذکر ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی بالناس ورجل یقرأ خلفہ فلما فرغ قال من ذالذی یخالجنی سورتھم۔

(دار قطنی جلد ا صفحہ ۳۲۶)

ایک اور روایت میں الفاظ یہ ہیں۔ خلطتم علی القرآن۔

(مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۴۴۸، ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۷۶، مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۱۸۵، جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۲)

ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ خلطتم علی القراءۃ۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۱۷)

ایک روایت میں الفاظ ہیں۔ ان بعضکم خالجنیھا۔

(دار قطنی جلد ا صفحہ ۳۲۵)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی۔ اور صرف ایک آدمی نے

آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کی۔ آپ ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر فرمایا۔ تم میں سے کون میرے پیچھے قراءت کر رہا تھا؟ ایک آدمی بولا حضور ﷺ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے قراءت کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ تم میں سے کوئی مجھے قراءت میں الجھا رہا ہے۔ اور مجھے خلجان میں ڈال رہا ہے۔

فنھاھم عن القراء ة خلف الامام۔

(بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۲، مسند امام اعظم صفحہ ۳۶، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۲۷)

چنانچہ آپ ﷺ نے لوگوں کو امام کے پیچھے قراءت کرنے سے مطلقاً منع فرما دیا۔ یہ واقعہ ظہر یا عصر۔ یعنی سری نمازوں کا ہے۔ اور آپ ﷺ نے پہلے تو ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ اور پھر مطلقاً قراءت خلف الامام سے منع فرما دیا۔ پہلی روایات میں جہری نمازوں یعنی فجر، مغرب، عشاء، جمعہ اور عیدین وغیرہ میں قراءت خلف الامام کی ممانعت بیان ہوئی تھی۔ اور ان روایات میں سری یعنی ظہر اور عصر کی نمازوں میں بھی امام کے پیچھے قراءت کی صحیح ممانعت ثابت ہو گئی۔

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت تو اس طرح بھی ہے۔

ان رسول اللہ ﷺ و ابابکر و عمر و عثمان کانوا ینھون عن القراء ة خلف الامام۔

(مصنف عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ، جناب سیدنا ابو بکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق اور

جناب سیدنا علی المرتضے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۔ امام صاحب کے پیچھے نماز میں قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

ایک روایت میں جناب رسول ﷺ کے علاوہ باقی تینوں خلفاء راشدین کا ذکر ہے۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۶۷، اعلاء السنن جلد ۴ صفحہ ۸۵)

لہٰذا ثابت ہوا کہ سری ہوں یا جہری۔ تمام نمازوں میں ہی امام کے پیچھے قراءت کرنا صحیح احادیث کے خلاف اور جناب رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی کا سبب ہے۔

فاعتبروا یا اولو الالباب والابصار

صحابہ کرام کے اقوال

جیسا کہ جناب سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جنہوں نے خلافت صدیقی میں قرآن پاک جمع کیا تھا) فرماتے ہیں۔ لا قراءۃ مع الامام فی شیئی۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۵، سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۲، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۱۱، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۲۹، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۶۱۳، زیلعی جلد ۲ صفحہ ۱۲، ہدایۃ السائل از نواب صدیق حسن اہلحدیث صفحہ ۱۹۳، جزء القراءۃ امام بخاری صفحہ ۳۰ وغیرہ)

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ ان جھر و لا ان خافت۔

(ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۶)

جناب سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ خافت او جھر۔

(دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۳۱)

جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں۔ جهر او لم یجهر۔

(کتاب القراءۃ صفحہ ۱۸۴)

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں۔

فیما یجهر فیه و فیما یخافت فیه۔

(موطا امام محمد صفحہ ۳۲)

یعنی امام کے پیچھے بالکل قراءت نہیں کرنی چاہیے۔ نماز سری ہو یا جہری۔

بلکہ جناب سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فرماتے ہیں۔

من قرأ خلف الامام فلا صلوة له۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۶، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۳۷، موطا امام محمد صفحہ ۱۰۰، کتاب القراءۃ امام بیہقی صفحہ ۱۴۷ وغیرہ)

یعنی جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کی نماز ہی صحیح نہیں ہوتی۔

تقریباً یہی الفاظ جناب سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی منقول ہیں۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)

نیز آپ فرماتے ہیں۔ من قراء مع الامام فلیس علی الفطرة۔

(جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۹، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۳۳، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۵۰، منتخب کنز العمال صفحہ ۱۸۷ وغیرہ)

یعنی جو شخص امام صاحب کے پیچھے قراءت کرتا ہے وہ فطرت اسلام پر نہیں ہے۔

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ لا فیما اسر و لا فیما جهر۔

(جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۹ وغیرہ)

یعنی چاہے نماز سری ہو یا جہری۔

جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی امام کے پیچھے قراءت کرنے کے قائل نہیں تھے نیز مذکور ہے۔ و کان ابن عمر لا یقرأ خلف الامام۔

یعنی آپ خود بھی امام صاحب کے پیچھے قراءت نہیں کیا کرتے تھے۔

(مؤطا امام مالک صفحہ ۲۹، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۱۵۴، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۴۰، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۱۵۱، کتاب الحجۃ جلد ۱ صفحہ ۱۱۹ وغیرہ)

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ جهر اولم يجهر ۔

(کتاب القراءۃ امام بیہقی صفحہ ۱۴۶)

یعنی نماز جہری ہوتی یا سری۔

جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی امام صاحب کے پیچھے قراءت کرنے کے قائل نہیں تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۶ وغیرہ)

بلکہ آپ تو فرماتے ہیں۔ لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا ۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۳۲، جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۹)

یعنی کاش کہ جو امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کا منہ پتھر ڈال کر بند کر دیا جائے۔

جناب سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

وددت ان الذی یقرء خلف الامام فی فیه جمرة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۶، عمدۃ القاری جلد ۳ صفحہ ۶۷، مؤطا امام محمد)

میں چاہتا ہوں کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرے اس کے منہ میں آگ ہو (یعنی اس کی زبان جلادی جائے)

نیز صحابیٔ رسول جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

لیت الذی یقرأ خلف الامام ملئ فوہ ترابا۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۱۹، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۳۸)

حضرت اسود بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تقریباً یہی الفاظ منقول ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۷، جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۹، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۳۸)

حضرت علقمہ بن قیس تابعی علیہ الرحمہ کا بھی یہی فرمان ہے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۳۹، جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۹)

یعنی کاش کہ جو شخص امام کے پیچھے قراءت کرتا ہے اس کا منہ مٹی سے بند کر دیا جائے۔

جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

لو کان علیھم سبیل لقلعت السنتھم ۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۰۵)

اگر میرا بس چلے تو میں امام کے پیچھے قراءت کرنے والے کی زبان کھینچ لوں۔

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ان رسول اللہ ﷺ و ابوبکر وعمر و عثمان کانوا ینھون عن القراءۃ خلف الامام۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۳۹)

حقیقت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ، جناب سیدنا ابوبکر صدیق، جناب سیدنا عمر

فاروق اور جناب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم (یعنی حضور ﷺ اور تمام خلفائے راشدین ہی) امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

صحیحین کی ایک اور روایت سے استدلال

ایک اور روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین فقولوا آمین۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۸، جلد ۲ صفحہ ۹۴۲، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۷، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۳۵، نسائی صفحہ ۱۴۷، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۵، داری صفحہ ۱۴۷، موطا امام مالک صفحہ ۳۰، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۵۵)

یعنی جب امام **غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین** کہہ لے تو تم (آہستہ سے) آمین کہا کرو۔ معلوم ہوا کہ **ولا الضالین** تک امام نے پڑھنا ہے۔ اور مقتدی نے صرف آمین کہنا ہے۔

بعض روایات میں تو اور بھی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے کہ۔

اذا قال قاری غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقال من خلفہ آمین۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۶، داری صفحہ ۱۴۷)

یعنی جب قاری **ولا الضالین** کہہ لے تو مقتدی (آہستہ سے) آمین کہیں۔

قراءت خلف الامام سے ممانعت کی وجہ

اس فرمان مصطفےٰ ﷺ سے بھی ثابت ہوا کہ صرف امام ہی قراءت کرے گا۔ اور مقتدی صرف آمین ہی کہے گا۔ اور نماز سری ہو یا جہری۔ مقتدی کسی بھی صورت میں

قراءت نہیں کرے گا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر مقتدی کو قراءت سے اتنی سختی سے کیوں روکا گیا ہے۔ تو گذارش ہے کہ یہ کائنات کا مسلم اصول ہے کہ اگر چند آدمی مل کر کسی حاکم کے دربار میں کچھ عرض کرنا چاہیں تو وہ تمام بالاتفاق اپنا ایک نمائندہ مقرر کر لیں گے۔ اگرچہ حاضر تو سب ہی ہوں گے۔ لیکن سب کی طرف سے حاکم کے دربار میں ان سب کی طرف سے عرض صرف ان کا وہ ایک نمائندہ ہی کرے گا۔ اسی طرح نماز میں بارگاہ خداوندی میں التجاء وزاری پیش کرتے وقت امام بھی اپنے مقتدیوں کا نمائندہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ الامام ضامن۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۷۷ وغیرہ)

یعنی امام اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے مقتدیوں کا ضامن ہوتا ہے۔ اسی لیے جناب رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔ من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة۔

(ابن ماجہ صفحہ ۶۱، امام الکلام بیہقی صفحہ ۱۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۷، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۳۳۹، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۱۷، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۰، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۲۳، مؤطا امام محمد صفحہ ۳۶، مسند امام اعظم صفحہ ۳۶، آثار السنن جلد ۱ صفحہ ۸۷، اعلاء السنن جلد ۴ صفحہ ۶۳، تفسیر روح المعانی جلد ۹ صفحہ ۱۳۴، تحقیق الکلام جلد ۲ صفحہ ۱۲۸، ابکار المنن صفحہ ۱۶۰، فتح الملہم جلد ۲ صفحہ ۲۴، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۰۸، بغیۃ الالمعی جلد ۲ صفحہ ۷، شرح مقنع جلد ۲ صفحہ ۱۱، مغنی ابن قدامہ جلد ۱ صفحہ ۶۰۹، جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۵۹، کتاب القراءة امام بیہقی صفحہ ۱۳۹، معرفت علوم الحدیث صفحہ ۸۷ اور غیرہ)

یعنی جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی قراءت ہی اس کی قراءت ہوگی (مقتدی

کو اپنی علیحدہ قراءت کرنے کی ضرورت نہیں ہے) آپ ﷺ نے اس طرح ایک بار فرمایا۔ ما ادری الامام اذا ام القوم الا کفاھم۔

(دار قطنی جلد ا صفحہ ۳۳۲)

آپ ﷺ نے اس طرح ایک دفعہ فرمایا۔ فانه یکفیک۔

(دار قطنی جلد ا صفحہ ۳۳۰)

یعنی امام کی قراءت ہی مقتدی کو کافی ہوتی ہے۔

ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عصر کی جماعت کرائی۔ ایک آدمی نے آپ ﷺ کے پیچھے قراءت شروع کر دی۔ ساتھ والے صحابی نے اسے چوک ماری۔ نماز سے فارغ ہو کر دونوں صحابی اس مسئلہ پر جھگڑنے لگے۔ آخر حضور ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی گئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا" جو آدمی امام کے پیچھے نماز پڑھے (اس کو خود قراءت کرنے کی ضرورت نہیں ہے) اس کے لیے امام کی قراءت ہی کافی ہے۔

(کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۲۲، مسند امام اعظم صفحہ ۳۶، موطا امام محمد صفحہ ۴۷

جناب علی المرتضے رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

من قرأ خلف الامام فقد اخطأ الفطرة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۷۶، دار قطنی جلد ا صفحہ ۳۳۱، جوہر النقی علی البیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۸، مصنف عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۳۸)

یعنی جس نے امام کے پیچھے قراءت کی اس نے فطرت (اسلام) کو چھوڑ دیا۔ جناب عبد اللہ بن عمر بھی امام کے پیچھے قراءت نہیں کیا کرتے تھے۔

(موطا امام مالک صفحہ ۲۹، سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۱، جوہر النقی ہامش

بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۹۳، کتاب القراءۃ امام بیہقی صفحہ ۱۸۴، طحاوی صفحہ ۲۲۰)

حضرت سعید بن مسیب (جو کہ یزید پلید کے دور میں مدینہ منورہ پر حملہ (واقعہ حرہ) کے وقت روضہ نبوی میں تین دن تک چھپ کر بیٹھے رہے تھے۔ اور ہر نماز کے وقت آپ اذان واقامت کی آواز قبر نبوی ﷺ سے سن کر وہیں نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

(مشکوۃ صفحہ ۵۳۷، داری صفحہ ۱۵ وغیرہ)

بھی فرماتے ہیں کہ امام کے پیچھے خاموش رہو۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۷۷)

امام شعبی علیہ الرحمہ جنہوں نے ۵۰۰ صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زیارت کی ہے۔ جن میں سے ۷۰ بدری صحابی تھے۔ جن کی ظاہری زندگی میں ہی جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی بخشش اور جنتی ہونے کی بشارت عطا فرمادی تھی۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۶۷، ۶۱۲ وغیرہ)

آپ بھی فرماتے تھے۔ کلهم يمنعون المقتدى عن القراءة خلف الامام.

(تفسیر روح المعانی جلد ۹ صفحہ ۱۵۲، اکمال ملحقہ مشکوۃ صفحہ ۶۰۲)

یہ تمام صحابہ کرام بھی مقتدی کو امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

غوث اعظم کا فیصلہ

جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ (جن کے متعلق اکثر غیر مقلد حضرات کہا کرتے ہیں کہ "وہ تو اہل حدیث تھے" نیز کہا جاتا ہے کہ "وہ تو ہمارے ہم مذہب اور ہم مسلک تھے" تو گزارش ہے کہ خدارا ان ہی کی مان لو) بھی فرماتے ہیں۔

ان کان مامو ماینصت الی قراء ۃ الامام۔

(غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۴۷)

یعنی اگر کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو۔ تو وہ خود خاموش رہ کر امام کی قراءت پر غور کرے۔

حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اول من احدث (احدثوا) باالقراء ۃ خلف الامام المختار وکانوا لا یقرء ون۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۹۹، جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۶۹)

یعنی امام کے پیچھے قراء ۃ کرنے کی بدعت مختار ثقفی نے شروع کی تھی۔ ورنہ وہ لوگ (صحابہ کرام اور تابعین عظام) تو امام کے پیچھے قراء ۃ نہیں کیا کرتے ہیں۔

9 جلیل القدر صحابہ کا فیصلہ

شارح بخاری علامہ عینی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں کہ جناب ابوبکر صدیق، جناب عمر فاروق، جناب عثمان غنی، جناب علی المرتضےٰ، جناب عبدالرحمان بن عوف، جناب سعد بن ابی وقاص، جناب عبداللہ بن مسعود، جناب عبداللہ بن عمر اور جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی۔ ینھون عن القراء ۃ خلف الامام اشد النھی۔

(عمدۃ القاری جلد ۱ صفحہ ۶۷)

بڑی سختی سے امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وضاحت

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی بیان فرماتے ہیں کہ ان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم قرا فکانت قرائتہ لنا قراءۃ و سکوتہ لنا سکوت۔

(شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۲۰۵)

حقیقت یہ ہے کہ جب تک جناب رسول اللہ ﷺ نے پڑھا ہم نے بھی پڑھا۔ اور جب آپ نے سکوت (کا حکم) فرمایا۔ تو ہمارے لئے بھی خاموش رہنا ہی صحیح ہے۔

یعنی معلوم ہوا کہ قراءت خلف الامام کی روایات کو منسوخ مانا جائے گا۔

آپ ہی سے عرض کی گئی تھی۔ کہ جناب بعض لوگ ظہر اور عصر کی نمازوں میں امام کے پیچھے قراءت کرتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا اگر میرا بس چلے۔ تو میں ان لوگوں کی زبانیں کھینچ کر باہر پھینک دوں۔

امام الوہابیہ کا فیصلہ

اس مسئلہ کا مزید فیصلہ امام الوہابیہ ابن تیمیہ سے کروا لیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں۔

الذین ینھون عن القراءۃ خلف الامام جمھور السلف والخلف ومعھم الکتاب والسنۃ الصحیحۃ والذین اوجبوھا علی الماموم فحدیثھم ضعفہ الائمۃ۔

(تنوع العبادات صفحہ ۸۶)

یعنی وہ حضرات جو امام کے پیچھے قراءت کرنے سے منع کرتے ہیں۔ وہ جمہور سلف و خلف ہیں۔ اور ان کے پاس قرآن پاک اور سنت صحیحہ کے دلائل بھی موجود ہیں۔ اور جو لوگ مقتدی کے لئے قراءت کو واجب قرار دیتے ہیں۔ ان کی احادیث کو ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

جناب رسول اللہ ﷺ کی آخری جماعت

جناب رسول اللہ ﷺ کی آخری با جماعت نماز کا ذکر اختصاراً کچھ اس طرح ہے کہ آپ ﷺ کے حکم سے حضرت علی، جناب ابوبکر صدیق، جناب عمر فاروق اور جناب عباس رضی اللہ عنہم کو بلایا گیا۔ پھر جناب بلال نماز کے لئے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کھڑی کر دی۔ تو آپ ﷺ نے طبیعت میں کچھ افاقہ محسوس فرمایا۔ تو آپ ﷺ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کندھوں پر سہارا لے کر مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے جا رہے تھے۔ لوگوں نے تسبیح کہہ کر جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مطلع کیا۔

تو جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے ہٹ گئے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ مصلے پر جلوہ افروز ہو گئے۔

واخذ رسول اللہ ﷺ من القراءۃ من حیث کان بلغ ابوبکر۔

(ابن ماجہ صفحہ ۸۸، مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۲۳۲، طحاوی جلد ا صفحہ ۴۰۵، دار قطنی جلد ا صفحہ ۳۹۸)

(نماز جہری تھی اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بطور امام قراءت فرما رہے تھے۔ دوران قراءت ہی آپ تعظیم نبوی ﷺ میں پیچھے ہٹ گئے تو جناب رسول اللہ ﷺ نے جب مصلے پر کھڑے ہو کر امامت کرائی تو) جہاں سے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قراءت چھوڑی تھی۔ اس سے آگے سے آپ ﷺ نے

قراءت شروع فرمائی۔

یہ جناب رسول اللہ ﷺ کی آخری جماعت ہے اس کے بعد آپ ﷺ مصلائے امامت پر تشریف نہ لا سکے اور آپ کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا یہ حدیث ناسخ و منسوخ کے چکر سے بھی بالاتر ہے۔ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام بن کر الحمد شریف پڑھ رہے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے اور مصلائے امامت پر رونق افروز ہوئے۔ اور الحمد شریف کی جتنی آیات جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پڑھ چکے تھے وہ آپ ﷺ نے چھوڑ دیں اور اس سے آگے کی باقی آیات آپ ﷺ نے تلاوت فرمائیں۔ اگر پوری الحمد شریف پڑھنا ہر ایک کے لئے فرض یا واجب ہوتا تو آپ ﷺ ابتداء سے قراءت شروع فرما کر پوری الحمد شریف پڑھتے۔ لیکن آپ ﷺ نے آدھی الحمد شریف پڑھی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ہر ایک کے لئے الحمد شریف پڑھنا فرض یا واجب نہیں ہے۔ بلکہ صرف امام ہی قراءت کرتا ہے۔ اگر اس رکعت میں دو امام ہوئے تو دونوں نے مل کر قراءت مکمل فرمائی۔ فھو المطلوب۔

مدرک رکوع مدرک رکعت ہے

ایک مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ جماعت کرا رہے تھے۔ جب آپ ﷺ رکوع میں گئے تو جناب ابوبکرہ بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور صف سے پیچھے ہی رکوع کر لیا۔ اور جھکے جھکے ہی جماعت میں شامل ہو گئے۔ جماعت کے بعد صحابہ کرام علیہم الرضوان نے بارگاہ نبوی ﷺ میں ان کا مسئلہ پیش کر دیا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

زادک اللہ حرصا ولا تعد۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۸)

یعنی اللہ تعالیٰ تمہارا جماعت کا شوق اور زیادہ کرے۔ لیکن آئندہ ایسا نہ کرنا۔ (یعنی صف میں ملنے سے پہلے ہی رکوع کر لینا اور دوڑ کر جماعت میں ملنا) اب غور طلب بات یہ ہے کہ جو صحابی رکوع میں شامل ہو رہے ہیں۔ کیا انہوں نے سورۃ فاتحہ پڑھی ہے یا نہیں؟ یقیناً انہوں نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی۔ اگر فاتحہ پڑھنا مقتدی کے لئے فرض یا واجب ہے۔ تو پھر ان کی وہ رکعت ہو گئی تھی یا نہیں؟ اور اگر ان کی وہ رکعت نہیں ہوئی تھی تو کیا جناب رسول اللہ ﷺ نے انہیں نماز لوٹانے کا حکم فرمایا تھا؟ اور اگر لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا اور یقیناً نہیں فرمایا۔ تو پھر ان کی وہ رکعت (نماز) بغیر سورۃ فاتحہ کے کیسے صحیح ہو گئی۔ ثابت ہوا کہ مقتدی کی نماز بغیر سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بھی مکمل اور صحیح ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن و حدیث کے واضح دلائل سے اختصاراً واضح کیا جا چکا ہے۔ حدیث شریف میں اس مسئلے کا حل بھی واضح طور پر بیان فرما دیا گیا ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اذا جئت والامام راکع فوضعت یدیک علی رکبتیک قبل ان یرفع رأسه فقد ادرکت۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۳، صحیح ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۴۵،
طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۲۷۱)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ فقد ادرک السجدۃ۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ فقد ادرکت الرکعۃ۔ (حوالہ مذکورہ بالا)

یعنی اگر تو جائے اور امام رکوع میں ہو تو اگر امام کے سر اٹھانے سے پہلے پہلے تو نے اپنے ہاتھ اپنے گھٹنوں پر رکھ لئے تو تیری یہ رکعت صحیح ہو گئی۔ اسی وجہ سے اگر چہ رکوع میں

والے شخص نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی پھر بھی اس کی نماز صحیح ہو گئی ہے۔

امام اہل حدیث کا مفصل بیان کہ مدرک رکوع۔ مدرک رکعت ہے۔

امام جماعت غرباء اہلحدیث "شیخ الحدیث حضرت العلام مولانا الحافظ الحاج مفتی ابو محمد عبدالستار صاحب دہلوی" بھی اپنے "گراں قدر علمی و تحقیقی فتاوی۔ الموسوم بہ" فتاوی ستاریہ" کی جلد ا کے صفحہ ۵۳ پر اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔" ہاں مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔۔ جو اصحاب ہم سے اس امر میں مختلف الرائے ہیں۔ اور اس بارہ میں ہم کو خطا پر سمجھتے ہیں ان کی خدمت میں باادب ملتمس ہوں کہ میرے مانند دلائل رکوع ملنے کی صورت میں رکعت نہ ہونے کا ثبوت دیں۔ اور اگر کوئی حدیث اس کے خلاف بالفاظ صریحہ نہ پائیں۔ تو برائے مہربانی اس مسئلہ کو مان لیں اور اس پر خود بھی عمل کریں اور دوسروں سے بھی عمل کرائیں۔

وباللہ التوفیق و ھو خیر الرفیق ...

جو احادیث۔ نبی ﷺ سے اس بارے میں وارد ہوئی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں

حدیث نمبر 1۔ عن ابی بکرۃ ....ولا تعد . رواہ البخاری

(یہ حدیث پچھلے صفحہ پر ہم نے بھی باحوالہ نقل کر دی ہے۔ مصنف)۔۔۔ اور مت لوٹاؤ نماز کو۔ اول تو یہ امر بھی قابل غور ہے۔ کہ اگر صحابہ کرام مدرک رکوع کو مدرک رکعت نہ جانتے۔ تو پھر انہیں دوڑنے کی کیا ضرورت تھی۔ جس سے صریحاً معلوم ہو رہا ہے کہ وہ مدرک رکوع کی رکعت کے صحیح ہونے کے قائل تھے۔ چنانچہ اس بات پر یہ امر اور بھی کافی دلیل ہے کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد سلام۔ اس رکعت کے اعادہ کو

نہیں کھڑے ہوئے۔ پھر حالت جلسہ یا قومہ یا سجدہ میں بھی کسی صحابی کا اس طرح کوشش سے داخل ہونا ثابت نہیں۔۔۔۔ بعدازاں آپ کا فرمان ولا تعد۔

بضم التاء اس امر کو خوب اچھی طرح واضح کر رہا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرہ کو رکعت کے اعادہ کا حکم نہیں فرمایا تھا۔ چنانچہ علامہ حافظ محمد اسماعیل (اہلحدیث) شارح بلوغ المرام فرماتے ہیں۔

ولا تعد بضم المثاة الفوقية من الاعادة ای زادک الله حرصا علی طلب الخير ولا تعد صلوتک فانها صحيحة۔

یعنی لا تعد۔ اعادہ سے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو نہ لوٹا۔ کیونکہ وہ صحیح ہے ۔۔۔ فانه ليس في الكلام مايشعر بفساد صلوته ۔

یعنی اس حدیث سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ اس کی رکعت نہیں ہوئی تھی۔ بلکہ آپ ﷺ کا فرمان زادک الله حرصا ولا تعد سے یہ بات صاف معلوم ہوئی ہے۔ کہ اس کی رکعت ہوگئی تھی۔

(سبل السلام شرح بلوغ المرام صفحہ ۱۵۱)

علامہ موصوف کی اس تقریر سے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔ چنانچہ آپ کا مذہب بھی یہی ہے۔ بلکہ اس مسئلہ کے متعلق آپ نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔ جس میں اس بات کو نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

حدیث نمبر 2۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ اذاجئتم الى الصلوة ونحن سجود فاسجد وا ولا تعدوها شيئا و من ادرک الركعة فقد ادرک الصلوة ۔

(رواہ ابوداؤد والدارقطنی والبیہقی فی معرفۃ وابن خزیمۃ فی صحیحہ)

یعنی جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جس وقت تم سجدہ کی حالت میں آکر ملو تو اس رکعت کو نہ شمار کرو۔ اور جو کوئی رکوع میں آکر ملے اس نے نماز (رکعت) پالی۔۔۔ یہ حدیث قابل حجت ہے۔۔۔ علامہ شارح ابوداؤد فرماتے ہیں کہ سلف اور خلف میں جمہور کی ایک بہت بڑی جماعت اس بات کی طرف گئی ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔ جناب علی، جناب عبداللہ بن مسعود، جناب زید، جناب عبداللہ بن عمر، جناب معاذ بن جبل، جناب ابوامامہ، جناب سہل بن حنیف اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ سب صحابہ کرام رکوع کی رکعت کو صحیح مانتے تھے۔ جناب مالک وشافعی وابوحنیفہ وثوری واوزاعی وابوثور واحمد واسحاق علیہم الرحمہ بھی اس بات کے قائل ہیں۔۔۔

حدیث نمبر 3۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تلخیص میں فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح ابن خزیمہ کا مطالعہ کیا۔ اس میں اس حدیث کو بھی پایا۔۔۔ باب ذکر الوقت الذی یکون فیہ المأموم مدرکا للرکعۃ اذا رکع امامہ قبل عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال من ادرک رکعۃ مع الامام قبل ان یقیم صلبہ فقد ادرکھا۔ (تلخیص الحبیر)

یعنی جناب ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو کوئی امام کے سر اٹھانے سے پہلے پہلے رکوع میں آملے۔ اس کی رکعت ہوگئی۔ امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اس کے بہت سے طرق ذکر کرکے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ حضرت امام شوکانی اپنے فتاوے میں تحریر فرماتے ہیں کہ۔ جان تو کہ جس وقت

کوئی آدمی آوے۔اور وہ امام کو جس حالت میں پائے اسی حالت میں امام کے ساتھ مل جاوے۔کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے۔انما جعل الامام لیؤتم بہ۔پس اگر کوئی آدمی امام کو رکوع کی حالت میں پائے اور سورہ فاتحہ پڑھنی شروع کر دے۔تو وہ اس حدیث کا خلاف کر رہا ہے۔کیونکہ اس میں تو امام کی متابعت لازمی قرار دی گئی ہے۔پس اگر کوئی آدمی رکوع میں آ کر ملے۔تو اس کی رکعت ہو جاوے گی۔کیونکہ یہ بات حدیث سے ثابت ہو چکی ہے کہ جو رکوع میں امام کے سر اٹھانے سے پہلے آ ملے گا۔اس کی رکعت ہو جاوے گی۔

فان ظاهره بل صریحه ان المؤتم اذا وصل و الامام راکع و کبر ورکع قبل ان یقیم صلبه فقد صار مدرکا لتلک الرکعة وان لم یقرا حرفا من حروف الفاتحة۔

یعنی حدیث مذکورہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔اگرچہ اس نے سورہ فاتحہ کا ایک حرف بھی نہ پڑھا ہو(نور العین وعون المعبود)۔

حدیث نمبر4۔ عن ابی هریرة من ادرک الرکوع من الرکعة الاخیرة فی صلوٰة الجمعة فلیصف الیه اخری۔

(رواہ الدارقطنی)

یعنی جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس آدمی نے جمعہ کے دن دوسری رکعت کا رکوع پالیا وہ ایک رکعت اور پڑھ لے۔

☆ مولانا حمید اللہ صاحب (اہلحدیث) مصنف احادیث التفاسیر نے اس حدیث کو قابل حجت مانا ہے(دیکھو خطبات التوحید)۔

حدیث نمبر 5۔ عن زید ابن وھب قال دخلت المسجد انا وابن مسعود فادرکنا الامام وھو راکع فرکعنا ثم مشینا حتے استوینا بالصف فلما قضی الامام الصلوٰۃ قمت لاقضی. فقال عبداللہ قدادرکت الصلوٰۃ. اخرج ابن ابی شیبہ والطحاوی من طریق سفیان عن منصور ۔

یعنی جناب زید بن وہب کہتے ہیں کہ ایک دن میں اور جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں نماز کو گئے۔ امام رکوع کی حالت میں تھا۔ ہم بھی رکوع میں شامل ہو گئے۔ بعد سلام۔ میں اس رکعت کو پڑھنے کے واسطے کھڑا ہوا تو جناب عبداللہ بن مسعود نے میرا ہاتھ پکڑ کر بٹھا دیا اور فرمایا کہ تیری رکعت ہو گئی ہے۔ اس حدیث سے بھی ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام مدرک رکوع کو مدرک رکعت ہی جانتے تھے۔

حدیث نمبر 6۔ امام بیہقی نے اپنی کتاب معرفت میں یہ باب منعقد کیا ہے باب اذا ادرک الامام الخ باب ہے اس وقت جب پاوے امام کو رکوع کی حالت میں۔ آگے فرماتے ہیں۔ قال الشافعی باسنادہ ان عبداللہ ابن مسعود دخل المسجد والامام راکع فرکع ثم دب راکعا۔ یعنی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور امام رکوع میں تھا۔ پس آپ نے بھی رکوع کیا اور اس رکعت کو شمار کیا۔ کما مرفی حدیث آخر قال الشافعی وھکذا نقول وقد فعل ھذا زید ابن ثابت ۔ یعنی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا بھی یہی مذہب ہے۔ اور یہی جناب زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کیا ہے۔ پھر امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ جناب عبداللہ بن مسعود اور جناب زید بن ثابت اور جناب ابی امامہ سہل بن حنیف اور جناب ابوبکر صدیق اور جناب عبداللہ بن زبیر رضی

اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ان تمام صحابہ کرام سے بھی یہ ثابت ہے۔ کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔

حدیث نمبر 7۔ اخرج مالک فی المؤطا انه بلغه ان ابن عمر و زید ابن ثابت کانا یقولان من ادرک الرکعة فقد ادرک السجدة۔

یعنی امام مالک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب عبداللہ بن عمر اور جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہما بھی مدرک رکوع کو مدرک رکعت ہی جانتے تھے۔

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام اہل علم کا یہی مذہب ہے کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔

المرام آنکہ احادیث نبویہ واقوال صحابہ واسلاف امت سے یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی کہ مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔

(فتاوی ستاریہ جلد ۱ صفحہ ۵۴ تا ۵۷)

☆ نیز علامہ شیخ حسنین بن محسن انصاری یمانی رقم طراز ہیں۔ ثم ثبت بحدیث من ادرک مع الامام رکعة قبل ان یقم صلبه فقد ادرکھا۔

(فتاوی شیخ حسنین صفحہ ۱۳۶)

یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جو شخص امام کی پیٹھ سیدھی کرنے سے پہلے پہلے رکوع میں مل گیا اس کی رکعت ہو گئی۔

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ اس حدیث کا ظاہر بلکہ اس کا صریح یہی ہے کہ مقتدی جب صف میں اس حالت میں آئے کہ امام رکوع میں ہو اور امام کی کمر سیدھی کرنے سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جھک جائے تو یقیناً اس کی رکعت ہو جائے گی۔ اگرچہ

اس نے سورۃ فاتحہ کا ایک حرف بھی اس رکعت میں نہ پڑھا ہو۔

نیز (امام الوھابیہ) علامہ شوکانی نے مدرک رکوع کا مدرک رکعت ہونا۔ جمہور علماء سے ثابت کیا ہے۔ حیث قال المراد بها هذا الركوع وكذلك قوله في حديث ابي هريرة من ادرك ركعة من الصلوٰة فيكون مدرك الامام راكعا مدركا لتلك الركعة والى ذالك ذهب الجمهور۔

(نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار جلد ۳ صفحہ ۳۰)

نیز علامہ شیخ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری میں۔ باوجود مدعی فرضیت فاتحہ ہونے کے صاف الفاظ میں رقمطراز ہیں۔ ان المسبوق يدرك الركعة بتمامها بادراك الركوع۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۵۶)

یعنی رکوع میں ملنے سے بعد میں آنے والے کی پوری رکعت ہو جاتی ہے۔

(تمام مضمون مندرجہ بالا منقول از فتاویٰ ستاریہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۲)

اب روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مقتدی کے لئے قراءت بالکل فرض یا واجب نہیں ہے۔ ورنہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر کسی کی بھی نماز صحیح نہ ہوتی۔

فافهموا يا اولو الالباب لعلكم تتقون

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

آمین آہستہ کہنا

جب امام الحمد شریف پڑھ لے تو امام اور مقتدی دونوں کو ہی چاہیے کہ وہ آمین کہیں۔ آمین بلند آواز سے نہیں کہنی چاہیے۔ کیونکہ آمین بھی ایک دعا ہے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۷، تفسیر خازن جلد ۶ صفحہ ۳۲۹، تفسیر روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۱۳۳، عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۵۲، تہذیب الاسماء واللغات نووی صفحہ ۱۱)

اور اس کا معنی ہے "اللھم استجب" یعنی یا اللہ یہ دعا قبول فرما۔

(مفردات راغب صفحہ ۲۷، فتح الباری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۶۳، تفسیر درمنثور جلد ۱ صفحہ ۱۷، جلد ۳ صفحہ ۳۱۴، تفسیر ابن جریر جلد ۱۱ صفحہ ۱۶۱، تفسیر خازن جلد ۶ صفحہ ۳۲۹، تفسیر نسفی ہامش علیٰ تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۳۲۹، تفسیر روح المعانی جلد ۶ صفحہ ۱۷۳، تہذیب الاسماء واللغات جلد ۲ صفحہ ۱۲، تفسیر ابن کثیر جلد ۱ صفحہ ۳۱، تفسیر بیضاوی جلد ۱ صفحہ ۵، تفسیر نسفی جلد ۱ صفحہ ۱۹، تفسیر مظہری جلد ۱ صفحہ ۱۰، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۹۶، تفسیر قرطبی جلد ۱ صفحہ ۱۲۹، الاسماء نووی جلد ۲ صفحہ ۹۶، تغلیق التعلیق جلد ۲ صفحہ ۳۱۷، لغات الحدیث۔ وحید الزمان اہلحدیث جلد ۱ صفحہ ۷۵)

اور دعا کے متعلق ارشاد خداوندی ہے۔ ادعوا ربکم تضرعا و خفیۃ انہ لا یحب المعتدین۔ (سورت اعراف آیت نمبر ۵۵)

یعنی اپنے رب کو عاجزی سے خفیہ طور پر پکارو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں (چیخ چیخ کر دعا کرنے والوں) کو پسند نہیں فرماتا۔

اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے۔ ادعوا ربکم تضرعا حال تذللا وخفیة سرا انه لا یحب المعتدین بالتشدد ورفع الصوت۔

(تفسیر جلالین صفحہ ۱۳۳)

یعنی اپنے رب کو عاجزی اور تذلل سے خفیہ طور پر پکارو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ بلند آواز سے اور سخت لہجہ میں دعا کرنے کو پسند نہیں فرماتا۔

ایک اور تفسیر میں ہے۔ کان یری ان الجهر بالدعاء الاعتداء۔

(تفسیر در منثور جلد ۳ صفحہ ۹۳، تفسیر قرطبی جلد ۷ صفحہ ۲۲۳، تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۱۰۳، تفسیر ابن ابی حاتم جلد ۵ صفحہ ۱۵۰۰، تفسیر طبری جلد ۸ صفحہ ۲۰۶، تفسیر خازن جلد ۲ صفحہ ۱۰۳، تفسیر نسفی ہامش علی الخازن جلد ۲ صفحہ ۱۰۳، تفسیر جلالین صفحہ ۱۳۳، احسن التفاسیر جلد ۲ صفحہ ۲۶۵)

یعنی بلند آواز سے دعا کرنا حد سے بڑھنا ہے۔ اور خفیہ کا معنی آہستہ پڑھنا ہے۔

دعا میں اخفاء بہتر ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ اخلاص کی علامت ہے۔

(تفسیر بیضاوی صفحہ ۲۰۸، تفسیر فوائد سلفیہ صفحہ ۱۸۹)

اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

اذنادی ربه نداء خفیا۔

(سورت مریم آیت نمبر ۳)

یعنی جب زکریا علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا۔ (دعا کی) خفیہ طور پر۔

اسی طرح جناب وائل بن حجر بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ بھی یہی تھا۔ فلما قرء غیر المغضوب علیهم ولا الضالین قال آمین واخفی بها صوته۔

(مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۳۰۷، آثار السنن صفحہ ۱۹۲، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۴، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۳۴، ابو داؤد طیالسی صفحہ ۱۳۸، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۵۷، مستدرک حاکم جلد ۲ صفحہ ۲۳۲)

وقال هذا حدیث صحیح علی شرطهما واقره الذهبی۔

یعنی امام حاکم نے فرمایا کہ یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ اور امام ذھبی بھی اس حدیث کو صحیح فرماتے ہیں۔

(نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ ۳۶۹، تلخیص الجبیر ذیل شرح مہذب جلد ۳ صفحہ ۳۴۹)

کہ جب آپ ﷺ الحمد شریف کے بعد آمین کہتے تو اپنی آواز کو پست رکھتے تھے۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں۔ واخفض بها صوته۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)

یعنی آپ ﷺ نے جب آمین کہا تو اپنی آواز کو پست رکھا (آہستہ سے کہا)

☆ ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ یخفض بها صوته۔

(مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۳۲)

☆ نیز جناب وائل بن حجر ایک مقام پر جناب رسول اللہ ﷺ کا آمین کو بلند آواز سے کہنا بھی بیان فرماتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں۔ ما اراه الا لیعلمنا

یعنی میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیں تعلیم دینے کے لئے بلند آواز سے پڑھا تھا۔

(کتاب الاسماء والکنی جلد ۱ صفحہ ۱۹۶)

نیز جناب وائل بن حجر یہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب سیدنا عمر فاروق اور جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنھم آمین اور بسم اللہ بلند آواز سے نہیں پڑھا کرتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ لم یکن عمر و علی یجھران بسم اللہ ولا بآمین۔

(تہذیب الآثار۔ شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۴۹۲)

جناب سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ انہ حفظ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکتتین. سکتۃ اذا کبر وسکتۃ اذا فرغ من قراءۃ غیر المغضوب علیھم ولا الضا لین۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۱۳، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۴، دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۳۳۶، مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۲۶۹، آثار السنن صفحہ ۱۹۱، زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۵۲، داری صفحہ ۱۴۶)

یعنی مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں دو مرتبہ خاموشی اختیار فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ تکبیر تحریمہ کے بعد (ثناء پڑھنے کے لئے)

(مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۵۱۷)

اور دوسری مرتبہ جب آپ ﷺ سورۃ فاتحہ پڑھ چکتے تھے (یعنی آمین کہنے کے لئے) اور قاریٔ بارگاہ مصطفیٰ جناب ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس بات کی تصدیق فرمائی ہے۔

(ابوداؤد صفحہ ۱۱۳، آثار السنن صفحہ ۱۹۱)

اسنادہ صالح وصحیح۔ یعنی اس روایت کی سندیں صحیح ہیں۔

(آثار السنن صفحہ ۱۹۲، زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۵۳، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۴)

جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے جب امام و لا الضالین کہے تو تم آمین کہو۔

فانہ من وافق تامینہ تامین الملائکۃ غفر لہ ما تقدم من ذنبہ۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۸، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۶، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۴، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۳۵، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۴۷، ابن ماجہ صفحہ ۶۱، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۴۵۹، سنن الکبری امام بیہقی جلد ۲ صفحہ ۵۹، مؤطا امام مالک صفحہ ۳۰، دارمی صفحہ ۱۴۷، حصن حصین صفحہ ۸۸، صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۲۸۹، مؤطا امام محمد صفحہ ۳۶، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۹۷، صحیح ابن حبان جلد ۳ صفحہ ۲۲۰، جلد ۴ صفحہ ۱۴۷)

پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے مطابق ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام پہلے (صغیرہ) گناہ معاف فرما دیں گے۔

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نمازیوں کو اپنی آمین کو فرشتوں کی آمین سے مطابقت دینے کی ترغیب فرما رہے ہیں۔ تو چونکہ فرشتے آہستہ ہی آمین کہتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں بھی فرمان نبوی ﷺ کے مطابق فرشتوں کی مطابقت کرتے ہوئے آہستہ ہی آمین کہنی چاہیے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ بھی معاف فرما دے۔

نیز جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک اور روایت بھی اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے معاون ثابت ہو سکتی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ فقولو . اللھم ربنا لک الحمد فانہ من وافق قولہ قول الملائکۃ غفر لہ ماتقدم من ذنبہ۔

(مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۴۵۹، بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۹، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۶، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۶۲، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۶، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

یعنی جب امام و لاالضآلین کہے تو تم (مقتدی) آمین کہا کرو۔ اور جب امام سمع الله لمن حمده کہے تو تم اللهم ربنا لک الحمد کہا کرو (فرشتے بھی یہ کہتے ہیں) تو جس کا یہ کہنا فرشتوں کے کہنے کے موافق ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرمادیں گے۔

اس حدیث سے دو مسئلے حل ہوئے۔ ایک تو یہ کہ امام سمع الله لمن حمده کہے گا اور مقتدی صرف اللهم ربنا لک الحمد۔ کہے گا۔ اسی طرح جب سورۃ فاتحہ پڑھے گا تو مقتدی صرف آمین کہے گا۔

اور دوسرا یہ کہ۔ جس طرح مقتدی ربنا لک الحمد۔ آہستہ کہتا ہے۔ اسی طرح آمین بھی مقتدی آہستہ ہی کہے گا۔ فافهموا یا اولوا الالباب و الابصار۔

نیز یہ ایک مسلم بات ہے کہ آمین قرآن میں سے نہیں ہے۔ اسی لئے قرآن پاک میں الحمد شریف کے بعد آمین نہیں لکھی جاتی۔

(اعلاء السنن جلد ۲ صفحہ ۱۸)

تو جس طرح باقی تمام وہ چیزیں جو قرآن میں سے نہیں ہیں۔ اور نماز میں پڑھی جاتی ہیں۔ مثلاً تعوذ، تسمیہ اور ثناء وغیرہ۔ یہ سب آہستہ ہی پڑھی جاتی ہیں۔ اسی طرح آمین بھی چونکہ قرآن میں سے نہیں ہے۔ لہٰذا یہ بھی آہستہ ہی پڑھی جائے گی۔

جیسا کہ محدث ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ چار چیزیں آہستہ پڑھی جائیں گی ثناء، تعوذ، تسمیہ اور آمین۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ عن ابراهيم نخعي يخفى الامام بسم الله الرحمن الرحيم والاستعاذة و آمين. وربنا لك الحمد۔

(کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۲۲، جوہر النقی جلد ۱ صفحہ ۵۸، مصنف عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۸۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۴۱۱، آثار السنن صفحہ ۱۹۸)

''واسنادہ صحیح'' اور امام نیموی فرماتے ہیں اس حدیث کی اسناد بھی صحیح ہیں۔

(آثار السنن صفحہ ۱۹۸)

اسی لیے جناب عمر فاروق اور جناب علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ تعوذ، بسم اللہ شریف اور آمین آہستہ ہی پڑھا کرتے تھے۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۶ صفحہ ۵۲، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۱۷۰)

ایک روایت میں جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان اس طرح بھی مذکور ہے۔ یخفی الامام اربعا. التعوذ و بسم اللہ و آمین و ربنا لک الحمد.

(عینی شرح ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۶۲۰، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۷۴، محلی ابن حزم جلد ۲ صفحہ ۲۸۰)

یعنی امام چار چیزیں آہستہ ہی کہے۔

(۱) تعوذ (۲) تسمیہ (۳) آمین اور (۴) ربنا لک الحمد۔

جناب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آمین آہستہ ہی کہا کرتے تھے۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۰۸، محلی ابن حزم جلد ۲ صفحہ ۲۰۶، جوہر النقی حاشیہ بیہقی جلد ۱ صفحہ ۵۸)

ایک روایت میں صرف حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر بھی ہے۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۲۷۴، محلی ابن حزم جلد ۲ صفحہ ۲۰۶)

ایک روایت میں حضرت علی اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ذکر ہے۔

(طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۲۶۳، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۰۸)

امام شعبی اور محدث ابراہیم تیمی علیہما الرحمہ بھی آمین آہستہ ہی کہتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ روی عن النخعی والشعبی وابراهیم التیمی کانوا یخفون بآمین۔

(جوہر النقی جلد ا صفحہ ۵۸)

نیز محدث ماردینی فرماتے ہیں۔ کنت مختار اخفض الصوت بها اذا کثر الصحابة والتابعین علی ذالک۔ یعنی اگرچہ علماء دونوں طریقوں پر موجود ہیں لیکن میں آمین آہستہ ہی کہتا ہوں۔ کیونکہ اکثر صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اکثر تابعین عظام آمین آہستہ ہی کہا کرتے تھے۔

☆ حضرت سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما بھی حضرت عمر فاروق اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اتباع میں آمین آہستہ ہی کہتے تھے۔

(محلی ابن حزم جلد ۲ صفحہ ۲۰۶)

☆ امام محمد شیبانی علیہ الرحمہ بھی تعوذ، تسمیہ، ثنا اور آمین آہستہ ہی کہا کرتے تھے۔

(کتاب الآثار صفحہ ۲۲)

☆ امام مالک علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین آہستہ ہی کہے۔

(مدونۃ الکبری جلد ا صفحہ ۷۱)

☆ امام شافعی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں کہ مقتدی آہستہ آواز ہی سے آمین کہے۔

(کتاب الام جلد ا صفحہ ۱۰۹)

☆ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں کہ آمین آہستہ کہنا ہی مستحب ہے۔

(تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۱)

بہر حال قرآن پاک اور مختلف اسناد کی کثیر احادیث جن میں سے بعض بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہیں۔ اور اکثر وہ احادیث ہیں۔ جن کو محدثین کرام نے صحیح کہا ہے۔ سے ثابت ہوا کہ آمین آہستہ ہی کہنی چاہیے۔ اور اگر کبھی حضور ﷺ نے آمین کہنے میں ذرا آواز بلند فرمادی ہے۔ تو آپ ﷺ کا مقصد تعلیم امت تھا۔

(کتاب الام جلد ا صفحہ ۱۷۶)

☆ جیسا کہ بعض مرتبہ آپ ظہر یا عصر کی نماز میں بھی بعض قراءت ذرا بلند آواز سے فرمادیا کرتے تھے۔ جس کو صحابی بھی سن لیتے تھے۔

(بخاری صفحہ ۱۰۵، مسلم جلد ا صفحہ ۱۵۵ وغیرہ)

☆ یا جیسے جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کئی مرتبہ ثنا اونچی آواز سے پڑھ دیا کرتے تھے۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۲)

کبھی کبھی نوافل میں حضور ﷺ بھی ثنا بلند آواز سے پڑھ دیتے تھے۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۳۳، ابن ماجہ صفحہ ۵۸، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۱۱ وغیرہ)

تو ان واقعات سے سنت ثابت نہیں ہوتی بلکہ صرف آپ ﷺ کا ایک عمل معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ ﷺ یہ کچھ پڑھتے اور کرتے تھے۔ فافھموا یا اولوا الالباب والابصار۔

☆ جناب حافظ ابن کثیر نے بھی چاروں اماموں سے آہستہ آمین کہنا ہی نقل فرمایا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۳۱)

☆ امام الوہابیہ نواب سید صدیق حسن خاں لکھتے ہیں۔ آمین آہستہ کہنا بھی جائز ہے۔

(نزل الابرار صفحہ ۸۲)

☆ نیز لکھتے ہیں۔ دلائل دونوں جانب ہی موجود ہیں۔

(نزل الابرار صفحہ ۱۴۷)

☆ نیز نواب نورالحسن خاں لکھتے ہیں۔ (محدث اہلحدیث)

دونوں جانب کی حدیثیں صحیح ہیں (عرف الجادی صفحہ ۲۹)

☆ محدث نیموی فرماتے ہیں۔ لم يثبت الجهر بالتأمين عن النبی صلی الله عليه وسلم ولا عن الخلفاء الاربعة وما جاء فی الباب فهو لا يخلو امن شيئی۔ (آثار السنن صفحہ ۱۹۰)

یعنی آمین کو بلند آواز سے کہنا نہ تو (صحیح طور پر) جناب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کا صحیح ثبوت ملتا ہے۔ اور جو روایتیں اس کے متعلق ملتی ہیں۔ وہ سب کی سب مجروح ہیں۔

ض۔ کا مخرج

غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ پڑھتے وقت اس حرف کے مخرج کو سمجھنے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ لہٰذا اختصاراً عرض کیا جاتا ہے۔ یہ ساتواں مخرج ہے۔ اور اس مخرج کی جگہ حافہ لسان۔ اوپر کی داڑھوں کی جڑ۔ دائیں جانب سے یا بائیں جانب سے ہے۔ البتہ بائیں جانب سے نکالنا آسان ہوتا ہے۔ اس حرف کو اس مخرج حافۂ لسان کی نسبت سے حافیہ بھی کہتے ہیں اس میں استطالہ ہے۔ اور یہ حروف مجہورہ میں سے ہے۔ اس کو ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ زبان کی داہنی یا بائیں کروٹ نوک کے قریب تک۔ اسی جانب کی ان داڑھوں سے جو وسط زبان کے سامنے ہیں۔ قریب وملاصق سے ہوتا ہوا کچلیوں کی طرف بڑھے۔ یہاں تک کہ ابتدائے مخرج لام تک پہنچ

جائے۔ اس طرح زبان کا بغلی کنارہ تو نوک کے سوا داڑھوں سے مل گیا۔ اور زبان اٹھتی ہوئی تالو کے نزدیک ہوگئی۔ ض کے مخرج میں نوک اور دانتوں کا کچھ تعلق نہیں حالانکہ۔ د۔ کا مخرج نوک زبان اور ثنایا علیا (سامنے والے اوپر کے دو دانت) کی جڑ ہے اور ظ۔ کا مخرج نوک زبان۔ کچھ کروٹ سمیت اور ثنایا علیا کا بایاں کنارہ ہے۔ ہر حرف کو اس کے اصل مخرج ہی سے ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ یہ قرآن ہے۔ اور قرآن میں جان بوجھ کر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا تحریف قرآن اور کفر ہوتا ہے۔ (اسی لیے اہل عرب بھی ''ض'' ہی پڑھتے ہیں، ''ظا'' نہیں پڑھتے) بعض دوستوں کی اصلاح کے لئے صرف دو حوالے پیش خدمت ہیں۔ بانئ دار العلوم دیوبند۔ مولوی قاسم نانوتوی لکھتے۔ جناب من جیسے۔ ب۔ کی جگہ۔ ت۔ اور د۔ کی جگہ ذ اور حا کے بدلے خا اور شین کے عوض سین اور عین کے بدلے غین اور لام کے مکان میم نہ کوئی پڑھتا ہے اور نہ کوئی جائز سمجھتا ہے۔ ایسے ہی ضاد کو چھوڑ کر ظاء بھی خلاف عقل و نقل ہے یہ بات عقل و نقل کی رو سے منجملہ تحریف کے ہے۔ جس کی برائی خود کلام اللہ میں موجود ہے۔ (تصفیۃ العقائد صفحہ ۳)

آٹھ محدثین وہابیہ کا متفقہ فتوی

نیز مجدد دیوبند مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں۔ ''د۔ ظ۔ ض کے حرف جداگانہ۔ اور مخارج جداگانہ ہونے میں تو شک نہیں۔ کہ قصداً کسی حرف کو دوسرے کے مخرج سے ادا کرنا سخت بے ادبی اور بسا اوقات باعث فساد نماز ہے۔ مگر جو لوگ معذور ہیں اور ان سے یہ لفظ اپنے مخرج سے ادا نہیں ہوتا۔ اور وہ حتی الوسع کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ان

کی نماز بھی درست ہے۔ اور دال پڑھے۔ ظاہر ہے خود کوئی حرف نہیں ہے۔ بلکہ ضاد ہی ہے۔ اپنے مخرج سے پورے طور پر ادا نہیں ہوا۔ تو جو شخص دال خالص یا ظا خالص عمداً پڑھے۔ اس کے پیچھے تو نماز نہ پڑھیں۔ مگر جو شخص دال پر کی آواز میں پڑھتا ہے آپ اس کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح (1) مولوی عزیز الرحمان مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور (2) مولوی خلیل احمد مدرس اوّل مدرسہ دیوبند (3) مولوی غلام رسول مدرس مدرسہ سہارنپور (4) مولوی عنایت الٰہی مدرس مدرسہ سہارنپور، (5) مولوی گل محمد خان مدرس مدرسہ دیوبند، (6) مولوی محمود الحسن مدرس اول مدرسہ دیوبند (7) مولوی اشرف علی تھانوی

(فتاوی رشیدیہ کامل صفحہ ۳۲۱، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)

☆☆☆☆☆☆☆☆

نماز میں تکرار رفع یدین ممنوع

کائنات میں قادر مطلق صرف اور صرف خداوند قدوس عزوجل کی ذات ہے اور اب کائنات میں نیابت خداوندی کا شرف صرف اور صرف اس محبوب رب العالمین ہی کے لئے مختص ہے۔ آپ ﷺ ہی شارع اسلام ہیں۔

اور من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔

(سورت نساء آیت ۸۰)

کے مطابق آپ ﷺ ہی کی اداؤں کا نام شریعت ہے۔

اور فاتبعونی یحببکم اللہ

(سورت آل عمران آیت ۳۱)

کے تحت آپ ﷺ ہی کی اداؤں پر عمل کرنے سے اللہ کی رضا نصیب ہوتی ہے۔

اور وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔

(سورت نجم آیت ۳،۴)

کا ارشاد خداوندی بیانگ وحل اعلان کر رہا ہے۔ کہ آپ ﷺ جو کچھ بھی احکام نافذ فرماتے ہیں۔ یا اپنے اقوال وافعال میں ترمیم یا تنسیخ فرماتے ہیں۔ وہ اشارہ ورضائے خداوندی کے مطابق ہی ہوتا ہے۔ اور وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم

(سورت احزاب آیت ۳۶)

کے مطابق کسی بھی شخص کا کوئی بھی کام خواہ ظاہراً کتنا ہی مستحسن کیوں نہ ہو۔ لیکن شریعت کی نگاہ میں وہ اس وقت تک قابل قبول نہیں ہوگا۔ جب تک کہ وہ اس طرح ادا نہ کیا جائے جس طرح کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا اس کے متعلق آخری قول یا فعل ہوگا۔ اور اس میں پھر کسی شخص کو کوئی اختیار نہیں رہتا کہ وہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کو معاذ اللہ ٹھکرا کر کسی مولوی کے انکار کرنے کی وجہ سے جناب رسول اللہ ﷺ کی اس ترمیم وتنسیخ کو نہ مانے۔ کیونکہ جب تک جناب رسول اللہ ﷺ کسی عمل کو ادا فرماتے رہے۔ اس وقت تک وہی مشروع اور سنت تھا۔ اور جب آپ ﷺ نے کسی عمل کو ترک فرما دیا تو آئندہ کے لئے وہ عمل متروک ہو جائے گا۔ اصطلاح

شریعت میں اس عمل کو "ناسخ ومنسوخ" کہتے ہیں۔

جو پہلے والا عمل ہوگا وہ منسوخ ہوگا۔ اور جو بعد والا عمل ہوگا اسے ناسخ کہا جائے گا۔

احادیث صحیحہ سے ناسخ ومنسوخ کا ثبوت

جس طرح قرآن مجید میں ناسخ ومنسوخ کے احکام نافذ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی احادیث مقدسہ میں بھی ناسخ ومنسوخ احادیث ہوتی ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان احادیثنا ینسخ بعضھا بعضا کنسخ القرآن ۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۵۵، مشکوۃ ۲۴ وغیرہ)

مثلاً بخاری شریف میں ہے کہ جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی شخص جماع کرے لیکن انزال نہ ہو تو وہ کیا کرے۔ تو آپ نے فرمایا کہ وہ طہارت کرلے اور نماز کی طرح وضو کرے نیز آپ نے فرمایا میں نے جناب رسول اللہ سے ایسا ہی سنا ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر میں نے یہی مسئلہ حضرت علی، حضرت زبیر، حضرت طلحہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی پوچھا۔ تو انہوں نے بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی طرح فرمایا۔ آگے امام بخاری ایک حدیث نقل فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک صحابی کو بلا بھیجا۔ وہ غسل کر کے حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو جماع کرے اور انزال نہ ہو تو صرف وضو ہی کرلیا کر۔ (غسل کرنے کی ضرورت نہیں)

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۰)

پھر امام بخاری باب غسل مایصیب من فرج المرأۃ کے تحت مذکورہ بالا روایت نقل فرمانے کے بعد ایک اور روایت نقل فرماتے ہیں۔ کہ جناب ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی شخص جماع کرے اور انزال نہ ہو تو جو کچھ اس کے بدن پر لگ گیا ہو وہ دھو ڈالے اور وضو کر کے نماز پڑھ لے۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۴۳)

امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں حضرت عتبان بن مالک کے حوالے سے فرمان رسالت ﷺ نقل فرمایا ہے۔ انما الماء من الماء۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۵۵)

یعنی غسل تو انزال ہونے سے ہی واجب ہوتا ہے۔

پھر امام مسلم نے یہی فرمودۂ رسول ﷺ جناب ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بھی نقل فرمایا ہے۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۵۵)

پھر امام مسلم نے بھی بخاری شریف والی روایت یعنی حضور ﷺ کا ایک انصاری کو بلانا اور اس کا غسل کر کے حاضر ہونا اور حضور ﷺ کا فرمانا کہ اگر تو جماع کرے اور انزال نہ ہو تو صرف وضو کر لیا کر۔ نقل فرمائی ہے۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۵۵)

پھر امام مسلم نے وہی بخاری شریف والی روایت کہ "جناب ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے جماع بلا انزال کا مسئلہ پوچھا۔ تو سرکار ﷺ نے فرمایا

طہارت کر کے وضو کر لے اور نماز پڑھ" بیان فرمائی۔

(مسلم جلد اصفحہ ۱۵۵)

پھر امام مسلم نے وہی بخاری شریف والی جناب عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت نقل فرمائی ہے کہ بلا انزال دخول پر غسل واجب نہیں ہے۔

(مسلم جلد اصفحہ ۱۵۵)

یعنی یہ مسئلہ کہ" آدمی جماع کرے لیکن انزال نہ ہو تو اس پر غسل واجب نہیں ہے" بخاری اور مسلم میں متفق علیہ طور پر صحیح، مرفوع اور صریح قولی احادیث اور صحیح آثار صحابہ سے بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ احادیث مقدسہ آج بھی بخاری اور مسلم کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی موجود ہیں۔ تو کیا آج بھی بخاری اور مسلم کی ان روایات صحیحہ کو سامنے رکھ کر اہل اسلام کا بھی عقیدہ ہے۔ جو اوپر بیان کیا گیا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا دوسرا فرمان

اذا جلس بین شعبھا الاربع ثم جھد ھا فقد وجب الغسل۔

(بخاری جلد اصفحہ ۴۳)

اور مسلم شریف میں اتنا زیادہ ہے۔ **وان لم ینزل** ۔

(مسلم جلد اصفحہ ۱۵۵)

یعنی جب آدمی جماع کرے تو انزال ہو یا نہ ہو۔ بہر حال دونوں پر دخول سے ہی غسل واجب ہو جائے گا۔ اب واجب العمل ہوگا۔

اگر چہ پہلی روایات صحیح بھی ہیں صریح بھی ہیں۔ مرفوع بھی ہیں اور پھر بخاری اور مسلم کی متفق علیہ بھی ہیں۔ اور جو روایت بخاری اور مسلم دونوں میں مذکور ہو وہ سب سے اعلیٰ

سمجھی جاتی ہے۔ لیکن وہ تمام روایات۔ اگر چہ ان کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک بھی ہو تو بھی یہ ایک ہی روایت ان سب کی ناسخ ہوگی۔ اور وہ تمام روایتیں بیک قلم منسوخ ہو جائیں گی۔ اگر چہ بطور ریکارڈ ذخیرۂ احادیث میں وہ روایات قیامت تک موجود رہیں گی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بیسیوں منسوخ الحکم آیات موجود ہیں۔ ان کی تلاوت بھی کی جاتی ہے۔ انہیں آیات قرآنی کا درجہ بھی حاصل ہے۔ ان کے ہر ہر حرف پر ان کے پڑھنے پر ثواب بھی ملتا ہے۔ لیکن ان پر عمل منسوخ ہو چکا ہے۔ کیونکہ یہ ایک مسلم قانون ہے۔

کان رسول اللہ ﷺ ینسخ حدیثہ بعضہ بعضا کما ینسخ القرآن بعضہ بعضا۔

(مسلم نمبر ۱ صفحہ ۱۵۵)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی بعض احادیث بھی بعض احادیث کو اسی طرح منسوخ کر دیتی ہیں۔ جس طرح قرآن پاک کی بعض آیات بعض کو منسوخ کر دیتی ہیں۔ اختصار کے پیش نظر یہ بخاری اور مسلم سے صرف ایک ہی مثال پیش کی ہے۔ ورنہ کتب احادیث کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ بیسیوں ایسے احکام ہیں جن پر ابتداء عمل ہوتا تھا۔ پھر وہ منسوخ ہو گئے۔ اگر چہ آج بھی وہ روایات صحاح ستہ وغیرھم میں موجود ہیں۔ لیکن ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ مثلاً ابتداء آپ ﷺ نے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے اس کی اجازت دیدی۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۱۴ وغیرہ)

ابتداء اونٹ کا گوشت کھانے سے دوبارہ وضو کرنے کا حکم تھا۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۵۸)

پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ)

ابتداء نماز میں تطبیق (دونوں ہاتھ ملا کر رکوع میں رانوں میں رکھ لینا) کا حکم تھا۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۰۹)

ابتداء شراب پینا جائز تھا پھر حرام ہو گیا (قرآن وحدیث)

ابتداء نماز میں ادھر ادھر دیکھ لینا، بات چیت کر لینا، سلام و جواب کر لینا جائز تھا۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۶۵۰)

ابتداء حضور ﷺ کے لئے تہجد فرض تھا۔ پھر نفل قرار دے دیا گیا (قرآن وحدیث)

ابتداء رمضان شریف کی راتوں میں بھی جماع ممنوع تھا۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا (قرآن وحدیث) ابتداء اگر روزہ دار افطاری کئے بغیر سو جاتا تو بعد میں پھر اسے دوسری شام تک کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ (قرآن وحدیث) ابتداء صاحب استطاعت کو اجازت تھی کہ اگر وہ روزہ نہ رکھنا چاہے تو اس کے بدلہ میں کسی کو دو وقت کھانا کھلا دے۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا (قرآن وحدیث)

ابتداء شرمگاہ کو ہاتھ لگانے پر دوبارہ وضو کا حکم دیا جاتا تھا۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۴، ترمذی جلد ا صفحہ ۱۳، محلی ابن حزم جلد ا صفحہ ۱۹۶، صحیح ابن حبان جلد ۳ صفحہ ۱۶۹، طبرانی کبیر جلد ۸ صفحہ ۴۰۱، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۴۵۸، ابن ماجہ صفحہ ۳۸، نسائی جلد ا صفحہ ۳۸)

ابتداء بیوی کا بوسہ لینے سے وضو لوٹانے کا حکم تھا پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۳۹، ترمذی جلد ا صفحہ ۱۳، ابن ماجہ صفحہ ۳۹)

ابتداء عاشورے کا روزہ لازم تھا۔ پھر رمضان شریف کے روزوں کے حکم کے بعد یہ لزوم منسوخ ہو گیا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۶۶۵ وغیرہ)

پہلے سب نمازیں دو دو رکعات ہی تھیں۔ پھر یہ حکم تبدیل ہو گیا۔

(بخاری مسلم وغیرہ)

پہلے پردہ کا حکم نہ تھا۔ پھر یہ اجازت منسوخ ہو گئی۔ (قرآن وحدیث)

غرضیکہ اس طرح کے بہت سے احکام ہیں جن کا ذکر صحیح احادیث میں موجود ہے۔ اور کئی کئی کتب احادیث میں کئی جگہ یہ روایات لکھی ہوئی مل جائیں گی۔ لیکن آج عمل ان پر نہیں ہوگا۔ بلکہ انما یؤخذ بالآخر من فعل النبی ﷺ۔ (بخاری) کے تحت بعد والے حکم پر عمل ہوگا۔ اور پہلا حکم منسوخ تصور کیا جائے گا۔ البتہ بطور ریکارڈ وہ منسوخ الحکم حدیث بھی ذخیرہ احادیث میں قیامت تک موجود رہے گی۔

اثبات رفع یدین کی مختلف روایتیں

جب باقی تمام احکام میں ناسخ ومنسوخ کے قانون کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ تو رفع یدین کے بارے میں کیوں اس قانون کو ماننے سے انکار کیا جاتا ہے۔ اور اگر واقعی دوران نماز رفع یدین کا حکم منسوخ نہیں ہوا۔ تو پھر ذرا غور سے بگوش ہوش سنیں۔ اور ان صحیح صریح اور مرفوع احادیث پر بھی عمل کریں۔

ہر تکبیر پر رفع یدین

نمبر 1۔ صحیح احادیث میں موجود ہے۔

كان رسول الله ﷺ رفع يديه في كل تكبيرة من الصلوة .

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۰۵، ابن ماجہ صفحہ ۶۲، داری صفحہ ۱۴۸، سنن الکبری جلد ۲ صفحہ ۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۳۴، شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۲۲۰، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۳۱۰، زاد المعاد جلد ا صفحہ ۱۴۳، دراسات اللبیب صفحہ ۱۹۰، دار قطنی جلد ا صفحہ ۲۸۹ اور موطا امام محمد صفحہ ۳۴)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ دوران نماز تمام تکبیرات پر رفع یدین فرمایا کرتے تھے۔

تو کیا دوران نماز رفع یدین کے قائل حضرات بھی ہر تکبیر پر اور ہر اٹھتے اور بیٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہیں؟ اور اگر نہیں کرتے تو کیوں؟ کیا یہ فعل جناب رسول اللہ ﷺ سے صحاح ستہ کی صحیح احادیث سے ثابت نہیں ہو رہا؟ کیا ان حضرات کے پاس تمام تکبیرات انتقالیہ کے ساتھ رفع یدین کرنے کی اس سنت نبویہ ﷺ کے منسوخ ہونے کی کوئی صریح دلیل موجود ہے؟ هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين ۔

اور اگر حضور ﷺ کا یہ فعل۔ صحاح ستہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہو رہا ہے۔ اور مخالفین کے پاس اس کے نسخ کی کوئی صریح دلیل بھی موجود نہیں ہے۔

تو پھر ان تمام تکبیرات، یعنی نمبر 1۔ افتتاح نماز کے وقت نمبر 2۔ رکوع میں جاتے وقت، نمبر 3۔ رکوع سے اٹھتے وقت، نمبر 4۔ سجدہ میں جاتے وقت، نمبر 5۔ پہلے سجدہ سے اٹھتے وقت، نمبر 6۔ دوسرے سجدے میں جاتے وقت، نمبر 7۔

دوسرے سجدے سے اٹھتے وقت۔ میں سے بعض مقامات پر رفع یدین کر کے اور بعض مقامات پر رفع یدین نہ کر کے وہ کتنی احادیث کا انکار کر رہے ہیں۔

پھر تو دوران نماز بالکل رفع یدین نہ کرنے والا اور یہ حضرات ایک ہی جیسے ہوئے۔ کیونکہ اگر ہم دوران نماز رفع یدین نہ کر کے آپ کے نزدیک صحیح احادیث کے منکر ہو رہے ہیں۔ تو آپ بھی تو کئی مقامات پر رفع یدین چھوڑ کر کتنی صحیح احادیث کے منکر ہو رہے ہیں۔ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے۔ فما ھو جوابکم فھو جوابنا

نمبر 2۔ سجدہ میں جاتے اور اٹھتے ہوئے بھی رفع یدین کرنا

صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ سجدہ میں جاتے اور سجدہ سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین فرمایا کرتے تھے۔ انہ رای النبی ﷺ رفع یدیہ فی صلوتہ واذارکع واذارفع راسہ من الرکوع واذاسجد واذا رفع راسہ من السجود حتی یحاذی بھا فروع اذنیہ۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۶۵، تین سندوں کے ساتھ۔ باختلاف الفاظ۔ ابن ماجہ صفحہ ۶۲، جزء البخاری صفحہ ۹، ۱۰، ۲۰، ۲۴، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۵ دو سندوں کے ساتھ، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۹۶، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۰۲ وغیرہ)

تو کیا دوران نماز رفع یدین کے قائل حضرات۔ صحاح ستہ کی ان صحیح روایات کو مانتے ہوئے۔ سجدہ میں جاتے اور سجدہ سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کرتے ہیں؟

اور اگر نہیں کرتے تو کیوں نہیں کرتے؟

کیا ان کے پاس سجدوں کے وقت رفع یدین کے تنسخ کی کوئی صریح دلیل موجود ہے؟

کیا یہ حضرات صرف اس لئے کہ ان مواقع پر رفع یدین نہیں کرتے کہ ان کے مولوی صاحب نے کہا ہے۔ یہاں رفع یدین نہیں کرنا۔

جب صحیح حدیث۔ اور وہ بھی صحاح ستہ کی حدیث موجود ہے۔ تو پھر سچے اہلحدیث بنئے اور ان مواقع پر بھی رفع یدین کرنا شروع کر دیجئے۔

اور پھر اس روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ کا کانوں کی لو تک ہاتھ اٹھانا بھی مذکور ہے۔ کیا اہل حدیث حضرات بھی اس سنت مصطفوی ﷺ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کانوں تک ہی ہاتھ اٹھاتے ہیں؟ کیا کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت مصطفوی نہیں ہے؟

نمبر3۔ چار مقامات پر رفع یدین کرنا

بعض روایات میں (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت (۲) رکوع میں جاتے وقت (۳) رکوع سے اٹھتے وقت (۴) تیسری رکعت میں اٹھتے وقت بھی رفع یدین کو بیان کیا گیا ہے۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۰۲، مسلم جلد ا صفحہ ۱۶۸ وغیرہ)

نمبر4۔ تین مقامات پر رفع یدین کرنا

بخاری شریف ہی کی ایک روایت میں جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ تکبیر تحریمہ کے وقت (۲) رکوع میں جاتے وقت (۳) اور رکوع سے اٹھتے وقت۔ جناب رسول اللہ ﷺ کا رفع یدین کرنا بیان فرماتے ہیں۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۰۲، جزء البخاری صفحہ ۱۰ وغیرہ)

نمبر 5۔ دومقامات پر رفع یدین کرنا

پھر جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کی نسبت سے امام بخاری، جناب رسول اللہ ﷺ کا صرف (۱) نماز شروع کرتے وقت۔ اور (۲) رکوع سے سر اٹھاتے وقت کا رفع یدین بیان فرماتے ہیں۔

(جزء البخاری صفحہ ۱۹، موطا امام مالک صفحہ ۲۵)

جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز۔ بغیر تکرار رفع یدین

نمبر (6) جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کی روایت میں ہے۔

رأیت رسول اللہ ﷺ اذا فتتح الصلوٰۃ رفع یدیه وقال بعضهم حذو منکبیه واذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع رأسه من الرکوع لا یرفعهما۔

(صحیح ابو عوانہ جلد ۲ صفحہ ۹۰، مسند حمیدی جلد ۲ صفحہ ۲۷۷، المدونۃ الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۹، خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ ۴۰۴ وغیرہ)

یعنی جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو آپ ﷺ کندھوں کے برابر (ہتھیلیاں) رفع یدین فرماتے تھے۔ لیکن جب آپ ﷺ رکوع فرماتے یا رکوع سے سر اٹھاتے تو آپ ﷺ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

دعوت فکر

اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ ان مختلف روایات میں اور مختلف مواقع پر مذکور رفع یدین

میں سے آپ کونسا رفع یدین مانیں گے اور کس کا انکار کریں گے؟

اگر تو دوران نماز رفع یدین کرنا ہی ہے۔ تو پھر تمام تکبیرات پر کرو۔ جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اور اگر بعض مقامات پر کرو گے اور بعض پر چھوڑ دو گے تو پھر بہت ساری صحیح احادیث کا انکار لازم آئے گا۔ اور اگر بعض مقامات کے رفع یدین کو منسوخ کہو گے تو اس کے لئے دلیل صریح کی ضرورت ہوگی۔ جو کہ آپ کے پاس قطعاً نہیں ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ ضد چھوڑ دیں اور حق کو تسلیم کر لیں۔

اور اگر بعض روایات میں بعض مواقع کا رفع یدین مذکور نہ ہونا ہی آپ کے نزدیک نسخ کی دلیل ہے۔ تو پھر جن روایات میں آپ کے معمول سے بھی کم مواقع پر رفع یدین بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ بالتصریح صحیح اور مرفوع روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ کا صرف ابتدائے نماز میں رفع یدین کرنا مذکور ہے۔ پھر ان صحیح روایات کے مطابق صرف تکبیر تحریمہ کے علاوہ باقی تمام نماز میں رفع یدین کو منسوخ کیوں نہیں مان لیتے۔

ہٹ چھوڑیئے اور سر انصاف آیئے۔ انکار ہی رہے گا میری جان کب تلک۔

القصہ مختصر یہ کہ۔ اگر تو ناسخ و منسوخ کے قانون کو نہیں مانتے۔ تو پھر پوری نماز میں ہر تکبیر پر رفع یدین کرنا پڑے گا اور اگر تو ناسخ و منسوخ کے قانون شرعی کو مانتے ہو۔ تو پھر سوائے تکبیر تحریمہ کے باقی تمام مواقع کے رفع یدین کو ترک کرنا پڑے گا۔ یا پھر جن مواقع پر آپ رفع یدین ترک کرتے ہیں۔ ان مواقع کے متعلق نسخ کی کوئی صحیح صریح، مرفوع اور غیر مجروح دلیل پیش کرنا ہوگی۔ جو کہ آپ کے پاس نہیں ہے۔

فافهموا واعتبروا يا اولی الالباب والابصار

اکابرین اہلحدیث کی مسئلہ رفع یدین میں ٹکریں

برادران اسلام:۔ یہ حضرات جس طرح مقامات رفع یدین کے بارے میں آج تک ٹھیڈے کھا رہے ہیں۔ اسی طرح مسئلہ رفع یدین کی شرعی حیثیت کے بارے میں بھی آج تک یہ کوئی پختہ فیصلہ نہیں کر سکے۔ بلکہ ہر کوئی اپنی ہانک رہا ہے۔

کوئی جی بھر کے دیکھ لے اے کاش ۔۔۔ لئے پھرتا ہوں کتنی سوغاتیں

رفع یدین سنت مؤکدہ ہے

☆ مثلاً مفتی عبدالستار اہلحدیث لکھتے ہیں کہ "یہ سنت مؤکدہ" ہے

(فتاوی ستاریہ جلد ۳ صفحہ ۵۱)

☆ اور مولوی صادق سیالکوٹی بھی لکھتے ہیں کہ "یہ سنت مؤکدہ" ہے۔

(صلوٰۃ الرسول صفحہ ۲۳۶)

☆ محسن اہلحدیث مولوی نور حسین گرجاکھی والد مولوی خالد گرجاکھی بھی لکھتے ہیں۔ کہ "یہ سنت مؤکدہ" ہے۔

(قرۃ العین صفحہ ۶۹)

☆ اور مولوی خالد گرجاکھی بھی لکھتے ہیں۔ کہ "یہ سنت مؤکدہ" ہے۔

(جزء رفع یدین مترجم صفحہ ۱۰)

رفع یدین کرنے میں احتیاط ہے

☆ جبکہ مناظر اہلحدیث مولوی عبداللہ روپڑی لکھتے ہیں کہ۔ احتیاط رفع یدین کرنے

ہی میں ہے۔ نہ کرنے میں خطرہ ہے کہ نماز میں نقص آئے۔

(فتاویٰ اہلحدیث جلد ا صفحہ ۴۶۳)

نوٹ کریں کہ انہیں صرف "خطرہ" ہے کہ نماز میں رفع یدین نہ کرنے سے نقص آئے گا۔ اس لئے "احتیاطاً" وہ رفع یدین کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ ورنہ انہیں رفع یدین نہ کرنے پر نماز میں کسی نقص کا بالکل یقین نہیں ہے۔

رفع یدین کرنا مستحب ہے

☆ محدث ومفسر ومجدد ومناظر اہلحدیث مولوی ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ۔ ہمارا مذہب ہے کہ رفع یدین ایک مستحب امر ہے۔ جس کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔

(اہلحدیث کا مذہب صفحہ ۷۲)

رفع یدین سنت غیر مؤکدہ ہے

☆ مولوی اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں۔ والحق ان رفع الیدین عند الافتتاح والرکوع والقیام منه والقیام الی الثالثة سنة غیر مؤکدة ولا یلام تارکه وان ترک مدة عمره۔

(تنویر العینین صفحہ ۵)

یعنی رفع یدین کرنا "سنت غیر مؤکدہ ہے" اور نہ کرنے والے پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ اگرچہ وہ تمام عمر میں ایک دفعہ بھی رفع یدین نہ کرے۔

نیز مفسر ومحدث اہلحدیث مولوی وحید الزمان لکھتے ہیں۔ رفع یدین "مستحب" ہے

واجب یا فرض نہیں ہے۔

(ابوداؤد مترجم جلد ا صفحہ ۳۲۳)

رفع یدین کرنا اور نہ کرنا۔ دونوں درست ہیں

☆ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا "دونوں درست" ہیں۔ اختلاف صرف فضیلت میں ہے

(مؤطا امام مالک مترجم صفحہ ۹۷)

☆ امام الوہابیہ ابن حزم لکھتے ہیں۔ فلما صح انه علیه السلام کان یرفع فی کل خفض ورفع وانه کان لا یرفع۔

(محلی ابن حزم جلد ۴ صفحہ ۲۳۵)

یعنی یہ بات صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہر تکبیر پر رفع یدین کیا کرتے تھے۔ اور یہ بھی صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہر تکبیر پر رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے (لہٰذا دونوں طرح جائز ہے)

☆ مفتی اہلحدیث مولوی عبداللہ غزنوی لکھتے ہیں۔ حافظ ابن قیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ یہ ایک ایسا اختلافی مسئلہ ہے کہ جس میں نہ کرنے والے کو کچھ کہہ سکتے ہیں اور نہ۔ نہ کرنے والے کو کچھ کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ (جناب رسول اللہ ﷺ نے) رفع یدین کیا بھی ہے۔ اور ترک بھی فرمایا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ سلف صالحین سے "دونوں طرح کا ثبوت ملتا ہے"۔ مثلاً سلف صالحین نے قراءت کے ساتھ بھی جنازہ پڑھا ہے اور قراءت کے بغیر بھی۔ جیسا کہ کبھی انہوں نے نماز میں بسم اللہ بالجہر پڑھی اور کبھی آہستہ اور دل میں پڑھی۔ اسی طرح کبھی انہوں نے مواطن ثلاثہ

(رکوع میں جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت سے اٹھتے وقت) پر رفع یدین بھی کیا۔ اور کبھی نہیں کیا۔

(فتاوی غزنویہ صفحہ ۳۹ بحوالہ فتاوی علماء اہلحدیث جلد ۳ صفحہ ۱۵۱)

اہل حدیث حضرات کے شیخ الکل کا فتوی

مسئلہ رفع یدین پر جھگڑنا جہالت ہے

☆ اہلحدیث حضرات کے شیخ الکل (تعجب ہے انہیں "اعلیٰ حضرت" کے الفاظ پر اعتراض ہے) مولوی نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں۔ بر علماء حقانی پوشیدہ نیست کہ در رفع یدین بوقت رفتن در رکوع، وقت برداشتن سر از رکوع منازعت ومخاصمت ومشاتمت ومناضبت کردن خالی از جہالت وتعصب مذہبی نخواہد بود۔ زیرا کہ رفع وعدم رفع در ہر دو مقام باوقات مختلفہ از آنحضرت ﷺ وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم ثابت است۔ چہ دلائل طرفین دریں باب موجود۔

(فتاوی نذیریہ جلد ۱ صفحہ ۴۴۱ بحوالہ فتاوی اہلحدیث جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

دونوں طرح ہی سنت سے ثابت ہے

یعنی علماء حقانی پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت "رفع یدین کرنے کے بارے میں کسی سے لڑنا جھگڑنا"، عداوت رکھنا، کسی کو برا بھلا کہنا، کسی کا نام بگاڑنا (اہل بدعت وغیرہ کہنا) "جہالت اور مذہبی تعصب کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے"

کیونکہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا "دونوں ہی" اوقات مختلفہ میں جناب رسول اللہ ﷺ

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے "ثابت ہیں" رفع یدین کرنے اور نہ کرنے والوں کے پاس "دلائل وثبوت موجود ہیں"۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں کا

معلوم ہوا کہ جو یہ کہتا ہے کہ رفع یدین نہ کرنے والوں کے پاس کوئی صحیح اور پختہ دلیل نہیں ہے۔ وہ نرا جاہل اور احادیث نبویہ سے ناواقف ہے۔ یا پھر جان بوجھ کر دنیا کی خاطر اپنا دین اور عاقبت برباد کر رہا ہے۔

فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ

☆ جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ رفع یدین ان ھیئات میں سے ہے جس کو نبی کریم ﷺ نے کبھی کیا ہے اور کبھی ترک کیا ہے۔ اور دونوں میں سے" ہر ایک سنت ہے"۔ اور انہیں صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کی ایک جماعت نے اختیار کیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ اردو جلد ۲ صفحہ ۱۳)

مسئلہ رفع یدین میں ہمارا دعوی

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں طرح ہی احادیث سے ثابت ہے۔ فرق صرف اوقات کا ہے۔ جیسا کہ جناب عبداللہ بن مسعود اور جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے وضاحت فرما دی ہے۔ کہ ابتدائے اسلام میں رفع یدین ہوتا تھا۔ پھر منسوخ اور متروک ہو گیا۔ اس طرح اپنے اپنے اوقات میں دونوں طریقے ہی سنت رہے ہیں۔ ان اکابر صحابہ کرام کی یہ وضاحت مان لینے سے دونوں طرح کی احادیث پر ایمان قائم رہتا ہے۔ لیکن ناسخ و منسوخ کا اصول نہ ماننے سے ایک طرح

کی احادیث کا تو ضرور انکار کرنا پڑے گا۔ الحمد للہ ہم اہل سنت و جماعت والے تمام صحیح احادیث کو مانتے ہیں۔ اور ایمان رکھتے ہیں کہ مختلف اوقات میں دونوں پر ہی عمل ہوتا رہا ہے۔ البتہ اب دوران نماز رفع یدین نہیں ہوگا۔ کیونکہ اب یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اور اگر کوئی من چلا اس ناسخ و منسوخ کے عمل کو نہیں مانتا۔ تو پھر اس پر لازم ہے کہ احادیث کی کتابوں میں جو جو بھی احکام منقول ہیں۔ ان سب پر عمل کرے۔ بلکہ پھر تو اس پر لازم ہے کہ احادیث کی کتابوں میں جو جو بھی احکام منقول ہیں۔ ان سب پر عمل کرے۔ بلکہ پھر تو منکرین حدیث کا یہ اعتراض بھی صحیح ماننا پڑے گا کہ حدیث میں ایک جگہ کسی بات کا حکم دیا جاتا ہے۔ تو دوسری جگہ اسی کام سے منع کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا حدیث کی روشنی میں پھر "دو اسلام" والی بات صحیح ہو جائے گی۔

فاعتبروا یا اولو الابصار والالباب

الحمد للہ وبمنہ حق بالکل واضح ہو چکا۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

نماز میں تکرار رفع یدین منسوخ ہے

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ

ارشاد خداوندی ہے۔ قد افلح المؤمنون الذی ہم فی صلاتہم خاشعون۔
(سورت مومنون ۱،۲)

اس آیت کی تفسیر میں عم زاد مصطفےٰ مشہور صحابی رسول مفسر قرآن جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ مخبتون متواضعون لا یلتفتون یمینا ولا

شمالا ولا یرفعون ایدیھم فی الصلوٰۃ۔

(تفسیر ابن عباس صفحہ ۲۱۲)

اس آیت میں "خاشعون" سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور قلب سے اور عاجزی سے اس طرح نماز میں کھڑے ہوتے ہیں کہ نہ تو نماز میں دائیں بائیں توجہ کرتے ہیں۔ اور نہ ہی دوران نماز رفع یدین کرتے ہیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز بغیر تکرار رفع یدین

جناب رسول اللہ ﷺ نے دوران نماز کا رفع یدین ترک فرما دیا تھا۔ جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وضاحت فرماتے ہیں کہ جب ہم مکہ شریف میں تھے تو حضور ﷺ کے ساتھ ابتدائے نماز میں اور دوران نماز بھی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

فلما ھاجر النبی ﷺ الی المدینۃ ترک رفع یدین فی داخل الصلوٰۃ عندالرکوع وثبت علی رفع الیدین فی بدء الصلوٰۃ۔

(اخبار الفقہاء والمحدثین از امام ابوعبداللہ محمد بن حارث قیروانی)

یعنی مدینہ منورہ جا کر آپ ﷺ نے دوران نماز کا رفع یدین چھوڑ دیا۔ اور صرف نماز کی ابتداءوالا رفع یدین باقی رکھا۔

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں۔ رایت رسول اللہ ﷺ اذا فتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی یحاذی بھما وقال بعضھم حذو منکبیہ واذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع راسہ من الرکوع لایرفعھما۔

(صحیح ابوعوانہ جلد ۲ صفحہ ۹۰، مسند حمیدی جلد ۲ صفحہ ۲۷۷، المدونۃ الکبریٰ جلد ۱

صفحہ ۶۹، خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ ۴۰۴ وغیرہ)

یعنی میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ صرف نماز شروع فرماتے وقت ہی رفع یدین فرماتے تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کہیں بھی دوبارہ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا رفع یدین چھوڑ دینا

اس لئے بھی حضرت عبداللہ بن عمر ابتداء خود رفع یدین کرنے والے بلکہ اثبات رفع یدین کی روایات کے مرکزی راوی۔ جن کی روایت کو "سلسلۃ الذہب" کہا جاتا ہے۔ آپ نے خود بھی بعد میں رفع یدین کرنا چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ جناب مجاہد بیان فرماتے ہیں۔ صلیت خلف ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ۔

(طحاوی ۱ صفحہ ۱۵۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷، موطا امام محمد صفحہ ۳۵، معرفۃ السنن والآثار جلد ۲ صفحہ ۴۲۸، آثار السنن صفحہ ۲۱۳، وقال سندہ صحیح، نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ ۴۰۹، عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۷۳، شرح سفر السعادت صفحہ ۶۶)

کہ میں نے جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے تکبیر تحریمہ کے علاوہ پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہ کیا۔ محدث ترکمانی نے بھی اس حدیث کی سند کو صحیح لکھا ہے۔

(جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۷۴)

☆ جناب عبدالعزیز بن حکیم بھی جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی طرح بیان فرماتے ہیں۔روایت کے الفاظ ہیں۔ عن عبد العزیز بن حکیم قال رأیت ابن عمر یرفع یدیه حذاء اذنیه فی اول تکبیرة افتتاح الصلوٰة ولم یرفعهما فی سوای ذالک ۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۳۵)

یعنی میں نے دیکھا کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب نماز شروع فرماتے تھے۔تو صرف پہلی تکبیر پر ہی رفع یدین فرماتے تھے۔پھر پوری نماز میں کہیں بھی آپ دوبارہ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

امام طحاوی کی دعوت فکر

اسی لئے چوتھی صدی ہجری کے محدث شہیر، جناب احمد بن محمد الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں۔فهذا ابن عمر. قدرآ النبی ﷺ یرفع .ثم قد ترک هو الرفع بعد النبی ﷺ .فلا یکون ذالک الا وقد ثبت عنده نسخ ماقد رآ النبی ﷺ فعله وقامت الحجة علیه بذالک ۔

(شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۲۲۵)

پس یہی جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔جنہوں نے (ابتداء) جناب رسول اللہ ﷺ کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا (اور اس کو بیان بھی فرمایا) پھر آپ نے خود بھی رفع یدین کرنا چھوڑ دیا۔تو یہ اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ آپ کے علم کے مطابق بعد میں دوران نماز رفع یدین منسوخ ہو چکا تھا۔اسی لئے آپ نے بھی دوران نماز رفع

یدین کرنا چھوڑ دیا تھا۔ اور (جو صحابی خود رفع یدین کا مرکزی راوی ہو۔ اسی کا دوران نماز رفع یدین چھوڑ دینا) رفع یدین دوران نماز کے منسوخ ہونے پر مضبوط دلیل ہے

☆ محقق بالاتفاق جناب شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں۔ حکم رفع منسوخ است۔ وچوں ابن عمر را کہ راوئ حدیث رفع است۔ دیدند کہ بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم عمل بخلاف آں کردہ۔ ظاہر شد کہ عمل رفع منسوخ است۔

(شرح سفر السعادت صفحہ ۶۶)

یعنی رفع یدین کے مرکزی راوی جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بعد میں خود بھی رفع یدین ترک کر دینا رفع یدین کے منسوخ ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق یہ تو کوئی مسلمان سوچ بھی نہیں سکتا۔ کہ آپ نے جانتے بوجھتے پھر جناب رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی ہو۔ اور آپ ﷺ کی ایک سنت کو چھوڑ دیا ہو۔ معاذ اللہ۔ فاعتبروا یا اولو الالباب۔

اصول حدیث کا ایک مسلم قانون

نیز کسی راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل کرنا اس کی بیان کردہ روایت کے حکم کو ساقط کر دیتا ہے۔ یہ اصول حدیث کا ایک مسلم مسئلہ ہے۔ اور یہ عمل اس کی روایت والے حکم کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

(شرح سفر السعادت صفحہ ۶۶)

نیز اگر کوئی ناسخ و منسوخ کے حکم کو نہ بھی مانے تو بھی۔ جب ایک ہی راوی سے متضاد روایتیں آئیں۔ تو اذا تعارضا تساقطا کے اصول کے مطابق دونوں طرح ہی کی

روایات حجت نہ رہیں گی۔

☆ محدث بیہقی کی تحقیق کے مطابق۔ دوران نماز رفع یدین کے اثبات میں صرف چھ احادیث سنداً صحیح ہیں۔ اور پھر ان روایات کے متعلق بھی شدید اختلاف ہے کہ وہ مرفوع ہیں یا موقوف۔ اور پھر ان میں سے بھی اکثر صریح نہیں ہیں۔ جو کہ حقیقت حال پر یقینی اور بالتصریح دلالت کر سکیں۔ لہٰذا ان پر عمل پھر مشکوک ہو گیا۔

☆ اور اگر ایک روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منسوب صحیح مان بھی لی جائے۔ تو اوّل تو یکے از محدثین صحاح ستہ۔ امام ابو داؤد فرماتے ہیں۔

الصحيح قول ابن عمر ليس بمرفوع۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۰۸)

کہ حقیقت یہ ہے کہ یہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے۔ اور یہ مرفوع حدیث نہیں ہے۔ اور پھر جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بعد میں خود بھی دوران نماز رفع یدین کو چھوڑ دینا۔ اس روایت کو سرے سے ہی متروک کر دیتا ہے۔ اور پھر ان روایات میں متناً بھی بہت زیادہ اضطراب ہے۔

☆ نیز آپ ﷺ کی کسی بھی صحیح روایت میں یہ الفاظ موجود نہیں ہیں۔ کہ آپ ﷺ کا یہ عمل آخر وقت تک رہا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ کی یہ رفع یدین والی روایات ابتدائی دور کی ہوئیں۔ کیونکہ یہ تو ہم بھی مانتے ہیں۔ کہ ابتداءً رفع یدین "في كل خفض ورفع" یعنی ہر تکبیر انتقال کے ساتھ ہوتا تھا۔ جو کہ بتدریج ختم ہو گیا۔ اور بالآخر صرف تکبیر تحریمہ ہی کے وقت والا رفع یدین باقی رہ گیا۔ اس طرح مان لینے سے تمام احادیث پر ایمان قائم رہے گا۔ فالحمد لله على ذالک۔

جناب عبداللہ بن عمر کی رفع یدین والی روایت

اور جو ایک روایت بعض حضرات پیش کرتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دوران نماز رفع یدین کیا کرتے تھے۔ وہ بالکل موضوع ہے۔ کیونکہ اس کی سند میں دو راوی کذاب اور حدیثیں گھڑنے والے ہیں۔

1۔ عبدالرحمان بن قریش۔ امام فن رجال۔ علامہ ذہبی اور شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسے حدیثیں گھڑنے والا لکھا ہے

(میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۱۱۴، لسان المیزان جلد ۳ صفحہ ۴۲۵)

اور دوسرا راوی۔ عصمہ بن محمد الانصاری ہے۔ اس کے متعلق جناب یحییٰ بن معین فرماتے ہیں "یہ بڑا جھوٹا تھا اور اپنے پاس سے حدیثیں گھڑتا تھا" عقیلی فرماتے ہیں "ثقہ راویوں کی طرف غلط روایتیں منسوب کرتا ہے" اور محدث دار قطنی نے فرمایا "یہ متروک ہے" (یعنی اس کے کذب و بہتان کی وجہ سے محدثین کرام نے اس سے روایت لینا ہی چھوڑ دی تھی) اور ابن عدی فرماتے ہیں "اس کی تمام روایتیں ہی غیر محفوظ ہیں"

(میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۱۹۶، لسان المیزان جلد ۴ صفحہ ۱۷۰،

تاریخ بغداد جلد ۱۲ صفحہ ۲۸۶، حاشیہ نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ ۴۱۰)

اب آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ جس روایت کو دو ایسے کذاب، وضاع اور مفتری راوی بیان کریں۔ جو اپنے اس فن میں اتنے بدنام ہو چکے ہوں کہ محدثین کرام نے ان کی روایات لینا ہی ترک فرمادی ہوں۔ تو ایسے راویوں کی بیان کردہ روایت کی کیا حیثیت

ہو گی۔ جب کہ خود جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔

ورفع ایدیکم فی الصلوٰۃ واللہ انها لبدعة۔

(میزان الاعتدال جلد ا صفحہ ۱۵)

یعنی دوران نماز کا رفع یدین تو خدا کی قسم بدعت ہے۔

ان بارشوں سے دوستی اچھی نہیں فراز کچا تیرا مکان ہے کچھ تو خیال کر!

دوران نماز رفع الیدین میں طریقۂ نبوی بزبان مرتضوی

جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیان فرماتے ہیں۔

انه کان یرفع یدیه فی اول الصلوٰۃ ثم لا یعود۔

(العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویہ جلد ۴ صفحہ ۱۰۶)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ صرف نماز شروع فرماتے وقت ہی رفع یدین فرمایا کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نماز میں کہیں بھی دوبارہ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

جناب علی المرتضیٰ کی نماز بغیر تکرار رفع یدین

اسی لئے جناب علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود بھی دوران نماز رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ عن عاصم بن کلیب الجرمی عن ابیه و کان من اصحاب علی ان علی بن ابی طالب کان یرفع یدیه فی التکبیرۃ الاولی التی یفتتح بها الصلوٰۃ ثم لا یرفعهما فی شیء من الصلوٰۃ۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۱۵۴، عینی شرح بخاری جلد ا صفحہ ۲۷۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۳۶، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۸۹، مؤطا امام محمد صفحہ ۴۵)

یعنی جناب عاصم بن کلیب جرمی اپنے باپ کلیب سے جو کہ جناب علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے۔ بیان فرماتے ہیں کہ جناب علی المرتضےٰ رضی اللہ عنہ صرف پہلی تکبیر پر نماز شروع کرتے وقت رفع یدین فرماتے تھے۔ پھر آپ پوری نماز میں کہیں بھی دوبارہ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

واسنادہ صحیح علی شرط مسلم۔ (طحاوی)

یعنی یہ روایت امام مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔

نیز محدث ترکمانی بھی فرماتے ہیں "ورجالہ ثقات"

(جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۷۸)

یعنی اس روایت کے راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر کے فرد۔ آپ ﷺ کے داماد۔ اور آپ ﷺ کے قریب ترین صحابی۔ جناب علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوران نماز کے رفع یدین کو ترک فرما دینا بھی رفع یدین کے منسوخ ہونے کی ایک پختہ دلیل ہے۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۲۵، جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۷۹، آثار السنن صفحہ ۲۱۰)

☆ اسی لئے جناب علی المرتضےٰ اور جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے شاگرد بھی ان جلیل القدر صحابہ کرام علیہم الرضوان کی اتباع کرتے ہوئے ابتدائے نماز کے علاوہ پوری نماز میں کہیں بھی دوبارہ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

کان اصحاب عبداللہ و اصحاب علی لا یرفعون ایدیھم الا فی افتتاح الصلوٰۃ قال وکیع ثم لا یعودون۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶، جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۷۹)

وقال سنده صحيح جليل ۔

یعنی امام نیموی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔اور بڑی اعلیٰ ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۲۱۴)

وقال اسناده صحيح۔

یعنی دیگر محدثین کرام بھی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۴۵، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۲۵)

جناب براء بن عازب کی زبانی نمازِ مصطفوی

جناب براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ان رسول الله ﷺ كان اذا فتح الصلوٰة رفع يديه الى قريب من اذنيه ثم لا يعود۔

(ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۰۹۔ دو سندیں، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۲۴۔۳ سندیں، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۷۱، مسند ابی یعلیٰ جلد ۳ صفحہ ۲۴۸، ۲۴۹، ۲ سندیں، کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۰۲، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۲۹۳۔ ۴ سندیں، مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۲۷۴، المدونة الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین فرماتے تھے۔ پھر آپ ﷺ پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گواہی

اسی طرح جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں۔

فکان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود۔

(دو سندیں۔ مسند امام اعظم صفحہ ۵۰، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۲۴، جامع المسانید جلد ۱ صفحہ ۳۵۵، شرح سفر السعادت صفحہ ۲۶)

پس جناب رسول اللہ ﷺ صرف پہلی تکبیر پر ہی رفع یدین فرمایا کرتے تھے۔ پھر دوبارہ کہیں بھی آپ ﷺ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

حضور ﷺ اور خلفاء راشدین علیہم الرضوان کی نماز بغیر تکرار رفع یدین

جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو یہاں تک بیان فرماتے ہیں۔ کہ

صلیت مع النبی ﷺ ومع ابی بکر و مع عمر رضی اللہ عنہما فلم یرفعوا ایدیہم الا عند التکبیرۃ الاولی فی افتتاح الصلوۃ۔

(دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۲۹۵، سنن الکبری امام بیہقی جلد ۲ صفحہ ۸۰، مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۱۲۸، بدائع الصنائع جلد ۱ صفحہ ۲۰۷)

کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے اور جناب سیدنا ابوبکر صدیق اور جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے۔ یہ سب ہستیاں تو صرف نماز شروع کرتے وقت ہی رفع یدین فرماتی تھیں۔

اسی لئے جناب رسول اللہ ﷺ اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ابتدائے نماز کے علاوہ پوری نماز میں کہیں بھی رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

کان عبداللہ لا یرفع فی شیئ من الصلوۃ الا فی الافتتاح۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۳۶، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۵۱، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۲۷، موطا امام محمد صفحہ ۴۷ وغیرہ)

یعنی جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز شروع کرتے وقت کے علاوہ پوری نماز میں کہیں بھی دوبارہ رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زبانی نماز مصطفوی

جناب عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی بیان فرماتے ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ کان اذا فتتح الصلوٰۃ رفع یدیه فی اول الصلوٰۃ ثم لم یرفعهما فی شیء حتی یفرغ۔

(خلافیات بیہقی بحوالہ نصب الرایہ جلد ا صفحہ ۴۰۴، بسط الیدین لتلیل الفرقدین صفحہ ۵۳)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو رفع یدین فرماتے تھے۔ پھر آپ ﷺ پوری نماز میں کہیں بھی دوبارہ رفع یدین نہیں فرمایا کرتے تھے۔ یاد رہے کہ یہ حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے وقت میں مکہ شریف کے قاضی تھے۔ تو معلوم ہوا کہ اس وقت تک مکہ مکرمہ میں دوران نماز ترک رفع یدین ہی کا فتویٰ چلتا تھا۔ اور یہی صحابہ کرام اور تابعین عظام کا معمول تھا۔

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا جماعت صحابہ کے سامنے بلانکیر دعویٰ

ایک مرتبہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تمام موجود صحابہ کرام کے سامنے فرمایا۔ الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ فصلی ۔فلم یرفع یدیه الا فی اول مرۃ ۔ قال وفی الباب عن البراء بن عاذب۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۳۵)

کیا میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ جیسی نماز پڑھ کر نہ دکھاؤں چنانچہ آپ نے نماز پڑھی اور پہلی مرتبہ کے علاوہ دوران نماز کہیں بھی رفع یدین نہ کیا اور جناب براء بن عازب سے بھی اسی طرح منقول ہے (کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز میں پہلی مرتبہ کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہیں ہوتا تھا)

امام ترمذی کا تبصرہ

قال ابو عیسی حدیث ابن مسعود حدیث حسن وبه یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین وهو قول سفیان واهل الکوفة۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۳۵)

امام ترمذی فرماتے ہیں۔ کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث حسن ہے۔ اور بے شمار صحابہ کرام اور تابعین عظام بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ اور جناب سفیان ثوری اور علماء اہل کوفہ کا بھی یہی فرمان ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہاں "اہل الکوفہ" سے صرف مراد جناب امام اعظم ابوحنیفہ ہی نہیں ہیں۔ بلکہ تاریخ اسلام سے یہ بات ظاہر ہے کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ کے ساتھ ایک اور آبادی (فوجی چھاؤنی) قائم فرمائی تھی۔ جس میں تاریخ کے مطابق مختلف اوقات میں ۶۰۰ سے لے کر ۴۰۰۰ تک صحابہ کرام

ایک وقت میں موجود رہے ہیں۔ نیز جناب علی المرتضیٰ اور جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بھی کوفہ ہی میں مقیم تھے۔ لہٰذا ان اہل کوفہ سے وہ تمام صحابہ کرام اور تابعین عظام مراد ہیں جو خلافت راشدہ کے دور میں کوفہ میں مقیم تھے۔ اگرچہ ان کی اتباع میں بعد میں سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ترک رفع یدین کو ہی راجح، ناسخ اور مسنون قرار دیا ہے۔

جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت باختلاف الفاظ ان کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۰۹، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۱۷، ۱۲۰، مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۳۸۸، ۴۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶، سنن الکبریٰ امام بیہقی جلد ۲ صفحہ ۷۸، کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۰۳، محلی ابن حزم جلد ۴ صفحہ ۱۷۲، جلد ۴ صفحہ ۸۸، آثار السنن صفحہ ۲۰۵ وغیرہ)

علامہ ابن حزم اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں

ان ھذا لخبر صحیح ۔ (محلی ابن حزم جلد ۴ صفحہ ۱۷۲)

یعنی یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

علامہ ابن عدی نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(الکوکب الدری جلد ۱ صفحہ ۱۳۲)

اہل حدیث محدث کا اقرار حق

غیر مقلد حضرات کے دور حاضر کے نامور محدث علامہ ناصر الدین البانی بھی لکھتے ہیں

والحق انه حديث صحيح واسناده صحيح على شرط مسلم ولم يقم لمن اعلمه حجة"

(مشکوۃ البانی جلد ۱ صفحہ ۲۵۴)

یعنی سچی بات یہ ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح ہے اور اس روایت کی اسناد بھی امام مسلم کی شرط پر صحیح ہیں۔ اور جو بعض حضرات اس حدیث کو معلول کہتے ہیں ہمیں ان کی اس بات کی کوئی دلیل نہیں مل سکی۔

میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن   جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

فالحمد لله على ذالك

جناب سیدنا ابو ہریرہ کی نماز حضور ﷺ کے مشابہ اور بغیر رفع الیدین

مشہور صحابی رسول جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ۔ جن کے بارے میں حدیث بھولنے کا شبہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ آپ نے ابتداء احادیث کے بھول جانے پر بارگاہ نبوی ﷺ میں عرض کی تھی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا۔ ابو ہریرہ اپنی چادر بچھاؤ۔ جناب ابو ہریرہ نے اپنی چادر بچھائی۔ تو حضور ﷺ نے ظاہراً خالی ہاتھوں سے لپ لے کر ان کی چادر پر ڈال دی۔ اور فرمایا۔ اس چادر کو اٹھا کر اپنے سینے پر مل لو۔ چنانچہ آپ نے اس چادر کو اٹھا کر اپنے سینے پر مل لیا۔ اور پھر جناب ابو ہریرہ فرماتے ہیں۔ فما نسيت شيا بعد۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۲ وغیرہ)

یعنی اس کے بعد مجھے کبھی بھی کوئی بات نہیں بھولی۔

آپ کا طریقہ مبارکہ بھی یہی تھا۔ انه كان يرفع يديه اذا فتح الصلوة ويكبر كلما خفض ورفع ويقول انا اشبهكم صلاة برسول الله ﷺ۔

(التمہید لما فی المؤطا من المعانی والاسانید جلد ۹ صفحہ ۲۱۵)

یعنی آپ بھی صرف نماز شروع کرتے وقت ہی رفع یدین فرماتے تھے۔ البتہ ہر اٹھتے اور بیٹھتے وقت تکبیر ضرور کہتے تھے۔ نیز آپ نے فرمایا۔ میں تم میں سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہت رکھنے والا ہوں۔ (یعنی میری یہ تکرار رفع یدین کے بغیر والی نماز۔ جناب بالکل رسول اللہ ﷺ کی نماز ہی کی طرح ہے۔ کہ آپ ﷺ بھی اسی طرح نماز میں ایک ہی بار رفع یدین فرمایا کرتے تھے)

نیز آپ نے ایک دفعہ بغیر تکرار رفع یدین کے نماز پڑھی اور بعد میں فرمایا۔

والذی نفسی بیده انی لا قربکم شبها بصلوة رسول الله ﷺ ان كانت هذه لصلوته حتى فارق الدنيا .

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۰، باختلاف الفاظ نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۵۸، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

یعنی مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یقیناً میری نماز تم سب سے جناب رسول اللہ ﷺ کے زیادہ قریب ہے (یعنی آپ ﷺ جیسی ہی ہے اور آپ ﷺ کی نماز کا (دوران نماز بغیر رفع یدین کرنے کا) یہی طریقہ رہا۔ حتی کہ آپ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے۔

یعنی آخر وقت تک آپ ﷺ کی نماز تکرار رفع یدین کے بغیر ہی تھی۔

اسی طرح جناب ابو جعفر القاری بیان فرماتے ہیں کہ جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کرائی اور ہر اٹھتے اور بیٹھتے وقت تکبیر کہی۔ لیکن رفع یدین صرف نماز شروع

کرتے وقت ہی کیا۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

ان اباھریرۃ کان یصلی بھم فکبر کلما خفض ورفع قال ابو جعفر و کان یرفع یدیہ حین یکبر ویفتتح الصلوۃ۔

(موطا امام محمد صفحہ ۹۴، کتاب الحجہ جلد ا صفحہ ۹۵)

جناب ابو مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز حضور ﷺ کے مشابہ اور بغیر تکرار رفع یدین

نیز صحابی رسول جناب ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کیا اور فرمایا اے اشعریو۔ اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بلالو۔ آج میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ سکھادوں۔ جس طرح کہ آپ ﷺ مدینہ طیبہ میں ہم کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ چنانچہ پوری قوم جمع ہوگئی۔ آپ نے سب کے سامنے وضو فرمایا۔ پھر آپ نے مردوں کو پہلی صف میں کھڑا کیا۔ ان کے پیچھے بچوں کی صف بنائی۔ ان کے پیچھے عورتوں کی صف بنائی۔ پھر آپ نے جماعت کرائی۔

فرفع یدیہ فکبر فقرا بفاتحۃ الکتاب و سورۃ یسرھا ثم کبر فرکع فقال سبحان اللہ و بحمدہ ثلاث مرارا ثم قال سمع اللہ لمن حمدہ و استوی قائما ثم کبر و خرساجدا ثم کبر فرفع رأسہ ثم کبر فسجد ثم کبر فانھض قائما .... فقال احفظوا تکبیری وتعلموا رکوعی وسجودی فانھا صلوۃ رسول اللہ ﷺ التی کان یصلی لنا۔

(مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۱۱۲)

یعنی پھر آپ نے رفع یدین کیا اور تکبیر تحریمہ کہی۔ پھر سورۃ فاتحہ پڑھی۔ پھر ایک اور سورۃ ملائی۔ پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا۔ اور رکوع میں تین بار تسبیح کہی۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ پھر تکبیر کہی اور سجدہ میں چلے گئے۔ پھر تکبیر کہی اور سجدہ سے سر اٹھایا۔ پھر تکبیر کہی اور سجدہ میں چلے گئے۔ پھر تکبیر کہی اور دوسری رکعت کے لئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ (پھر اسی طرح اپنی باقی تمام نماز پوری کی) پھر آپ نے فرمایا۔ میری نماز کا یہ تمام طریقہ یاد کر لو۔ یہی وہ نماز ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ ہم کو پڑھایا کرتے تھے۔ (اس میں سوائے تکبیر تحریمہ کے اور کسی جگہ بھی دوران نماز رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی صرف تکبیر تحریمہ ہی کے وقت رفع یدین فرمایا کرتے تھے)

جناب ابو حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز حضور ﷺ کے مشابہ اور بغیر رفع الیدین

اسی طرح صحابیٔ رسول جناب ابو حمید الساعدی نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کے سامنے یہ دعویٰ کیا کہ میں تم میں سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کو بہت زیادہ یاد رکھنے والا ہوں۔ پھر آپ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان فرمایا۔ اور ابتدائے نماز کے علاوہ پوری نماز میں کہیں بھی دوبارہ رفع یدین کا ذکر نہ فرمایا روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ فقال ابو حمید ن الساعدی انا کنت احفظکم بصلوۃ رسول اللہ ﷺ رأیتہ اذا کبر جعل یدیہ حذو منکبیہ واذا رکع امکن یدیہ من رکبتیہ ثم هصر ظهرہ فاذا رفع رأسہ استوی

حتی یعود کل فقار مکانه و اذا سجد وضع یدیه غیر مفترش ولا قابضهما واستقبل باطراف اصابع رجلیه القبلة واذا جلس فی الرکعتین جلس علی رجله الیسری.....الخ

(بخاری صفحہ ۱۱۴، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۰۷)

اس مسئلہ پر ایک قولی حدیث

اسی طرح صحابیٔ رسول جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھے نماز کا پورا طریقہ سکھایا۔ جناب انس نے حضور ﷺ کا بتایا ہوا پورا نماز کا جو طریقہ بیان فرمایا ہے۔ اس میں سوائے ابتدائے نماز کے پوری نماز میں کہیں بھی دوبارہ رفع یدین کا ذکر نہیں ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں

انس بن مالک یقول قال لی النبی ﷺ. یا بنی اذا تقدمت الی الصلوٰة فاستقبل القبلة وارفع یدیک وکبر و اقرأ مابدالک فاذا رکعت وضع کفیک علی رکبتیک وفرق بین اصابعک وسبح فاذا رفعت راسک فاقم صلبک حتی یقع کل عضو مکانه فاذا سجدت فامکن جبهتک علی الارض وسبح و اذا رفعت راسک فاقم راسک .... فانها من سنتی و من اتبع سنتی فانه منی ؛ من هو منی فهو معی فی الجنة۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی جلد ۶ صفحہ ۲۰۸)

اسی طرح حضرت عمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا سے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ پوچھا۔ تو ام المؤمنین نے جناب رسول اللہ ﷺ کا جو طریقہ نماز بیان فرمایا۔ اس میں بھی آپ نے سوائے ابتدائے نماز کے کہیں بھی دوران نماز رفع یدین کا ذکر نہیں فرمایا۔

روایت کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔ عن عمرة قالت سالت عائشة كيف كانت صلوة رسول الله ﷺ قالت كان النبي ﷺ ... يقوم مستقبل القبلة فيكبر و يرفع يديه حذاء منكبيه ثم يركع فيضع يديه على ركبتيه ويجا في بعضديه ثم يرفع رأسه فيقيم صلبه ... ثم يسجد فيضع يديه تجاه القبلة ويجا في بعضديه ما ستطاع فيما رأيت ثم يرفع رأسه فيجلس على قدمه اليسرى و ينصب اليمنى ويكره ان يسقط على شقه الايسر۔

(ابن ماجہ صفحہ ۷۵)

التحیات میں آپ ﷺ دایاں پاؤں کھڑا فرما لیتے اور بائیں پاؤں کو بچھا دیتے تھے اور آپ ﷺ برا جانتے تھے التحیات میں بائیں جانب سرین پر گر پڑنے کو۔

یہ فقرہ بھی قابل غور ہے۔

حضور ﷺ کا بغیر رفع الیدین نماز کا طریقہ بیان فرمانا

نیز جناب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک آدمی خلاد بن رافع مسجد میں آیا۔ اور نماز پڑھی۔ اور جاتے ہوئے حضور ﷺ کو سلام عرض کیا۔ تو آپ ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا۔ جا پھر جا کے نماز پڑھ۔ تو نے (صحیح

طریقہ سے) نماز نہیں پڑھی۔ تین دفعہ ایسا ہی ہوا، پھر انہوں نے دست بستہ عرض کی آقا ﷺ۔ اس اللہ کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ مجھے اس سے بہتر نماز کے طریقے کا علم نہیں ہے۔ آقا آپ ﷺ ہی صحیح طریقہ سکھلا دیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس صحابی کو پورا نماز کا طریقہ بتایا۔ لیکن آپ ﷺ نے دوران نماز کہیں بھی رفع یدین کا ذکر نہیں فرمایا۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ عن ابی ھریرۃ .... فقال النبی ﷺ اذا قمت الی الصلوۃ فکبر ثم اقرا ماتیسر معک من القرآن ثم ارکع حتی تطمئن راکعا ثم ارفع حتی تعدل قائما ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تطمئن جالسا وافعل فی صلوتک کلھا۔

(بخاری صفحہ ۱۰۵، صفحہ ۱۰۹، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۰، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۴۰، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲۴، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۴، ابن ماجہ صفحہ ۷۵، دارمی صفحہ ۱۵۸، سنن الکبری امام بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۵، احکام الاحکام صفحہ ۷۳ وغیرہ)۔

جناب رسول اللہ ﷺ کی ایک اور وضاحت

جناب عبداللہ بن عمر اور جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال لا ترفع الایدی فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوۃ وعند البیت وعلی الصفا والمروۃ وبعرفات وبالمزدلفۃ وعند الجمرتین۔

وعن ابن عمر عن النبی ﷺ مثلہ۔ کہ رفع یدین سات مقامات پر کیا کرو نمبر 1۔ نماز

شروع کرتے وقت، نمبر 2۔ خانہ کعبہ کی زیارت کے وقت، نمبر 3۔ صفا پر کھڑے ہوتے وقت، نمبر 4۔ صفا اور مروہ پر کھڑے ہوتے وقت، نمبر 5 وقوف عرفات کے وقت، نمبر 6۔ شیطان کو کنکر مارتے وقت، نمبر 7۔ مزدلفہ کے وقوف کے وقت

(شرح معانی الآثار جلد ۲ صفحہ ۱۷۶، کشف الاستار جلد ۱ صفحہ ۲۵۱، الادب المفرد امام بخاری، طبرانی کبیر جلد ۱۱ صفحہ ۳۸۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷)

دوران نماز رفع الیدین کرنے پر حضور ﷺ کی ناراضگی

صحابی رسول جناب جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۱، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۷۶، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۳، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ وغیرہ)

ہم نماز پڑھ رہے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے (ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے) آپ ﷺ نے فرمایا لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میں انہیں نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ نماز میں سکون سے رہا کرو۔

(ترجمہ میں تمام محولہ کتابوں کا مفہوم بیان کیا گیا ہے)۔

حدیث کی سب سے افضل قسم

اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ حدیث تین طرح کی ہوتی ہے۔

نمبر 1۔ قولی حدیث۔ نمبر 2۔ فعلی حدیث۔ نمبر 3۔ تقریری حدیث

اور ان اقسام حدیث میں سے بالاتفاق محدثین اور جملہ مکاتب فکر۔ قولی حدیث سب سے افضل، اعلیٰ اور زیادہ معتبر ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا حدیث بھی قولی حدیث ہے۔ اور اس سے اوپر والی حدیث بھی قولی ہی ہے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

کیا یہ روایت نماز میں سلام کا جواب دینے سے متعلق ہے

یار لوگوں سے جب ترک رفع یدین کی قولی احادیث کا کوئی جواب نہیں بن پڑتا اور دنیا جہاں سے ان کو اس کے جواب میں ایک بھی قولی حدیث رفع یدین کے اثبات میں نہیں ملتی۔ تو پھر یار لوگ دھوکہ دہی پر اتر آتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث تو دوران نماز سلام کا جواب دینے کے متعلق ہے۔ کاش کہ اس دھوکہ بازی اور اہل مولوی (مقلدین تو آئمہ کبار کی تقلید کرتے ہیں اور اپنے آپ کو غیر مقلد کہلانے والے حضرات اپنے جاہل اور دھوکہ باز مولویوں کی تقلید کرتے ہیں العیاذ باللہ) بننے سے پہلے حدیث شریف کو بنظر انصاف پڑھ لیا ہوتا۔

اگرچہ سلام والی اور رفع یدین والی دونوں ہی روایتیں اکٹھی ہی آئی ہیں۔

اور ان دونوں رواجتوں کا راوی بھی ایک ہی ہے لیکن روایت و درایت گواہ ہے کہ یہ دو مختلف اور الگ الگ واقعے ہیں۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۱ صفحہ ۴۹۸)

جس روایت میں سلام کا ذکر ہے اس کے الفاظ ہیں

"صلیت . صلینا مع رسول اللہ ﷺ"

یعنی ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔

اور جو روایت ہم نے رفع یدین کے متعلق پیش کی ہے۔ اس کے الفاظ ہیں۔

''خرج علینا رسول الله ﷺ''۔

یعنی ہم نماز پڑھ رہے تھے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ اوپر سے تشریف لے آئے۔

کتنا واضح ثبوت ہے کہ یہ دو مختلف واقعے ہیں۔

اور پھر سلام والی روایت میں آپ کا ارشاد ہے۔

''علام تؤمون بایدیکم . ماشأنکم تشیرون بایدیکم''

یعنی تم لوگ اپنے ہاتھوں سے (سلام کا جواب دینے کے لیے) اشارے کرتے ہو۔

اور جو حدیث رفع یدین والی ہے اس کے الفاظ ہیں

''مالی ارا کم رافعی ایدیکم . مابا لهم رافعین ایدیهم فی الصلوٰة''

یعنی ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میں انہیں نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ رہا ہوں

دو مختلف واقعوں کے راوی ایک ہونے۔ یا ایک جیسی تشبیہ دینے سے دو مختلف اوقات

کے دو مختلف واقعے ایک نہیں ہو جاتے۔ فافهموا واعتبروا

اسی لیے شارح مشکوٰۃ علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ الباری نے عدم رفع یدین کے لئے

اسی قولی حدیث سے ہی استدلال کیا ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ا صفحہ ۴۹۸)

الحمد للہ دوران نماز رفع یدین کے نہ ہونے پر ہمارے پاس تو کئی قولی احادیث موجود

ہیں۔ کسی دلیل کے رد کے لئے بھی برابر کی دلیل ہونی چاہیے۔ لیکن مخالفین کے پاس

اس کے اثبات میں ایک بھی قولی حدیث موجود نہیں ہے۔ فاعتبروا لعلکم تتقون

راتوں رات لاکھ پتی بنئے

☆ اگر کوئی شخص صرف اور صرف ایک ہی صحیح، صریح، مرفوع اور غیر مجروح قولی حدیث سے جناب رسول اللہ ﷺ کا آخروقت تک کا رفع یدین دورانِ نماز ثابت کر دے۔

تو انشاء اللہ عزوجل اسے مبلغ 10 لاکھ روپے نقد انعام دیا جائے گا۔

هاتوا برهانكم ان كنتم صادقين

جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نسخ رفع یدین کا اعلان

مشہور صحابیٔ رسول جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کر رہا ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔

لا تفعل فان هذا شيء فعله رسول الله ﷺ ثم تركه ۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۷۳، الدرایہ جلد ا صفحہ ۱۱۲، شرح سفر السعادۃ صفحہ ٦٦)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ بھی نقل فرماتے ہیں۔

گفت ابن زبیر ایں چنیں مکن۔ ایں چیز یست کہ کردآنرا رسول خدا ﷺ۔ بعدازاں ترک داد۔ یعنی ایں حکم دراوائل بود۔ پس منسوخ شد۔

(شرح سفر السعادۃ صفحہ ٦٦)

یعنی اے شخص۔ رکوع میں جاتے یا اٹھتے وقت رفع یدین نہ کر۔ کیونکہ یہ وہ کام ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ پہلے پہل کیا کرتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے دورانِ نماز رفع یدین کرنا چھوڑ دیا تھا۔ کیونکہ ابتداء میں اس کا حکم تھا۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وضاحت

مشہور صحابی رسول جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں۔

برداشت رسول خدا ﷺ مانیز برداشتیم۔ وترک کرد مانیز ترک کردیم۔

(شرح سفر السعادۃ صفحہ ۲۶)

کہ جب تک جناب رسول خدا ﷺ دوران نماز رفع یدین فرماتے رہے۔ ہم (صحابہ کرام) بھی رفع یدین کرتے رہے۔ اور جب جناب رسول اللہ ﷺ نے دوران نماز رفع یدین کرنا چھوڑ دیا۔ تو آپ ﷺ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے ہم (صحابہ کرام) نے بھی دوران نماز رفع یدین کرنا چھوڑ دیا۔

خلیفہ ثانی جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نماز بغیر رفع یدین

لو کان بعدی نبی لکان عمر ۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ وغیرہ)

کی شان والے جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طریقہ مبارکہ بھی یہی تھا۔

فلم یرفع یدیہ فی شیء من صلوات الاحین افتتح الصلوٰۃ ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۲۷، کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۰۳، سنن الآثار صفحہ ۲۰۷)

کہ آپ پوری نماز میں سوائے ابتدائے نماز کے کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے

علامہ ماردینی نے اس اثر کی سند کو امام مسلم کی شرط پر صحیح لکھا ہے۔

(جوہر النقی جلد ۱ صفحہ ۷۵)

محدث طحاوی کی دعوت فکر

محدث کبیر امام ابی جعفر احمد بن محمد الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل فرمانے اور اس کی توثیق وتصحیح فرمانے کے بعد لکھتے ہیں۔

افتری عمر بن الخطاب رضی الله عنه خفی علیه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یرفع یدیه فی الرکوع و السجود وعلم بذالک من دونه . ومن هو معه یراه یفعل غیر مارای رسول الله صلی الله علیه وسلم یفعل . ثم لاینکر ذالک علیه . هذا عندنا محال. وفعل عمر رضی الله عنه هذا وترک اصحاب رسول الله ﷺ ایاه علی ذالک دلیل صحیح ان ذالک هو الحق الذی لاینبغی لاحد خلافه۔

(شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۲۲۷)

یعنی کیا تو سمجھتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا رکوع اور سجدہ کے وقت رفع یدین فرماتا۔ اور لوگوں نے تو آپ ﷺ کو دیکھ لیا۔ لیکن جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ ہو سکا؟ اور پھر جب جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کے سامنے نماز پڑھی۔ اور دوران نماز رفع یدین نہ کیا (اگر تیرے خیال میں جناب رسول اللہ ﷺ آخر وقت تک رفع یدین فرماتے رہے ہیں۔ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ ﷺ کو آخر وقت تک نماز میں رفع یدین کرتے دیکھتے رہے تھے) تو پھر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف کرنے پر ٹوکا کیوں نہیں؟

صحابہ کرام علیہم الرضوان کا سنت نبوی کے خلاف دیکھ کر خاموش رہنا تو محال ہے۔

لہٰذا جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا صحابہ کرام علیہم الرضوان کے سامنے بغیر رفع یدین کے نماز پڑھنا۔ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کا آپ پر کوئی اعتراض نہ کرنا۔ اس بات کا یقینی ثبوت ہے کہ آپ کا وہ طریقہ بالکل صحیح تھا۔ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہ تھا۔ اسی لیے آج بھی صحابہ کرام علیہم الرضوان کے غلاموں کو دوران نماز بغیر رفع یدین والی نماز پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

جناب عبداللہ بن عباس کا فیصلہ اور حضرات عشرہ مبشرہ کی نماز بغیر تکرار رفع یدین

عم زاد مصطفےٰ۔ مفسر صحابہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں۔

انہ قال العشرۃ الذین شھدلھم رسول اللہ ﷺ بالجنۃ ما کانو یرفعون ایدیھم الا فی افتتاح الصلوٰۃ۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۷۲)

واز ابن عباس روایت کردہ اند کہ گفت عشرہ مبشرہ برنمید اشتند دستہا را مگر نزد افتتاح

(شرح سفر السعادۃ صفحہ ۲۶)

یعنی وہ دس جلیل القدر صحابہ کرام جنہیں جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔

عشرہ مبشرہ

نمبر 1۔ جناب سیدنا صدیق اکبر، نمبر 2۔ جناب سیدنا عمر فاروق، نمبر 3۔ جناب سیدنا عثمان ذوالنورین، نمبر 4۔ جناب سیدنا علی المرتضٰی، نمبر 5۔ جناب سیدنا طلحہ بن عبید اللہ، نمبر 6۔ جناب سیدنا زبیر بن عوام، نمبر 7۔ جناب سیدنا سعید بن زید، نمبر 8۔ جناب سیدنا سعد بن ابی وقاص نمبر 9۔ جناب سیدنا سعید بن زید، نمبر 10۔ جناب سیدنا ابوعبیدہ (عامر بن عبداللہ) بن الجراح رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(مشکوۃ صفحہ ۵۵۷، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۶، ابن ماجہ صفحہ ۱۳ وغیرہ)

وہ سب کے سب بھی صرف ابتدائے نماز ہی میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد دوران نماز وہ کہیں بھی دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

اس لئے جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرمایا کرتے تھے۔ لا ترفع الایدی الافی سبع مواطن۔ اذا قام الی الصلوۃ . واذا رآی البیت . وعلی الصفا والمروۃ . وفی عرفات. وفی جمع وعند الجمار۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۷، طبرانی کبیر جلد ۱۱ صفحہ ۳۸۵، الادب المفرد امام بخاری تعلیقا)

یعنی سات مقامات کے علاوہ کہیں رفع یدین نہ کرنا۔ 1۔ نماز شروع کرتے وقت، 2۔ بیت اللہ شریف کی زیارت کے وقت، 3.4۔ صفا اور مروہ پر، 5۔ وقوف عرفات میں، 6۔ مزدلفہ میں، 7۔ شیطان کو کنکریاں مارتے وقت

امام مالک کا 180ھ تک نماز میں رفع یدین سے انکار

جناب امام مالک علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ لا اعرف رفع الیدین فی شئی من

تکبیر الصلوٰۃ لا فی خفض ولا فی رفع الا فی افتتاح الصلوٰۃ ۔

(المدونۃ الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۶۸)

یعنی میں تو نماز کی تکبیروں میں بیٹھتے یا اٹھتے وقت کہیں بھی رفع یدین کو نہیں جانتا۔ ہاں مگر صرف ابتدائے نماز میں ہی رفع یدین کیا جائے گا۔

یاد رہے کہ جناب امام مالک رضی اللہ عنہ مدینہ شریف میں رہتے تھے۔ اور آپ کا وصال ۱۷۹ھ میں ہوا۔ تو آپ کی اس صراحت سے معلوم ہو گیا کہ ۱۷۹ھ تک مدینہ منورہ میں دورانِ نماز رفع یدین نہیں کیا جاتا تھا۔

نیز اہل مدینہ کا دورانِ نماز رفع یدین کے انکار پر اجماع ثابت ہوا۔

نیز ابن رشد مالکی نے بھی دورانِ نماز ترک رفع یدین پر اہل مدینہ کا اجماع نقل کیا ہے

(بدایۃ المجتہد جلد ۱ صفحہ ۹۷)

خلفاء راشدین کی نماز بغیر تکرار رفع یدین

محدث محمد بن علی النیموی فرماتے ہیں۔ واما الخلفاء الاربعۃ فلم یثبت عنھم رفع الایدی فی غیر تکبیرۃ الاحرام ۔

(آثار السنن صفحہ ۲۱۵)

یعنی خلفاء راشدین جناب سیدنا ابوبکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا عثمان ذوالنورین اور جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ کسی جگہ بھی دورانِ نماز رفع یدین (کسی ایک بھی صحیح، صریح، مرفوع اور غیر مجروح حدیث سے) ثابت نہیں ہے۔

پانچ سوصحابہ کی زیارت کرنے والے جلیل القدر تابعی کا عمل

پانچ سو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زیارت کرنے والے، ستر بدری صحابہ کرام کی زیارت کرنے والے جلیل القدر تابعی ۔جناب امام شعبی رحمتہ اللہ علیہ بھی صرف ابتدائے نماز ہی میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔اس کے بعد آپ پوری نماز میں کہیں بھی دوبارہ رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے۔روایت کے الفاظ ہیں۔

عن الشعبی انہ کان یرفع یدیہ فی اول التکبیر ثم لا یرفعھما ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۳۶)

عشرہ مبشرہ کی زیارت کرنے والے جلیل القدر تابعی کا عمل

عشرہ مبشرہ کی زیارت کرنے والے جلیل القدر تابعی جناب قیس بن ابی حاتم (ابی حازم) رحمتہ اللہ علیہ بھی صرف ابتدائے نماز ہی میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔

کان قیس یرفع یدیہ اول مایدخل فی الصلوۃ ثم لا یرفعھما ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۳۶)

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرنے والے جلیل القدر تابعی جناب خثیمہ رحمتہ اللہ علیہ بھی اسی کی تائید فرماتے ہیں۔

روایت کے الفاظ ہیں۔

عن خثیمۃ وابراھیم کانا لا یرفعان ایدیھما الا فی بدء الصلوۃ ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۳۶)

دیگر پانچ جلیل القدر تابعیوں کا عمل

حضور ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہونے والے جلیل القدر تابعی۔ جناب علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ، مشہور تابعی۔ جناب اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ، معروف تابعی جناب ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، جلیل القدر تابعی جناب ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور مشہور تابعی جناب عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہم۔ سب ہی صرف ابتدائے نماز میں ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد پوری نماز میں وہ کہیں بھی دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ عن الاسود و علقمة انهما كانا يرفعان ايديهما اذا افتتحاثم لا يعودان. عن ابی اسحاق قال كان اصحاب عبدالله و اصحاب علي لا يرفعون ايديهم الا في افتتاح الصلوٰة . كان ابن ابی ليلٰی يرفع يديه اول شيئ . قال عبدالملك ورأيت الشعبي و ابراهيم واباسحاق لا يرفعون ايديهم الاحين يفتتحون الصلوٰة ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۶، ۲۳۷ وغیرہ)

بخاری اور مسلم کے ثقہ راوی کا فیصلہ

بخاری اور مسلم کے ثقہ راوی جناب ابوبکر بن عیاش فرماتے ہیں۔

ما رأيت فقيها قط يفعله يرفع يديه في غير التكبيرة الاولیٰ۔

(شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۲۸)

یعنی میں نے کوئی ایک بھی فقیہ نہیں دیکھا۔ جو تکبیر اولیٰ کے علاوہ کہیں بھی دوران نماز

رفع یدین کرتا ہو۔

شارح مسلم امام نووی کا فیصلہ

شارح مسلم جناب ابوزکریا یحییٰ بن شرف الدین نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فیصلہ فرماتے ہیں۔ واجمعوا علی انہ لا یجب شیئی من الرفع۔

(نووی بر مسلم جلد ا صفحہ ۱۶۸)

یعنی اس بات پر اجماع ہے کہ دوران نماز کہیں بھی رفع یدین کرنا واجب اور ضروری نہیں ہے۔

القصہ مختصر:۔ قارئین کرام پر روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ہوگا کہ دوران نماز رفع یدین ان افعال میں سے ہے۔ جو دیگر بہت سے شرعی احکام کی طرح ابتداء ہوتا رہا۔ پھر حکمت الٰہیہ اور فرمان مصطفےٰ ﷺ کے مطابق منسوخ ہو گیا۔ اور اب صرف ابتدائے نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت ہی رفع یدین کیا جائے گا۔ کیونکہ صحیح، صریح اور مرفوع احادیث۔ بلکہ اہلحدیث محدث البانی صاحب کی تحقیق کے مطابق بھی غیر مجروح احادیث سے بھی ثابت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ آخر عمر میں صرف ابتدائے نماز ہی میں رفع یدین فرمایا کرتے تھے۔

نیز صحیح اور مرفوع قولی احادیث جو کہ اقسام احادیث میں سب سے افضل اور اعلیٰ قسم کی حدیث ہوتی ہے۔ سے بھی جناب رسول اللہ ﷺ سے ابتدائے نماز کے علاوہ دوران نماز رفع یدین کی ممانعت ثابت ہو گئی۔ اور آپ ﷺ کے ان افعال و اقوال کو اکابر صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار نے بیان فرمایا ہے۔ اور آپ ﷺ کی سنت پر عمل

کرتے ہوئے اہل بیت اطہار، خلفاء راشدین، عشرہ مبشرہ، اہل بدر، اہل مدینہ اور اہل کوفہ تقریباً تمام صحابہ کرام ہی صرف ابتدائے نماز ہی میں رفع یدین فرمایا کرتے تھے اور اس کے بعد نماز میں وہ کہیں بھی رفع یدین نہ کیا کرتے تھے۔

اسی لئے جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت، اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام کے طریقہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے تقریباً تمام جلیل القدر تابعین عظام بھی صرف ابتدائے نماز ہی میں رفع یدین فرماتے تھے۔

جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فیصلہ

برصغیر پاک و ہند میں حدیث شریف کے مسلم استاد۔ جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے نزدیک جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی احادیث کو سب سے بہتر جاننے والے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ (الانصاف) بھی صرف ابتدائے نماز ہی میں رفع یدین فرمایا کرتے تھے۔ نیز آپ کا فرمان ہے کہ ابتدائے نماز کے علاوہ کسی جگہ کے رفع یدین کو میں جانتا ہی نہیں ہوں۔ اسی لیے اپنے قول یا قیاس کے مطابق نہیں بلکہ قرآن وسنت اور طریقہٗ صحابہ واہل بیت کی اتباع کرتے ہوئے جناب سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے بھی صرف ابتدائے نماز ہی میں رفع یدین کرنے کا فتویٰ دیا تھا۔ اسی طرح امام محمد شیبانی کا فتویٰ بھی اسی پر تھا۔

الحمد للہ رب العالمین ۔ ہر انصاف پسند۔ غیر متعصب شخص کو اچھی طرح معلوم ہو گیا ہوگا کہ مسلک حقہ اہل سنت و جماعت والے قرآن وحدیث کے مقابلے میں کسی امام کی تقلید نہیں کرتے ۔ بلکہ قرآن وسنت کی اتباع میں صرف اپنے امام کی تصریحات

مانتے ہیں۔ جسے فقہ کہتے ہیں۔ یعنی فقہ معاذ اللہ قرآن وحدیث کا مقابل نہیں ہے۔
قرآن وحدیث ہی سے مستفاد ہے۔ لہٰذا مسلک حقہ اہل سنت و جماعت ہی وہ
مہذب ہے جوکہ اطیعو اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔
ما انا علیہ واصحابی پر مکمل واکمل طور پر عمل پیرا ہے۔ اور صحابہ کرام اور اہل
بیت اطہار کے فرامین اور تعامل پر اعتبار کرتے ہوئے صرف ابتدائے نماز ہی میں رفع
یدین کرکے۔ صلوا کما رایتمونی اصلی پر عمل کر رہا ہے۔

ہاں
آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

والسلام علی من اتبع الھدی

دعائے قنوت اور عیدین میں رفع یدین

حضرت ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کی روایت میں۔ وتروں میں دعائے قنوت کے وقت اور
عیدین کی زائد تکبیروں میں بھی رفع یدین کا حکم موجود ہے روایت کے الفاظ ہیں۔
قال ترفع الایدی فی سبع مواطن، فی افتتاح الصلوٰۃ، وفی التکبیر
للقنوت فی الوتر. وفی العیدین، وعند استلام الحجر، وعلی الصفا
والمروۃ، وبجمع وعرفات وعندالمقامین عند المجمرتین۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۷)

امام طحاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔
وقد اجمع الذین یقنتون قبل الرکوع علی الرفع معھا۔

(طحاوی جلد ۲ صفحہ ۱۷۸)

یعنی وتروں میں دعاء قنوت پڑھنے کے وقت رکوع سے پہلے رفع یدین کرنا ایک اجماعی مسئلہ ہے۔

نیز امام بخاری علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں۔

عن عبداللہ بن مسعود انه كان يقرأ في آخر ركعة من الوتر قل هو الله احد .... الخ . ثم يرفع يديه فيقنت قبل الركعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۳۰۷، جزء رفع الیدین امام بخاری)

یعنی جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتروں کی آخری رکعت میں سورۃ قل هو الله احد ... الخ ۔ پڑھا کرتے تھے پھر آپ رفع یدین کرتے۔ پھر رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھا کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

رکوع کا بیان

الغرض قیام کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع کیا جائے گا۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ انه كان يكبر كلما رفع و كلما وضع -

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۸، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۰۹ اوغیرھا)

اور رکوع بھی قیام کی طرح فرائض نماز میں سے ہے۔

رکوع میں ہاتھ کیسے رکھیں

رکوع میں دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے جائیں۔ جیسا کہ جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ امرنا ان نقرب بالا کف علی الرکب و امرنا ان نضع ایدینا علی الرکب۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۰۲، ترمذی جلد ا صفحہ ۳۵، مسند امام اعظم صفحہ ۴۷، بخاری جلد ا صفحہ ۱۰۹، ابوداؤد حدیث ۷۳۱، ۷۳۴ وغیرہ)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم رکوع میں اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھیں اور گھٹنوں کو پکڑ کر رکھیں۔ اور یہی حضور ﷺ کی سنت ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ امکن النبی ﷺ یدیہ من رکبتیہ۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۰۹، ترمذی حدیث ۲۶۰)

اور ہاتھوں کی انگلیوں کو کشادہ رکھا جائے جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

واخرج بین اصابعک۔

(نصب الرایہ جلد ا صفحہ ۳۷۴، طبرانی اوسط، طبرانی کبیر، ابن حبان جلد ۳ صفحہ ۲۷۶، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۵۱)

اور اپنے بازوؤں کو تان کر اپنے پہلوؤں سے جدا رکھیں جیسا کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ووتر یدیہ فنحاھما عن جنبیہ۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۶۵، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۸۵)

اور پشت سیدھی رکھیں اور رکوع میں پشت کو بالکل سیدھا رکھنا چاہیے۔ یعنی سر اور پیٹھ برابر ہونی چاہیے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

رکع النبی ﷺ ثم حصر ظھرہ۔

(بخاری صفحہ ۱۰۹، مسلم جلد ا صفحہ ۱۹۴، نسائی جلد ا صفحہ ۱۶۷

ترمذی جلد ا صفحہ ۳۶، ابن ماجہ صفحہ ۶۳، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۲۴)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے جب رکوع فرمایا تو اپنی پشت کو بالکل جھکا دیا۔ اور سر کے برابر کر دیا۔ نیز ایک روایت کے الفاظ ہیں۔

اذا ركع لم يشخص رأسه ولم يصوبه ولكن بين ذالك۔

اور جناب رسول اللہ ﷺ رکوع میں پشت اس طرح سیدھی فرما لیتے تھے کہ اگر پشت پر پانی بھی رکھ دیا جائے تو وہ نیچے نہ گرے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۶۳، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۲۳)

اور پھر رکوع میں اطمینان سے رک جائیں۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ ثم اركع حتى تطمئن راكعا

(بخاری صفحہ ۱۰۵، مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۰، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۲۴، ترمذی جلد ا صفحہ ۴۰، نسائی جلد ا صفحہ ۱۹۴، ابن ماجہ صفحہ ۷۵ وغیرہ)

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اجعل بصرك حيث تسجد۔

(سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۸۴ وغیرہ)

یعنی رکوع میں اپنی نظر کو اپنے سجدے والی جگہ پر رکھیں۔

رکوع کی تسبیح

اور رکوع میں اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر کم از کم تین بار تسبیح یعنی سبحان ربي العظيم کہی جائے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ تھا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۶۴، نسائی جلد ا صفحہ ۱۶۰، ابو داؤد جلد ا صفحہ ۱۲۷،

مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۱۵۵، دارمی صفحہ ۳۴۱ وغیرہ)

اور تین بار تسبیح کہنا اس کی کم از کم مقدار ہے۔ زیادہ بھی کہی جاسکتی ہے۔

جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ ذالک ادناہ۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۳۵)

پہلے جناب رسول اللہ ﷺ رکوع و سجدہ میں کئی طرح کی دعائیں پڑھتے رہتے تھے۔ لیکن جب فسبح باسم ربک العظیم کی آیت کریمہ نازل ہوئی۔ تو آپ ﷺ نے یہ تسبیح رکوع میں پڑھنے کا حکم فرمایا دیا۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ لما نزلت فسبح باسم ربک العظیم قال رسول الله ﷺ اجعلوها فی رکوعکم. فلما نزلت سبح اسم ربک الاعلی قال رسول الله ﷺ اجعلوها فی سجودکم۔

(ابو داؤد جلد ا صفحہ ۱۲۶، مستدرک امام حاکم جلد ا صفحہ ۲۲۵، صحیح ابن حبان جلد ۳ صفحہ ۱۸۵، ابن ماجہ صفحہ ۶۴، دارمی صفحہ ۱۵۵)

رکوع اور سجدہ میں قرآن نہ پڑھیں

رکوع اور سجدہ میں قرآن پاک نہیں پڑھنا چاہیے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

قال النبی ﷺ انی نهيت ان اقرأ القرآن راكعا او ساجدا فاما الركوع فعظموا فيه الرب ۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۶، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۵۹)

جب بندہ رکوع میں ہو تو چاہیے کہ بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھے۔

جیسا کہ سنت مصطفوی ﷺ ہے۔ عبارت پہلے گزر چکی ہے۔

(داری صفحہ ۱۵۵، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۱، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۵۹، صحیح ابن حبان جلد ۳ صفحہ ۲۷۶، مصنف عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۵۱، ترمذی جدید حدیث ۲۶۰)

اور گھٹنوں پر رکھے ہوئے ہاتھوں کی انگلیاں جدا جدا ہونی چاہئیں۔

روایت کے الفاظ پہلے مذکور ہو چکے ہیں۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲۶، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۵۹، آثار السنن صفحہ ۲۲۰، صحیح ابن حبان جلد ۳ صفحہ ۲۷۶، مصنف عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۵۱)

قومہ کا بیان

اور جب بندہ کم از کم تین دفعہ اطمینان سے رکوع میں **سبحان ربی العظیم** (پاک ہے رب میرا جو بڑی عظمت والا ہے) کہہ لے۔ تو امام اور منفرد **سمع اللہ لمن حمدہ** (ترجمہ:۔ سنی اللہ نے۔ جس نے تعریف کی اس کی) (یعنی تسمیع) کہتا ہوا اٹھے اور سیدھا کھڑا ہو جائے (یعنی قومہ) جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ تھا۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ **فلما رفع راسہ ﷺ من الرکعة (ای الرکوع) قال سمع اللہ لمن حمدہ۔**

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۹، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

اور یہ نماز کے واجبات میں سے ہے۔

قومہ میں مقتدی کیا کہے

اور جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے اس کے لئے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا لازمی نہیں ہے۔ (ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۲۳)

بلکہ امام سمع اللہ لمن حمدہ کہے۔ اور مقتدی ربنا لک الحمد (تحمید) کہہ لے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

اذا قال الامام سمع اللہ لمن حمدہ. فقولوا اللھم ربنا لک الحمد۔

(بخاری صفحہ ۱۰۱، ۱۰۹، مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۶)

منفرد اور مقتدی تو ربنا لک الحمد کہے گا ہی لیکن اگر امام بھی ربنا لک الحمد کہہ لے تو بھی بہتر ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے امام ہوتے ہوئے بھی ربنا لک الحمد کہا ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ کان رسول اللہ ﷺ اذا رفع ظھرہ من الرکوع قال سمع اللہ لمن حمدہ . اللھم ربنا لک الحمد...الخ۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۲۳، نسائی جلد ا صفحہ ۱۶۲، ابن ماجہ صفحہ ۶۳،
ترمذی صفحہ ۳۶، بخاری جلد ا صفحہ ۱۱۰، مسلم جلد ا صفحہ ۱۶۹)

ایک مفید نکتہ

ایک مرتبہ ایک صحابی نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے قومہ میں۔

ربنا لک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ۔

ترجمہ:۔ اے اللہ تیرے لیے ہی حمد ہے بہت زیادہ پاکیزہ اور برکت والی۔ کہہ دیا۔ تو

نماز کے بعد حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو دیکھا کہ وہ اس کا ثواب لکھنے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کرنے کی کوشش کر رہے تھے روایت کے الفاظ ہیں۔ فقال رجل وراءہ ﷺ ربنا لک الحمد حمد کثیرا طیبا مبارکا فیہ . فلما انصرف قال من المتکلم آنفا. قال انا. قال رأیت بضعة وثلاثین ملکا یبتدرو نھا ایھم یکتب اول ۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۰، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۱۲ وغیرہ)

لہٰذا یہ الفاظ زیادہ کر لینے بھی بہتر ہیں۔ ثابت ہوا کہ شریعت کی حد میں رہتے ہوئے نفلی عبادت میں اپنی طرف سے بھی کچھ اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب بھی ملتا ہے۔ جیسا کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اپنی طرف سے ہی تلبیہ میں بھی اضافہ فرمالیا کرتے تھے۔ (بخاری وغیرہ)

لیکن امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔ اب کوئی بھی اور کہیں بھی دوران نماز دوبارہ رفع یدین نہیں کرے گا۔ جیسا کہ مفصل طور پر بیان کیا جاچکا ہے۔

رکوع میں ملنے والے مقتدی کی رکعت

اگر امام رکوع میں ہو۔ اور کوئی آدمی بعد میں آئے۔ تو اگر بعد میں ملنے والا نمازی امام کے سر اٹھانے سے پہلے پہلے رکوع میں مل جائے تو اس کی یہ رکعت ہو جائے گی۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۸، صحیح ابن خزیمہ جلد ۳ صفحہ ۴۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۴۵، طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۲۷۱، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲۹)

اس مسئلہ کا مفصل بیان "مدرک رکوع۔ مدرک رکعت ہے" کے تحت بیان کیا جاچکا ہے

سجدے کا بیان

اب اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدے میں جائیں۔ اس طرح کہ پہلے گھٹنے زمین پر رکھیں۔ پھر ہاتھ۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ تھا۔ روایت کے الفاظ ہیں

روایت رسول اللہ ﷺ اذا سجد یضع رکبتیه قبل یدیه۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۶، صحیح ابن خزیمہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۹، مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۲۶، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲۲، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۶۵، دارمی صفحہ ۲۴۵، ابن ماجہ صفحہ ۶۳، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۷۷ وغیرہ)

اور پھر چہرے کو (ناک اور پیشانی) دونوں ہاتھوں کے درمیان کانوں کے برابر رکھیں۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ تھا۔ روایت کے الفاظ ہیں

کان النبی ﷺ یضع وجهه اذا سجد بین کفیه حذاء اذنیه۔

(مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۲۷، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۱۵۱، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۳، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۶۶، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ امرت ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبهة والیدین والرکبتین واطراف القدمین۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۲، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۳ وغیرہ)

یعنی مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں۔ (۱) چہرہ (ناک اور پیشانی) (۲-۳) دونوں ہاتھ (۴-۵) دونوں گھٹنے اور (۶-۷) دونوں قدم۔

نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ کی آگ سجدے کے مقام کو نہیں جلا سکتی۔روایت کے الفاظ ہیں۔حرم الله على النار ان تاكل اثر السجود۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۱۱، نسائی جلد ا صفحہ ۱۷۱)

نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے اعضائے سجدہ بیان فرماتے ہوئے پیشانی کے ساتھ ناک کو بھی شامل فرمایا ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ امرت ان اسجد على سبعة اعظم على الجبهة واشار بيده على انفه ... الخ۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۱۲)

اور آپ ﷺ خود بھی ناک کو لازماً زمین پر لگاتے تھے۔چاہے نیچے کیچڑ ہی کیوں نہ ہوتا۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ فامطرنا فصلى بنا النبي ﷺ حتى رأيت اثر الطين والماء على جبهة رسول الله ﷺ وارنبته۔

(بخاری صفحہ ۱۱۲، مسلم جلد ا صفحہ ۲۷۰)

لہٰذا اگر کوئی آدمی سجدہ میں ناک کو زمین پر نہیں لگاتا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

روایت کے الفاظ ہیں۔

قال النبي ﷺ لاصلوٰة لمن لا يمس انفه الارض مايمس الجبين۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۰۴)

نیز سجدہ میں بازو زمین پر بچھے ہوئے نہ ہوں۔حضور ﷺ نے اس پر بڑے غصے کا اظہار فرمایا ہے۔فرمایا۔ولا يبسط احدكم ذراعيه انبساط الكلب۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۱۳، مسلم جلد ا صفحہ ۱۹۳، نسائی جلد ا صفحہ ۱۶۷،

(ابن ماجہ صفحہ ۶۴، ترمذی جلد ا صفحہ ۳۷، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۳۰)

...تم میں سے کوئی شخص سجدے میں کتے کی طرح بازو زمین پر نہ بچھائے۔

(فلا یفترش یدیہ افتراش الکلب) اور بازوؤں کو پہلوؤں سے بھی جدا رکھے۔

...روایت کے الفاظ ہیں۔ ان رسول اللہ ﷺ کان اذا سجد فرج یدیہ عن ...بطیہ۔ وتجاف عن ضبعیک فانک اذا فعلت ذالک سجد کل ...عضو معک منک۔

(صحیح ابن خزیمہ جلد ا صفحہ ۳۲۳، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۰۷، ترمذی جلد ا صفحہ ۳۶، مشکوٰۃ صفحہ ۲۵، مسلم جلد ا صفحہ ۱۹۴، مستدرک امام حاکم جلد ا صفحہ ۲۲۷)

...مرد کے تمام اعضاء ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانے چاہئیں۔ یعنی کہنیاں زمین ...پر نہ لگی ہوں۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ وارفع مرفقیک۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۹۴)

...اور بازو پہلوؤں سے جدا ہوں۔ پیٹ رانوں سے لگا ہوا نہ ہو۔ (واذا سجد فرج ...بین فخذیہ غیر حامل بطنہ علی شیئی من فخذیہ) رانیں پنڈلیوں سے لگی ...ہوئی نہ ہوں۔ اور ہاتھوں اور پیروں کی انگلیاں بھی سیدھی قبلہ رخ ہوں۔

...روایت کے الفاظ ہیں۔ واستقبل باطراف اصابع رجلیہ القبلۃ۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۱۴)

...البتہ اگر بھیڑ زیادہ ہو اور جگہ تنگ ہو۔ (فلیسجدہ علی ظھر اخیہ)

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۶۵)

...تو اپنے سے اگلے نمازی کی پشت پر بھی سجدہ کرنا جائز ہے۔

عورت کے سجدہ کی کیفیت

لیکن عورت کے لئے حضور ﷺ کا حکم یہ ہے کہ وہ سجدہ میں پشت کو بلند نہ کرے اور سمٹ کر زمین کے ساتھ لگ کر سجدہ کرے (یعنی مرد کے برخلاف اس کی پنڈلیاں رانوں سے اور رانیں پیٹ سے اور بازو پہلوؤں سے لگے ہوئے ہوں)۔

حدیث شریف میں ہے۔ ان رسول الله ﷺ مر علی امرأتین تصلیان . فقال ﷺ اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی الارض فان المرأة لیست فی ذالک کالرجل۔

(مراسیل ابی داؤد صفحہ ۸)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا گزر دو عورتوں کے پاس سے ہوا جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کو زمین کے ساتھ لگا کر سجدہ کیا کرو، کیونکہ اس معاملہ میں عورت کے لئے مرد کی طرح (سجدہ میں پشت کو بلند کرنے) کا حکم نہیں ہے۔

نیز علامہ عبدالحی لکھنوی نقل فرماتے ہیں۔ اخرج البیهقی مرفوعا اذا سجدت المرأة الصقت بطنها بفخذیها کاستر مایکون لها۔

(عمدۃ الرعایہ جلد ا صفحہ ۱۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۷۰)

نیز روایات کے الفاظ ہیں۔ عن ابن عباس انه سئل عن صلوة المرأة فقال تجتمع وتحتفر. عن ابراهیم قال اذا سجدت المرأة فلتضم فخذیها ولتضع بطنها علیها. عن مجاهد انه کان یکره ان یضع الرجل بطنه

علی فخذیہ اذا سجد کما تصنع المرأۃ . عن الحسن قال المرأۃ

تضطم فی السجود. عن ابراھیم قال اذا سجدت المرأۃ فلتذق بطنھا

بفخذیھا ولا ترفع عجیزتھا ولا تجافی کما یجا فی الرجل ۔وغیرہ۔

اور پاؤں سیدھے کھڑے ہوں۔جیسا کہ جنابِ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ عن عائشۃ ... فوقعت یدی علی بطن قدمہ وھو

فی المسجد وھما منصوبتان ۔

(مسلم جلد۱ صفحہ۱۹۲، نسائی جلد۱ صفحہ۱۲۶، ترمذی جلد۱ صفحہ۳۷)

نیز حضور ﷺ کا فرمان ہے۔کہ ہاتھوں کا بھی اسی طرح سجدہ ہوتا ہے۔جس طرح

کہ چہرے کا سجدہ ہوتا ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ ان الیدین تسجدان کما یسجد الوجہ. فاذا وضع

احدکم وجھہ فلیضع یدیہ ۔

(ابوداؤد جلد۱ صفحہ۱۳۰)

بلکہ آپ ﷺ نے فرمایا۔کہ ساتوں اعضاء کا بھی سجدہ ہوتا ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔اذا سجد العبد سجد معہ سبعۃ آراب (ای

الاعضاء) وجھہ، وکفاہ، ورکبتاہ وقدماہ۔

(ابن ماجہ صفحہ۶۴)

لہذا لازمی ہے۔کہ سجدہ میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بھی قبلہ رخ ہی ہوں۔کیونکہ سجدہ

تو قبلہ رخ ہو کر ہی کیا جاتا ہے۔

معراج مومن

ویسے تو تمام نماز ہی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ ہے۔

لیکن فرمان خداوندی ہو اسجد واقترب۔ (علق ۱۹)

اور فرمان نبوی ﷺ۔ اقرب مایکون العبد من ربه وهو ساجد۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۲۷)

کے مطابق سجدہ میں انسان سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہوتا ہے۔

انسان کی معراج یہی ہے۔ کہ اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے۔ اور سجدہ میں انسان کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا ایک مومن کی معراج یہی ہے۔ کہ اس کا سر اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکا ہوا ہو۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے   ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

جو شخص سچے دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور اپنا سر نیاز جھکا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے مخلوق کے سامنے جھکنے سے محفوظ فرما دیتا ہے۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ   کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

بہر حال حالت سجدہ میں اطمینان کے ساتھ ٹھہر کر کم از کم تین دفعہ سبحان ربی الاعلی (پاک ہے میرا رب جو بڑی بلند شان کا مالک ہے) کہا جائے گا۔

(ابن ماجہ صفحہ ۶۴، نسائی جلد ا صفحہ ۱۶۰، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۲۷، ترمذی جلد ا صفحہ ۳۵)

حضور ﷺ کا آگے کی طرح پیچھے بھی دیکھنا

رکوع اور سجدہ اطمینان سے اور صحیح طریقہ سے کرنا چاہیے۔ جناب رسول اللہ ﷺ

نے صحابہ کو فرمایا تھا۔ واللہ ما یخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم انی

اراکم من وراء ظھری۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۰۰)

خدا کی قسم تمہارے رکوع (اور تمہارے سجدے) اور تمہارا خشوع۔ مجھ سے پوشیدہ نہیں

ہے۔ میں (جس طرح آگے دیکھتا ہوں اسی طرح) پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

سبحان اللہ واللہ اکبر

جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔ جو شخص رکوع اور سجدہ کو صحیح طریقہ سے ادا نہیں

کرتا اس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

لا تجزی صلوٰۃ الرجل حتی یقیم ظھرہ فی الرکوع والسجود۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۲۴، ترمذی جلد ا صفحہ ۳۶، نسائی جلد ا صفحہ ۱۶۷، ابن ماجہ صفحہ ۶۳)

اسی لیے ایک آدمی نے نماز پڑھی اور اس میں رکوع اور سجدہ کو صحیح طریقہ سے ادا نہ کیا تو

جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے نماز دوبارہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔

(بخاری صفحہ ۱۰۵، ۱۰۹، مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۰، ترمذی جلد ا صفحہ ۴۰،

ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۲۴، نسائی جلد ا صفحہ ۱۹۴، ابن ماجہ صفحہ ۷۵، داری

صفحہ ۱۵۸، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۵، ۱۲۲، وغیرہ)

سب سے برا چور

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ سب سے برا چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرتا

ہے۔ عرض کی گئی آقا ﷺ نماز کی چوری سے کیا مراد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو

شخص رکوع اور سجدہ کو صحیح طریقہ سے ادا نہیں کرتا وہ نماز کا چور ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ اسوء الناس سرقة الذی یسرق من صلوٰة . قالوا یا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وکیف یسرق من صلوته. قال لایتم رکوعها ولا سجودها ۔

(مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۷۵، مسند امام احمد، جلد ۵ صفحہ ۱۰۸)

امام سے سبقت نہ کرو

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لا تبادرِ و الامام .

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۷)

نیز فرمایا۔ فان الامام یرکع قبلکم ویرفع قبلکم۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۴)

فلا تسبقونی بالرکوع ولا بالسجود ولا بالقیام ولا بالا نصراف۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۰)

یعنی امام سے پہلے کوئی کام بھی نہ کرو۔ امام پہلے رکوع میں جائے۔ پھر تم رکوع میں جاؤ اور امام پہلے سر اٹھائے۔ تم بعد میں اٹھاؤ۔ بلکہ ایک جگہ تو آپ ﷺ نے یہاں تک فرما دیا کہ امام سے پہلے سر اٹھانے والے کو ڈرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سا نہ بنا دیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ اما یخشی الذی یرفع رأسه قبل الامام ان یحول الله رأسه رأس حمار ۔

(بخاری صفحہ ۹۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۰، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۹۱، ابن ماجہ صفحہ ۶۹)

جلسہ کا بیان

اطمینان سے سجدہ میں کم از کم تین بار تسبیح پڑھ لینے کے بعد (اگر امام ہے تو کچھ زیادہ پڑھ لے تاکہ مقتدی آسانی سے کم از کم تین بار تو پڑھ لیں) اللہ اکبر کہتے ہوئے پہلے پیشانی۔ پھر ناک اور پھر ہاتھ اٹھا کر بالکل صحیح بیٹھ جائیں۔

جیسا کہ حضور ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔

وکان یفرش رجله الیسری و ینصب رجله الیمنی۔

یعنی آپ ﷺ دایاں پاؤں کھڑا کر کے اور بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھتے تھے۔

اور کم از کم ایک تسبیح کی مقدار بیٹھ کر پھر دوسرے سجدے کے لئے جھکیں۔ بلکہ بہتر ہے کہ حضور ﷺ کی سنت مقدسہ کے مطابق دونوں سجدوں کے درمیان کوئی منسون دعا بھی پڑھ لیں۔ یا کم از کم دوبار **رب اغفرلی** (اے اللہ میری غلطیاں معاف فرما دے) پڑھ لیں۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۷۲، دارمی صفحہ ۲۴۶)

دونوں سجدوں کے درمیان کچھ پڑھنے سے اطمینان سے بیٹھنا بھی نصیب ہو جائے گا۔

اور دوسرا سجدہ بھی پہلے سجدہ ہی کی طرح نہایت اطمینان اور تسلی سے تمام شرائط مذکورہ بالا پورے کرتے ہوئے ادا کریں۔

جلسۂ استراحت نہ کریں

اور پھر دوسرے سجدے سے اٹھتے ہوئے بھی۔ اگر کوئی شرعی عذر نہیں ہے تو پہلے دونوں

ہاتھ اٹھائیں۔ پھر دونوں گھٹنے اٹھائیں اور اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ کی سنت مقدسہ ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ واذا نهض رفع يديه قبل ركبتيه۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲۹، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۶۷، ابن ماجہ صفحہ ۶۳، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۶۵ وغیرہ)

بعض لوگ دونوں سجدوں سے اٹھ کر ایک بار صحیح طور پر بیٹھ جاتے ہیں۔ یعنی جلسۂ استراحت کرتے ہیں۔ پھر کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔

اس مسئلہ کے بارے میں چند صحیح، صریح اور مرفوع احادیث ملاحظہ فرمائیں

حضور ﷺ کا طریقہ مبارکہ

☆ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تستوى وتطمئن جالسا ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تستوى قائما۔

(بخاری صفحہ ۱۰۵، ۱۰۹، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۰، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۴۰، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲۴، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۴، ابن ماجہ صفحہ ۷۵، سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۲، دارمی صفحہ ۱۵۸ وغیرہ)

یعنی جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ پھر تو اطمینان کے ساتھ سجدہ کر۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا۔ حتی کہ سیدھا ہو کر بیٹھ جائے۔ پھر اطمینان کے ساتھ دوسرا سجدہ کر۔ پھر

دوسرے سجدے سے سر اٹھا اور سیدھا کھڑا ہو جا۔

☆ نیز جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا اپنا طریقہ مبارکہ بھی یہی تھا۔

کان النبی ﷺ ینھض فی الصلوۃ علی صدور قدمیہ۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۸، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۴)

کہ آپ ﷺ دونوں سجدوں کے بعد قدموں کے پنجوں کے بل اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ یعنی دونوں سجدوں کے بعد ایک بار کچھ دیر بیٹھ کر پھر کھڑے نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ سجدے سے اٹھ کر پنجوں کے بل ہی اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

امام ترمذی کا تبصرہ

امام ترمذی فرماتے ہیں۔ حدیث ابی ھریرۃ. علیہ العمل عند اھل العلم یختارون ان ینھض الرجل فی الصلوۃ علی صدور قدمیہ۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۸)

یعنی۔ اکثر اہل علم کا جناب ابوہریرہ کی اسی روایت پر عمل ہے۔ اس لئے انہوں نے اسی بات کو اختیار فرمایا ہے کہ آدمی نماز میں قدموں کے پنجوں کے بل ہی اٹھ کر کھڑا ہو جائے۔ (اور جلسہ استراحت نہ کرے)۔

☆ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص نے بے احتیاطی سے نماز پڑھی تو آپ ﷺ نے اسے نماز کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا۔ اذا قمت الی الصلوۃ ... ثم اسجد حتی تطمئن ساجدا ثم ارفع حتی تستوی قائما۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۵، ۱۰۹، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۰، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۴۰، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۲۴، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۴، ابن ماجہ صفحہ ۷۵، داری صفحہ ۱۵۸، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۵، احکام الاحکام صفحہ ۷۳، سنن صغریٰ بیہقی جلد ۱ صفحہ ۱۱۸، مصنف ابن شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۲۲، شعار الاصحاب الحدیث، حاکم صفحہ ۴۵، شرح مشکل الآثار جلد ۱۵ صفحہ ۳۵۶، مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۳۴۰، طبرانی کبیر جلد ۵ صفحہ ۳۶، التمہید ابن عبدالبر جلد ۹ صفحہ ۱۸۳، جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

☆ جناب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

کان النبی ﷺ ینھض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ ۔

(جامع ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۱۱، شرح السنہ بغوی جلد ۳ صفحہ ۱۶۶، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۴، طبرانی اوسط جلد ۳ صفحہ ۳۲۰، کامل ابن عدی جلد ۳ صفحہ ۶)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں اپنے پنجوں کے بل اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے (اور جلسۂ استراحت نہیں فرمایا کرتے تھے)

امام ترمذی کا تبصرہ

اس حدیث کے تحت امام ترمذی فرماتے ہیں۔ **علیہ العمل عند اھل العلم. یختارون ان ینھض الرجل فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ۔**

(جامع ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۱۱)

یعنی اہل علم کا اسی طریقہ پر ہی عمل ہے کہ وہ نماز میں اپنے قدموں کے اگلے حصے یعنی پنجوں پر زور دے کر ہی اٹھتے ہیں (اور جلسہ استراحت نہیں کرتے)

جناب ابو مالک اشعری کی گواہی

☆ جناب ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے زن و مرد اور بچوں کو جمع کیا اور فرمایا آؤ میں تمہیں جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ سکھاؤں۔

چنانچہ۔ ثم کبر فسجد ثم کبر فانتهض قائما۔

(مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۳۴۲، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۳۰)

تکبیر کہی۔ اور سجدہ کیا۔ پھر آپ نے تکبیر کہی اور دوسرے سجدے سے سر اٹھایا اور سیدھے کھڑے ہو گئے۔ (یعنی جلسہ استراحت نہ کیا)۔ جب آپ نماز مکمل کر چکے تو فرمایا۔ یہ ہے جناب رسول اللہ ﷺ کی وہ نماز جو آپ ﷺ نے ہمیں پڑھائی تھی۔

☆ محدث نیموی فرماتے ہیں۔ واسنادہ حسن۔ (آثار السنن صفحہ ۲۳۶)

یعنی اس روایت کی اسناد بھی حسن ہے۔

چند اور صحابہ کی گواہی

☆ جناب عباس بن سہل الساعدی فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسی مجلس میں تھا۔ جس میں میرے والد ماجد (جناب سہل بن سعد الساعدی) جو کہ صحابی رسول ہیں وہ بھی موجود تھے۔ نیز اس مجلس میں جناب ابو ہریرہ، جناب ابو حمید الساعدی، جناب ابو اسید (اور دیگر کئی صحابہ) رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی موجود تھے۔ ان سب کے سامنے آپ نے جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان فرمایا۔

اس میں آپ نے یہ بھی بیان فرمایا۔ ثم کبر فقام ولم یتورک ۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۰۷، آثار السنن صفحہ ۲۳۴،

شرح مشکل الآثار طحاوی جلد ۱۵ صفحہ ۳۵۲)

پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور سجدہ فرمایا۔ پھر تکبیر کہی اور سجدہ سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو گئے۔ اور آپ ﷺ دونوں سجدوں سے اٹھ کر بیٹھے نہیں۔ یعنی جلسہ استراحت نہیں فرمایا۔

☆ محدث نیموی فرماتے ہیں۔ واسنادہ صحیح ۔ (آثار السنن صفحہ ۲۳۵)

یعنی اس روایت کی اسناد بھی صحیح ہیں۔

☆ جناب مالک بن حویرث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سجدوں کے بعد تھوڑی دیر ٹھہرے۔ راوی حدیث جناب ایوب سختیانی (عظیم تابعی متوفی ۱۳۱ھ) فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمرو بن سلمہ جیسی نماز پڑھی اور کان یفعل شیأ لم ارھم یفعلونہ۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۱۳)

☆ جناب عمرو بن سلمہ ایک ایسا کام کرتے تھے جو (۱۳۱ھ تک) میں نے کسی اور کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔

معلوم ہوا کہ ۱۳۱ھ تک جلسہ استراحت کا کوئی رواج نہیں تھا۔

تمام صحابہ کرام کا طریقہ

☆ پانچ سو صحابہ کرام علیھم الرضوان کی زیارت کرنے والے عظیم تابعی۔ جناب امام

شعبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ان عمر و علیا واصحاب رسول الله ﷺ کانوا ینهضون فی الصلوٰة علی صدور قدمیه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۹۴، جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

کہ جناب عمر فاروق، جناب علی المرتضیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کے (تمام) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (کیونکہ آپ نے کسی صحابی کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ بمطابق قاعدہ امام بخاری) نماز میں قدموں کے بل ہی اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ یعنی صحابہ کرام جلسہ استراحت نہیں فرمایا کرتے تھے۔

☆ جناب یزید بن زیاد بھی بیان فرماتے ہیں۔

کان علی ینهض فی الصلوٰة علی صدور قدمیه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۹۴)

کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نماز میں پاؤں کے پنجوں کے بل ہی اٹھ کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ (اور جلسۂ استراحت نہیں فرماتے تھے)

تو کیا صحابہ کرام بالخصوص جناب عمر فاروق اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جناب رسول اللہ ﷺ کی نماز کے طریقہ سے ناواقف تھے۔ العیاذ بالله۔

☆ جناب نعمان بن ابی عیاش فرماتے ہیں۔ ادرکت غیر واحد من اصحاب النبی ﷺ فکان اذا رفع راسه من السجدة فی اول رکعة والثالثة قام کما هو ولم یجلس۔

(الدرایہ جلد ا صفحہ ۱۴۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۹۵، التمہید ابن عبد البر جلد ۱۹ صفحہ ۲۵۴)

کہ میں نے بہت سے صحابہ کرام کی زیارت کی ہے وہ تمام صحابہ کرام جب پہلی رکعت کے بعد۔ یا تیسری رکعت کے بعد اٹھتے تھے۔ تو بس سیدھے ہی کھڑے ہو جاتے تھے۔ سجدوں کے بعد اٹھ کر بیٹھتے نہیں تھے۔ یعنی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔

☆ امام نیموی فرماتے ہیں۔ واسنادہ حسن۔ (آثار السنن صفحہ ۲۳۶)

☆ مشہور صحابیٔ رسول جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا طریقہ بھی یہی تھا۔

ینهض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیه۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۶۶، طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۲۶۶، جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۷۸، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۳۶، سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

کہ آپ (دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے) نماز میں پاؤوں کے بل ہی اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ (یعنی جلسہ استراحت نہیں فرماتے تھے)۔

☆ جناب خثیمہ بن عبدالرحمان فرماتے ہیں۔

رأیت عبدالله بن عمر یقوم علی صدور قدمیه۔

(سنن الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۲۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۹۶، جوہر النقی جلد ۱ صفحہ ۱۲۵)

میں نے جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ آپ (دوسری یا چوتھی رکعت کے لئے اٹھتے وقت بیٹھا (جلسہ استراحت) نہیں کرتے تھے۔ بلکہ آپ قدموں کے پنجوں پر ہی اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

☆ جناب عطیہ عوفی بیان فرماتے ہیں۔

رایت ابن عمر و ابن عباس و ابن زبیر و ابا سعید الخدری رضی الله عنهم یقومون علی صدور اقدامهم فی الصلوٰۃ۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

کہ میں نے جناب عبداللہ بن عمر، جناب عبداللہ بن عباس، جناب عبداللہ بن زبیر اور جناب ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جلیل القدر صحابہ کرام) کو دیکھا کہ آپ سب (دوسری اور چوتھی رکعت کو اٹھتے ہوئے) نماز میں پاؤں کے پنجوں ہی کے بل اٹھ کر کھڑے ہوا کرتے تھے۔ (یعنی آپ جلسۂ استراحت نہیں کیا کرتے تھے)۔

☆ جناب وہب بن کیسان بھی فرماتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما دو سجدوں کے بعد پنجوں ہی کے بل اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ اذا سجد سجدۃ الثانیۃ قام کما ھو علی صدور قدمیہ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۹۴) واسنادہ صحیح (آثار السنن صفحہ ۲۳۷)

ائمہ کرام کا فتویٰ

حضرت ابوزناد فرماتے ہیں سنت یہی ہے کہ سجدوں کے بعد سیدھا کھڑا ہو جائیں اور جلسہ استراحت نہ کریں۔

(جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

امام مالک، امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، امام اعظم ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راہویہ رحمہم اللہ بھی (سنت مصطفےٰ اور سنت صحابہؓ و تابعین کے مطابق) یہی کہتے ہیں کہ سجدوں کے بعد جلسہ استراحت نہ کیا جائے۔ اور سیدھا کھڑے ہو جائیں

نیز امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ واکثر الاحادیث علی ھذا۔

(جوہر النقی علی البیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

کہ زیادہ احادیث اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جلسہ استراحت نہ کیا جائے۔ اور سجدوں کے بعد سیدھے اٹھ کر کھڑے ہو جائیں۔

اور نوادر الفقہاء میں ہے کہ امام شافعی کے سوا تمام فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ دوسری اور چوتھی رکعت کے لئے اٹھتے وقت ویسے ہی اٹھ کر کھڑے ہو جائیں۔ اور جلسہ استراحت نہ کریں۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

اجمعوا انہ اذا رفع راسہ من آخر سجدۃ من الرکعۃ الاولیٰ والثالثۃ نہض ولم یجلس الاالشافعی۔

(جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵)

امام الوہابیہ کا اعتراف

مخالفین حضرات کے من بھاتے محدث۔ ابن قیم الجوزی۔ (جن سے مشکل وقت میں اہلحدیث محدثین مدد بھی مانگا کرتے ہیں۔ دیکھو ہدیۃ المہدی صفحہ ۲۳ وغیرہ) رقمطراز ہیں۔ ابن عجلان کی روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ پاؤں کے پنجوں کے بل ہی اٹھ کر کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ اور بہت سے صحابۂ کرام۔ اور وہ شخصیات جنہوں نے نبی کریم ﷺ کی نماز کا طریقہ بیان فرمایا ہے۔ ان میں سے جناب مالک بن حویرث اور جناب ابوحمید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ کسی نے بھی جلسۂ استراحت کا ذکر نہیں فرمایا۔ (حضرت مالک بن حویرث کی روایت کے راوی نے خود

نے جلسہ استراحت کی نفی کردی ہے۔ دیکھو بخاری جلد اصفحہ ۱۱۳)۔

اگر آپ ﷺ ہمیشہ جلسہ استراحت فرمایا کرتے تو تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ ﷺ کے اس طریقے کو نقل فرماتے۔ اور کبھی کبھار آپ ﷺ کا ایسا کرنا اس کا مسنون ہونا ثابت نہیں کرتا۔ جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ آپ ﷺ نے اس طریقہ کو ہمیشہ اپنایا ہوا تھا۔ اور اگر نبی اکرم ﷺ نے کبھی کسی مجبوری کی وجہ سے ایسا کیا ہو تو اس سے یہ طریقہ سنت نہیں بنتا۔ اور یہ اس مسئلہ یعنی جلسہ استراحت کے متعلق صحیح اور بہترین تحقیق ہے۔

(زاد المعاد جلد اصفحہ ۶۱)

امام طحاوی علیہ الرحمہ نے بھی شرح معانی الآثار میں ایسا ہی بیان فرمایا ہے۔

علامہ ابن عبدالبر کا فیصلہ

آپ جلسہ استراحت کے بارے میں صحابہ کرام، تابعین عظام اور ائمہ فقہاء کا فیصلہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ سجدہ سے قیام کے لئے اٹھنے کے طریقہ میں فقہاء میں اختلاف ہے۔ امام مالک، امام اوزاعی، امام سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کا فرمان ہے کہ نمازی اپنے قدموں کے بل سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اور جلسۂ استراحت نہ کرے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ ابن عمر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اسی طرح ہی مروی ہے۔ جناب نعمان بن عیاش نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے بے شمار صحابہ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو دیکھا کہ وہ اسی طرح ہی کیا کرتے تھے۔ ابو الزناد نے فرمایا کہ یہی طریقہ سنت ہے۔ اور یہی امام احمد

بن حنبل، امام اسحاق بن راھویہ (امام بخاری کے استاذ) کا فرمان ہے۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ اکثر احادیث اس پر ہی دلالت کرتی ہیں۔ اور اثرم نے فرمایا کہ میں نے حضرت امام احمد بن حنبل کو دیکھا کہ وہ سجدہ کے بعد قدموں کے بل کھڑے ہوا کرتے تھے اور جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر، ابوسعید خدری، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہ تمام صحابہ بھی قدموں کے اگلے حصے پر زور دیتے ہوئے ہی کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اور جلسہ استراحت نہیں فرمایا کرتے تھے۔

تابعین کرام کا طریقہ

جناب ابن عمیر، جناب ابراہیم نخعی، امام زہری اور جناب عبدالرحمان ابی لیلیٰ رحمہم اللہ بھی جلسہ استراحت نہیں کرتے تھے۔ بلکہ دو سجدوں کے بعد پنجوں ہی کے بل اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۹۴)

بہرحال جناب رسول اللہ ﷺ کا اپنا معمول (سنت) بھی یہی تھا کہ آپ ﷺ بلا عذر۔ جلسہ استراحت نہیں فرمایا کرتے تھے۔ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا معمول بھی یہی تھا۔ تابعین کرام علیہ الرحمہ اور سوائے امام شافعی کے تمام فقہاء کرام علیہ الرحمہ بھی جلسہ استراحت نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ دونوں سجدوں کے بعد سیدھے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

لہٰذا تندرست آدمی کے لئے سجدوں کے بعد اٹھنے کا سنت طریقہ تو یہی ہے کہ اٹھتے

ہوئے ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سہارا نہ بنائے۔ بلکہ سجدے سے اٹھتے وقت۔ پہلے چہرہ پھر ہاتھ اور پھر گھٹنے زمین سے اٹھائے۔ اور ہاتھوں کو رانوں پر رکھ کر رانوں پر سہارا لیتے ہوئے اٹھ کر کھڑا ہو جائے۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۴۲، ۱۳۲، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۷۷،

زادالمعاد جلد ا صفحہ ۶۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۹۵)

ہاں اگر کوئی شخص بوڑھا یا بیمار ہو تو اس کے لئے اجازت ہے کہ وہ پنجوں کے بل اٹھنے کے بجائے ہاتھوں کے سہارے سے بھی اٹھ سکتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۳۹۵)

بغیر مجبوری کے ہاتھوں کے سہارے اٹھنے سے حضور ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۴۲)

ہر سجدہ فرض ہے

نیز یاد رہے کہ دونوں سجدے علیحدہ علیحدہ فرض ہیں۔ اگر ایک سجدہ بھی رہ گیا تو نماز نہیں ہوگی۔ اور اگر غلطی سے ایک سجدہ رہ گیا۔ تو آئندہ کی رکعت میں تین سجدے کر لیں اور آخر میں سجدہ سہو کر لیں۔ سجدہ میں یہ احتیاط اور خیال رہے کہ اگر ایک سجدہ کر کے سیدھا نہ بیٹھیں۔ اور ذرا سا سر اٹھا کر پھر نیچے گر پڑیں تو وہ دوسرا سجدہ شمار نہیں ہوگا۔ اسی طرح رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا نہ ہوا جائے۔ بلکہ ذرا سا اٹھ کر نیچے گر جائیں۔ تو اس طرح قومہ۔ جو کہ واجبات نماز میں سے ہے۔ رہ جائے گا۔ اور نماز درست نہیں ہوگی۔ بلکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس پر سخت وعید بیان فرمائی ہے۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس شخص کی نماز ہی نہیں ہوتی جو رکوع اور سجدہ میں اپنی پشت کو سیدھا نہیں کرتا۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۳۶، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۲۴، نسائی جلد ا صفحہ ۱۵۸، ابن ماجہ صفحہ ۶۲)

ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کی طرف دیکھتا ہی نہیں جو رکوع اور سجدہ میں اپنی پشت کو سیدھا نہیں کرتا۔

(مسند امام احمد صفحہ ۴۵۸ وغیرہ)

جناب رسول اللہ ﷺ نے کوے کی طرح ٹھونگیں مارنے سے منع فرمایا ہے۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۲۵، نسائی جلد ا صفحہ ۱۶۷)

نیز دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا (جلسہ) یہ بھی واجب ہے۔ اور اگر قصداً واجب ترک کیا جائے گا تو بھی نماز درست نہیں ہوگی۔ لہٰذا اگر خدا نماز کی توفیق دے تو پوری احتیاط، عاجزی اور تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کی جائے۔ خدانخواستہ ایسا نہ ہو کہ آپ کی نماز۔ خدا کی رحمت کی بجائے خدا کے غضب کا اور بجائے قرب کے دوری کا سبب بن جائے۔ اور خدانخواستہ آپ ان لوگوں کی صف میں شامل ہو جائیں۔ جن کے متعلق اللہ تعالیٰ کی وعید ہے۔ فویل للمصلین الذین هم عن صلاتهم ساهون ۔

(سورت ماعون آیت ۴، ۵)

یعنی بربادی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے غفلت برتتے ہیں۔

نعوذ باللہ من ذالک ۔

آج کل کے کئی اپنے آپ کو بڑے متقی اور پرہیز گار سمجھنے والے۔ اور کئی "پیران طریقت" کہلانے والے نماز اس طرح اور اتنی تیزی سے پڑھتے ہیں کہ یقین کے

...ساتھ کہا جا سکتا ہے۔ ان کی یہ نماز قبول نہیں ہو گی۔ تو جب نماز ہی صحیح نہیں ہے تو پھر کیسی ولایت اور کیسی پیری۔

...کئی حضرات سجدہ میں پاؤں زمین سے اوپر اٹھا لیتے ہیں۔ تو فرمان رسالت ﷺ "سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ (۱) چہرہ، (پیشانی بمعہ ناک) (۳،۲) دونوں ہاتھ (۵،۴) دونوں گھٹنے (۷،۶) دونوں پاؤں" کے مطابق اس کا سجدہ ادا نہیں ہو گا۔

...اگر ایک پاؤں بھی مکمل طور پر زمین سے دوران سجدہ اٹھا رہا تو بھی سجدہ میں چھ اعضاء زمین پر لگیں گے۔ پھر بھی فرمان رسالت ﷺ کے مطابق اس کا سجدہ صحیح نہیں ہو گا۔ نیز اگر سجدہ میں انگلیاں قبلہ رخ یا پاؤں کھڑا نہیں ہو گا تو پھر بھی سجدہ درست نہیں ہو گا۔ احتیاط لازم ہے۔

دوسری رکعت کا بیان

جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوں تو اب ثناء (سبحانک اللھم و بحمدک ... الـــخ) نہیں پڑھیں گے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ دوسری رکعت کو الحمد شریف سے ہی شروع فرماتے تھے۔

...روایت کے الفاظ ہیں۔ کان رسول الله ﷺ اذا انهض فی الرکعة الثانية استفتح القرائة بالحمد لله رب العالمین ۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۹)

البتہ اگر الحمد شریف شروع کرنے سے پہلے ہر نمازی آہستہ سے تعوذ اور تسمیہ پڑھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ نئے سرے سے سورۃ شروع کرنے پر ہمیشہ ہی تعوذ اور

تسمیہ پڑھنا معمول ہے۔ اور جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو۔ وہ قراءت نہیں کرے گا۔ بلکہ خاموش ہی کھڑا رہے گا۔ جیسا کہ اپنے مقام پر اس کا مفصل بیان ہو چکا ہے۔ البتہ منفرد اور امام۔ الحمد شریف بھی پڑھیں گے اور ساتھ سورۃ بھی ملائیں گے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ پہلی اور دوسری رکعت میں الحمد شریف کے ساتھ سورۃ بھی ملایا کرتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

ان النبی ﷺ کان یقرأ فی الاولیین بام الکتاب و بسورتین ۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۷، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۸۵ وغیرہ)

اسی طرح دوسری رکعت بھی پہلی رکعت ہی کی طرح پوری کریں گے۔ لیکن اب کہیں بھی دوبارہ رفع یدین نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ پہلے اس کا مفصل بیان کیا جا چکا ہے۔

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص پہلی رکعتوں میں قراءۃ کرنا بھول جائے تو بعد والی رکعتوں میں قراءت کر لے۔ انشاء اللہ اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

امام ابوسفیان کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ وہ سجدہ سہو بھی کر لے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)۔

قعدہ کا بیان

دونوں رکعتیں پوری ہو جانے کے بعد قعدہ (التحیات) میں بیٹھیں گے۔ اور دو سے زیادہ رکعتوں والی نماز ہو تو یہ قعدہ اولیٰ (پہلا التحیات) ہوگا (جو کہ واجب ہے) اور اگر دو رکعت والی نماز ہے تو یہ آخری التحیات (قعدہ اخیرہ) ہوگا (جو کہ فرض ہوتا ہے)۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپ ﷺ ہر دو رکعت پڑھنے کے

بعد التحیات میں بیٹھا کرتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

وکان رسول اللہ ﷺ یقول التحیات بین کل رکعتین۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۹۴، مصنف عبد الرزاق جلد ا صفحہ ۲۰۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ا صفحہ ۲۹۶، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۳۹، مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۴۵۹)

اور نسائی شریف میں منقول ہے۔ فی کل جلسۃ التحیات ... الخ

(نسائی جلد ا صفحہ ۱۷۴)

امام بخاری کے استاذ الاستاذ امام عبد الرزاق اور امام محمد رحمہم اللہ نقل فرماتے ہیں۔

لا تجوز الصلوۃ الا بتشہد۔

(مصنف عبد الرزاق جلد ۲ صفحہ ۲۰۶، کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۷۵)

یعنی ہر جلسہ میں التحیات پڑھنا لازم ہے۔ اور کسی بھی التحیات میں عبدہ ورسولہ تک (تشہد) پڑھے۔ بغیر نماز صحیح نہیں ہوتی۔

جناب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو رکعتوں کے بعد التحیات میں بیٹھنا بھول گئے اور سیدھے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ لوگوں نے پیچھے سے یاددھانی کے لئے تسبیح کہی۔ لیکن آپ واپس نہ آئے۔ اور نماز مکمل ہو جانے پر سجدہ سہو کیا۔ اور بعد میں فرمایا۔ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو ایسی حالت میں ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ عن الشعبی قال صلیت خلف المغیرۃ بن شعبۃ فقام فی الثانیۃ فسبح الناس بہ فلم یجلس . فلما سلم واتفتل . سجد سجدتین وھو جالس . ثم قال ھکذا رایت رسول اللہ ﷺ صنع۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۴)

ایک مسئلہ

اگر تیسری رکعت میں بھول کر کھڑا ہونے والا۔ ابھی سیدھا کھڑا نہیں ہوا اور اسے یاد آ گیا۔ یا یاد کرا دیا گیا۔ تو واپس آ جائے اور سجدہ سہو کر لے۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا ہو تو اب واپس نہ آئے۔ اور آخر میں سجدہ سہو کر لے۔ اور اگر آخری رکعت ہے اور بھول کر کھڑا ہو گیا۔ تو اگلی رکعت کے سجدہ میں جانے سے پہلے پہلے جب بھی یاد آ جائے۔ یا یاد کرا دیا جائے۔ تو واپس آ جائے۔ اور سجدہ سہو کر لے۔ اور اگر اگلی رکعت کا سجدہ کر لیا تو تمام نماز باطل ہو گئی۔ اب پوری نماز دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔

قعدہ میں کیسے بیٹھیں

☆ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔

انما سنة الصلوٰة ان تنصب رجلک الیمنی وتثنی الیسری۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۱۴، موطا امام مالک صفحہ ۳۱، نسائی جلد ا صفحہ ۱۷۳، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۵۸، آثار السنن صفحہ ۲۳۹، موطا امام محمد صفحہ ۴۴ وغیرہ)

یعنی (عذر شرعی کے علاوہ) نماز میں (التحیات میں بیٹھنے کا) سنت طریقہ یہی ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کیا جائے۔ اور بائیں پاؤں کو بچھا دیا جائے۔ اور اس پر بیٹھا جائے۔

نیز واستقباله باصابعها القبلة۔ (نسائی جلد ا صفحہ ۱۷۳)

اور چاہیے کہ اپنے پاؤں کی انگلیاں بھی قبلہ رخ رکھیں۔

☆ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

وکان یفرش رجله الیسری وینصب رجله الیمنی۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۹۵، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۰)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ (ہر التحیات میں دایاں پاؤں کھڑا فرماتے تھے۔ اور بایاں پاؤں بچھا دیتے تھے۔

☆ جناب وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ فلما جلس یعنی للتشہد افترش رجله اليسرى ووضع يده اليسرى يعني على فخذه اليسرى ونصب رجله اليمنى . قال ابو عيسى هذا حديث حسن صحيح والعمل عليه عند اكثر اهل العلم۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۳۸، مسند امام اعظم صفحہ ۴۹، شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۲۵۹، آثار السنن صفحہ ۲۳۹)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ جب التحیات کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ اپنا بایاں پاؤں بچھا دیتے تھے۔ اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھ لیتے تھے۔ اور دایاں پاؤں کھڑا فرما لیتے تھے۔

امام ترمذی کا تبصرہ

امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ اور اکثر اہل علم کا اسی پر ہی عمل ہے۔
ایک روایت میں ہے کہ دایاں ہاتھ دائیں گھٹنے پر اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھیں

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۹۵)

لہذا ہاتھ رانوں پر رکھیں یا گھٹنوں پر۔ دونوں طرح ہی جائز ہے۔

☆ حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ

ﷺ نے ایک آدمی کو نماز کا طریقہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔

فاذا رفعت راسک فاجلس علی فخذک الیسری ۔

(مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۳۱۲)

ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ علی رجلک الیسری ۔

(نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۲۸۴)

پس جب تو سجدوں سے اٹھے تو (التحیات کیلئے) بائیں ران اور بائیں پاؤں پر بیٹھا کر

☆ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان النبی ﷺ نهی عن الاقعاء والتورک فی الصلوۃ۔

(سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۰)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے اقعاء (دونوں گھٹنے کھڑے کرکے سرین پر بیٹھنا) اور

تورک (چوکڑی مار کر بیٹھنا یا دونوں پاؤں ایک طرف نکال کر صرف سرین پر بیٹھ جانا)

سے منع فرمایا۔

☆ جناب سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

(سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۲۰، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۸۶)

دونوں قعدے ایک جیسے

بعض حضرات یہ تخصیص کرتے ہیں کہ پہلے التحیات میں تو دایاں پاؤں کھڑا کیا جائے

گا۔ اور بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھیں گے۔ لیکن آخری التحیات میں دونوں

پاؤں باہر نکال کر سرین کے بل بیٹھیں گے (تورک) حالانکہ مندرجہ بالا احادیث

مقدسہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ ہر التحیات (قعدہ) میں بیٹھنے کا ایک ہی طریقہ ہے

☆ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب التحیات میں بیٹھنے کا سنت طریقہ بیان فرمایا۔ تو آپ نے مطلق حکم بیان فرمایا۔ پہلے یا بعد والے التحیات کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی۔

☆ ام المومنین جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جب جناب رسول اللہ ﷺ کے التحیات میں بیٹھنے کا طریقہ بیان فرمایا۔ تو قعدہ اولیٰ یا قعدہ اخیرہ کی تخصیص نہیں فرمائی۔ بلکہ ہر دو رکعت کے بعد التحیات کا ذکر فرمایا۔ یعنی سب قعدوں میں بیٹھنے کا ایک ہی طریقہ بیان فرمایا۔

☆ جناب وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کا التحیات میں بیٹھنے کا طریقہ بیان فرماتے ہوئے پہلے اور پچھلے قعدے کی کوئی تخصیص نہیں فرمائی۔

☆ حضرت رفاعہ بن رافع کی روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز کا طریقہ بیان فرماتے ہوئے جب التحیات میں بیٹھنے کا طریقہ بیان فرمایا تو آپ نے پہلے یا بعد والے التحیات کا کوئی استثناء نہیں فرمایا۔

☆ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے (بلا عذر شرعی) تورک۔ یعنی سرین کے بل بیٹھنے سے نماز میں مطلقاً منع فرمایا۔ اس میں آپ نے آخری التحیات کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔

☆ جناب سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت میں بھی تورک سے کلیتاً منع کیا گیا ہے۔ اس میں بھی قعدہ اخیرہ کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

لہٰذا التحیات پہلا ہو یا دوسرا۔ بیٹھنے کا طریقہ ایک ہی ہوگا۔ ہاں البتہ اگر کوئی عذر شرعی

(بیماری وغیرہ) ہو تو پھر کوئی قاعدہ قانون نہیں۔ جس طرح بھی بیٹھا جا سکے اسی طرح ہی جائز ہے۔ جیسا کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیماری کی وجہ سے۔ چوکڑی مار کر بیٹھا کرتے تھے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۴)

التحیات کے الفاظ

التحیات میں بیٹھ کر التحیات للہ والصلوات والطیبات السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمدا عبدہ ورسولہ۔ پڑھا جائے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۵، ۱۶۰، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۳، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۸، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۳۹، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۷۴، ابن ماجہ صفحہ ۶۴ وغیرہ)

نمازی کی دعا سے تمام مومن مستفیض

نیز جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔ فانکم اذا قلتموھا اصابت کل عبداللہ صالح فی السماء والارض۔ (تقریباً تمام کتب احادیث)

یعنی جب نمازی التحیات پڑھتے ہوئے۔ وعلیٰ عباداللہ الصالحین ۔ پڑھتا ہے تو زمین و آسمان میں جتنے بھی اللہ تعالیٰ کے (زندہ یا فوت شدہ) نیک بندے ہیں ان سب کو اس کا سلام پہنچ جاتا ہے۔

اللہ اکبر۔ عقل مند غور کریں کئی مسائل حل ہو جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

کتب احادیث میں اور بھی کئی الفاظ کے ساتھ تشہد مذکور ہیں۔لیکن سب سے زیادہ یہی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والا تشہد ہی معروف ہے۔لہٰذا اسی ایک پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔التحیات سے مراد۔تمام قولی عبادتیں ہیں۔ والصلوات سے مراد تمام بدنی عبادتیں ہیں۔ والطیبات سے مراد تمام مالی عبادتیں ہیں۔یعنی ہر طرح کی عبادت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۵۷)

عورت کا التحیات میں بیٹھنے کا طریقہ

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کو التحیات میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر سرین پر بیٹھنے کا حکم فرمایا ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ عن ابن عمر انه سئل کیف کن النساء یصلین علی عهد رسول الله ﷺ قال کن یتربعن ثم امرن ان یحتفزن ۔

(مسند امام اعظم صفحہ ۳۹)

تشہد میں رفع سبابہ

تشہد میں جب اشهد ان لا اله الا الله کہیں تو اس وقت اپنے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلیاں بند کر لی جائیں ۔ بڑی یعنی درمیانی انگلی کا سرا انگوٹھے کے سرے پر رکھ کر حلقہ سا بنا لیں۔اور شہادت کی انگلی کو اوپر کی طرف اٹھا کر اس سے اشارہ کریں۔روایت کے الفاظ ہیں۔

کان رسول الله ﷺ اذا قعد ... واشار باصبعه السبابة ووضع ابهامه

علی اصبعه الوسطی (وعقد ثلاثا و خمسین) ۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۱۶، ابن ماجہ صفحہ ۶۵، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۱۵،

مؤطا امام مالک صفحہ ۷۱، مؤطا امام محمد صفحہ ۱۰۸، سنن الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

انگلی میں تھوڑا سا خم ہونا چاہیے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ رافعه السبابة . قدحنا ها شیأ۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۴۲، ابن خزیمہ حدیث ۷۱۶، ابن حبان حدیث ۱۹۹)

اور انگلی کو حرکت نہیں دینا چاہیے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

ان النبی ﷺ کان یشیر با صبعه اذا دعا (اذا تشهد) ولا یحرکها .

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۴۲)

اور دوران رفع سبابہ نگاہ اس انگلی پر رہنی چاہیے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ لا یجاوز بصره اشارته ۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۴۲، نسائی جلد ا صفحہ ۱۸۷، مسند امام احمد جلد ۴

صفحہ ۴۶۶، سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ وغیرہ)

اور حدیث شریف سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے بھی کہ اس مقام پر انگلی اٹھانے سے مقصود تو توحید الٰہی ہی کا اظہار ہے۔ تا کہ زبان کا قول یعنی اقرار بالتوحید اور انگلی کے اشارے سے۔ اظہار توحید (قول وفعل) ایک دوسرے کے مؤید ہو جائیں

(مصفی شرح مؤطا امام مالک از شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی جلد ا صفحہ ۱۱۶)

یہ ہی جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت مقدسہ ہے۔

فرضوں کی تیسری رکعت

تیسری رکعت شروع کریں گے تو امام یا منفرد اگر فرض پڑھ رہے ہیں۔ تو اس میں ثناء اور تعوذ نہیں پڑھیں گے۔ اور بعد میں سورۃ بھی نہیں ملائیں گے۔ بلکہ صرف الحمد شریف پڑھ کر ہی رکوع میں چلے جائیں گے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ فرائض میں پہلی دو رکعتوں میں الحمد شریف اور سورۃ پڑھتے تھے۔ اور تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف الحمد شریف ہی پڑھا کرتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ ان النبی ﷺ کان یقرء فی الرکعتین الاخریین بفاتحۃ الکتاب۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۸۵، بخاری جلد ا صفحہ ۱۰۷ وغیرہ)

جناب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۹۶)

نفلوں کی تیسری رکعت

اور اگر نفل پڑھ رہے ہیں تو تیسری رکعت شروع کرتے وقت بھی ثناء پڑھنی چاہیے۔

(کبیری صفحہ ۳۳۲، درمختار صفحہ ۹۵)

نیز وتر، سنت مؤکدہ اور نوافل کی تمام رکعتوں میں الحمد شریف کے ساتھ سورۃ بھی ملائی جائے گی۔

(کبیری صفحہ ۳۳۳)

اور اگر امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں تو کچھ بھی نہیں پڑھیں گے۔ بلکہ بالکل خاموش کھڑے رہیں گے۔ اس کا مفصل اور مدلل بیان پہلے گزر چکا ہے۔

اس طرح تیسری رکعت کا رکوع اور سجود حسب سابق ادا کرنے کے بعد اگر تین رکعت کی نماز (مغرب وغیرہ) ہے تو اٹھ کر دایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں کو بچھا کر اس پر بیٹھ کر دایاں ہاتھ دائیں ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھ کر نگاہ کو جھولی میں رکھتے ہوئے التحیات پڑھیں گے۔ اور اگر چار رکعات والی نماز ہے۔ اور کوئی عذر شرعی بھی نہیں ہے۔ تو رانوں پر ہاتھوں کا سہارا لے کر پنجوں کے بل اٹھ کر سیدھے کھڑے ہو جائیں۔ اور تیسری رکعت ہی کی طرح چوتھی رکعت بھی پڑھیں۔ چوتھی رکعت میں بھی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ صرف الحمد شریف ہی پڑھیں گے اور معروف طریقے سے رکوع اور سجدے ادا کریں گے۔

قعدہ اخیرہ

اگر کوئی عذر شرعی نہ ہو تو التحیات میں دایاں پاؤں کھڑا کر کے بایاں پاؤں بچھا کر۔ اس پر بیٹھیں گے۔ اور اگر کوئی عذر شرعی ہے تو پھر تورک یا جیسے بھی بیٹھا جا سکے بیٹھ جائیں۔ سب طرح جائز اور صحیح ہے۔ قعدہ اولی اور قعدہ اخیرہ کا ایک جیسا ہونے کا مفصل و مدلل بیان پہلے گزر چکا ہے۔

نماز میں سلام کی وضاحت

نماز میں دونوں قعدوں میں حضور نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجنے کا جو حکم ہے وہ صیغہ خطاب کے ساتھ مذکور ہے۔

یعنی السلام علیک ایھا النبی۔ اے (اللہ کے) نبی آپ ﷺ پر سلام ہو۔

ایک دھوکے کا ازالہ

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ تشہد بطور حکایت پڑھا جاتا ہے۔ یعنی جو سلام نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے معراج کی رات پڑھا تھا۔ وہ ہم بطور حکایت پڑھتے ہیں۔

تو عرض یہ ہے کہ جب سلام حکایت کے طور پر پڑھیں گے۔ تو پھر التحیات للہ والصلوات والطیبات بھی حکایتاً ہی پڑھا جائے گا۔ جو کہ صحیح نہیں ہے۔

تو جب خدا کی حمد و ثناء نمازی اپنی طرف سے کر رہا ہو۔ اور حضور ﷺ پر سلام کے وقت یہ حکایت بن جائے۔ تو یہ عجیب تماشا بن جائے گا۔ اور آگے چل کر پھر نمازی السلام علینا و علی عباداللہ الصالحین . اشھدان لا الہ الااللہ و اشھدان محمدا عبدہ ورسولہ۔ اپنی طرف سے شروع کر دے گا۔ یہ کیا تماشہ ہے۔ کیا یہ ساری عبادت حکایت ہے یا صرف حضور ﷺ پر سلام ہی حکایت ہے۔

یقیناً ساری عبادت ہی حکایت ہے۔ لیکن ہمیں یہ تمام التحیات اپنی طرف سے ہی ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور ہم تمام التحیات اپنی طرف سے ہی پڑھتے ہیں۔

نیز عجیب اتفاق ہے کہ جب مخالفین سے یہ پوچھا جاتا ہے کہ آپ درود کے علاوہ سلام (جو کہ قرآنی حکم ہے) کس طرح اور کس وقت حضور ﷺ پر بھیجتے ہیں۔ تو فوراً جواب دیتے ہیں کہ جی ہم نماز میں آپ ﷺ پر سلام بھیجتے ہیں۔ تو ان جاہلوں سے کوئی پوچھے کہ جب آپ نے سلام بطور حکایت پڑھا ہے۔ تو آپ کی طرف سے تو یہ سلام ہوا ہی نہیں۔ آپ تو کسی کی بات کو بطور حکایت دھرا رہے ہیں۔ اگر واقعی آپ نماز میں اپنی طرف سے حضور ﷺ پر سلام بھیج رہے ہیں۔ تو آپ حضور ﷺ سے مخاطب بھی

ہو رہے ہیں۔ اور السلام علیک ایہا النبی کہہ کر اپنے مذہب کا خون بھی کر رہے ہیں۔ طوالت سے بچنے کے باعث عقل والوں کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔ ورنہ اس موضوع پر دلائل کے ساتھ بہت زیادہ صفحات بھی لکھے جا سکتے ہیں۔

قعدہ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود ابراہیمی بھی پڑھا جائے گا۔

درود ابراہیمی نماز کے لئے ہے

حدیث شریف میں ہے کہ بارگاہ نبوی میں عرض کی گئی۔ فکیف نصلی علیک اذا نحن صلینا علیک فی صلاتنا۔ آقا ہم نماز میں آپ پر کس طرح درود شریف پڑھا کریں۔ تو آپ ﷺ نے درود ابراہیمی بیان فرمایا۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۱۴۷، ۳۸۵، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۵۵، جلاء الافہام ابن قیم صفحہ ۵، ۱۷، ۲۸، ۲۷۴، ۲۸۵، مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۹۹، مستدرک امام حاکم، بحوالہ حصن حصین صفحہ ۲۹۲، فضائل درود از مولوی زکریا سہارن پوری صفحہ ۴۲) باختلاف الفاظ۔ بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۷۷، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۵، ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۸، ابن ماجہ صفحہ ۶۴، دارمی صفحہ ۳۵۶ وغیرہ)

ثابت ہوا کہ درود ابراہیمی حضور ﷺ نے نماز ہی کے لئے بیان فرمایا تھا۔ اس لئے ہم نماز میں ہمیشہ درود ابراہیمی ہی پڑھتے ہیں۔ باقی آگے پیچھے وہ تمام درود شریف پڑھے جائیں گے جن میں درود اور سلام دونوں الفاظ موجود ہوں۔ تاکہ حکم قرآنی "صلوا علیہ وسلموا" پر عمل ہو جائے۔ کیونکہ درود ابراہیمی میں صرف صلاۃ ہے

سلام کامل ہے۔ فافهموا واعتبروا يا اولو الالباب والابصار

درود ابراہیمی کے مختلف الفاظ

درود ابراہیمی کے کئی مختلف الفاظ احادیث مبارکہ میں موجود ہیں۔ ان میں سے جو بھی پڑھ لیا جائے جائز اور صحیح ہے۔ زیادہ مشہور یہ الفاظ ہیں۔ اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید . اللھم بارک علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔

(حوالہ جات حوالہ مذکورہ بالا)

نیز ایک روایت میں۔ علی ازواجه وذریاته کے الفاظ بھی مذکور ہیں۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۴۷۷، مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۵، مؤطا امام محمد صفحہ ۱۶۰، نسائی جلد ا صفحہ ۱۹۱، ابن ماجہ صفحہ ۶۵ وغیرہ)

اسی طرح ایک روایت میں۔ ازواجه امهات المومنین وذریاته و اهل بیته کے الفاظ بھی منقول ہیں۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۶۱)

درود شریف میں سیدنا کے الفاظ بھی پڑھے جائیں

جناب رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خود بھی "یٰسین" فرمایا ہے۔ جس کا ترجمہ اکثر محدثین ومفسرین اور اکابرین اسلام نے "اے سید" اور "اے سردار" کیا ہے۔ نیز حضور ﷺ نے خود بھی ارشاد فرمایا ہے "انا سید ولد آدم"

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۳، رواہ مسلم)

یعنی میں تمام اولادِ آدم کا سردار اور آقاء و مولا ہوں۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہوئے جہاں بھی جناب رسول اللہ ﷺ کا نام نامی اسم گرامی لیا یا لکھا جائے تو ساتھ "سیدنا" کے الفاظ کا بھی اضافہ کر لیا جائے۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ضرور خوش ہوں گے۔ اور یقیناً دین و دنیا و آخرت کی بہت زیادہ بھلائیاں نصیب ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن کو حضور ﷺ کی اور زیادہ محبت و عقیدت عطا فرمائے۔ کیونکہ جتنی حضور ﷺ سے کسی کی محبت و اطاعت زیادہ ہوگی۔ اتنا ہی اس کا اللہ کی بارگاہ میں مقام بلند ہوگا۔ زہے نصیب۔

درود شریف کے بعد دعا

درود شریف کے بعد دعا کرے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

ثم لیتخیر من الدعاء اعجبه الیه فید عوا۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۱۵، مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۳، نسائی جلد ا صفحہ ۱۹۱ وغیرہ)

یعنی درود شریف کے بعد جو دعا وہ چاہے اس کو اختیار کرے۔ یہاں سے دعا کے طریقہ کا بھی پتہ چلتا ہے۔ کہ جب بھی دعا کرنی ہو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرو۔ پھر بارگاہِ نبوی ﷺ میں صلاۃ و سلام عرض کرو۔ پھر دعا مانگو۔ جیسا کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر صدیق اور جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے سامنے میں نے نماز پڑھی۔ جب میں التحیات میں بیٹھا تو پہلے میں نے التحیات پڑھا پھر میں نے درود شریف پڑھا۔ پھر میں نے دعا

مانگنی شروع کی۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اب جو چاہے مانگ۔ تجھے دیا جائے گا۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۷۶ وغیرہ)

سبحان اللہ و اکبر۔ چونکہ پہلے التحیات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تعریف بھی بیان کی جا چکی ہے۔ اور بارگاہِ رسالت میں ہدیہ صلاۃ و سلام بھی عرض کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا اب جو بھی جائز دعا مانگیں گے۔ اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمائے گا۔ قرآنی دعاؤں میں سے کوئی دعا مانگ لی جائے یا احادیث مقدسہ میں مذکور دعاؤں میں سے کوئی مانگ لی جائے جائز اور صحیح ہے۔ مثلا رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ ومن ذریتی ربنا وتقبل دعا ۔ ربنا اغفرلی والوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب۔

(سورت ابراہیم آیت ۴۰_۴۱)

☆ ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار۔

(سورت بقرہ آیت ۲۰۱)

☆ اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۵، مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۴۷)

آج کل اکثر امت محمدیہ کا معمول پہلی دعاء قرآنیہ۔ رب اجعلنی ... الخ ہے۔ اور فرمان مصطفیٰ ﷺ مارآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔

(موطا امام محمد صفحہ ۱۴۲، مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۳۷۹)

یعنی جس بات کو اکثر مسلمان اچھا سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ بھی اس بات کو پسند فرماتا ہے۔

اور یہ قرآنی دعا جناب ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے۔ اور ہے بھی بڑی جامع۔ کہ اس

میں اپنی اور اپنی اولاد کی اصلاح کی بھی دعا ہے۔ نیز اپنی اور اپنے والدین کی بخشش بلکہ تمام مومنوں کے لئے بخشش کی دعا ہے۔ لہٰذا اگر اس دعاء قرآنی ہی کو پڑھ لیا جائے تو بھی بہتر ہے۔

دونوں طرف سلام پھیرنا

ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی بھی دعا۔ یا کئی دعائیں (اگر اکیلے ہوں) پڑھ لینے کے بعد دونوں طرف۔ یعنی دائیں اور بائیں طرف سلام پھیرا جائے گا۔ اور سلام پھیرتے وقت جناب رسول اللہ ﷺ اسی طرح التحیات کی شکل میں بیٹھے رہتے تھے۔ اور اپنے ہاتھ بھی اسی طرح رانوں پر ہی رکھے رہتے تھے۔ صرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے چہرۂ مبارک کو پہلے دائیں طرف پھیرتے۔ پھر بائیں طرف پھیرتے تھے اور نماز سے باہر آجاتے تھے۔ (خروج بصنعه)

سلام کے الفاظ مسنونہ

آپ ﷺ السلام علیکم ورحمته الله کہتے تھے۔ اور چہرۂ مبارک اتنا پھیرا کرتے تھے کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے گورے گورے رخساروں کو دیکھ لیا کرتے تھے

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۶، ابن ماجہ صفحہ ۶۶، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۴، دارمی صفحہ ۱۶۱، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۹، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۳)

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ بیان بھی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ (کبھی) السلام علیکم ورحمته الله وبرکاته۔ بھی فرمادیا کرتے تھے۔

(ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۳۹)

اگر ان الفاظ کا بھی اضافہ کر لیا جائے تو یہ بھی مسنون ہی ہے۔

بہتر ہے کہ امام سلام پھیرتے وقت اپنے مقتدیوں، کراماً کاتبین اور دیگر موجود ملائکہ کی نیت کرے۔ اور مقتدی ساتھ والے نمازیوں اور ملائکہ کی۔ اور منفرد صرف ملائکہ اور رجال الغیب کی نیت کرے۔

یہ بھی خیال رہے کہ امام سے پہلے سلام نہ پھیرا جائے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھی یہی ہے اور صحابہ کرام کا طریقہ مبارکہ بھی یہی تھا۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۷، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۵ وغیرہ)

مقتدی کے امام سے سبقت کرنے کے متعلق بہت سخت وعید مذکور ہے۔

امام کو چاہیے کہ وہ دونوں طرف سلام پھیرنے کے فوراً بعد مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دائیں یا کبھی کبھی بائیں طرف منہ کر کے بیٹھ جائے۔

کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا یہی معمول تھا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۷ وغیرہ)

اکثر آپ ﷺ نماز کے بعد دائیں طرف ہی چہرہ مبارک فرماتے تھے۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۴۷، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۹۰ وغیرہ)

لیکن آپ ﷺ کبھی کبھی بائیں طرف بھی چہرہ مبارک پھیر لیتے تھے۔ اس لیے صحابہ کرام صرف دائیں طرف ہی پھرنا صحیح سمجھنے کو شیطانی خیال سمجھتے تھے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۸، ابن ماجہ صفحہ ۶۷، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۹ وغیرہ)

نماز کے فوراً بعد ذکر کرنا

جناب رسول اللہ ﷺ جب سلام پھیرتے تو پہلے آپ ﷺ تین مرتبہ (تعلیم امت کی خاطر) استغفار فرماتے تھے۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۱۸، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۱۲، ترمذی جلد ا صفحہ ۴۰، ابن ماجہ صفحہ ۶۷، نسائی جلد ا صفحہ ۱۹۶ وغیرہ)

پھر جناب رسول اللہ ﷺ۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ. لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر . اللھم لا مانع لما اعطیت. ولا معطی لما منعت .ولاینفع ذالجد منک الجد۔ پڑھا کرتے تھے۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۱۷، مسلم جلد ا صفحہ ۲۱۸، نسائی جلد ا صفحہ ۱۹۷، ترمذی جلد ا صفحہ ۳۹، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۱۱ وغیرہ)

جناب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین مرتبہ تہلیل (لا الہ الا اللہ .. الخ) پڑھا کرتے تھے۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۱۹۷)۔

فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنا

جناب ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من قرأ آیۃ الکرسی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ لم یمنعہ من دخول الجنۃ الا الموت۔

(نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ صفحہ ۱۰۰، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۴۸، طبرانی کبیر آثار السنن جلد ا صفحہ ۱۲۶، ابن حبان وغیرہ)

یعنی جو شخص تمام فرض نمازوں کے بعد آیت الکرسی پڑھا کرے گا۔ انشاء اللہ عزوجل وعلا۔ وہ مرنے کے ساتھ ہی جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ کان فی ذمۃ اللہ الی الصلوۃ الاخری اور وہ آئندہ کی نماز تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا۔

نماز کے فوراً بعد ذکر بالجہر

اور جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الا علی لا الہ الا اللہ .. الخ۔

(رواہ مسلم، مشکوۃ صفحہ ۸۰)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد (تین مرتبہ) بلند آواز سے مذکورہ بالا کلمے کا ذکر کیا کرتے تھے۔

اور جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۱۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۷، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۴، مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۳۶۷)

نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا یہ تو جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں بھی ہوتا تھا۔ نیز آپ فرماتے ہیں۔ کنت اعلم اذا انصرفوا بذالک اذا سمعتہ

(بخاری صفحہ ۱۱۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۷، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۴)

یعنی (میں اپنے گھر میں ہوتا تھا) میں جب لوگوں کا بلند آواز سے ذکر سنتا تھا تو مجھے پتہ

چل جاتا تھا کہ جماعت ہوگئی ہے۔

معلوم ہوا کہ صحابہ کرام جناب رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں بھی جماعت کے بعد اتنی بلند آواز سے ذکر کیا کرتے تھے کہ مسجد کے نزدیک والے مکانوں میں بھی اس کی آواز سنی جاتی تھی۔ اللہ اکبر۔ لہٰذا جماعت کے بعد تین مرتبہ استغفار کر کے پھر تین مرتبہ مذکورہ کلمات تہلیل ادا کیے جائیں۔ آواز کو حالات کے مطابق بلند یا آہستہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ آواز کو بلند کرنا فرض، واجب یا سنت مؤکدہ نہیں ہے۔ بلکہ صرف جائز اور مباح ہے۔ ورنہ قرآن وحدیث کی روشنی میں آہستہ اور دل میں ذکر کرنا ہی افضل اور اولیٰ ہے۔ اور اگر کسی کو مذکورہ کلمات ماثورہ یاد نہ ہوں تو بہتر ہے انہیں یاد کیا جائے۔ اور تب تک کلمہ طیبہ یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہی کا ذکر کر لیا جائے کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اسے بھی افضل الذکر فرمایا ہے۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۷۴، ابن ماجہ صفحہ ۲۷۸)

تسبیح فاطمی

اگر تو سنن ونوافل باقی ہیں تو دعا مانگ کر کھڑے ہو جائیں اور نماز مکمل کریں اور پھر اس کے بعد تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا جائے۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۹)

ان تسبیحات کے بعد ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ. لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر پڑھ لیا جائے۔ اور پھر دعا

نہیں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس کے تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرمادیں گے۔ اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر بھی ہوں۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۱۹)

اور اگر ایسی نماز ہو جس کے بعد نوافل وغیرہ نہیں ہیں۔ مثلاً فجر کی نماز، تو پھر اسی وقت کلمہ شریف کے ذکر کے بعد تسبیحات پڑھ کر دعا مانگ لی جائے۔

ہر فرض نماز کے بعد دعا کرنا

فرض نماز کے بعد ضرور دعا مانگیں۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا تھا

ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل الآخر ودبر الصلوت المکتوبات،

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۸۸، وقال ھذا حدیث حسن، آثار السنن صفحہ ۲۲۸، نسائی کبریٰ جلد ۳ صفحہ ۱۵۵۳، حدیث نمبر ۹۹۳۶، عمل الیوم واللیلہ صفحہ ۱۸۶، حدیث نمبر ۱۰۸، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۴۲۴، حدیث ۳۹۴۸)

آقا۔ کون سی دعا بارگاہ ایزدی میں زیادہ قبول ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ رات کے آخری حصہ میں کی گئی دعا۔ اور فرض نمازوں کے بعد کی گئی دعا۔ اللہ تعالیٰ کے حضور بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

ایک دھوکے کا ازالہ

بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی اس حدیث میں جو "دبر" کے الفاظ آئے ہیں اس سے نماز کے بعد کی دعا نہیں بلکہ اس سے نماز کی آخری دعا مراد ہے۔ تو جناب سنئے۔

محدث اہل حدیث مولوی عبدالرحمان مبارک پوری بھی لکھتے ہیں۔

لاریب فی ثبوت الدعاء بعد الانصراف من الصلوٰة المکتوبة عن رسول الله ﷺ۔

(تحفۃ الاحوذی جلد۲ صفحہ۱۹۹)

یعنی اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے فرض نمازوں کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے۔

یہ دھوکا باز حضرات اپنے محدث کے "بعد الانصراف من الصلوة المکتوبة" کے الفاظ پر غور کریں۔

☆ ایک اور اہل حدیث محقق حکیم عبدالرحمان عثمانی لکھتے ہیں۔ لفظ دبر سے مراد نماز کے اختتام پر دعا کرنا ہی صحیح ہے نہ کہ نماز کے اندر سلام سے پہلے حالت تشہد میں۔ اور ویسے بھی یہ بات سمجھ آتی ہے کہ تشہد میں تو فقط عربی میں وہ مخصوص ماثور دعائیں جو قرآن وحدیث میں مذکور ہیں۔ کی جا سکتی ہیں۔ اور ہر انسان اپنی گذارش صحیح تو اپنی زبان میں ہی پیش کر سکتا ہے۔ اور اس کے لئے بہترین وقت اور طریقہ۔ نماز کے بعد سلام پھیر کر ہی ہے (فرض نماز کے بعد دعا کی اہمیت صفحہ ۳۸)

☆ ایک اور اہلحدیث محقق لکھتے ہیں۔ فرضوں کے بعد کے لئے لفظ "دبر" استعمال کیا گیا ہے۔۔۔۔ اس کا معنی نماز کے بعد کا ہی صحیح ہے۔ کیونکہ مشکوۃ شریف کے باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ایک ہی حدیث کو۔ اذا سلم من صلاته . اور فی دبر کل صلوٰة مکتوبة۔ کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ گویا۔ دبر الصلوٰۃ۔ نماز کے سلام کے بعد کے وقت کو کہا جاتا ہے۔

(روح عبادت صفحہ ۱۵)

☆ نیز ارشاد خداوندی ہے۔ "فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب"۔

(سورت انشراح آیت نمبر ۸۔۷)

ترجمہ: اور اے محبوب ﷺ جب آپ (فرض) نماز سے فارغ ہوں۔ تو دعا میں کوشش کیا کریں۔ اور اپنے رب کی طرف رغبت کریں۔

اس آیت سے بھی صاف صاف معلوم ہو گیا۔ کہ فرض نماز سے فارغ ہو کر اسی وقت، اسی جگہ عاجزی اور تضرع سے اللہ کے حضور سچے دل سے دعا کرنا چاہیے۔

☆ امام بیضاوی اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں۔

فاذا فرغت من الصلوٰۃ فانصب بالدعاء۔

(تفسیر بیضاوی صفحہ ۸۰۳ مطبوعہ بیروت)

یعنی جب تو نماز سے فارغ ہو جائے تو اس کے فوراً بعد دعا کرنے میں کوشش کر۔

☆ امام یحییٰ بن زیاد الفراء علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اذا فرغت من صلاتک فانصب الی ربک فی الدعاء وارغب۔

(تفسیر معانی القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)

☆ امام عبد الرزاق صنعانی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

عن قتادۃ . قال اذا فرغت من صلاتک فانصب فی الدعاء۔

(تفسیر عبد الرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

☆ جناب امام علی بن محمد الماوردی علیہ الرحمہ نے بھی ایک قول یہ نقل فرمایا ہے۔

فاذا فرغت من صلاتک فانصب فی دعائک۔

(النکت والعیون جلد ۶ صفحہ ۲۹۸)

☆ ایک روایت میں جناب قتادہ سے اس طرح بیان ہوا ہے۔

فاذا فرغت من العبادة . فانصب فی الدعاء۔

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز صفحہ ۱۹۸۹ از امام عبدالحق بن عطیہ اندلسی)

☆ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس . فاذا فرغت من صلاتک فاجتهد فی الدعاء۔

(تفسیر مدارک التنزیل)

☆ علامہ علی بن محمد الخازن شافعی بھی جناب ابن عباس سے نقل فرماتے ہیں۔

اذا فرغت من الصلوٰة المکتوبة فانصب الی ربک فی الدعاء۔

(تفسیر لباب التاویل)

☆ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ فرض نمازوں کے فورا بعد دعا میں کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ الفاظ قرآنیہ سے بھی مستفاد ہو رہا ہے۔ کہ ایک عبادت کو دوسری کے ساتھ ملا دے۔ ان کو علیحدہ علیحدہ نہ کرے۔

(تفسیر کبیر جلد ۳۲ صفحہ ۷)

عبارت اس طرح ہے۔ قال قتادة و ضحاک و مقاتل اذا فرغت من الصلوٰة المکتوبة ان یواصل بین بعض العبادات وبعض ، وان لا یخلی وقتا من اوقاته منها. فاذا فرغ من عبادة اتبعها باخری۔

☆ امام آلوسی بھی نقل فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس انه قال ای اذا فرغت من الصلوٰة فانصب فی الدعاء۔

(تفسیر روح المعانی جلد ۳۰ صفحہ ۲۱۹)

☆ حافظ ابن کثیر نقل فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس فاذا فرغت فانصب یعنی فی الدعاء۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۶۸۰ مطبوعہ کویت)

☆ امام قرطبی نقل فرماتے ہیں۔قال ابن عباس وقتادة فاذا فرغت من صلاتک فانصب . ای بالغ فی الدعاء وسله حاجتک۔

(تفسیر قرطبی جلد ۲۰ صفحہ ۱۰۸، مطبوعہ بیروت)

☆ معروف ومعتمد درسی کتاب تفسیر جلالین میں اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

فاذا فرغت من الصلوٰة فانصب .اتعب فی الدعاء والی رب فارغب۔

(تفسیر جلالین صفحہ ۵۰۲، مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

☆ مذکورہ بالا عبارت کے حاشیہ میں ہے۔

انصب فی الدعاء . فان الدعاء بعد الصلوٰة مستجابة کذاهو المأثور عن ابن عباس وقتاده والضحاک ومقاتل۔

(حاشیہ نمبر ۲۴، تفسیر جلالین صفحہ ۵۰۲)

☆ امام احمد بن محمد الصاوی مالکی فرماتے ہیں۔

والی ربک فارغب. ای اجعل رغبتک الی ربک الذی احسن الیک بفضائل النعم فی جمیع احوالک۔

(تفسیر صاوی علی الجلالین جلد ۴ صفحہ ۳۱۴)

☆ مفسر قرآن علامہ محمود زمخشری بھی نقل فرماتے ہیں۔

وعن ابن عباس. فاذا فرغت من صلاتک فاجتهد فی الدعا۔

(تفسیر کشاف جلد ۴ صفحہ ۲۹۷، تفسیر ابی سعود جلد ۶ صفحہ ۳۳۴)

☆ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس کی طرف سے ہدیۃً شائع ہونے والا۔ مولانا محمد جونا گڑھی اہلحدیث کے ترجمے اور مولانا صلاح الدین یوسف اہلحدیث کے تفسیری حواشی والے قرآن پاک میں اس آیت کے تحت لکھا گیا۔

فاذا فرغت۔ یعنی نماز سے (یا تبلیغ سے یا جہاد سے) تو دعا میں محنت کر۔

(مترجم اردو قرآن مجید صفحہ ۱۷۲۹ مطبوعہ سعودی عرب)

☆ نیز جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

اذا فرغت من الصلاۃ المکتوبۃ فانصب (الی ربک) فی الدعاء۔

(تنویر المقباس علی درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۲۱،

تفسیر حدائق الروح والریحان جلد ۳۲، صفحہ ۱۱۶)

☆ امام ضحاک علیہ الرحمہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔ فاذا فرغت . قال من الصلوٰۃ المکتوبۃ . والی ربک فارغب فی المسالۃ والدعاء۔

(تفسیر ضحاک جلد ۲ صفحہ ۹۷۷ مطبوعہ قاہرہ)

☆ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ الفاظ منقول ہیں۔

الی ربک فارغب . فارغب الیہ فی دعاء ک۔

(تفسیر ماوردی جلد ۶ صفحہ ۲۹۹)

☆ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

قال اذا فرغت من الصلاۃ فانصب فی الدعاء واسأل اللہ وارغب الیہ۔

(تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۶۵)

☆ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ فاذا فرغت . قال من الصلوٰۃ المکتوبۃ. والی ربک فارغب . فی المسئلۃ والدعاء ۔

(تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۳۶۵)

☆ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔ فاذا فرغت من الصلوٰۃ فانصب الی الدعاء والی ربک فارغب فی المسئلۃ

(تفسیر در منثور جلد ۶ صفحہ ۳۶۵)

☆ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔

اذا فرغت من العبادۃ فانصب فی الدعاء ۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۸۲۶)

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

یقول فی الدعاء . ویقول فاذا فرغت مما فرض علیک من الصلوٰۃ فاسأل اللہ وارغب الیہ وانصب لہ۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۱)

☆ جناب قتادہ کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

فاذا فرغت من صلاتک فانصب فی الدعاء ۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۱)

☆ جناب قتادہ علیہ الرحمہ کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

قال امرہ اذا فرغ من صلاتہ ان یبالغ فی دعاء ہ ۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۲)

☆ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فاذا فرغت من الصلوٰة المفروضة علیک فانصب فی الدعاء۔

(لطائف الارشاد۔ تفسیر قشیری جلد ۳ صفحہ ۴۳۳)

یعنی ہر فرض نماز سے فارغ ہو جانے کے فوراً بعد اللہ کے حضور دعا مانگ لینی چاہیے۔

تفسیر صحابی کا حکم شرعی

امام بخاری اور امام مسلم فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی جو تفسیر کسی صحابی سے منقول ہو۔ وہ مسند اور مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتی ہے۔

(مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۲۳، جلد ۲ صفحہ ۲۰۵، معرفت علوم الحدیث صفحہ ۲۰، الاحادیث المختارہ از علامہ ضیاء الدین مقدسی جلد ۲ صفحہ ۱۶۳، الارشاد طلاب الحقائق الی معرفۃ سنن خیر الخلائق نووی جلد ۱ صفحہ ۱۶۴، المقنع فی علوم الحدیث۔ ابن ملقن جلد ۱ صفحہ ۱۲۷، المسودہ فی اصول الفقہ۔ ابن تیمیہ صفحہ ۲۶۹، مقدمہ ابن الصلاح مع التقیید والایضاح صفحہ ۷۰، فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث سخاوی جلد ۱ صفحہ ۱۲۳، التبصرہ والتذکرہ۔ علامہ عراقی جلد ۱ صفحہ ۱۳۶، توضیح الافکار۔ امیر یمانی جلد ۱ صفحہ ۲۸۱، ظفر الامانی شرح مختصر البرجانی عبدالحی لکھنوی صفحہ ۳۴۲)

اور امام حاکم کا اپنا فتویٰ بھی یہی ہے۔ (معرفت علوم الحدیث صفحہ ۲۰)

محدث و مفسر حافظ ابن کثیر بھی اسی بات کے قائل ہیں۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۲۳۳)

حافظ ابن قیم بھی لکھتے ہیں کہ صحابی کی بیان کی ہوئی تفسیر حجت ہوتی ہے۔

(زاد المعاد جلد ا صفحہ ۵۲)

امام سیوطی بھی صحابہ کی تفسیر کو مرفوع حدیث کے حکم میں مانتے ہیں۔

(تدریب الراوی جلد ا صفحہ ۱۹۲)

علامہ جزائری بھی اسی اصول کو بیان فرماتے ہیں۔

(توجیہ النظر الی اصول الاثر صفحہ ۱۶۵)

محدث و مفسر اہل حدیث نواب صدیق حسن خاں بھی صحابہ کی بیان کی گئی تفسیر قرآنی کو مرفوع حدیث کے حکم میں تسلیم کرتے ہیں۔

(الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ صفحہ ۹۶)

تو مندرجہ بالا مذکورۃ الصدر آیہ کریمہ کی یہ تفسیر کہ "جب امام صاحب قراءت کر رہے ہوں تو مقتدی کے لئے لازم ہے کہ وہ خود خاموش رہے اور دھیان سے امام صاحب کی قراءت کو سنے" یہ بھی مرفوع حدیث کے حکم میں ہوگی۔ لہٰذا امام صاحب کے پیچھے قراءت نہ کرنا اس اصول کے مطابق صحیح، مرفوع اور مسند حدیث سے ثابت ہو گیا۔ اسی لیے جناب سیدنا ابوبکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا عثمان ذوالنورین، جناب سیدنا علی المرتضیٰ، جناب سیدنا عبداللہ بن عمر، جناب سیدنا جابر بن عبداللہ، جناب سیدنا زید بن ثابت، جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود، جناب سیدنا ابو داؤد اور جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے اکابر صحابہ کرام۔ امام صاحب کے پیچھے قراءت کرنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں امام صاحب کے پیچھے

سورۃ فاتحہ پڑھنے کا رواج نہیں تھا۔

(مصفیٰ شرح مؤطا جلد ا صفحہ ۱۳۱، شرح مقنع جلد ۲ صفحہ ۱۱ وغیرہ)

جناب انس بن مالک فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو بندہ نماز کے بعد ہاتھ پھیلا کر عاجزی کے ساتھ یہ دعا مانگتا ہے۔ اللھم الھی والہ ابراھیم واسحاق و یعقوب والہ جبریل و میکائیکل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر و تعصمنی فی دینی. فانی مبتلی و تنالنی برحمتک .فانی مذنب و تنضی عنی الفقر فانی متمسکن ۔تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو ضرور قبول فرمائے گا۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن سنی صفحہ ٦١)

دعا کے اول و آخر درود شریف

بہتر یہ ہے کہ دعا کے اول و آخر درود شریف پڑھ لیا جائے۔ کیونکہ درود شریف بھی دعا کی قبولیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ محدثین کرام نے دعا کے آداب میں یہ بھی لکھا ہے کہ دعا سے پہلے درود شریف پڑھ لیا جائے۔

(حصن حصین صفحہ ۲۱)

☆ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے۔ ان الدعاء موقوف بین السماء والارض. لا یصعد منه شیٔ حتی تصلی علی نبیک صلی اللہ علیہ وسلم۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ٦٤، مشکوۃ صفحہ ٧٩)

☆ نیز جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ یعنی۔
دعا زمین و آسمان کے درمیان ٹھہری رہتی ہے۔ اور وہ بارگاہِ ربوبیت میں درجۂ قبولیت حاصل کرنے کے لئے اس وقت تک پیش ہی نہیں ہوتی۔ جب تک کہ تم جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں درود شریف عرض نہ کرو۔

دعا کا طریقہ

دعا مانگتے وقت ہاتھوں کو اٹھا کر کندھوں کے برابر کرلیا جائے۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۶ بحوالہ بیہقی)

اور کندھوں سے ہاتھوں کو بلند کرنا بدعت ہے۔

(مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۱۶۶، مشکوٰۃ ۱۹۶ وغیرہ)

اور دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھا جائے۔ اور ہاتھوں کو پھیلایا جائے۔ اور ہاتھوں کی ہتھیلی کا رخ آسمان کی طرف رکھا جائے۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۱۸، حدیث نمبر ۱۴۸۶، مشکوٰۃ ۱۸۵، ابن ماجہ صفحہ ۲۷۵، مستدرک جلد ا صفحہ ۵۳۶)

اور نہایت عاجزی اور تضرع سے گڑ گڑا کر اللہ کے حضور دعا کی جائے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ بے توجہی اور مایوسی اور ناامیدی سے کی گئی دعا کبھی قبول نہیں ہوتی۔
اور دعا کے بعد آمین کہتے ہوئے ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لیا جائے۔

(مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۲۲۱، حدیث نمبر ۱۴۹۲، جلد ۴ صفحہ ۵۶، حدیث نمبر ۱۶۶۷۹، طبرانی کبیر جلد ۲۲ صفحہ ۲۴۱، جلد ۱۲ صفحہ ۳۲۳، تہذیب الکمال۔

امام مزی جلد ۷ صفحہ ۷۷، مجمع الزوائد، امام ھیثمی جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۸، فضل الوعاء۔ امام سیوطی صفحہ ۹۳، کامل۔ ابن عدی جلد ۲ صفحہ ۱۷۳، مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۵۳۶، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۱۸، حدیث نمبر ۱۴۸۶، مشکوۃ صفحہ ۱۸۵، مسند فردوس۔ دیلمی جلد ۱ صفحہ ۲۲۱، الا حادو المثانی۔ شیبانی جلد ۴ صفحہ ۴۱۰، حدیث نمبر ۲۴۵۹، مسند الشامیین۔ طبرانی جلد ۲ صفحہ ۴۳۲، حدیث نمبر ۱۶۳۹، معجم الصحابہ۔ ابن قانع جلد ۳ صفحہ ۴۷، حدیث نمبر ۹۹۱، الاستیعاب۔ ابن عبدالبر جلد ۳ صفحہ ۱۳۶۲، میزان الاعتدال۔ ذھبی جلد ۱ صفحہ ۴۰۴، تہذیب التہذیب۔ ابن حجر جلد ۱۰ صفحہ ۲۳، تہذیب الکمال۔ مزی جلد ۲۷ صفحہ ۱۲۸، محدث البانی نے اس کو صحیح کہا ہے، مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۳۱۹، علل ابن ابی حاتم جلد ۲ صفحہ ۳۵۱، فردوس الاخبار۔ دیلمی جلد ۲ صفحہ ۳۰۶، حدیث نمبر ۳۳۸۳، تذکرۃ الحفاظ۔ ذھبی جلد ۲ صفحہ ۶۱۶، مصنف ابن شیبہ جلد ۷ صفحہ ۶۴، العلل ومعرفۃ الرجال۔ احمد جلد ۲ صفحہ ۲۷، الاستیعاب ابن عبدالبر جلد ۳ صفحہ ۹۸۳)

☆ جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان سے ایسا ہی منقول ہے۔

(حصن حصین صفحہ ۲۱ وغیرہ۔ بحوالہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، صحیح ابن حبان مستدرک، مسند امام احمد، مسلم، مصنف ابن ابی شیبہ، ابن ماجہ وغیرہ)

☆ امام بخاری نے بھی۔ رفع الایدی فی الدعاء کے الفاظ کے ساتھ باب باندھا ہے یعنی دعا میں ہاتھ اٹھانا۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۳۸)

☆ نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ان ربکم حیی کریم یستحیی من عبدہ اذا رفع یدیہ ان یردھما صفرا

(باختلاف الفاظ۔ ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۰۹، حدیث نمبر ۱۴۸۸، مستدرک امام حاکم جلد ا صفحہ ۵۳۵، ابن ماجہ صفحہ ۲۸۴، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵) قال الحافظ فی الفتح سندہ جید، فتح الباری جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۱، مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۴۳۸، صحیح ابن حبان جلد ۳ صفحہ ۱۶۰، حدیث نمبر ۸۷۶، م صفحہ ۱۶۳، حدیث نمبر ۸۸۰، سنن کبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۱۱، الاسماء والصفات بیہقی صفحہ ۹۰، طبرانی کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۵۲، حدیث نمبر ۶۱۳۰، صفحہ ۲۵۴، حدیث نمبر ۶۱۴۲، صفحہ ۲۵۶، حدیث نمبر ۶۱۴۸، شرح السنہ بغوی جلد ۵ صفحہ ۱۸۵، حدیث نمبر ۱۳۸۵، مسند الشہاب۔ قضاعی جلد ۲ صفحہ ۱۲۵، حدیث نمبر ۱۱۱۱، ۱۱۱۰، امالیہ۔ محاملی صفحہ ۳۸۰، حدیث نمبر ۴۳۳، کتاب الزھد از ھناد بن سری جلد ۲ صفحہ ۶۲۹، حدیث نمبر ۱۳۶۱، کامل ابن عدی جلد ۲ صفحہ ۱۳۸، تاریخ بغدادی جلد ۷ صفحہ ۴۳۲، کتاب الدعا طبرانی جلد ۲ صفحہ ۸۷۷، مجمع الزوائد۔ امام ہیثمی جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۹،۱۴۹۔ نیز فرمایا کہ اس روایت کے تمام راوی صحیح بخاری والے ہیں۔ مستدرک امام حاکم جلد ا صفحہ ۴۹۷، ۴۹۸، مسند ابو یعلی جلد ۷ صفحہ ۱۴۲، حدیث نمبر ۴۱۰۸، جلد ۳ صفحہ ۳۹۱، حدیث نمبر ۱۸۶۷، کامل ابن عدی جلد ۲ صفحہ ۶۱، جلد ۲ صفحہ ۱۵۶، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۲۵۱، حدیث نمبر ۳۲۵۰، جلد ۱۰ صفحہ ۴۴۳، امالیہ۔ ابن بشران صفحہ ۲۱۲، حدیث نمبر ۴۹۴، طبرانی اوسط جلد ۵ صفحہ ۳۱، حدیث نمبر ۴۵۹۱، فض الوعاء۔ امام سیوطی صفحہ ۶۹، دار قطنی، کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۸۷، حدیث نمبر ۳۲۶۷)

☆ محدث اہلحدیث علامہ البانی نے بھی اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ اور امام ذھبی نے بھی اس روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

یعنی بے شک تمہارا رب بڑا شرم رکھنے والا اور کرم کرنے والا ہے۔ وہ اس بات کو پسند نہیں فرماتا کہ کوئی اس کا بندہ اس کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے اور وہ اسے خالی لوٹا دے۔

لہٰذا۔ نماز کے بعد ضرور دعا کرنی چاہیے۔ اور سب کو مل کر دعا کرنی چاہیے۔ تمام احادیث سے ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہر نماز کے بعد دعا فرمایا کرتے تھے۔ اور صحابہ کرام کو بھی نماز کے بعد دعا کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

اجتماعی دعا

☆ امام صرف اپنے لئے دعا نہ کرے۔ بلکہ جب جماعت کے بعد اجتماعی دعا کرنے لگیں تو جمع کے صیغوں کے ساتھ دعا کریں۔ تا کہ سب کے لئے دعا ہو جائے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ اگر امام نے اجتماعی دعا میں صرف اپنے لیے دعا کی تو اس نے مقتدیوں سے خیانت کی۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

لا یؤم قوما (عبد) فیخص نفسہ بدعوۃ دونھم . فان فعل فقد خانھم ۔

(ابن ماجہ صفحہ ۶۶، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۴۷ وغیرہ)

☆ جناب سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ قال رسول اللہ ﷺ مارفع قوم اکفھم الی اللہ عزوجل. یسالونہ شیأ. الا کان حقا علی اللہ ان یضع فی ایدیھم الذی یسالوہ ۔

(طبرانی کبیر جلد ۶ صفحہ ۲۵۴، حدیث نمبر ۶۱۴۲، مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۱۶۹)

وقال الھیثمی رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح۔

یعنی۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو بھی قوم (مل کر۔ اجتماعی طور پر) اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر ہے کہ وہ لوگ جو بھی (جائز حاجت) اللہ تعالیٰ سے مانگیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عطا فرما دے۔

نیز جناب حبیب بن مسلمہ فہری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

سمعت رسول الله ﷺ يقول لا يجتمع ملأ فيدعوا بعضهم ويؤمن سائرهم الااجابهم الله. رجاله رجال الصحيح۔

(طبرانی کبیر جلد ۴ صفحہ ۲۱، حدیث نمبر ۳۵۳۶، مستدرک امام حاکم جلد ۳ صفحہ ۳۹۰، حدیث نمبر ۵۴۷۸، مجمع الزوائد ھیثمی جلد ۱۰ صفحہ ۱۷۰، الترغیب والترھیب۔ امام منذری جلد ۱ صفحہ ۱۹۶، حدیث نمبر ۷۴۰، فتح الباری شرح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی جلد ۱۱ صفحہ ۲۲۰ وغیرہ)

یعنی۔ کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ جب کوئی قوم جمع ہو کر (اجتماعی طور پر۔ اکٹھے ہو کر) اللہ تعالیٰ کے حضور اس طرح دعا مانگتے ہیں کہ۔ ان میں سے ایک شخص دعا کر رہا ہو اور باقی لوگ اس کی دعا پر آمین کہہ رہے ہوں تو اللہ تعالیٰ ان سب کی اس اجتماعی دعا کو (ضرور) قبول فرما لیتا ہے۔

☆ بعض جاہل اس روایت کو مرسل کہہ کر انکار کرتے ہیں۔ ان کے جواب میں ایک اہل حدیث محقق لکھتے ہیں۔ یہ حدیث اجتماعی دعا میں نص قطعی، واضح اور بالکل مبرہن ہے۔ اس کی سند بھی بالکل صحیح ہے۔ اگر حضرت حبیب بن مسلمہ صحابی ہیں۔ تو یہ صورت مرفوع متصل اور قابل اعتبار ہے۔

(روح عبادت الدعا صفحہ ۶۲۔ از مولوی بشیر الرحمان سلفی)

☆ غیر مقلدین کے معتبر و معتمد "اخبار اہل حدیث" دہلی جلد ۴ شمارہ جلد ۳ میں ایک سوال کا جواب دیا گیا۔ سوال۔ بعد نماز فرض وسنت۔ ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جواب۔ نماز فرض وسنت کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کر سکتے ہیں۔ اس کے جواز پر قولی و فعلی اور اثری بہت سی دلیلیں ہیں اور عدم جواز پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(بحوالہ فتاویٰ علماء اہل حدیث جلد ۳ صفحہ ۲۱۴، جلد ۱۴، صفحہ ۲۱۶)

بعد نماز دعا پر انہوں نے کافی دلائل بھی بیان کئے ہیں۔

☆ نیز محدث اہل حدیث مولوی نذیر احمد دہلوی بھی بیان کرتے ہیں۔

الجواب۔ ہاتھ اٹھا کر بعد نماز فرض کے دعا مانگنا درست ہے۔ آگے دلائل پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔ اس حدیث سے کہ بعد نماز فرض کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا، قولاً، فعلاً آنحضرت ﷺ سے ثابت ہوا۔

(فتاویٰ نذیریہ جلد ا صفحہ ۵۹۴، صفحہ ۵۶۶ بحوالہ فتاویٰ علماء حدیث جلد ۳ صفحہ ۲۱۸، ۲۲۰)

سوال:۔ کیا صحابہ کرام نے بھی سلام پھیرنے کے بعد دعا مانگی ہے؟ جواب:۔ جب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ تو صحابہ کرام بھی اس پر عامل ہوں گے۔

(اخبار اہلحدیث دہلی یکم دسمبر 1953ء بحوالہ فتاویٰ علمائے حدیث نمبر ۳ صفحہ ۲۱۷)

چیلنج

پوری کائنات کے۔ بعد نماز یا اجتماعی دعا کے منکروں کو چیلنج ہے کہ اس کی ممانعت پر پوری کائنات حدیث میں سے صرف اور صرف ایک ہی صحیح اور صریح حدیث پیش کر دیں اور منہ مانگا انعام حاصل کریں۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

اور دعا کرنے کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لے۔

جناب رسول اللہ ﷺ کا یہی طریقہ مبارکہ تھا۔ اور آپ ﷺ صحابہ کرام کو بھی ایسا ہی کرنے کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ اذا دعوت اللہ فادع ببطون کفیک ... فاذا فرغت فامسح بھما وجھک۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۰۷، ابن ماجہ صفحہ ۲۸۴، مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۵۳۶)

امام الوہابیہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک اس حدیث سے مراد وہ (اجتماعی) دعا ہے جس میں امام کے ساتھ مقتدی بھی دعا میں شامل ہوں۔

عبارت اس طرح ہے۔ ھذا الحدیث عندی فی الدعاء الذی یدعوبہ الامام لنفسہ وللماموین ویشترکون فیہ۔

(زادالمعاد جلد ۱ صفحہ ۶۷)

ویسے بھی کئی آیات اور احادیث سے مستفاد ہے کہ انفرادی دعا کے مقابلے میں اجتماعی یعنی مل کر دعا کرنا۔ زیادہ قبولیت کا باعث ہوتا ہے۔

فافھموا واعتبروا یا اولوالالباب والابصار۔

جماعت اور اس کی فضیلت

قرآن مجید فرقان حمید میں بھی ارشاد خداوندی ہے۔ وارکعوا مع الراکعین۔

(سورت بقرہ آیت ۴۳)

یعنی جماعت کے ساتھ نماز پڑھا کرو۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشا یہی ہے کہ سوائے عذر شرعی کے ہر شخص جماعت کے ساتھ ہی نماز ادا کرے۔

نیز جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ کل قیامت کو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور اطاعت گزاروں میں محشور ہو۔ تو اسے چاہیے کہ وہ نمازیں ایسی مسجدوں میں ادا کرے جن میں اذان دی جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی (حضرت محمد ﷺ) کو ہدایت والی شریعت عطا فرمائی ہے۔ اور جماعت میں حاضری بھی ہدایت والے طریقوں میں سے ہی ہے۔ اور اگر تم فلاں شخص کی طرح اپنے اپنے گھروں میں ہی نماز پڑھنا شروع کر دو گے تو تم نے اپنے نبی کے طریقے کو چھوڑ دیا اور اگر تم نے اپنے نبی کے طریقے کو چھوڑ دیا۔ تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور جو بندہ اچھی طرح طہارت (اور وضو) کر کے (باجماعت) نماز ادا کرنے کے لئے اپنے گھر سے نکلتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر ہر قدم پر اسے ایک نیکی کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ اور ہر ہر قدم پر اس کا ایک گناہ معاف فرماتا ہے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۵۷، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۲)

صحابہ کرام کا معمول

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ظاہری میں تو ہم میں سے صرف وہی شخص جماعت سے پیچھے رہتا تھا جو کہ کھلا ہوا منافق ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ بعض بیمار لوگ تو (جماعت کے شوق میں) دو آدمیوں کے کندھوں پر سہارا لے کر بھی مسجد میں آجاتے تھے۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۲ وغیرہ)

خود حضور ﷺ بھی آخری ایام میں اسی طرح مسجد میں تشریف لائے تھے (بخاری، مسلم) اسی لئے قدموں ہی کی مناسبت سے آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ نماز کے لئے وہ بندہ زیادہ اجر و ثواب کا مستحق ہے جو زیادہ دور سے چل کر مسجد میں آتا ہے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۹۰، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۵ وغیرہ)

چھوٹی مسجد میں جماعت کا ثواب

جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جماعت کے ساتھ (محلہ کی غیر جامع مسجد میں۔ ابن ماجہ) نماز ادا کرنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس (۲۷) گنا زیادہ ثواب کا باعث ہوتا ہے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۹، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۱ وغیرہ)

جامع مسجد میں جماعت کا ثواب

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جامع مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ پانچ سو (۵۰۰) نمازوں کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔

(ابن ماجہ وغیرہ)

بغیر عذر شرعی گھر پر نماز پڑھنے پر حضور ﷺ کی ناراضگی

جناب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اور میں کچھ لوگوں کو حکم دوں کہ وہ لکڑیاں جمع کر کے لائیں۔ پھر ان کو لے کر ایسے لوگوں

کے گھروں میں جاؤں جو جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے (یعنی بغیر عذر شرعی کے گھر پر نماز پڑھتے ہیں) تو میں ان لوگوں سمیت ان کے گھروں کو آگ لگادوں۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۹۰، مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۲ وغیرہ)

نعوذ باللہ من ذالک۔ اندازہ فرمائیں کہ بغیر جماعت کے۔ بلا عذر شرعی اپنے گھروں میں نماز پڑھنے والوں پر حضور ﷺ اتنا ناراض ہورہے ہیں۔ تو معاذ اللہ جو لوگ سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں۔ ان پر اللہ اور اس کے رسول کا کتنا غضب ہوگا۔

فافھموا واعتبروا یا اولوا الالباب

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو بندہ نماز کے انتظار میں مسجد میں بیٹھا رہتا ہے۔ وہ جب تک جماعت کے انتظار میں بیٹھا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے نماز ہی کا ثواب عطا فرماتا ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

"من جلس مجلسا ینتظر الصلوٰۃ فھوفی صلوٰۃ حتی یصلی"

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۲، رواہ مالک، ابن ماجہ صفحہ ۵۸، ابوداؤد والترمذی والنسائی)

نیز فرمایا۔ والملائکۃ یصلون علی احدکم مادام فی مجلسہ الذی صلی فیہ. یقولون اللھم اغفرلہ. اللھم ارحمہ، اللھم تب علیہ مالم یحدث فیہ مالم یود فیہ۔

(ابن ماجہ صفحہ ۵۸)

یعنی جب تک نمازی باوضو اپنی نماز والی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔

صفوں کی درستگی

جناب رسول اللہ ﷺ اس وقت تک جماعت شروع نہیں فرماتے تھے۔ جب تک کہ صفوں کو بالکل سیدھا اور درست نہیں فرما لیتے تھے۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۸۳ وغیرہ)

نیز آپ ﷺ نے فرمایا۔ لتسون صفوفكم اوليخالفن الله بين وجوهكم

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۸۳)

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں۔ استوو اولا تختلفوا افتختلف قلوبكم۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۸۱)

یعنی لوگو اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دل بھی ایک دوسرے کے مخالف کردے گا۔ نیز آپ ﷺ نے فرمایا۔

رصوا صفوفكم وقاربوا بينهما وحاذوا بالاعناق ـ

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۹۷)

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں۔ اقيموا الصفوف و حاذوا بين المناكب ـ

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۹۷، نسائی جلد ا صفحہ ۱۳۱ وغیرہ)

یعنی لوگو نماز میں اپنی صفوں کو باہم ملا کر کھڑے ہوا کرو۔ اور آپس میں بالکل قریب قریب ہو کر کھڑا ہوا کرو۔ اور اپنی گردنوں کو ایک سیدھ میں رکھا کرو۔ اور کندھوں کو بھی بالکل برابر رکھا کرو۔

اکیلا آدمی امام کے کس طرف کھڑا ہو

جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا۔ تو میں آپ ﷺ کی بائیں طرف کھڑا ہو گیا۔ تو آپ ﷺ نے مجھے پکڑ کر اپنی دائیں طرف کر لیا۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۰۰، مسلم جلد ا صفحہ ۲۶۱)

اس سے ثابت ہوا کہ جب امام کے ساتھ صرف ایک مقتدی ہو تو امام بائیں طرف کھڑا ہوگا اور مقتدی دائیں طرف کھڑا ہوگا۔

صف بندی کرنا

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اتمو الصف المقدم ثم الذی یلیہ فما کان من نقص فلیکن فی الصف المؤخر۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۹۸)

لوگو۔ پہلے۔ پہلی صف کو مکمل کر لیا کرو۔ پھر دوسری کو پھر تیسری کو۔۔۔ علی ھذا القیاس۔ تا کہ اگر لوگ کم ہوں اور صف کے مکمل ہونے میں کچھ کمی رہ جائے تو وہ کمی آخری صف میں ہو۔

اگر جماعت کے ساتھ لڑکے بھی ہوں تو پہلی صفوں میں مردوں کو کھڑا کیا جائے۔ اور آخری صف میں لڑکوں کو کھڑا کیا جائے۔ صفوں کے درمیان میں بچوں کا کھڑا ہونا صحیح نہیں ہوتا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

اقام الصلوٰۃ فصف الرجال و صف خلفھم الغلمان ثم صلی بھم۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۹۹)

امامت کا مستحق کون؟

بخاری شریف میں ہے۔ اهل العلم و الفضل احق بالا مامة ۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۹۳)

یعنی اہل علم وفضل ہی امامت کے زیادہ مستحق ہوتے ہیں۔

نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

یؤمّ القوم اقرءهم لكتاب الله . فان كانوا في القراءة سواء فاعلمهم بالسنة . فان كانوا في السنة سواء فاقدمهم هجرة . فان كانوا في الهجرة سواء . فاقدمهم سلما . وفي رواية مكان سلما سنا ولا يؤمن الرجل الرجل في سلطانه ولا يقعد في بيته على تكرمته الا باذنه۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۶)

کسی بھی قوم کی امامت کا زیادہ حقدار وہ شخص ہے۔ جو ان میں سے قرآن زیادہ صحیح پڑھنے والا ہو۔ اور اگر قرامت قرآن میں سب ایک جیسے ہوں۔ تو پھر امامت کرائے وہ شخص جو سنت (شریعت) کا زیادہ جاننے والا ہو۔ اور اگر علم شریعت میں بھی سب ایک جیسے ہوں۔ تو پھر وہ شخص امامت کرائے جس نے ہجرت پہلے کی ہو۔ اور اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں۔ تو پھر وہ شخص امامت کرائے۔ جس نے اسلام پہلے قبول کیا تھا۔ اور اگر اسلام لانے میں بھی سب برابر ہوں۔ تو پھر وہ شخص امامت کرائے۔ جو ان میں سے عمر میں بڑا ہو۔ اور کوئی شخص بھی کسی دوسرے شخص کی امامت کی جگہ پر جا کر اس جگہ کے مقرر امام کی اجازت کے بغیر وہاں جماعت نہ کرائے۔ اور نہ خود بخود ان کی کسی

مخصوص و معزز جگہ پر بیٹھے۔

اقرءھم کی وضاحت

واقرءاھم کان اعلمھم (ہدایہ) اور صحابہ کرام میں سے زیادہ قرآن کے جاننے والے وہی ہوتے تھے جو زیادہ دین کا علم جاننے والے ہوتے تھے۔ لہٰذا آج کل کے جاہل قاریوں پر یہ حکم منطبق نہیں کیا جائے گا۔

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ ہمیں ایمان (علم دین اور ایمان کے ضروری مسائل) پہلے حاصل ہوتا تھا۔ اور (باقی) قرآن پاک ہم بعد میں سیکھتے تھے (کیونکہ آپ فرماتے ہیں۔ کنا اذا تعلمنا من النبی ﷺ عشر آیات من القرآن لم نتعلم من العشر التی نزلت بعدھا حتی نعلم ما فیہ۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

یعنی جب ہم حضور ﷺ سے دس آیات سیکھ لیتے۔ تو اس وقت تک ہم آگے اور نہیں پڑھتے تھے۔ جب تک کہ پہلی دس آیات کے متعلق تمام احکام معلوم نہ کر لیتے تھے۔

نیز جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ اور حضور ﷺ پر جب بھی کوئی سورۃ نازل ہوتی تھی۔ تو ہم اس کے متعلق تمام حلال و حرام اور اوامر و نواہی اور وہ تمام باتیں سیکھ لیا کرتے تھے جو ضروری ہوتی تھیں۔

نیز آپ فرماتے ہیں۔ لقد رایت الیوم رجالا یؤتی احدھم القرآن قبل الایمان فیقرء ما بین فاتحتہ الی خاتمتہ .ما یدری ما آمرہ ولا زاجرہ ولا ماینبغی ان یقف عندہ منہ فینثرہ نثر الدقل۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۲۰)

اور آج میں دیکھ رہا ہوں کہ لوگ قرآن تو پڑھتے ہیں لیکن ایمان کا انہیں کچھ بھی علم نہیں ہوتا۔ وہ قرآن تو سارا پڑھ جاتے ہیں لیکن نہ اس کے اوامر و نواہی کو جانتے ہیں۔ اور نہ ہی اس کے متعلق ضروری احکام کو جانتے ہیں۔ اور قرآن پاک کی آیات کو پڑھتے چلے جاتے ہیں۔ جیسے کوئی شخص خراب کھجوروں کو بکھیر رہا ہو۔

امام کیسا ہونا چاہیے

صحابیٔ رسول کی اس وضاحت سے صاحب ہدایہ علیہ الرحمہ کے فرمان کی تصدیق ہو گئی کہ آج۔ امامت کے لئے صرف حافظ یا قاری کو نہیں دیکھا جائے گا۔ بلکہ یہ بھی دیکھا جائے گا کہ یہ حافظ صاحب یا قاری صاحب دین کے ضروری مسائل سے کتنی واقفیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا امام۔ صاحب علم، صحیح العقیدہ اور متقی و پرہیزگار ہی کو بنایا جائے گا۔

امام شعائر اسلام کی تعظیم کرنے والا ہو

ایک روایت میں ہے۔ ان رجلا ام قوما فبصق فی القبلۃ ورسول اللہ ﷺ ینظر فقال رسول اللہ ﷺ حین فرغ لا یصلی لکم فاراد بعد ذالک ان یصلی لھم فمنعوہ واخبروہ بقول رسول اللہ ﷺ فذکر ذالک لرسول اللہ ﷺ فقال نعم وحسبت انہ قال انک آذیت اللہ ورسولہ ﷺ۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۶۹)

یعنی ایک شخص ایک قوم کی امامت کراتا تھا۔ ایک دفعہ اس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوک دیا۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے دیکھ لیا۔ تو آپ ﷺ نے اس قوم کے

لوگوں کو فرمایا۔ آئندہ یہ شخص تمہیں نماز نہ پڑھائے۔ پھر جب وہ جماعت کرانے لگا تو لوگوں نے اسے منع کر دیا اور حضور ﷺ کا فرمان سنایا۔ وہ امام حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ اور اس بات کی تحقیق کرنا چاہی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں میں نے ہی فرمایا ہے۔ راوی کہتے ہیں۔ غالباً۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تو نے (قبلہ کی طرف تھوک کر) اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔

سب صحیح ہیں۔ کہنے والوں کو دعوت فکر

برادران اسلام۔ غور فرمائیں کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے۔ وہاں سے مکہ مکرمہ تقریباً ۲۵۰ میل دور ہے۔ اس شخص نے اتنی دور بیٹھے صرف بے احتیاطی سے۔ نہ کہ توہین کعبہ کی نیت سے۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوک دیا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو امامت سے ہٹا دیا۔ تو جو لوگ قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنا، قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر لیٹنا، انبیاء و اولیاء، مقربین الٰہی کی توہین کرنا اور وہ بھی جان بوجھ کر۔ جائز سمجھتے ہوں۔ بلکہ اس کے جواز پر فتوے دیتے اور کتابیں لکھتے ہوں۔ وہ بدمذہب لوگ کب امامت کے اہل ہوتے ہیں۔ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اور جو لوگ آپ ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو معاذ اللہ دوزخی کہتے ہیں۔ کیا اس سے اللہ کے رسول ﷺ کو ایذا نہیں پہنچتی؟ ضرور پہنچتی ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو کسی عام شخص کو یہ کہہ کر دیکھ لیں کہ تیرے والدین تو پکے دوزخی ہیں۔ اگرچہ یہ بات صحیح بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اس بات پر ہر شخص لڑنے مرنے پر تیار ہو جائے گا۔ تو کیا ایسے گندے عقائد رکھنے والے لوگ امامت کے لائق ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں

لہٰذا خدارا اپنی نمازیں برباد نہ کریں اور نماز پڑھنے سے پہلے یہ تحقیق ضرور کرلیا کریں کہ آپ کس کے پیچھے نماز پڑھنے لگے ہیں۔

امام پر اکثر لوگ خوش ہوں

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لا تقبل صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۸۸، ابن ماجہ صفحہ ۶۸ وغیرہ)

یعنی اس شخص کی نماز قبول ہی نہیں ہوتی۔ جو کسی قوم کی امامت کرائے۔ اور لوگ (اکثریت) اس کی امامت کو ناپسند کرتے ہوں۔

اگرچہ کوئی عذر شرعی نہ بھی ہو تو پھر بھی فتنہ ختم کرنے کے لئے ایسے حالات میں کنارہ کشی ہی باعث عزت ہوتی ہے۔ ملک خدا تنگ نیست۔

جماعت زیادہ لمبی نہ ہو

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی کا امام بنے۔ تو جماعت ہلکی کرائے۔ کیونکہ جماعت میں بچے، بوڑھے، کمزور، مریض اور کام کاج والے بھی شامل ہوتے ہیں۔

اور جب کوئی اکیلا نماز پڑھے۔ (فليطول ماشاء)۔ تو پھر جتنی چاہے لمبی کرے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ فليخفف فان فيهم الصغير والكبير و الضعيف و المريض . فاذا صلى وحده فليصل كيف شاء (وذالحاجة)۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۹۷، مسلم جلد ا صفحہ ۱۸۸، ترمذی جلد ا صفحہ ۱۵۸، دارمی صفحہ ۳۲۲)

نابالغ کے پیچھے نماز جائز نہیں

جناب عطاء بن ابی رباح، امام شعبی، امام مجاہد اور جناب ابراہیم نخعی علیہم الرحمہ فرماتے ہیں۔ لا یؤم الغلام الذی لم یحتلم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۹، مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۳۹۸)

یعنی نابالغ لڑکے کے پیچھے (کوئی بھی) نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔

فرض پڑھ چکے ہوں تو جماعت کے ساتھ نفل پڑھ لیں

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اذا صلی احدکم فی رحلہ ثم ادرک الامام ولم یصل فلیصل معہ فانہا نافلۃ۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۸۵، کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۴۷)

کہ جب تم میں سے کوئی شخص اپنے گھر میں نماز پڑھ لے۔ پھر دیکھے کہ ابھی جماعت نہیں ہوئی۔ تو جماعت کے ساتھ نفل پڑھ لے (ظہر اور عشاء میں۔ کیونکہ فجر اور عصر کے بعد نفل جائز نہیں ہیں۔ اور تین رکعت (مغرب) نفل ہوتے ہی نہیں ہیں)

عذر شرعی سے بیٹھ کر جماعت کرانا

جناب رسول اللہ ﷺ نے عذر شرعی کی بنا پر بیٹھ کر جماعت کروائی اور صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی تھی۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۹۵، مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۹ وغیرہ)

مدرک رکوع، مدرک رکعت ہے

اس مسئلہ پر پہلے بھی مسئلہ فاتحہ خلف الامام کے تحت کافی تفصیلی اور مدلل گفتگو ہو چکی ہے۔ لہٰذا یہاں صرف موقع کی مناسبت سے ایک عبارت پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اذا ادرکت الامام راکعا فرکعت قبل ان یرفع فقد ادرکت۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۲۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۳، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۲ وغیرہ)

یعنی اگر امام کے رکوع سے سر اٹھانے سے پہلے پہلے مقتدی جماعت میں شامل ہو جائے۔ تو اس کی یہ رکعت شمار کی جائے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆

عورتوں کی جماعت بھی جائز ہے

اگرچہ عورت پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا، جمعہ اور عیدین کی نماز میں شامل ہونا ضروری نہیں ہے۔ لیکن اگر وہ باپردہ طور پر جماعت، جمعہ یا عیدین کی نماز میں شامل ہونا چاہیں تو ہو سکتی ہیں۔ اور انشاء اللہ اس باجماعت نماز پر اللہ کے حضور سے وہ ثواب بھی پائیں گی۔ اسی طرح صرف عورتیں اگر خلوت میں مل کر آپس میں جماعت بھی کرا لیں، یا تراویح مل کر پڑھ لیں یا نماز تسبیح پڑھ لیں تو بھی بالکل جائز اور کارِ ثواب ہے۔ شرعاً اس پر ممانعت کی کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے۔ ہاں البتہ اتنی بات ہے کہ جب کوئی عورت۔ عورتوں کی جماعت کرائے۔ تو وہ مردوں کی طرح آگے۔ علیحدہ مصلے پر کھڑی

نہیں ہو گی۔ بلکہ ان کے درمیان میں ہی صف میں کھڑی ہو کر جماعت کروائے گی۔ اکابر فقہائے احناف بلکہ خود جناب سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہم بھی عورتوں کی جماعت کے جواز کے قائل ہیں۔ اور اس کی کراہت پر جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ ان میں افضلیت کی نفی ہے جواز کی نہیں۔ جب کہ اس کے اثبات میں حضور ﷺ کا فرمان عالیشان بھی موجود ہے۔ اور صحابیات بلکہ امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن کا تعامل بھی موجود ہے۔

☆ قرآن مجید فرقان حمید میں سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کو ارشاد خداوندی کا ذکر ان الفاظ میں موجود ہے۔

یا مریم اقنتی لربک واسجدی وارکعی مع الراکعین۔

(پارہ 3 آل عمران 3/43)

یعنی اے مریم اپنے رب کے حضور تابع فرمان بن کر رہ اور رکوع اور سجدہ (نماز) کیا کر نماز پڑھنے والوں (جماعت) کے ساتھ۔ اس آیت میں صاف طور پر ایک عورت یعنی سیدہ مریم سلام اللہ علیہا کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم فرمایا جا رہا ہے۔ احادیث نبویہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام سے بھی اس کا جواز ثابت ہے۔ لیکن قرآن پاک کی 114 سورتوں، 6666 آیتوں، 30 پاروں، 549 رکوعوں، اور 323671 حروف میں سے ایک حرف بھی ایسا نہیں ہے جس سے مکمل پردہ داری کے ساتھ عورت کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا یا عورت کا عورتوں کو جماعت کرانا منع ثابت ہو سکے۔

حضور ﷺ کے حکم سے عورتوں کی جماعت

محدثین کرام نے تو کتب حدیث میں "امامۃ النساء" کے باب باندھ کر اس کا جواز اور ثبوت بیان فرمایا ہے۔ مثلا ابوداؤد شریف، جو کہ صحاح ستہ میں سے حدیث کی ایک معتبر کتاب ہے۔ میں امام ابوداؤد علیہ الرحمہ، حضرت ام ورقہ بنت عبداللہ بن حارث نوفیر انصاریہ، صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک طویل روایت بیان فرماتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں۔

☆ فاستأذنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تتخذ فی دارھا مؤذنا فاذن لھا۔

(ابوداؤد شریف جلد ۱ صفحہ ۸۷، سنن الکبری بیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۳۰، تعلیق المغنی علی الدار قطنی جلد ۱ صفحہ ۴۰۳)

آگے روایت کے الفاظ ہیں۔

☆ وجعل لھا مؤذنا یؤذن لھا وامرھا ان تؤم اھل دارھا۔ قال عبدالرحمن فانا رأیت مؤذنھا شیخا کبیرا۔

(ابوداؤد شریف جلد ۱ صفحہ ۸۷، الاصابہ فی تمییز الصحابہ و الاستیعاب فی اسماء الاصحاب جلد ۴ صفحہ ۵۰۴)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے حکم اور اجازت سے حضرت ام ورقہ، شہیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے گھر میں فرضوں کی جماعت کرایا کرتی تھیں۔ اور حضور ﷺ نے ایک بوڑھا صحابی آپ کے گھر میں مؤذن بھی مقرر فرما رکھا تھا۔

اس حدیث کے حاشیہ میں ہے۔

☆ قال السندی و هذا لحدیث یدل علی جواز امامة المرأة للنساء ۔

(التعلیق المحمود حاشیہ ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۸۷)

یعنی اس حدیث سے عورتوں کی امامت (جماعت) کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ جائز ہے۔

بذل المجہود شرح ابوداؤد میں بھی ہے۔

☆ امر رسول اللہ ﷺ ام ورقة ان تؤم اهل دارها ای نساء ۔

یعنی آپ صرف عورتوں کو ہی جماعت کروایا کرتی تھیں۔

اس بات کا ذکر دارقطنی جلد ۱ صفحہ ۴۰۳ پر بھی ان الفاظ میں ہے۔

☆ عن ام ورقة كانت تؤم . ان رسول اللہ ﷺ اذن لها ان تؤم اهل دارها۔

اسی طرح تعلیق المغنی جلد ۱ صفحہ ۴۰۳ پر ہے۔

☆ وامر ان يؤذن لها يقام و تؤم اهل دارها فی الفرائض ۔

حضور ﷺ کی ازواج مطہرات جماعت کرواتی ہیں

عورت امامت میں کہاں کھڑی ہو

نیز سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ اور مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۸۸ پر ہے۔

☆ عن حجيرة . قالت امتنا ام سلمة . قائمة وسط النساء ۔

نیز صفحہ ۸۹ پر ہے۔

☆ عن ام الحسن انها رأت ام سلمة زوج النبی ﷺ تؤم النساء

وتقوم معهن فی صفهن۔

اور تعلیق المغنی جلد ا صفحہ ۴۰۵ پر ہے۔

☆ عن ام سلمة انها امتهن فقامت وسطا. ولفظ عبدالرزاق قالت امتنا ام سلمة فی صلاة العصر فقامت بيننا . وقال النووی سنده صحيح۔

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کی زوجہ ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں کو فرضوں کی جماعت کرایا کرتی تھیں اور آپ صف میں ہی عورتوں کے درمیان کھڑی ہوتی تھیں۔ اور امام نووی فرماتے ہیں اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔

نیز نصب الرایہ کے حاشیہ میں ہے کہ اس روایت کی سند سونے کی طرح ہے۔

(المصدر السابق جلد ۲ صفحہ ۳۱)

مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۸۹، مستدرک امام حاکم جلد ا صفحہ ۳۲۰، مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۱۵۱ پر ہے۔

☆ عن عائشة انها كانت تؤم النساء و تقوم معهن فی الصف ۔

اور مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۱۴۰، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ پر ہے۔

☆ ان عائشة . انها كانت تؤذن وتقيم و تؤم النساء . وتقوم وسطهن

نیز صفحہ ۴۰۵ پر ہے۔

☆ عن ابن عباس قال تؤم المرأة النساء وتقوم وسطهن .قوله عن ريطة الحنفية قالت امتنا عائشة وقامت بينهن فی صلوة مكتوبة .قال النووی فی الخلاصة سنده صحيح. واخرج الحاكم عن عطاء عنها كما تقدم. واخرج محمد بن الحسن فی كتابه الآثار۔ (صفحہ ۴۴)

☆ ان عائشة كانت تؤم النساء في شهر رمضان فتقوم وسطا. اخرجه ابن ابي شيبه وعبدالرزاق في مصنفيهما والشافعي في مسنده. وهذه الروايات كلها تدل على استحباب امامة المرأة للنساء في الفرائض والنوفل. وهذا هو الحق. وبه يقول الشافعي والاوزاعي والثوري واحمد و ابو حنيفة و جماعة رحمهم الله تعالىٰ۔

(تعلیق المغنی جلد ا صفحہ ۵۳۶)

ائمہ کرام کا فیصلہ

یعنی زوجہ الرسول۔ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عورتوں کو فرض نمازوں کی جماعت کرایا کرتی تھیں۔اور آپ کی جماعت کے لئے اذان اور اقامت بھی کہی جاتی تھی۔ جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اس روایت کو بیان فرمایا ہے۔

امام حاکم نے بھی یہ روایت نقل فرمائی ہے۔

اور امام محمد نے کتاب الآثار میں لکھا ہے۔کہ آپ رمضان شریف میں بھی عورتوں کو (فرضوں یا تراویح کی) جماعت کروایا کرتی تھیں۔

امام نووی شارح مسلم شریف فرماتے ہیں۔اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

امام زیلعی نے بھی اس روایت کی توثیق نقل فرمائی ہے۔

(نصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ جلد ا صفحہ ۳۱)

اس طرح کی کئی روایات تحریر فرمانے کے بعد صاحب تعلیق المغنی فیصلہ فرماتے ہیں کہ

ان تمام روایات سے عورت کا عورتوں کو جماعت کرانا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہونا ثابت ہوا۔ (اور یہ حدیث قولی اور تقریری دونوں طریقوں سے ثابت ہے)

ہوتا ہے جماعت فرائض کی ہو یا نوافل کی۔ یہی بات صحیح ہے۔ امام شافعی، امام اوزاعی، امام ثوری، امام احمد، امام ابوحنیفہ اور محدثین کرام کی ایک جماعت کا یہی فتویٰ ہے۔

جناب سفیان ثوری۔ جناب امام ابراہیم نخعی اور جناب امام شعبی علیہم الرحمہ سے روایت فرماتے ہیں۔

☆ لاباس ان تصلی المرأة بالنساء فی رمضان تقوم فی وسطھن۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۱۴۰)

یعنی اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ عورت۔ عورتوں کو رمضان شریف میں (تراویح کی) جماعت کروائے اور خود ان کے درمیان کھڑی ہو۔

علامہ عبدالرحمان الجزائری علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں۔

☆ یصح ان تکون المرأة اماما لا مرأة مثلھا باتفاق ثلاثة من الائمة وخالف المالکیة۔

(کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ جلد ۱ صفحہ ۴۰۹)

یعنی عورتوں کی امامت عورت کرائے تو یہ صحیح ہے۔ اور اس مسئلہ پر تین ائمہ (امام اعظم، امام شافعی اور امام امام احمد رحمھم اللہ) کا اتفاق ہے لیکن مالکیہ نے اس مسئلہ میں خلاف کیا ہے۔ اس مسئلہ پر مزید اطمینان حاصل کرنے کے لئے اوپر لکھا گیا۔

تعلیق المغنی جلد ۱ صفحہ ۵۳۶ کا حوالہ ایک بار پھر پڑھ لیں۔

نیز علامہ زیلعی بھی فرماتے ہیں۔

☆ اما ان کان المقتدی نساء فلاتشترط الزکورة فی امامهن عندالجمهور فتصح امامة المرأة للنساء عندهم بدلیل روی عن عائشة وام مسلمة رضی الله عنهما . ان المرأة تؤم النساء. وروی بدلیل ماروی الدارقطنی عن ام ورقة . انه ﷺ اذن لها ان تؤم نساء دارها۔ (الفقہ الاسلامیہ وادلتہ جلد ا صفحہ ۱۷۵)

یعنی اگر نماز پڑھنے والی صرف عورتیں ہی ہوں تو پھر یہ کوئی ضروری نہیں کہ ان کا امام۔ مرد ہی ہو۔ کیونکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ، ام المؤمنین سیدہ ام سلمۃ اور جنابہ شہیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنھم کی روایات کے مطابق جائز ہے کہ عورت ہی عورتوں کی جماعت کرادے۔

☆ علامہ مفتی مجاہد شہید لکھتے ہیں۔ اگر عورت حافظہ ہو اور اس کو کلام پاک تراویح میں سنائے بغیر یاد رکھنا ممکن نہ ہو تو قرآن پاک کو بھلانے کے گناہ سے بچنے کے لئے اگر بغیر کسی اعلان اور بلاوے کے۔ حافظہ عورت صرف گھر کی عورتوں کو تراویح میں قرآن سنائے تو گنجائش معلوم ہوتی ہے اور ایسی صورت میں حافظہ عورت۔ دوسری عورتوں کے درمیان کھڑی ہوگی۔

(احکام ومسائل صفحہ ۱۲۹)

عورت کی امامت جنازہ میں بلا کراہت جائز ہے

اسی طرح نماز جنازہ میں اگر کسی مقام پر صرف عورتیں ہی عورتیں ہوں۔ کوئی جماعت کرانے والا مرد موجود نہ ہو تو اس کے متعلق بھی فقہائے احناف کا متفقہ مؤقف ہے کہ

یعنی عورت کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔ مثلاً شیخ محقق اکمل الدین بابرتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

☆ ان اما متھن فی صلوۃ الجنائز غیر مکروھۃ۔

(عنایہ شرح ھدایہ مع الشروح جلد ۱ صفحہ ۳۰۶)

علامہ کمال الدین المشہور ابن ھمام علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں۔

☆ واعلم ان جماعتھن لا تکرہ فی صلاۃ الجنازۃ۔

(فتح القدیر مع دیگر شروح جلد ۱ صفحہ ۳۰۶)

امام احمد طحطاوی بھی فرماتے ہیں۔

☆ الا صلوۃ الجنازۃ فلا تکرہ جماعتھن فیھا۔

(طحطاوی علی المراقی صفحہ ۲۴۶)

بحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۳۵۱ پر بھی ہے۔

☆ جماعتھن فی صلاۃ الجنازۃ فانھا لا تکرہ۔

اور جو بعض حضرات ان روایات کو اوائل اسلام سے متعلق کر کے منسوخ قرار دیتے ہیں وہ بھی غلط ہے کیونکہ امام ابن ھمام فرماتے ہیں۔

☆ ھھنا بحث من اوجہ . الاول. ان النبی ﷺ اقام بمکۃ ثلاث عشرۃ سنۃ ثم تزوج عائشۃ بالمدینۃ فکیف یصح قولہ حمل فعلھا الجماعۃ علی ابتداء الاسلام ۔

(فتح القدیر مع دیگر شروح جلد ۱ صفحہ ۳۰۶)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ تیرہ (13) سال تک مکہ شریف میں (اعلان نبوت کے

بعد) مقیم رہے۔ پھر آپ ﷺ مدینہ شریف تشریف لے گئے۔ اور ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ ﷺ سے ۲ھ میں ہوا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ عمل ابتدائے اسلام کا کیسے کہا جا سکتا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں۔

☆ اذا كانت امامتهن مكروهة فكيف فعلت عائشة۔ (ایضاً)

یعنی اگر عورتوں کی جماعت مکروہ (تحریمہ) ہوئی تو ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں کو (فرائض ونوافل) کی جماعت کیوں کرواتی رہیں نیز حضور ﷺ نے اس سے منع بھی نہیں فرمایا۔ بلکہ آپ ﷺ کا تو حکم اور اجازت موجود ہے۔

دلائل بیان کرنے کے بعد آپ فرماتے ہیں۔ كلها ينفي ثبوت النسخ۔ (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۰۷)

یعنی یہ تمام دلائل عورتوں کی جماعت کے منسوخ ہونے کی نفی کرتے ہیں۔

☆ نیز درمختار جلد ۱ صفحہ ۵۶۵، ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۵۶۶، فتاوی عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۸۵، البنایہ شرح ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۲، جوہرہ نیرہ جلد ۱ صفحہ ۷۱ وغیرھم کتب احناف میں یہ بھی ہے کہ اگر اس طرح عورت۔ عورتوں کی جماعت کرادے تو ان کی نماز ہو جائے گی۔

غور طلب امر یہ ہے کہ اگر یہ فعل مکروہ تحریمہ ہوتا تو ترک واجب کی وجہ سے ان کی نماز درست نہیں ہونی چاہیے تھی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان روایات کے بعض راوی ضعیف ہیں۔ لہٰذا یہ روایات قابل حجت نہیں ہیں۔ اس کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ اس روایت کو (بلا نکیر) امام ابوداؤد نے نقل کیا ہے۔ اور امام ابن خزیمہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔

(بلوغ المرام صفحہ ۷۶)

علامہ عینی فرماتے ہیں۔ امام مسلم نے بھی اس راوی سے روایت لی ہے۔ اور یہ بات اس راوی کی ثقاہت وعدالت کے لئے کافی ہے۔ امام ابن حبان نے بھی ان راویوں کو ثقات میں بیان کیا ہے۔ لہٰذا یہ روایت صحیح ہے۔

(بنایہ شرح ہدایہ، مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۲۰)

محدث شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں۔ ابن حبان نے ان دونوں راویوں کو ثقات میں بیان کیا ہے۔ اور محدث عینی نے بھی شرح ہدایہ میں اس کی توثیق کی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔

(تعلیق المغنی علی الدار قطنی جلد ۱ صفحہ ۵۳۵)

☆ نیز یاد رہے کہ جو کچھ احناف کی کتب میں منقول ہے وہ سب کچھ امام اعظم یا صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال وفتاوی ہی نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں بہت سا صاحب کتاب کا اپنا اظہار خیال بھی ہوتا ہے۔ جو کہ بلا دلیل حجت نہیں ہوتا۔ اور بالفرض اگر کوئی روایت ضعیف بھی ہو تو باقی احادیث وآثار کی وجہ سے وہ روایت پھر قوی ہو جاتی ہے۔ اور اگر کوئی ان روایات کو پھر بھی منسوخ کہتا ہے۔ تو وہ ان روایات کا ناسخ بتائے۔ من الدعی فعلیہ البیان۔

ایک المیہ

اس گئے گزرے اور پرفتن دور میں اگر کوئی اللہ کی بندی کسی باپردہ جگہ پر۔ باقی اللہ کی بندیوں کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرنا چاہتی ہے تو خدارا اسے کرنے دیں۔ نہ منع

کریں۔ جواز کے ثبوت تو کافی ہیں۔ جب کہ ممانعت کا صحیح اور صریح ثبوت ایک بھی نہیں ہے۔ ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہو گیا کہ عورت کا عورتوں کو جماعت کرانا ۔ جب کہ وہ صف کے درمیان میں کھڑی ہو۔ بالکل جائز اور مستحب ہے۔ بلکہ حضور ﷺ کے فرمان کے عین مطابق ہے۔

نوافل کی جماعت اور تداعی

باقی اگر کسی کو نوافل کی جماعت کا انکار ہو تو نماز استسقاء بھی تو نفل ہی ہے۔ نماز کسوف اور خسوف بھی تو نفل نمازیں ہی ہیں۔ یہ سب خود حضور ﷺ نے جماعت سے کروائی اور پڑھائی ہیں۔ اور اگر کسی کو نفل نماز کے لئے تداعی اور اعلان پر اعتراض ہو تو گذارش ہے کہ بخاری شریف میں موجود ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نفل جماعت کے لئے ایک صحابی کو بھیج کر اعلان کروایا تھا۔ لہٰذا ایک نفل نماز کو دوسری نفل نمازوں پر قیاس کر کے ان احادیث و آثار کی روشنی میں تمام نفل نمازوں کی جماعت، نفل نمازوں کی جماعت کے لئے اعلان (تداعی) اور عورتوں کا آپس میں مل کر فرض، نفل یا تراویح کی جماعت کرا لینا بالکل جائز بلکہ مستحب ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے۔ یہ سنت صحابہ ہے اور معمول امت ہے۔

لہٰذا حدیث شریف۔ مار آہ المسلمون حسنا فھو عنداللہ حسن۔

(مؤطا امام محمد)

کے مطابق یہ کام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی محبوب و پسندیدہ ہے۔ ہاں پردہ کا اہتمام والتزام لازمی ہے۔ جناب اگر منع کرنا ہو تو غلط کاموں سے منع کیا جائے۔ اگر کوئی اللہ

کی بندی اللہ کو یاد کرنا چاہتی ہے اور دل کر یاد کرنا چاہتی ہیں تو ان پر فتوے نہ لگائے جائیں۔ اور آیت۔ ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ۔ کو ذہن میں رکھیں اور خدا سے ڈریں۔

فاعتبروایا اولوالالباب والابصار۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سترہ کا بیان

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اذا وضع احدکم بین یدیہ مثل مؤخرۃ الرحل فلیصل ولا یبال من مرّوراء ذالک۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۵)

یعنی جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں اپنے سامنے اونٹ کے کجاوے کے پیچھے کے حصے والی لکڑی جتنی اونچی کوئی چیز رکھ لے۔ تو پھر اسے کوئی پرواہ نہیں کہ اس کے آگے سے جو کچھ بھی گزر رہا ہے۔

جب آپ ﷺ عید کی نماز کے لئے (کھلے میدان میں یا سفر میں) نکلتے تو نماز کے وقت آپ ﷺ حکم فرماتے۔ تو آپ ﷺ کے سامنے ایک چھوٹا نیزہ گاڑ دیا جاتا تھا

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۹۵ وغیرہ)

آپ ﷺ سترہ کو بالکل چہرہ کے سامنے نہیں رکھتے تھے۔ بلکہ تھوڑا سا دائیں یا بائیں رکھتے تھے۔ (ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۰۰، مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ ۴ وغیرہ)

اور سترہ نمازی کے سامنے بالکل قریب ہونا چاہیے۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۰۱)

سترہ کسی ٹھہرے ہوئے جانور وغیرہ کو بھی بنایا جا سکتا ہے۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۹۵، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۰۰ وغیرہ)

جماعت میں اگر امام کے سامنے سترہ ہو تو۔ امام کا سترہ ہی تمام مقتدیوں کیلئے کافی ہوگا

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۹۶، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۱۷)

مکہ شریف میں سترہ نہیں

عن طاؤس . قال لا يقطع الصلوٰة بمكة شيئ . لا يضرك ان تم المرأة بين يديك۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۳۵)

یعنی امام طاؤس علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ مکہ پاک میں سترہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہاں جو چاہے تیرے سامنے سے گزرتا رہے۔ تیری نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ البتہ اگر سامنے قبریں ہوں۔ جو نظر آ رہی ہوں۔ اور نزدیک بھی ہوں۔ اور نمازی اور قبر کے درمیان کوئی حجاب بھی نہ ہو۔ تو اب اگر وہاں جماعت کرائیں گے۔ تو ہر ایک نمازی کو اپنے سامنے سترہ رکھنا پڑے گا۔ سترہ کے لئے برچھی کے دستے جتنی موٹی لکڑی یا کوئی اور چیز۔ اور تقریباً ڈیڑھ دو فٹ تک اونچی چیز کافی ہے۔ جو چیز سامنے موجود رہے وہ سترہ کا کام دے سکتی ہے۔ چاہے آگے کوئی نمازی ہی ہو۔ نمازی کے آگے سے گزر جانا گناہ ہے۔ سامنے آ جانا، پھر واپس آ جانا، سامنے سے اٹھ جانا۔ یہ کوئی گناہ نہیں ہے۔

مثلاً چند آدمیوں کا وہاں سے گزرنا ضروری ہے تو ایک آدمی سامنے آکر کھڑا ہو جائے اس کے آگے سے تمام لوگ گزر جائیں۔ پھر وہ شخص واپس پیچھے ہٹ جائے۔ پھر دوسری طرف سے ایک آدمی نمازی کے سامنے آکر کھڑا ہو جائے۔ اس کے آگے سے یہ بھی گزر جائے۔ پھر وہ شخص واپس پیچھے ہٹ جائے۔

مسئلہ بلغار

یعنی جہاں دن رات کی مدت غیر معمولی ہو۔ وہاں نماز کیسے پڑھیں گے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا۔ اربعین یوما. یوم کسنة. و یوم کشهر. و یوم کجمعة. وسائر ایامه کا یامکم. قال قلنا یا رسول الله ارء یت الیوم الذی کا لسنة اتکفینا فیه صلاة یوم قال ولکن اقدرو اله قدره۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۱، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۳۲۵ وغیرہ)

یعنی دجال دنیا میں چالیس دن تک رہے گا۔ اس کا پہلا دن ایک سال کے برابر ہوگا دوسرا دن ایک مہینہ کے برابر، تیسرا دن ایک ہفتہ کے برابر اور باقی سینتیس (۳۷) دن تمہارے عام دنوں کی طرح ہی ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ان غیر معمولی ایام میں ہمیں ایک دن میں پانچ نمازیں ہی پڑھنی ہوں گی۔

تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ نہیں۔ بلکہ عام دنوں کے اندازے کے مطابق ان ایام میں بھی اتنے اتنے وقفے سے تمام نمازیں ادا کرنا ہوں گی۔

اور اسی طرح دنوں کے اندازے کے مطابق مہینہ مقرر کر کے رمضان شریف کے

روزے بھی رکھنے ہوں گے۔ اور اسی اندازے کے مطابق سحری، افطاری اور حج وغیرہ اور دیگر ارکان اسلام بھی ادا کئے جائیں گے۔

اسی طرح جن علاقوں میں ایک لمبی مدت تک دن رہتا ہے یا رات رہتی ہے۔ وہاں بھی ان کے قریب ترین متمدن علاقے کے مطابق اندازہ کر کے نماز روزہ ادا کریں گے۔ بلکہ چاند، مشتری اور زہرہ وغیرہ پر۔ جہاں دن رات کا تصور ہی نہیں۔ وہاں جانے والا بھی گھنٹوں کے اندازے کے مطابق ہی تمام نمازیں ادا کرے گا۔

الحمدللہ حمداً کثیرا

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے علاقے میں پیدا فرمایا ہے جہاں ہم ان مخمصوں سے مکمل طور پر آزاد ہیں۔ اور بحمدہ تعالیٰ و بمنہ تمام عبادات مکمل و اکمل طور پر سکون اور یقین سے ادا کر رہے ہیں۔ ھذا من فضل ربی۔ والحمدللہ علی ذالک۔

دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا

ارشاد خداوندی ہے۔ ان الصلوٰۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا۔

(سورت نساء آیت ۱۰۳)

یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں پر نماز کو اپنے اپنے اوقات میں فرض فرمایا ہے

نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ان الصلوٰۃ اولا و آخرا۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۲۲، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ وغیرہ)

یعنی بیشک ہر نماز کا ایک ابتدائی وقت ہوتا ہے اور ایک آخری وقت ہوتا ہے۔

جناب جبریل علیہ السلام نے بھی ایک دن پانچوں نمازیں ابتدائی وقت میں اور

دوسرے دن پانچوں نمازیں آخری وقت میں پڑھ کر فرمایا تھا۔

والوقت فیما بین ھذین الوقتین ۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۱، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۵۶ وغیرہ)

یعنی پانچوں نمازوں کا وقت ان دونوں (ابتدائی اور آخری) اوقات کے درمیان میں ہے۔

نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی ایک آدمی کے اوقات نماز پوچھنے پر ایک دن پانچوں نمازیں اول وقت میں ادا فرمائیں۔ اور دوسرے دن آخری وقت میں ادا فرمائیں۔ اور فرمایا۔ وقت صلوتکم بین ما رأیتکم۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۲۳ وغیرہ)

یعنی تمہاری نمازوں کا وقت۔ جو تم نے ابتدائی وقت۔ اور آخری وقت۔ دیکھا ہے ان کے درمیان ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر نماز کا ایک ابتدائی وقت ہوتا ہے۔ اور ایک آخری وقت۔ اور اس وقت میں ہی وہ نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ اور ہر نماز کو اس کے وقت میں ہی پڑھنا فرض کیا گیا ہے۔ کوئی بھی نماز اپنے وقت کے علاوہ ادا نہیں کی جا سکتی۔ یعنی فجر کے وقت میں ظہر۔ یا ظہر کے وقت میں عصر۔ یا عصر کے وقت میں مغرب۔ یا مغرب کے وقت میں عشاء۔ اور عشاء کے وقت میں فجر ادا نہیں کی جا سکتی۔ اگر کوئی شخص کسی نماز کو اس کے وقت کے علاوہ پڑھے گا۔ تو اس کی وہ نماز بھی نہیں ہوگی۔ بلکہ الٹا وہ گناہ گار ہوگا۔ کیونکہ نماز کا وقت ہونا۔ یہ بھی شرائط نماز میں سے ہے۔

جمع بین الصلاتین کی دو قسمیں

اگر دو نمازوں کو جمع کر کے ایک وقت میں پڑھنا جائز نہیں ہے۔ تو پھر ان احادیث مقدسہ کے کیا معنے ہوں گے جن میں جناب رسول اللہ ﷺ کا دو دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کا ذکر آیا ہے۔ تو اس کے متعلق عرض ہے کہ جمع بین الصلاتین کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ (۱) جمع صوری (۲) جمع حقیقی۔ جمع حقیقی تو یہ ہے کہ کسی بھی وقت میں دو نمازیں ملا کر پڑھ لینا۔ یہ تو قرآن وحدیث کی رو سے جائز نہیں ہے۔ اور جمع صوری یہ ہے کہ دونوں نمازیں تو اپنے اپنے اوقات ہی میں پڑھی جائیں۔ لیکن ایک کو اس کے آخر وقت میں پڑھیں تا کہ اس سے فارغ ہوتے ہی دوسری نماز کا وقت شروع ہو جائے۔ اور اس کو اپنے اول وقت میں پڑھ لیا جائے۔ اور یہی صورت جائز بھی ہے اور یہی واقع بھی ہوئی ہے۔

جمع صوری کا ثبوت

چنانچہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (ظہر اور عصر کی) آٹھ رکعت اکٹھی پڑھیں اور (مغرب اور عشاء کی) سات رکعات اکٹھی پڑھیں۔ وہ اس طرح کہ آپ ﷺ نے ظہر کو آخری وقت میں پڑھا اور عصر کو ابتدائی وقت میں۔ اسی طرح پھر مغرب کو آخری وقت میں پڑھا اور عشاء کو اول وقت میں۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

اخر الظهر وعجل العصر واخر المغرب وعجل العشاء۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۹۸)

اسی طرح بخاری شریف میں یہ روایت اس طرح ہے۔ عن عمیر و قال سمعت ابا الشعثاء جابرا. قال سمعت ابن عباس .قال صلیت مع رسول الله ﷺ ثمانیا جمیعا وسبعا جمیعا .قلت یا ابا الشعثاء اظنه اخر الظهر و عجل العصر .وعجل العشاء واخر المغرب. قال وانا اظنه۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۵۷ وغیرہ)

اور مسلم شریف میں اسی روایت کے آخری الفاظ ہیں۔ وانا اظن ذالک (ذاک)

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۴۶)

یعنی جب جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ روایت بیان فرمائی۔ تو جناب عمر و بن دینار نے جب جناب ابوالشعثاء سے یہ روایت سنی تو فرمایا۔ میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ نے ظہر کو آخری وقت میں پڑھا ہوگا اور عصر کو اول وقت میں پڑھا ہوگا۔ اسی طرح مغرب کو آخر وقت میں پڑھا ہوگا اور عشاء کو اول وقت میں پڑھا ہوگا۔ تو جناب ابوالشعثاء نے فرمایا۔ میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔

اس سوال و جواب سے بھی یہ ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام بھی جمع صوری ہی کے قائل تھے۔ اگر چہ نسائی کی مذکورہ بالا روایت میں تو جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے خود ہی اس بات کی وضاحت فرما دی ہے۔ یعنی ایک روایت مبہم ہے اور دوسری مفسر۔ اور قانون یہ ہے کہ۔ والمفسر یقضی علی المبهم اذا رواه اهل الثبت ۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۰۱)

یعنی جب ثقہ راوی بیان فرمائیں تو مبہم روایت پر مفسر روایت کو ترجیح دی جائے گی۔ نیز مصنف ابن ابی شیبہ میں بھی یہی جناب ابوالشعثاء والی روایت من وعن موجود ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۴۵۶)

ایک اور مقام پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت بھی ہے۔

ان النبی ﷺ کان یؤخر الظهر و یعجل العصر .و یؤخر المغرب ویعجل العشاء فی السفر ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۴۵۷)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ سفر میں اس طرح نمازوں میں جمع صوری فرمالیا کرتے تھے۔ کہ ظہر کو آخر وقت میں پڑھتے اور عصر کو اول وقت میں پڑھ لیتے تھے۔ اسی طرح مغرب کو آخر وقت میں پڑھتے ۔اور عشاء کو اول وقت میں پڑھ لیا کرتے تھے۔

یہاں سے بھی آپ ﷺ کا طریقہ مبارک معلوم ہوگیا۔

مخالف روایت پر امام ترمذی کا تبصرہ

اور بعض لوگ جو روایت پیش کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں بغیر سفر یا خوف کے نمازوں کو اکٹھا پڑھا۔ اس کے متعلق سنیے از محدثین صحاح ستہ۔

امام ترمذی فرماتے ہیں۔ جمیع مافی هذا الکتاب من الحدیث هو معمول به وبه اخذ بعض اهل العلم ماخلاحدیثین . حدیث ابن عباس. ان النبی ﷺ جمع بین الظهر والعصر بالمدینة من غیر خوف ولا سفر ولا مطر ۔ (ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۳۵)

یعنی یہ جمع بین الصلاتین والی مدینہ منورہ والی روایت ۔جو کہ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت منقول ہے ۔ یہ معلول ہے ۔اور یہ محدثین کے نزدیک

ناقابل عمل ہے۔

ابوداؤد شریف میں بھی جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اسی طرح جمع صوری کا ذکر منقول ہے۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۷۹)

لہٰذا قرآن و حدیث سے آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہو گیا کہ جب بھی جمع بین الصلاتین ہوا ہے۔ وہاں جمع صوری ہی ہوئی ہے۔ جمع حقیقی نہیں۔

سجدہ سہو کا بیان

امام یا منفرد جب بھول کر کسی رکن کو اپنے مقام سے ہٹ کر ادا کر لے۔ یعنی مقدم یا مؤخر کر دے۔ یا کوئی رکن (عمل) دو بار کر لیا، ایک رکعت میں ایک ہی سجدہ کیا پھر بعد والی رکعت میں اس رکعت کے سجدوں کے علاوہ سابقہ چھوٹ جانے والا سجدہ بھی کیا، کوئی بھی واجب۔ مثلاً قعدہ اولیٰ، تشہد یا وتروں میں دعاء قنوت وغیرہ بھول گیا۔ تو اسے نماز کے آخر میں سہو کے دو سجدے کرنے ہوں گے۔ اس سے اللہ تعالیٰ اس کی غلطی معاف فرما کر اس کی نماز انشاء اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں گے۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ان الشیطان یدخل بین بنی آدم و بین نفسہ .فلا یدری کم صلی . فاذا وجد ذالک فلیسجد سجدتین

(ابن ماجہ صفحہ ۸۶ وغیرہ)

یعنی جب آدمی نماز پڑھتا ہے تو شیطان آکر اسے وسوسہ ڈالتا ہے۔ حتیٰ کہ اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے۔ پس جب کسی کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آجائے

تو وہ (اچھی طرح ذہن پر زور دے کر کوئی پختہ فیصلہ کرے۔ اور جس طرف اس کا گمان غالب ہو اس کے مطابق نماز مکمل کرے اور) آخر میں سہو کے دو سجدے کرلے۔

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے سہو کے سجدے سلام پھیرنے کے بعد کئے۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۳، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۸۳، ابن ماجہ صفحہ ۸۶ وغیرہ)

امام حسن بصری فرماتے ہیں۔ من نسی القنوت فی الوتر سجد سجدتی السھو قال سفیان وبہ نأخذ۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۳۵۰)

یعنی جو شخص وتروں میں دعاء قنوت پڑھنا بھول جائے۔ تو وہ سہو کے دو سجدے کرلے۔ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں۔ ہمارا عمل بھی اسی طریقہ پر ہے۔

بھول کر کھڑا ہو جائے تو کیا کرے

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اذا قام الامام فی الرکعتین. فان ذکر قبل ان یستوی قائما فلیجلس . فان استوی قائما فلا یجلس ویسجد سجدتی السھو۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۸، ابن ماجہ صفحہ ۸۴ وغیرہ)

یعنی جب امام (یا منفرد بھی) دو رکعتوں کے بعد التحیات میں بیٹھنا بھول جائے۔ اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔ تو اگر اسے سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے ہی یاد آجائے (یا یاد کرا دیا جائے) تو وہ واپس آجائے۔ اور التحیات پڑھے۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہونے کے بعد یاد آئے۔ (یا یاد کرایا جائے) تو اب واپس نہ آئے۔ بلکہ اسی

طرح ہی اپنی نماز مکمل کرے اور آخر میں سہو کے دو سجدے کر لے۔ (درمیان والا التحیات یعنی قعدہ والی واجب ہوتا ہے)۔

تشہد میں زیادتی پر سجدہ سہو

امام شعبی فرماتے ہیں۔ من زاد فی الرکعتین الاولیین علی التشہد فعلیہ سجدتا سہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۶)

کہ جو شخص درمیانی التحیات (قعدہ اولی) میں غلطی سے تشہد (عبدہ ورسولہ تک) سے آگے پڑھ لے۔ اسے چاہیے کہ وہ سہو کے دو سجدے کرے۔

جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کسی کو شک ہو جائے۔ کہ اس نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار۔ تو وہ اچھی طرح سوچ بچار (تحری) کرے اور گمان غالب پر عمل کرے۔

ثم تشھد۔ فسلم۔ وسجد سجدتی السھو۔ ثم تشھد (ثم سلم)۔

(کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۲۷، کتاب الحجہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۱ وغیرہ)

پھر تشہد پڑھے۔ اور (ایک طرف) سلام پھیرے۔ پھر سہو کے دو سجدے کرے۔ پھر دوبارہ تشہد پڑھے۔

سجدہ سہو کا طریقہ

پہلے تشہد پڑھیں اور ایک طرف سلام پھیریں۔ پھر سہو کے دو سجدے کریں۔ پھر تشہد پڑھیں۔ اور درود شریف اور دعا پڑھنے کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ بھی اس حدیث کے تحت یہی ارشاد فرماتے ہیں۔

(حوالہ مذکورہ بالا)

فرض، واجب، سنت یا نفل، کسی بھی نماز میں سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کیا جائے گا۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۳۲۶)

امام کے پیچھے مقتدی سے کوئی غلطی ہو جائے۔ تو مقتدی پر سجدہ سہو نہیں ہو گا۔ لیکن اگر امام سے غلطی ہو جائے۔ اگرچہ کوئی مقتدی جماعت میں بھی بعد میں شامل ہوا ہو۔ پھر بھی تمام مقتدیوں کو امام کی اقتدا میں سجدہ سہو کرنا پڑے گا۔

(کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۳۷)

سجدۂ تلاوت کا بیان

قرآن مجید فرقان حمید میں چودہ ایسے مقامات ہیں۔ جہاں جناب رسول اللہ ﷺ نے سجدہ کیا۔ اور سجدہ کرنے کا حکم فرمایا۔ یہ سجدے نماز کے سجدوں کے علاوہ ہیں۔ ہاں البتہ اگر نماز میں قراءت کی آخری آیت، سجدہ والی آیت ہو۔ تو اس نماز کے سجدہ میں ہی تلاوت کے سجدہ کی بھی نیت کر لیں۔ تو نماز کے سجدہ ہی میں تلاوت کا سجدہ بھی ادا ہو جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۹ وغیرہ)

ان چودہ سجدات کی تفصیل اس طرح ہے۔ (۱) سورہ اعراف آیت ۲۰۶ (۲) سورہ رعد آیت ۱۵، (۳) سورہ نحل آیت ۵۰، (۴) سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۰۹، (۵) سورہ مریم آیت ۵۸، (۶) سورہ حج آیت ۱۸، (۷) سورہ فرقان آیت ۶۰، (۸) سورہ نمل آیت ۲۵، (۹) سورہ سجدہ آیت ۱۵، (۱۰) سورہ ص آیت ۲۴، (۱۱) سورہ حم آیت ۳۸،

(۱۲)سورہ نجم آیت ۶۲،(۱۳)سورہ انشقاق آیت ۲۱،(۱۴)سورہ علق آیت ۱۹)۔

چند سجدہ جات کے چند حوالہ جات

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سورہ نجم میں سجدہ کیا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۴۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۵، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۰۷)

جناب ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سورہ اذا السماء انشقت میں سجدہ کیا۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۱۵)

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے سورہ صٓ میں سجدہ فرمایا۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۰۰، بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۴۶، مستدرک جلد ۲ صفحہ ۴۳۱)

جناب عبداللہ بن عباس، جناب سعید بن جبیر، جناب ابراہیم، جناب سعید بن میسب اور جناب حسن بصری فرماتے ہیں کہ سورہ حج میں ایک ہی سجدہ ہے۔ وہ جو پہلا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۳۴۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۲، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۱۳)

جناب عبداللہ بن عباس اور جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم، سورہ اعراف، سورہ رعد، سورہ نحل، سورہ بنی اسرائیل، سورہ مریم اور سورہ حج کا پہلا سجدہ، سورہ فرقان، سورہ طٰسٓ سورہ الٓمٓ تنزیل، سورہ صٓ اور سورہ حٰمٓ سجدہ کے سجدوں کو شمار کیا کرتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۳۳۵)

البتہ جناب عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سورہ حج کے دونوں سجدے ملا کر کل پندرہ سجدے بیان فرمائے۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۹۹، ابن ماجہ صفحہ ۷۳)

تلاوت کا سجدہ ایک ہی ہوتا ہے۔ اور جب کوئی اس کا اہل آیت کو سنے اور کسی وجہ سے اس وقت سجدہ نہ کر سکے تو بعد میں بھی سجدہ کی قضا دینی پڑے گی۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۳۵۰)

سجدہ تلاوت کا طریقہ

جب سجدۂ تلاوت کرنا ہو تو بھی تکبیر کہنی ہے۔ اور جب سجدہ مکمل کر لینے کے بعد سر اٹھانا ہے۔ تو پھر بھی تکبیر کہنی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱)

البتہ سجدۂ تلاوت ادا کر لینے کے بعد سلام نہیں پھیرا جائے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱)

جو سجدہ نماز کے اندر واجب ہوا ہو۔ وہ نماز کے اندر ہی ادا کرنا ہوگا۔ اور جو نماز کے باہر واجب ہوا ہو وہ نماز کے باہر ادا کرنا ہوگا۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۳۵۱)

اور اگر سجدہ والی آیت ایک ہی مجلس میں کئی مرتبہ دہرائی جائے۔ تو سب کی طرف سے ایک ہی سجدہ ادا کرنا پڑے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳)

سجدۂ تلاوت کے لیے بھی وہی تمام شرائط ہوں گی۔ جو کہ باقی نمازوں کے لیے ہوتی ہیں۔ (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۴۶، سنن الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۳۲۶)

ایک ضروری وضاحت

ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈر، سی ڈی، لاؤڈ سپیکر وغیرہ آلات پر سنی گئی آیات سجدہ پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ حیض و نفاس والی عورت اگرچہ آیت سجدہ سن بھی لے۔ تب بھی اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس حالت میں تو اللہ تعالیٰ نے اس پر نماز بھی معاف فرمائی ہوئی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۳۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۴)

جنبی (یا بے وضو) شخص اگر آیت سجدہ سنے۔ تو غسل (یا وضو) کرنے کے بعد سجدۂ تلاوت ادا کرے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۳)

ننگے سر نماز پڑھنا

آج کل ایسا پرفتن اور پرآشوب دور آگیا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں اپنی مسلکی آزادی یا خودسری کا اظہار کرنا، اگرچہ وہ اجماع امت کے سراسر خلاف ہی ہو۔ اور قرآن وسنت سے بھی اس کا اصوب ہونا ثابت نہ ہو سکے۔ پھر بھی بڑا فخر سمجھا جاتا ہے۔ اور بڑے طمطراق سے اس خلافِ اولیٰ عمل پر بالاصرار عمل کر کے امت مسلمہ میں افتراق پیدا کیا جاتا ہے۔ ان ہی مسائل بدعیہ میں سے ایک مسئلہ۔ ننگے سر نماز پڑھنا ہے۔

بعض باغی قلوب واذھان کے وارث تو یہاں تک کرتے ہیں کہ کپڑا پاس موجود ہونے کے باوجود نماز پڑھتے وقت سر سے کپڑا اتار کر۔ اور بعض ان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مادر پدر آزاد۔ قمیص بھی اتار کر۔ پاس رکھ کر نماز پڑھتے ہیں۔

سچ پوچھیں تو یہ اہل مولوی حضرات۔ گھٹنوں تک تہبند اٹھائے، قمیض اور ٹوپی رومال اتارے، ٹانگیں پھیلائے، سینہ تانے اور گردن اکڑائے۔ بڑے ہی۔۔۔ لگتے ہیں۔

العیاذ باللہ تعالیٰ۔ حالانکہ اللہ عزوجل وعلا اپنے کلام لاریب میں صاف صاف ارشاد فرما چکے ہیں۔ یا بنی آدم خذوا زینتکم عند کل مسجد۔

(سورت اعراف آیت نمبر ۳۱)

امام بخاری اس آیت کے تحت فرماتے ہیں۔

باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب . وقول اللہ عزوجل خذوا زینتکم عند کل مسجد۔ (بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۱)

یعنی نماز پورے کپڑے پہن کر پڑھنا ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل وعلا نے ارشاد فرمایا ہے۔ اے اولاد آدم ہر نماز کے وقت اپنا پورا لباس پہنا کرو۔

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ پورا لباس، تینوں کپڑوں یعنی، پگڑی، قمیض، اور تہبند یا شلوار وغیرہ ہی کو کہا جاتا ہے اور تینوں کپڑوں کا عرف۔ زبان زد عام ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی کا اظہار حق

غیر مقلدین کی معتمد ترین شخصیت۔ امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں۔

وکان ﷺ یامر بستر الرأس فی الصلوٰۃ بالعمامۃ او القلنسوۃ وینھی

عن كشف الرأس فی الصلوۃ۔

(کشف الغمہ جلد ا صفحہ ۸۵)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نماز میں ٹوپی یا عمامہ سے سر ڈھانپنے کا حکم فرماتے تھے۔
اور آپ ﷺ نماز میں سر کو ننگا رکھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

امام شعرانی کے بارے میں اکابر اہلحدیث کا نظریہ

محدث و مفسر اہلحدیث نواب صدیق حسن بھوپالوی لکھتے ہیں۔
"حضرت شیخ ولی کامل امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ"

(کتاب التعویزات صفحہ ۱۴۸)

محسن اہل حدیث میر ابراہیم سیالکوٹی (پروفیسر ساجد میر۔ امیر جماعت اہلحدیث پاکستان کے دادا جان) لکھتے ہیں "مجھ نابکار (میر ابراہیم) کو ان سے (امام عبدالوہاب شعرانی) کمال حسن عقیدت ہے۔ میں نے ان کی کتب سے سلوک اور فروع کے متعلق بہت فیض حاصل کیا۔ مصر میں میں نے ان کی مسجد نماز مغرب ادا کی اور ان کے مرقد منور کی زیارت کی اور فاتحہ پڑھی۔

(تاریخ اہلحدیث صفحہ ۱۱۰، ۱۱۵)

محدثین اہلحدیث کا اعتراف حق

محدث اہل حدیث مولوی محمد داؤد غزنوی لکھتے ہیں۔ ابتداء عہد اسلام کو چھوڑ کر (جب کپڑوں کی کم یابی ہوا کرتی تھی) اس عاجز کی نظر میں کوئی ایسی روایت نہیں گزری جس میں باصراحت یہ ذکر ہو کہ نبی ﷺ نے یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے مسجد

میں اور وہ بھی نماز با جماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو۔ چہ جائیکہ اسے معمول بنالیا ہو۔ اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے۔ بند کرنا چاہیے۔ اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی۔ اگر خشوع وخضوع وعاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاریٰ کے ساتھ تشبہ ہوگا۔ اور کہل یا سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک عادت سے اشابہ ہوگا۔ غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسندیدہ فعل ہے۔

(فتاوی علماء اہل حدیث جلد ۴ صفحہ ۲۹۱)

محسن اہل حدیث مولوی سید نذیر حسین دہلوی رقمطراز ہیں۔ ٹوپی وعمامہ سے نماز پڑھنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ لباس سے زینت ہوتی ہے۔ اگر ٹوپی یا عمامہ رکھتے ہوئے تکاسلا برہنہ سر نماز پڑھے۔ تو مکروہ ہے۔

(فتاوی نذیریہ جلد ۱ صفحہ ۲۴۰)

محدث اہل حدیث مولوی محمد اسماعیل سلفی رقمطراز ہیں۔ آنحضرت ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور اہل علم کا طریق وہی ہے۔ جو اب تک مساجد میں متوارث اور معمول بہا ہے۔ کوئی مرفوع حدیث صحیح میری نظر سے نہیں گزری جس سے اس عادت کا جواز ثابت ہو۔ کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا۔ یا تو ضد سے ہوگا یا قلت عقل سے۔۔۔۔ ویسے یہ مسئلہ کتابوں سے زیادہ عقل وفراست سے متعلق ہے۔

(فتاوی علماء اہلحدیث جلد ۴ صفحہ ۲۸۶)

محدث ومفسر ومناظر اہل حدیث مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں۔ صحیح مسنون طریقہ نماز کا وہی ہے جو آں حضرت ﷺ سے بالدوام ثابت ہوا ہے۔ یعنی بدن پر

کپڑے اور سر ڈھکا ہوا ہو۔ پگڑی یا ٹوپی سے۔

(فتاوی ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۵۲۲)

محدث اہلحدیث مولوی ابوسعید شرف الدین لکھتے ہیں۔ یہ جو شیوہ ہے کہ گھر سے ٹوپی یا پگڑی سر پر رکھ کر آئے۔ اور ٹوپی یا پگڑی قصداً اتار کر ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے۔ پھر اس کو سنت کہتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ یہ فعل سنت سے ثابت نہیں۔۔۔ برہنہ سر کو بلا وجہ شعار بنانا بھی خلاف سنت ہے۔ اور خلاف سنت بے وقوفی ہی تو ہوتی ہے۔

(فتاوی ثنائیہ جلد ۱ صفحہ ۵۲۳)

اگر اس حس لطیف (عقل و فہم) سے طبیعت محروم نہ ہو۔ تو ننگے سر نماز پڑھنا ویسے ہی مکروہ معلوم ہوتا ہے۔ ضرورت اور اضطرار کا باب اس سے الگ ہے۔ بطور فیشن، لاپرواہی اور تعصب کی بنا پر مستقل (ننگے سر نماز پڑھنے کی) عادت بنالینا۔ جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جارہا ہے۔ ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔ نبی ﷺ نے خود بھی یہ عمل نہیں کیا۔

(فتاوی علماء اہلحدیث جلد ۴ صفحہ)

☆☆☆☆☆☆☆☆

وتروں کا بیان

وتر عربی میں طاق کو کہا جاتا ہے۔ اور اصطلاح شرعیہ میں اس نماز کو کہا جاتا ہے جو عشاء کی نماز کے بعد۔ دو سنت اور دو نفل پڑھنے کے بعد۔ مغرب کی نماز کی طرح تین رکعت

پڑھی جاتی ہیں۔ جن میں دعائے قنوت بھی پڑھی جاتی ہے۔ اور وقتِ قنوت رفع یدین بھی کیا جاتا ہے۔ اور یہ تین رکعات ایک ہی سلام سے ادا کی جاتی ہیں۔ اور وتر کی جمع افعال کے وزن پر اوتار آتی ہے۔

وتر واجب ہیں

جناب ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ الو تر حق واجب ۔

(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۲۲)

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ الوتر حق ۔

(ابن ماجہ صفحہ ۸۴، نسائی جلد ا صفحہ ۲۴۹، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۰۱)

یعنی وتر حق ہیں اور واجب ہیں

☆ نیز جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ الوتر واجب علی کل مسلم۔

(کشف الاستار جلد ا صفحہ ۳۵۲)

کہ وتر ہر مسلمان پر واجب ہیں۔

☆ احادیث صحیحہ، اخبار متواترہ اور آثار مرفوعہ سے ثابت ہے کہ وتر کی نماز واجب اور لازمی ہے چنانچہ جناب بریدہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

سمعت رسول اللہ ﷺ یقول الوتر حق. فمن لم یؤتر فلیس منا . الوتر حق .فمن لم یؤتر فلیس منا. الوتر حق. فمن لم یؤتر فلیس منا ۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۰۱، مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۳۰۵)

وقال النيموى اسناده حسن ۔

(آثار السنن صفحہ ۳۰۱، تعلیق الحسن صفحہ ۳۰۱)

جو وتری نہیں وہ مصطفوی نہیں

یعنی آپ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے (لوگو) وتر حق ہے (واجب اور لازمی ہے) اور جو شخص وتر نہ پڑھے۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ یہ الفاظ آپ ﷺ نے تین دفعہ ارشاد فرمائے۔ اور محدث نیموی فرماتے ہیں اس روایت کی سند ''حسن'' ہے۔

وتر زیادت فضل الٰہی ہے

نیز جناب ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ قال رسول الله ﷺ ان الله تعالىٰ زاد كم صلوة وهي الوتر . رواه الطبراني في مسند الشاميين وقال الحافظ في الدراية باسناد حسن . وقال النيموى .وقال العلامة السيد محمد مرتضے الزبيدى. صاحب تاج العروس في عقود الجواهر المنيفة اسناده حسن ۔

(آثار السنن صفحہ ۳۰۲، تعلیق الحسن صفحہ ۳۰۲)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک نماز زیادہ فرمادی ہے۔ (یعنی اگر چہ وہ فرائض میں شامل نہیں ہے لیکن ہے وہ بھی لازم اور واجب) اور وہ وتر ہے۔ محدث طبرانی نے اس روایت کو مسند شامیین میں نقل فرمایا ہے۔

اور شارح بخاری حافظ عسقلانی نے درایہ میں اس روایت کی سند کو "حسن" فرمایا ہے۔

اور محدث نیموی فرماتے ہیں کہ صاحب تاج العروس۔ علامہ سید محمد مرتضیٰ الزبیدی نے بھی اپنی کتاب "عقود الجواہر المنیفہ" میں اس حدیث کی سند کو "حسن" فرمایا ہے۔

نیز یہ روایت جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے۔

(مسند امام احمد صفحہ ۵۸)

☆ نیز ایک روایت میں ہے کہ جناب عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ شریف کا خطبہ ارشاد فرمارہے تھے تو آپ نے بیان فرمایا کہ حضرت ابو بصرہ غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالیٰ زادکم صلوۃ وھی الوتر. فصلوھا فیما بین صلوۃ العشاء الی صلوۃ الفجر۔

(مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۳۲۔ دو سندوں کے ساتھ)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک اور نماز زیادہ فرمائی ہے اور وہ وتر ہے۔ اس کو عشاء کی نماز اور صبح کی نماز کے درمیان پڑھا کرو۔

(آثار السنن صفحہ ۳۰۲، مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۵۹۳، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۳۹، طبرانی کبیر، مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ ۷)

محدث نیموی فرماتے ہیں اس کی سند "صحیح" ہے۔ (آثار السنن صفحہ ۳۰۲)

وتر مدد خداوندی ہے

نیز ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ ان اللہ تعالیٰ قد امدکم بالصلوۃ ھی خیر لکم من حمر النعم. وھی الوتر. فجعلھا لکم فیما بین العشاء

لی طلوع الفجر۔

ینی بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہاری ایک (اور) نماز کے ساتھ مدد فرمائی ہے۔ اور وہ وتر

کی نماز ہے۔ جو تمہارے لیے سرخ اونٹوں کے ملنے سے بھی زیادہ مفید ہے۔ تو اللہ

تعالیٰ نے اس کے پڑھنے کا وقت عشاء کے وقت سے لے کر صبح صادق کے طلوع

ہونے تک رکھا ہے۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۰۱، ابن ماجہ صفحہ ۸۳، مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۰۶،

دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۰، دارمی صفحہ ۱۹۵، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۶۰)

وتر کا افضل وقت

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حکم

فرمایا کہ اجعلوا آخر صلوتکم باللیل وترا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۷،

آثار السنن صفحہ ۱۹۹، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۱۸۷)

یعنی لوگو اپنی رات کی نماز کا اختتام وتر پر کیا کرو۔

اور یہی سنت نبوی ﷺ ہے۔ کہ آپ ﷺ وتر کی نماز کو تہجد کے بعد اور صبح کی اذان

سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔ اس طرح نماز وتر رات کی نماز کی آخری نماز ہوئی۔ اور

"اجعلوا" امر کا صیغہ ہے۔ اور اگر کوئی قرینہ مانع نہ ہو تو۔ امر۔ وجوب پر ہی دلالت

کیا کرتا ہے۔ چونکہ یہاں کوئی قرینہ صارفہ نہیں ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ وتر کی نماز

واجب ہے۔

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **بادروا الصبح بالوتر۔**

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۷، آثار السنن صفحہ ۳۰۰، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۶۲)

یعنی اے لوگو صبح صادق کے طلوع ہونے سے پہلے پہلے وتر ادا کر لیا کرو۔

جناب ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی تقریباً اسی مفہوم پر مبنی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں

قال اوتروا اقبل ان تصبحوا ۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۷، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۶۲، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۴۷، ابن ماجہ صفحہ ۸۴، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۴، مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۰۱، آثار السنن صفحہ ۳۰۰، دارمی صفحہ ۱۹۷)

وتر کے وقت میں رخصت

جناب رسول اللہ ﷺ نے رخصت عطا فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

من خشی منکم ان لا یستیقظ من آخر اللیل فلیوتر من اولہ ۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۶۰، ابن ماجہ صفحہ ۸۴، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۸)

یعنی جسے اس بات کا خوف ہو کہ وہ آخر رات کو نہ جاگ سکے گا۔ تو وہ اول رات میں ہی وتر پڑھ لیا کرے۔

وتروں کی بھی قضا پڑھیں گے

جناب ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **من نام عن وترہ او نسیہ فلیصلہ اذا ذکرہ (او اصبح) ۔**

(ابو داؤد جلد ا صفحہ ۲۰۳، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۲۲، ابن ماجہ صفحہ ۸۴،
مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۳۰۲، آثار السنن صفحہ ۲۰۳، سنن الکبری
امام بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۸۰، مشکوۃ صفحہ ۱۱۳، ترمذی جلد ا صفحہ ۶۱)

یعنی جو شخص سو جائے اور وتر نہ پڑھ سکے۔ یا پڑھنا بھول جائے۔ تو جب بھی اسے یاد آ جائے۔ (یا جب بھی جاگے۔ اگر چہ صبح ہی ہو چکی ہو) تو اسی وقت قضاء کر کے وتر ضرور پڑھ لے۔

نیز جناب زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من نام عن وترہ فلیصل اذا اصبح ۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۶۱)

یعنی جس نے ابھی وتر نہ پڑھے ہوں۔ اور تہجد کے وقت اسے جاگ نہ آئے۔ تو (پھر بھی وتر نہ چھوڑے بلکہ) صبح ہو جانے پر بھی (قضا کر کے) وتر پڑھ لے۔

اسی طرح جناب ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا۔ آقا ﷺ۔ اگر ہم میں سے کسی شخص نے ابھی وتر نہ پڑھے ہوں۔ اور صبح ہو جائے۔ تو وہ کیا کرے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

فلیؤ ترا اذا اصبح ۔ (دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۲۲)

کہ وہ صبح ہو جانے پر ہی پڑھ لے۔

یعنی وتر قضا تو ہو سکتا ہے لیکن معاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ واجب ہے

جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من فاتہ الوتر من اللیل فلیقضہ من الغد ۔

(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۲۲)

یعنی اگر رات کو کسی سے وتر قضا ہو جائیں۔ تو (چھوڑ ہی نہ دے کیونکہ یہ واجب اور ضروری ہیں بلکہ) ان کو دن میں پڑھ لے۔

جناب عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ ایک قوم کی امامت فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن جب آپ صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے۔ تو مؤذن نے تکبیر (اقامت) کہنا شروع کر دی۔ فاسکته حتى اوتر ثم صلى بهم۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۶۵، تنویر المجد صفحہ ۱۰۰)

تو آپ نے تکبیر کہنے والے کو خاموش کرایا۔ اور پہلے خود وتر ادا فرمائے۔ پھر ان کو جماعت کروائی۔

آپ رات کو نہ جاگ سکے۔ اور وتر رہ گئے تھے۔ لہٰذا آپ نے پہلے وتروں کی قضا پڑھی۔ کیونکہ فرمان مصطفوی ﷺ کے مطابق نماز وتر کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے لیکر طلوع فجر تک ہے۔ اور اگر اپنے اصلی وقت پر نہ پڑھے جاسکیں۔ تو پھر فجر کی اذان کے بعد قضا کر کے پڑھیں جائیں گے۔

اسی طرح جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق روایت ہے کہ ایک دن جب آپ جاگے تو فجر کی جماعت ہو چکی تھی۔ فقام ابن عباس فاوتر ثم صلى الصبح۔ (مؤطا امام محمد صفحہ ۶۵، تنویر المجد صفحہ ۱۰۰)

تو جناب عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پہلے (قضا) وتر پڑھے۔ پھر صبح کی نماز ادا فرمائی۔

تابعی کبیر حضرت وبرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں نے جناب عبداللہ بن عمر

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا۔ کہ اگر کسی کے وتر رہ جائیں۔ اور صبح ہو جائے۔ تو وہ کیا کرے۔ تو آپ نے فرمایا۔ لو نمت عن الفجر حتی تطلع الشمس الیس کنت تصلی کانہ یقول یوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)

کہ اگر تو سویا رہے اور فجر کی نماز نہ پڑھ سکے۔ حتی کہ سورج چڑھ آئے۔ تو کیا تو سورج نکلنے کے بعد فجر کی نماز نہیں پڑھے گا؟

راوی فرماتے ہیں۔ گویا کہ آپ نے یہ فرمایا۔ کہ جس طرح سورج نکل آنے کے بعد بھی فجر کی نماز کی قضا پڑھتے ہو۔ اسی طرح اگر وتر رہ جائیں۔ تو ان کی بھی قضا کیا کرو۔ چاہے سورج ہی نکل آئے۔

جناب عبداللہ بن عامر بن ربیعہ فرماتے ہیں۔ انی لاوتر وانا اسمع الاقامۃ۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۱۴۴ تنویر المجید صفحہ ۹۹)

(اگر رات کو میرے وتر رہ جائیں۔ اور میں فجر کی نماز کے وقت جاگوں تو) میں وتر پڑھ لیتا ہوں (اگرچہ اس دوران نماز کھڑی ہو جائے) اور میں تکبیر سن رہا ہوتا ہوں۔

جناب قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں۔ انی لاوتر بعد الفجر۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۱۴۴ تنویر المجید صفحہ ۹۹)

(اگر رات کو میں نہ جاگ سکوں اور وتر نہ پڑھ سکوں۔ اور مجھے اس وقت جاگ آئے۔ اور فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی ہو تو) میں فجر کی نماز کے بعد وتر (قضا) پڑھ لیتا ہوں۔

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ما ابالی لو اقیمت الصبح وانا اوتر۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۱۴۶، تنویر المجد صفحہ ۹۹)

(اگر رات کو میں نہ جاگ سکوں اور میرے وتر رہ جائیں۔ اور میں فجر کی نماز کے وقت جاگوں تو) میں اس بات میں کوئی حرج نہیں سمجھتا کہ میں وتر پڑھ رہا ہوں اور جماعت فجر کے لئے تکبیر کہہ دی جائے۔

تابعی کبیر امام حماد فرماتے ہیں۔ اوتر و ان طلعت الشمس۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۱۰)

وتر ضرور پڑھو اگرچہ (سوتے سوتے) سورج ہی کیوں نہ نکل آئے۔

امام طاؤس فرماتے ہیں۔ الوتر واجب یعاد الیہ اذا انسی۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۸)

وتر واجب ہیں۔ لہٰذا اگر کبھی تو وتر پڑھنا بھول جائے۔ تو جب بھی یاد آجائے۔ (قضا کر کے) پڑھ لیا کر۔

تابعی کبیر (پانچ سو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی زیارت کرنے والے۔ اور ۷۰ بدری صحابہ کی ملاقات سے مشرف ہونے والے۔

(تفسیر روح المعانی جلد ۹ صفحہ ۱۵۲، اکمال صفحہ ۶۰۴ وغیرہ)

امام شعبی، تابعی فقیہ جناب عطاء بن ابی رباح، جلیل القدر تابعی جناب حسن بصری، معروف تابعی جناب طاؤس اور مشہور محدث و مفسر جناب امام مجاہد رضی اللہ عنہم۔ سب ہی کا فتویٰ ہے۔ لا تدع الوتر وان طلعت الشمس۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹)

یعنی وتر کبھی نہ چھوڑنا اگرچہ (سوتے میں) سورج ہی کیوں نہ چڑھ جائے۔

وتر ایک رات میں ایک ہی بار پڑھے جائیں گے

جناب طلق بن علی بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لا وتران فی لیلة ۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۶۲، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۰۳، نسائی جلد ا صفحہ ۲۴۷، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۴۵۹، آثار السنن صفحہ ۲۳۶)

یعنی ایک رات میں وتر دو دفعہ نہیں پڑھے جا سکتے۔

اور محدث نیوی نے فرمایا اس روایت کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن صفحہ ۲۳۶)

اسی طرح جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ہے۔

اذا اوترت اول اللیل .فلا توتر آخره .واذا اوترت آخره .فلا توتر اوله .وسالت عائذبن عمرو فقال مثله ۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۴۳، آثار السنن صفحہ ۲۳۷)

کہ اگر تو رات کے ابتدائی حصے میں وتر پڑھ لے۔ تو پھر آخر رات میں وتر نہ پڑھنا۔ اور اگر آخر رات میں وتر پڑھنے کا ارادہ ہو۔ تو پھر اول رات میں وتر نہ پڑھنا۔

یعنی چاہے اول رات میں وتر پڑھ۔ چاہے آخر رات میں پڑھ۔ بہر حال ایک رات میں ایک ہی دفعہ وتر پڑھنے ہیں۔ ایک رات میں وتر دو دفعہ نہیں پڑھے جا سکتے۔

اور حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ بھی ایسے ہی یہ مسئلہ بیان فرماتے ہیں۔

اور محدث نیوی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند "حسن" ہے

(آثار السنن صفحہ ۲۳۷)

نیز محبوبہ محبوب کائنات، صدیقہ بنت صدیق، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی ارشاد گرامی ہے۔ لا وتران فی لیلة۔

کہ ایک ہی رات میں نماز وتر دو دفعہ نہیں پڑھی جا سکتی۔

(شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۳۴۳، آثار السنن صفحہ ۲۳۷)

نیز محدث نیموی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اس روایت کی سند قوی مرسل ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۲۳۷)

جناب رسول اللہ ﷺ کا طریقہ مبارکہ

وتر سواری سے اتر کر پڑھیں

جناب مجاہد بیان فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ رہا۔ آپ (نفل) نمازیں تو سواری پر ہی ادا فرما لیتے تھے۔ الا المکتوبة والوتر . فانه کان ینزل لهما . فسألته عن ذالک فقال کان رسول الله ﷺ یفعله ۔

(موطا امام محمد صفحہ ۵۶)

لیکن آپ فرض اور وتر سواری سے اتر کر زمین پر ادا فرماتے تھے۔ میں نے آپ سے اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

جناب سیدنا عمر فاروق کا طریقہ مبارکہ

جناب ابن عون بیان فرماتے ہیں کہ جناب امام قاسم سے پوچھا گیا کہ جو شخص سواری پر

وتر ادا کرتا ہے اس کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔

زعموا ان عمر کان یوتر بالارض۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

لوگ (صحابہ کرام و تابعین عظام) کہتے ہیں کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر سواری سے اتر کر زمین پر ادا فرمایا کرتے تھے (لہٰذا وتر سواری پر نہیں بلکہ سواری سے اتر کر زمین پر ہی ادا کرنے چاہییں۔

کیونکہ وتر واجب ہیں۔ اور واجب احکام میں فرضوں کے تحت ہوتا ہے

جناب سیدنا عبداللہ بن عمر کا طریقہ

جناب حصین، جناب مجاہد، جناب عروہ بن زبیر، جناب نافع اور جناب ابراہیم نخعی علیہم الرحمہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔ فرض اور وتر سواری سے اتر کر زمین پر ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔

(موطا امام محمد صفحہ ۵۶)

دیگر ائمہ کرام کا طریقہ

جناب امام ابراہیم نخعی، جناب عروہ بن زبیر، جناب ضحاک، جناب حسن بصری اور جناب ابن سیرین علیہم الرحمہ بھی فرائض اور وتر سواریوں سے اتر کر زمین پر ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۳)

اسی لیے امام محمد شیبانی بھی فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا عبداللہ

بن عمر رضی اللہ عنہم اور (ان کے فتویٰ کے مطابق) جناب امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور ہمارے فقہاء کا بھی یہی فتویٰ ہے۔ (کہ وتر۔ فرضوں کی طرح سواریوں سے اتر کر زمین پر ادا کیے جائیں)

(مؤطا امام محمد صفحہ ۱۴۲)

لہٰذا ثابت ہوا کہ وتر بھی واجب ہیں۔ ورنہ یہ بھی نفلوں کی طرح سواری پر ہی ادا کر لیے جاتے۔ فافھوا یا اولوا الالباب والابصار۔

قارئین محترم کو دعوت فکر

آپ نے احادیث صحیحہ اور آثار متواترہ سے ملاحظہ فرمالیا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "وتر ہر ایک مسلمان پر واجب ہے"

نیز آپ ﷺ نے فرمایا وتر حق ہے۔ اور جو وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی ہمارے طریقہ پر نہیں۔

نیز آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس امت مرحومہ پر فضل مزید ہے۔

جناب رسول اللہ ﷺ، جناب سیدنا عبداللہ بن عباس، جناب عبادہ بن صامت، جناب عبداللہ بن عمر، جناب عبداللہ بن عامر، جناب قاسم بن محمد، جناب عبداللہ بن مسعود، جناب عائذ بن عمرو، جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فرامین مقدسہ کے مطابق وتروں کی قضا کرنی لازم ہے۔ اگرچہ دن ہی کیوں نہ چڑھ جائے۔

یہ بھی نماز وتر کے واجب ہونے پر قوی دلیل ہے۔ کیونکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ

نوافل کی قضا نہیں ہوتی۔ پھر نوافل کی تعداد معین نہیں ہوتی۔

نیز آپ ﷺ کا فرمانا کہ ایک رات میں نماز وتر ایک ہی دفعہ پڑھی جا سکتی ہے۔

یہ بھی نماز وتر کے وجوب پر ایک برہان قاطع ہے۔ کیونکہ نوافل پر کوئی پابندی نہیں۔ کوئی جتنے چاہے پڑھ لے۔

نیز جلیل القدر تابعین اور آئمہ کبار۔ مثلاً امام حسن بصری، امام شعبی، امام حماد، امام ابراہیم نخعی، جناب امام اعظم ابوحنیفہ، امام محمد شیبانی، امام طاؤس، امام عطاء بن ابی رباح اور امام مجاہد رحمہم اللہ کا وتر کے وجوب کا قائل ہونا بھی تلقی بالقبول کے تحت ایک حجت ہے۔ کہ وتر کی نماز واجب اور ضروری ہے۔ یہ نفل نہیں ہے۔

فافھموا یا اولو الالباب والابصار والسلام علی من اتبع الھدیٰ

وتر تین رکعت ہیں

حبیبۂ حبیب خدا، صدیقہ بنت صدیق جناب ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ پورا سال رات کو گیارہ رکعت (آٹھ رکعت تہجد اور تین رکعت وتر) پڑھا کرتے تھے۔ اور ان میں آپ ﷺ کا طریقہ مبارکہ یہ تھا۔ یصلی اربعا... ثم یصلی اربعا ... ثم یصلی ثلاثا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۵۴، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۴، ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۲۰۵، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۴۹، آثار السنن صفحہ ۳۱۳، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۸۲، بلوغ المرام جلد ۱ صفحہ ۱۴۳، موطا امام مالک صفحہ ۴۲، مسند امام احمد جلد ۷ صفحہ ۱۰۸)

کہ آپ ﷺ بڑے خشوع و خضوع سے چار۔ چار کر کے آٹھ رکعات پڑھتے۔ اور

ان میں کافی لمبا قیام فرماتے۔ پھر آپ ﷺ تین رکعات (وتر) پڑھ لیتے تھے۔

☆ عم زاد مصطفیٰ، مفسر قرآن، دعا یافتۂ بارگاہ محبوب رب العلیٰ۔ جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ کے خانۂ اقدس میں سویا، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ (سحری کے وقت) اٹھے۔ پھر آپ ﷺ نے مسواک فرمائی اور وضو فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے چند آیات قرآنیہ تلاوت فرمائیں۔ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور بڑے اچھے طریقے سے دو رکعات نفل (تہجد) ادا فرمائے۔ پھر آپ ﷺ نے دو رکعت ادا فرمائیں۔ پھر دو رکعت اور ادا فرمائیں۔ ثم اوتر بثلاث۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۶۱، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۴۹، آثار السنن صفحہ ۳۱۳، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۸۷)

پھر آپ ﷺ نے تین وتر ادا فرمائے۔

☆ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ (آخر عمر میں اکثر) رات کو آٹھ رکعات (تہجد) ادا فرماتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ ویوتر بثلاث۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۴۹ حدیث نمبر ۱۷۰۹)

اور بعد میں تین وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔

☆ جناب عبداللہ بن عباس اور جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ رات کو تیرہ رکعات نماز ادا فرمایا کرتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ ثمان ویوتر بثلاث ورکعتین بعد الفجر۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۷۹، طبرانی کبیر جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۰، حدیث نمبر ۱۲۷۳۰، صفحہ ۲۷ حدیث ۱۲۳۷۲، صفحہ ۱۳۶ حدیث ۱۲۶۹۰، سنن کبری نسائی جلد ا صفحہ ۴۲۳، حدیث ۱۳۴۰، صفحہ ۴۴۷، حدیث ۱۴۲۸، مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۳۰۱، ۳۰۵، دارمی جلد ا صفحہ ۴۴۹، ۲۵۰)

یعنی پہلے آپ ﷺ آٹھ رکعات (تہجد) ادا فرماتے۔ پھر تین وتر پڑھتے اور پھر طلوع فجر کے بعد دو رکعت (صبح کی سنتیں) پڑھا کرتے تھے۔

☆ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا۔

ان رسول الله ﷺ كان يوتر بسبح اسم ربك الاعلى، وقل يا ايها الكافرون وقل هو الله احد۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۲۴۹، حدیث نمبر ۱۵۸۹، ترمذی جلد ا صفحہ ۶۵، حدیث نمبر ۴۶۱، ابن ماجہ صفحہ ۸۳، حدیث نمبر ۱۱۷۲، مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۲۹۹، حدیث نمبر ۲۷۲۰، صفحہ ۳۳۰، حدیث ۲۷۲۶، ۲۷۲۵، صفحہ ۳۰۵، حدیث ۲۷۷۷، صفحہ ۳۱۶ حدیث نمبر ۲۹۰۷، صفحہ ۳۷۲ حدیث نمبر ۳۵۳۱، کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۱۹۶، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۸۸، دارمی صفحہ ۱۹۷، حدیث نمبر ۱۵۸۶، صفحہ ۴۵۱، حدیث نمبر ۱۵۸۹، نسائی کبری جلد ا صفحہ ۱۷۰، حدیث نمبر ۴۳۵، ۴۳۶، صفحہ ۴۴۷، حدیث ۲۸، ۲۷، ۱۴۲۶، الاحادیث المختارہ للمقدسی جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۱، حدیث نمبر ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، صفحہ ۳۶۳، حدیث ۳۸۸، سنن الکبری بیہقی جلد ۳ صفحہ ۳۸، طبرانی صغیر جلد ۲ صفحہ ۱۶۳، حدیث نمبر ۹۶۱، طبرانی اوسط جلد ۳ صفحہ ۲۵۴، حدیث ۳۰۶۸، طبرانی کبیر جلد ۱۲، صفحہ ۲۷، حدیث ۲۳۷۲، اخبار قزوین جلد ا صفحہ ۱۸۶، تاریخ بغدادی جلد ا صفحہ ۲۵۴، جلد ۱۴، صفحہ ۲۹۴، قیام اللیل

مروزی صفحہ ۲۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۴۴، مسند ابو یعلیٰ جلد ۴ صفحہ ۴۲۹، حدیث نمبر ۲۵۵۵، جلد ۸ صفحہ ۲۶۴، حدیث نمبر ۵۰۵۰، کامل ابن عدی جلد ۵ صفحہ ۳۶۷،)

☆ محدث اہلحدیث علامہ البانی نے بھی اس روایت کو ترمذی، ابوداؤد اور نسائی کی احادیث کے تحت صحیح کہا ہے)

☆ امام بغوی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں۔ واختار اکثر اهل العلم من الصحابة فمن بعدهم ان یقرأ فیها بسبح اسم ربک الاعلیٰ وقل یا ایها الکافرون وقل هو الله احد. فی کل رکعة سورة رواه ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما عن رسول الله ﷺ۔

(شرح السنہ جلد ۴ صفحہ ۹۹)

یعنی جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مرفوع روایت کے مطابق صحابہ کرام اور ان کے بعد والے اکثر اہل علم نے اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے کہ وتروں میں پہلی رکعت میں سورہ سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری رکعت میں قل یاایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ہواللہ احد پڑھی جائے۔

کہ جناب رسول اللہ ﷺ وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ۔ دوسری رکعت میں قل یا ایھاالکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔ اور محدث نیموی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند بھی ''حسن'' ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۳۱۴)

☆ قاریٔ بارگاہ مصطفےٰ۔ جناب ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسی ہی

روایت مروی ہے۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۲۴۸، حدیث نمبر ۱۷۰۱، ابو داؤد جلد ا صفحہ ۲۴۸، ابن ماجہ صفحہ ۸۳، مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۲۳۵، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۱، بلوغ المرام جلد ا صفحہ ۱۴۵، سنن کبری نسائی جلد ا صفحہ ۴۴۸، حدیث نمبر ۱۴۳۲، جلد ۲ صفحہ ۱۸۴، حدیث نمبر ۱۰۵۷۰، سنن الکبری بیہقی جلد ۳ صفحہ ۴۰، شرح السنہ بغوی جلد ۴ صفحہ ۹۹، ۹۸، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۱)

محدث اہلحدیث علامہ البانی نے بھی اس روایت کو صحیح مانا ہے۔

امام نسائی کے نزدیک اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے۔

(تعلیق المغنی جلد ۲ صفحہ ۳۲، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ ۲۵۹)

☆ جناب ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دم کٹی نماز سے منع فرمایا ہے۔ کہ کوئی شخص ایک رکعت پڑھے اور اس کو وتر قرار دے لے۔

(التمہید ابن عبد البر جلد ۱۳ صفحہ ۲۵۴، میزان ذھبی، لسان المیزان جلد ۲ صفحہ ۲۱۲، جلد ۴ صفحہ ۱۵۲، جوہر النقی جلد ۳ صفحہ ۲۷، عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۴)

☆ جناب عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تقریباً ایسے ہی الفاظ منقول ہیں

(کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۱۹۶، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۹۰، تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد ا صفحہ ۲۶۲، زوائد مسند حارث بن ابی اسامہ جلد ا صفحہ ۳۳۷، حدیث ۲۲۹، مطالب العالیہ ابن حجر جلد ا صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵)

محدث نیموی فرماتے ہیں۔ اس حدیث کی سند بھی صحیح ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۳۱۴)

☆ جناب عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۲۴۸، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۹۲، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۳۰۶،

مسند عبد حمید، کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۱۹۶، مسند امام اعظم صفحہ ۸۸)

نیز محدث نیموی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ''صحیح'' ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۳۱۵)

امام نسائی کے نزدیک بھی اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

(تعلیق الحسن صفحہ ۳۱۵)

☆ ام المؤمنین جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی بیان فرماتی ہیں۔

کان یقرأ فی الاولی بسبح اسم ربک الا علی وفی الثانیة بقل یاایها الکافرون وفی الثالثة بقل هو الله احد والمعوذتین۔

(مسند امام احمد، ترمذی جلد ا صفحہ ۲۱۷، ابوداؤد، ابن ماجہ صفحہ ۸۳،

دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۴، ۳۵، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۸۵، مستدرک امام

حاکم جلد ا صفحہ ۳۰۵، مسند امام اعظم صفحہ ۵۸)

تیسری رکعت میں سورہ اخلاص کے ساتھ معوذتین کے اضافے کے علاوہ ترجمہ تقریباً وہی ہے

محدث نیموی فرماتے ہیں۔اس روایت کی سند ''حسن'' ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۳۱۸)

مستدرک امام حاکم میں ہے کہ حدیث عائشہ کی سند بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(تعلیق الحسن صفحہ ۳۱۸)

☆ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت اس طرح ہے۔

کان رسول الله ﷺ یوتر.. باربع وثلاث وست و ثلاث و ثمان وثلاث وعشرة وثلاث ـ

(ابوداؤد ،مسند امام احمد ،طحاوی جلد ا صفحہ ۲۸۵)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ کبھی چار رکعت (تہجد) اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔ کبھی چھ رکعات (تہجد) اور تین وتر پڑھتے۔ اور کبھی آٹھ رکعات (تہجد) اور تین وتر پڑھتے ۔اور کبھی دس رکعات (تہجد) اور تین وتر پڑھ لیا کرتے تھے۔

محدث نیموی فرماتے ہیں اس روایت کی سند ''حسن'' ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۳۱۷)

☆ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ایک روایت اس طرح ہے۔

کان رسول الله ﷺ یقرأ فی وتره ثلاث رکعات بقل هو الله احد والمعوذتین ـ

(کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۱۹۷، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۸۵)

یعنی آپ ﷺ اپنی تین رکعات کی نماز وتر میں پہلی رکعت میں (کبھی) قل هو الله احد اور دوسری رکعت میں قل اعوذ برب الفلق اور تیسری رکعت میں قل اعوذ برب الناس بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔

☆ جناب سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں۔

کان النبی ﷺ یوتر بثلاث ـ

(کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۱۹۵، مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۶۱، حدیث نمبر ۶۸۵، ترمذی جلد ا صفحہ ۶۱، حدیث نمبر ۴۵۹، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۹۰، قیام اللیل مروزی صفحہ ۲۱۷، تاریخ ابو نعیم جلد ۲ صفحہ ۱۵۱، مسند بزار جلد ۳ صفحہ ۱۲۵، حدیث نمبر ۹۲۴، طبرانی صغیر جلد ا صفحہ ۲۷۸، حدیث نمبر ۴۵۷، مسند ابو یعلیٰ جلد ا صفحہ ۳۵۶، حدیث نمبر ۴۶۰)۔

کہ جناب رسول کریم ﷺ تین رکعت وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔

☆ جناب ابو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کان رسول اللہ ﷺ یصلی ما بین صلوة العشاء الی صلوة الفجر ثلاث عشرة رکعة. ثمان رکعات تطوعا. وثلاث رکعات الوتر. ورکعتی الفجر۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۹۵)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز کے بعد اور صبح کی نماز سے پہلے (اکثر) تیرہ رکعات ادا فرمایا کرتے تھے۔ ان میں سے آٹھ رکعات نفل (تہجد) ہوا کرتے تھے، تین رکعات وتر اور دو رکعات صبح کی سنتیں ہوتی تھیں۔

☆ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ رات (تہجد) کی نماز دو دو رکعت ہے۔ اور جب تو نماز تہجد ختم کرنا چاہے تو (اس دو رکعتی نماز کے ساتھ) ایک رکعت اور ملا کر پڑھ لے۔ تو یہ ایک رکعت تیری اس نماز کا وتر بنا دے گی۔ (یعنی دو پہلی اور ایک بعد والی ملکر تین وتر ہو گئے

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۵۷)

☆ قال القاسم ورأینا انا سا منذادرکنا یؤترون بثلاث۔

(بخاری جلد اصفحہ ۱۳۵)

جناب قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے تو جب سے ہوش سنبھالا ہے لوگوں (صحابہ کرام اور تابعین عظام) کو تین وتر ہی پڑھتے ہوئے پایا ہے۔

☆ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ما احب انی ترکت الوتر بثلاث و ان لی حمر النعم۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۶۵، کتاب الحجہ شیبانی جلد اصفحہ ۱۹۶)

یعنی میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ میں تین رکعات وتر چھوڑ دوں اور اس کے بدلے میں مجھے سرخ اونٹ مل جائیں۔

(عرب میں سب سے عمدہ نسل سرخ اونٹ سمجھے جاتے تھے)

☆ جناب سیدنا علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد جناب زاذان (تابعی) علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں۔ ان علیا کان یؤتر بثلاث من آخر اللیل۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳، مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۲۳، مسند ابی جعد صفحہ ۳۲۸، حدیث نمبر ۲۴۰۰)

کہ جناب علی المرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اخیر تارے میں تین وتر ادا فرمایا کرتے تھے۔

☆ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اھون مایکون الوتر ثلاث رکعات۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۶۶، کتاب الحجہ شیبانی جلد اصفحہ ۱۹۸، طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۲۸۳، حدیث ۲۴،۲۲،۲۳، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۴۲، الدرایہ ابن حجر جلد اصفحہ ۱۹۲)

کہ وتر کی کم از کم تین رکعات ہیں۔ صرف ایک ہی رکعت وتر والی بات صحیح نہیں ہے۔

☆ نیز آپ ہی کا فرمان ہے۔ الوتر ثلاث کوتر النھار صلوۃ المغرب۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۹۴، مؤطا امام محمد صفحہ ۶۵، طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۲۷۲)

کہ وتر کی نماز بھی مغرب کی نماز کی طرح تین ہی رکعات ہے۔

☆ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہ تشبیہ منقول ہے۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۷۹، مؤطا امام مالک صفحہ ۱۱۶، مؤطا امام محمد صفحہ ۱۴۷)

☆ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۶۵)

☆ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خود بھی تین وتر پڑھنا مذکور ہے۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۹۰)

☆ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تین وتر ہی بیان فرمایا کرتے تھے۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۸۹)

☆ جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تین وتر ہی بیان فرماتے تھے۔ اور خود بھی تین ہی وتر پڑھتے تھے۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۹۴، نصب الرایہ صفحہ ۲۷۹، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۹۴، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

☆ قاریِ بارگاہ مصطفیٰ جناب ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تین ہی وتر پڑھتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۳۶)

☆ جناب ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تین وتر ہی ادا فرمایا کرتے تھے۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۹۰، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۳)

☆ امام ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ۔ لاوتر باقل من ثلاث ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

یعنی تین رکعت سے کم وتر ہوتے ہی نہیں ہیں۔

☆ جناب علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعت ہی ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

☆ جناب ذر ہمدانی (تابعی) علیہ الرحمتہ بھی فرماتے ہیں کہ وتر تین رکعات ہی ہیں۔

(کتاب الآثار صفحہ ۳۹)

☆ محدث ترمذی فرماتے ہیں۔

والذی اختارہ اکثر اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ ومن بعدهم ان یقرا بسبح اسم ربک الاعلی وقل یا ایها الکافرون و قل هو الله احد. یقرا فی کل رکعة من ذالک بسورة ۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۶۱)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے اکثر اہل علم صحابہ کرام اور ان کے بعد والوں (تابعین، تبع تابعین وغیرہم) نے اسی بات کو اختیار کیا ہے کہ یہ تینوں مذکورہ سورتیں (وتروں کی نماز میں) ایک ایک رکعت میں ایک ایک سورة پڑھے۔

مذکورہ بالا دلائل و براہین سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کے ادوار یعنی خیر القرون (قرون ثلاثہ) میں اکثر اہل علم کا معمول تین وتر ہی کا تھا۔

محدث نیموی فرماتے ہیں۔ان الوتر بثلاث قد ثبت عن النبی ﷺ

وجماعت من الصحابة۔

(آثار السنن صفحہ ۳۰۷)

یعنی تین وتر جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے ثابت ہیں۔

☆ جناب امام مالک بھی فرماتے ہیں۔ ادنی بالوتر ثلاث۔

(مؤطا امام مالک صفحہ ۴۴)

کہ نماز وتر کی کم از کم مقدار تین رکعات ہیں۔

یعنی تین رکعات سے کم وتر کی نماز ہے ہی نہیں ہے۔

شارح بخاری علامہ عسقلانی نقل فرماتے ہیں۔ کہ حافظ ابن الصلاح فرماتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وتر کے بارے میں بہت روایات ہیں۔ مگر ہم نہیں جانتے (کہ کسی صحیح روایت میں یہ بھی ہو) کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ہی رکعت پڑھی ہو۔

(تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۱۵)

☆ امام احمد فرماتے ہیں کہ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ وتر ایک ہی رکعت ہے مگر اکیلی نہیں۔ بلکہ ان سے پہلے دس رکعات ہیں (آٹھ رکعات تہجد اور دو رکعت وتر کے ساتھ والی) پھر ان کے بعد وتر کی ایک رکعت ساتھ ملا کر سلام پھیریں۔

(مغنی ابن قدامہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۰)

☆ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وتر کی ایک رکعت الگ ہے۔ ان پر جرح کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ روایت صریح نہیں ہے۔ کیونکہ ''صلی رکعة واحدة'' کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ایک رکعت سابقہ دو رکعتوں کے ساتھ ملا کر پڑھی ہو۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۳۳)

وتروں کی دو رکعت کے بعد تشہد

وتر کی نماز جو کہ تین رکعات پر مشتمل ہے۔ اس میں بھی باقی نمازوں کی طرح دو رکعت ادا کر لینے کے بعد التحیات میں بیٹھا جائے گا اور تشہد بھی پڑھا جائے گا۔

☆ جیسا کہ ام المؤمنین جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا ہے۔

وکان یقول فی کل رکعتین التحیۃ۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۱۹۴، مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۱۲، جلد ۴ صفحہ ۱۶۷، مسند طیالسی صفحہ ۱۹۵ حدیث نمبر ۱۳۶۶، مسند ابن الجعد صفحہ ۲۳۷، حدیث نمبر ۱۵۶۸، جامع ترمذی حدیث نمبر ۳۸۵، طبرانی اوسط جلد ۸ صفحہ ۲۷۸، حدیث نمبر ۸۶۳۲، الاحاد و المثانی امام شیبانی جلد ا صفحہ ۳۵۶، حدیث ۴۷۹، صحیح ابن خزیمہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۰، حدیث نمبر ۱۲۱۲، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۸۸، سنن دار قطنی جلد ا صفحہ ۳۱۸، سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۱۲۹۶، سنن کبریٰ نسائی جلد ا صفحہ ۲۱۲، حدیث نمبر ۶۱۶، صفحہ ۴۵۱، حدیث نمبر ۱۴۴۱)

کہ جنابِ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہے۔

☆ اسی طرح ام المؤمنین جنابہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی بیان فرماتی ہیں۔

ان النبی ﷺ قال فی کل رکعتین تشہد۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۳۹، طبرانی کبیر جلد ا صفحہ ۱۷۴، جلد ۱۸ صفحہ ۲۹۵، حدیث ۷۵۷، کتاب الزہد ابن مبارک صفحہ ۴۰۴، نوادر الاصول حکیم ترمذی صفحہ ۳۱۹)

کہ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔ ہر دو رکعت کے بعد تشہد ہے۔

☆ نیز جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا۔

اذا قعدتم فی کل رکعتین فقولوا التحیات للہ ... الخ۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۷۴، مسند امام احمد صفحہ ۴۳۵، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۳۸، آثار السنن صفحہ ۲۴۰، مصنف عبدالرزاق جلد ۱ صفحہ ۱۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۸۴، قیام اللیل مروزی صفحہ ۲۱۱، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

یعنی جب بھی تم دو رکعت پڑھ لو۔ تو بیٹھ کر التحیات پڑھ لیا کرو۔

☆ نیز جناب فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **الصلوۃ مثنی مثنی. ان تشھد فی کل رکعتین۔**

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۸۳ ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۸۳)

یعنی نماز دو دو رکعت ہوتی ہے اور ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھا جاتا ہے۔

☆ نیز جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ **وتر اللیل ثلاث کوتر النھار۔**

(دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۲۸، طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۲۷۲، آثار السنن صفحہ ۳۱۹)

یعنی رات کے بھی تین وتر ہیں جیسا کہ دن کے تین وتر ہیں۔ (یعنی مغرب کی نماز)

تو اس روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ نے رات کے وتروں کو مغرب کی نماز کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اور کسی چیز سے تشبیہ تب ہی صادق آتی ہے جب کہ ان میں کچھ چیزیں مشترک ہوں۔ مثلاً

نمبر 1۔ وتر کی رکعات بھی تین ہیں اور نماز مغرب کی رکعتیں بھی تین ہیں۔

نمبر 2۔ مغرب کی نماز میں بھی دو رکعت کے بعد تشہد کے لئے بیٹھا جاتا ہے۔ اور وتروں میں بھی دو رکعت کے بعد تشہد کے لئے بیٹھا جاتا ہے۔

نمبر 3۔ مغرب کی نماز میں دو رکعت کے بعد تشہد پڑھ کر سلام نہیں پھیرا جاتا اور وتروں میں بھی قعدہ اولی کے بعد تشہد پڑھ کر سلام نہیں پھیرا جاتا۔ بلکہ ویسے ہی اٹھ کر تیسری رکعت شروع کر دی جاتی ہے۔

اگرچہ بعض باتوں میں جناب رسول اللہ ﷺ نے وتروں کا نماز مغرب سے کچھ فرق بیان فرمادیا ہے لیکن اس کے باوجود بعض باتیں ان میں مشترک بھی ہیں۔ جبھی تو آپ ﷺ نے ان کی تشبیہ بیان فرمائی ہے۔

☆ ام المؤمنین جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مرفوعاً تقریباً ایسے ہی الفاظ مروی ہیں۔ (مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

☆ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مرفوعاً اور موقوفاً یہ تشبیہ منقول ہے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۲۸، مؤطا امام محمد صفحہ ۵۵،

طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۷۹، مؤطا امام مالک صفحہ ۴۴)

☆ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

(مؤطا امام محمد صفحہ ۵۵)

☆ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔

(شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۹۴)

☆ معروف تابعی جناب ابوالعالیہ ریاحی علیہ الرحمہ بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

نسبت سے ایسا ہی بیان فرماتے ہیں۔

(شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۹۳)

☆ جناب ابو العالیہ رحمتہ اللہ علیہ خود بھی تین وتر دو قعدوں اور ایک سلام سے پڑھا کرتے تھے۔

(تعلیق المغنی جلد ۲ صفحہ ۲۶)

☆ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تین وتر۔ دو قعدوں اور ایک سلام سے ہی پڑھا کرتے تھے۔

(تعلیق المغنی جلد ۲ صفحہ ۲۶)

تین وتر ایک ہی سلام کے ساتھ

☆ صدیقہ کائنات ام المومنین جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رات کو اٹھتے۔ مسواک کرتے۔ وضو فرماتے۔ ویصلی تسع رکعات لا یجلس فیها الا فی الثامنة فیذکر الله ویحمده ویدعوه ثم ینهض ولا یسلم .ثم یقوم فیصلی التاسعة ثم یقعد فیذکر الله ویحمده ویدعوه ثم یسلم تسلیما...الخ۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۶، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۳۰۶، ابوداؤد جلد ۱، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۴۹: آثار السنن صفحہ ۳۰۵، مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۴۴۶، حدیث نمبر ۱۱۳۹، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۳ صفحہ ۳۱، مسند اسحاق بن راھویہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۶، حدیث نمبر ۱۳۱۰، دارقطنی جلد ۲ صفحہ ۳۲، سنن کبریٰ

نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۴۰، حدیث نمبر ۱۴۰۰، سنن نسائی حدیث نمبر ۱۶۹۸، طبرانی اوسط جلد ۶ صفحہ ۳۷۵، حدیث نمبر ۶۶۶۱، مسند شامیین جلد ۲ صفحہ ۵۹، حدیث نمبر ۹۱۷، طبرانی صغیر جلد ۲ صفحہ ۱۸۰، حدیث نمبر ۹۹۰، تاریخ بغداد جلد ۱۴ صفحہ ۲۸۴، قیام اللیل مروزی صفحہ ۲۰۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۹ صفحہ ۱۹۱)

اور پھر آپ ﷺ نو رکعات نماز (چھ رکعات تہجد اور تین رکعت وتر) پڑھتے تھے۔ جب آپ ﷺ آٹھویں رکعت پر بیٹھتے تو التحیات پڑھتے۔ پھر آپ ﷺ سلام پھیرے بغیر اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ اور نویں (وتر کی تیسری) رکعت پڑھتے۔ پھر آپ ﷺ بیٹھتے اور التحیات پڑھتے۔ پھر سلام پھیر دیتے۔

"لا یجلس فیھا الا فی الثامنة" کا ترجمہ "الصلوٰۃ مثنی مثنی" کے مطابق کیا گیا ہے۔ (مؤلف)

اس صحیح، صریح اور مرفوع روایت سے معلوم ہو گیا کہ آپ ﷺ وتر ایک ہی سلام سے ادا فرمایا کرتے تھے۔

☆ قاری بارگاہ مصطفےٰ جناب ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ وتروں کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ۔ دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھا کرتے تھے۔ ولا یسلم الافی آخرھن۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۵۲، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ ۲۴۷، بلوغ المرام جلد ۱ صفحہ ۱۴۵، مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۰۴، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۸۱)

اور آپ ﷺ صرف آخر میں یعنی تین رکعتیں پوری کر کے ہی سلام پھیرا کرتے تھے

محدث نیموی فرماتے ہیں اس روایت کی سند ''حسن'' ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۳۱۵)

☆ ام المؤمنین جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں۔

ان رسول الله ﷺ كان لا يسلم في ركعتي الوتر۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۲۴۸، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۲، تعلیق الحسن صفحہ ۳۱۳،

طحاوی جلد ا صفحہ ۲۸۰، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۲)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ وتر کی دو رکعتوں پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

محدث نیموی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۳۱۶)

☆ امام حاکم نے مستدرک میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

كان رسول الله ﷺ في الركعتين الاولیین من الوتر وقال هذا حديث صحيح على شرط الشيخين۔

(تعلیق الحسن صفحہ ۳۱۶، مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۳۰۴)

یعنی نبی کریم ﷺ وتروں کی پہلی دو رکعتیں پڑھ کر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

امام حاکم نے فرمایا یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

(تعلیق المغنی جلد ۲ صفحہ ۲۷)

☆ ایک روایت میں ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے الفاظ اس طرح ہیں۔

ثم اوتر بثلاث لا يفصل بينهن۔

(مسند امام احمد جلد ۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۴، تعلیق المغنی جلد ۲ صفحہ ۲۶)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ تین رکعات وتر پڑھتے اور ان میں سلام نہ پھیرتے تھے۔

محدث نیموی فرماتے ہیں اس روایت کی سند معتبر ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۳۱۶)

☆ ایک مقام پر جنابہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کچھ مزید وضاحت فرماتی ہیں فرمایا۔

کان رسول الله ﷺ یوتر بثلاث لا یسلم الافی آخر هن. وهذا وتر امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی الله عنه و عنه اخذه اهل المدینة۔

(مستدرک حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۰۴، تعلیق المغنی جلد ۲ صفحہ ۲۵)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے تھے۔ اور صرف ان کے آخر میں ایک ہی سلام پھیرتے تھے۔ اور جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اسی طرح ایک سلام کے ساتھ ہی تین وتر پڑھا کرتے تھے اور (آج بھی) جو اہل مدینہ ایک سلام سے تین وتر پڑھتے ہیں یہ انہوں نے آپ ہی سے سیکھا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور تمام اہل مدینہ بھی بلا استثناء۔ ایک ہی سلام کے ساتھ تین وتر ہی پڑھا کرتے تھے۔

اگر چہ ابھی ایک سلام کے ساتھ تین وتر پڑھنے کا ثبوت بارگاہ مصطفوی ﷺ سے پیش کیا جا رہا ہے۔ لیکن چونکہ حوالہ مذکورہ بالا میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا طریقہ بھی ضمناً ارشاد فرما دیا ہے۔ لہٰذا اس مناسبت سے آپ سے

متعلق چند اور حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔تا کہ آپ کے فرامین یک جا رہیں۔

جب جناب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال مبارک ہوا اور آپ کو دفن کیا جا چکا تو جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔میں نے تو ابھی وتر نہیں پڑھے۔ چنانچہ آپ نے وتروں کی جماعت کروائی (انہوں نے بھی تجہیز و تکفین و تدفین کی مشغولیت کی وجہ سے ابھی وتر نہیں پڑھے تھے)

فصلی بنا ثلاث رکعات لم یسلم الافی آخرھن۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۹۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۴، جلد ۳ صفحہ ۲۲۷، قیام اللیل مروزی صفحہ ۲۱۰، طبقات کبری ابن سعد جلد ۳ صفحہ ۲۰۸، مصنف عبد الرزاق جلد ۳ صفحہ ۲۰)

چنانچہ آپ نے ہمیں تین رکعات وتر پڑھائے اور صرف آخر میں ایک ہی سلام پھیرا۔

☆ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تین وتر ادا فرمائے۔اور آپ نے ان کے درمیان (دو رکعات پر) سلام نہ پھیرا۔

روایت کے الفاظ ہیں۔انه اوتر بثلاث رکعات لم یفصل بینهن بسلام۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۴)

☆ قال محمد وبهذا ناخذ... (الوتر ثلاث) لا یفصل بینهن بتسلیم کما لا یفصل فی المغرب بتسلیم وهو قول ابی حنیفه۔امام محمد شیبانی فرماتے ہیں کہ ہم اسی طریقہ پر عمل کرتے ہیں۔کہ وتروں کی دو رکعت پر سلام نہ پھیرا جائے۔جیسا کہ مغرب کی نماز میں دو رکعت پر سلام نہیں پھیرا جاتا۔(کیونکہ احادیث

صحیحہ اور آثار مرفوعہ میں وتر کی نماز کو مغرب کی نماز سے تشبیہ دی گئی ہے۔ نیز ان صحیح احادیث نبویہ اور آثار صحابہ کے مطابق) جناب سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی فتویٰ ہے۔

(موطا امام محمد صفحہ ۱۵۵، کتاب الآثار صفحہ ۱۳۹)

☆ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ محترمہ (ام عبد) کو ایک دفعہ رات کو جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے خانہ اقدس پر بھیجا کہ وہ دیکھیں (اور آ کر مجھے بتائیں) کہ حضور ﷺ وتر کس طرح ادا فرماتے ہیں۔ (واپس آ کر آپ کی والدہ ماجدہ نے بیان فرمایا کہ رات کو) آپ ﷺ نے جتنی خدا کو منظور تھی نماز پڑھی۔ حتیٰ کہ آخر رات کو جب آپ ﷺ نے وتر پڑھنا چاہے۔ تو آپ ﷺ نے پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی پڑھی۔ اور دوسری رکعت میں قل یا ایھا الکافرون پڑھی۔ ثم قعد ثم قام ولم یفصل بینھما بالسلام ثم قرأ بقل ھو اللہ احد حتی اذا فرغ کبر ثم قنت فدعا بما شاء اللہ ان یدعو ثم کبر ورکع ... الخ۔

(الاستیعاب لابن عبدالبر جلد ۴ صفحہ ۱۷، سند الامام
شرح مسند الامام از ملا علی قاری صفحہ ۷۵)

پھر آپ ﷺ بیٹھے (اور تشہد پڑھا) پھر کھڑے ہو گئے۔ اور دو رکعتوں پر سلام نہ پھیرا۔ اور (سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد) قل ھو اللہ احد پڑھی۔ پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی (اور رفع یدین کیا) پھر آپ ﷺ نے دعائے قنوت پڑھی۔ اور جو خدا نے چاہا دعا مانگی۔ پھر آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور رکوع کیا۔

امید ہے کہ اس حوالہ کے بعد کسی غیر متعصب شخص کو اس مسئلہ میں کوئی ابہام نہیں رہ گیا ہوگا۔ کیونکہ اس میں تقریباً وتروں کا تمام طریقہ بیان کردیا گیا ہے۔ اور وہ بھی اسوۂ مصطفوی ﷺ سے۔ الحمد لله رب العلمين. بمنه وبعونه۔

ہم اہل سنت و جماعت حنفی بھی اسی طریقہ کے ہی قائل وفاعل ہیں۔

☆ ام المؤمنین جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی بیان فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب نماز وتر ادا فرماتے تھے۔ لا يفصل بينهن بسلام ولا كلام۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۹۱)

تو آپ ﷺ ان (پہلی دو اور پچھلی ایک رکعت) کے درمیان سلام نہ پھیرتے۔ اور نہ ہی کوئی کلام فرماتے تھے۔

☆ جناب ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لا فصل في الوتر۔

(مسند امام اعظم صفحہ ۸۸)

یعنی وتروں کی پہلی دو رکعتوں اور پچھلی ایک رکعت میں کوئی علیحدگی (سلام) نہیں ہے۔

☆ جامع القرآن جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طریقہ تھا۔

فاوتر بثلاث .لم يسلم حتى فرغ منهن۔

(طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۹۴)

کہ آپ تین وتر پڑھتے۔ اور صرف آخر پر ایک ہی دفعہ سلام پھیرتے تھے۔

☆ مشہور صحابیٔ رسول جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا طریقہ بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔ ثم اوتر بثلاث. يسلم في آخرهن۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۶۶، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۹۴، تعلیق المغنی جلد ۲ صفحہ ۲۶

تہذیب تاریخ دمشق جلد ۳ صفحہ ۱۴۸، قیام اللیل مروزی صفحہ ۲۱۱، مصنف

عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵)

یعنی پھر آپ نے تین وتر پڑھے۔ اور صرف اخیر میں ایک ہی مرتبہ سلام پھیرا۔

☆ قاریٔ بارگاہ مصطفوی جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا طریقہ بھی یہی تھا۔

کان ابی ابن کعب یوتر بثلاث لا یسلم الا فی الثالثة مثل المغرب ۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۲۶)

کہ آپ بھی تین وتر ہی پڑھتے تھے۔ اور مغرب کی نماز کی طرح (وتروں میں بھی)
صرف آخر پر ہی سلام پھیرتے تھے۔

☆ جناب ابو عالیہ تابعی فرماتے ہیں کہ ہم نے صحابہ کرام سے یہی سیکھا ہے کہ وتر کی نماز۔ نماز مغرب کی طرح (تین رکعت) ہی ہے۔ البتہ وتروں کی تیسری رکعت میں بھی ہم قراءت کرتے ہیں۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۰۲، نصب الرایہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۱)

☆ جناب علی المرتضیٰ اور جناب عبداللہ بن مسعود کے شاگرد بھی وتروں کے درمیانی التحیات پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۵)

☆ امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ بھی وتروں میں دو رکعات پر سلام پھیرنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۵)

☆ حضرت مکحول (تابعی) علیہ الرحمہ کا طریقہ بھی یہی تھا۔

انہ کان یؤتر بثلاث لا یسلم فی رکعتین۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۴)

کہ آپ وتر تین رکعات پڑھتے تھے۔ اور دو رکعات پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(بلکہ تین رکعت پڑھ کر پھر سلام پھیرتے تھے)

☆ عمر ثانی جناب عمر بن عبدالعزیز علیہ الرحمہ کے متعلق منقول ہے۔ اثبت عمر بن عبدالعزیز الوتر بالمدینۃ بقول الفقھاء ثلاثا لا یسلم الافی آخرھن۔

(شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۹۶)

کہ آپ نے فقہاء مدینہ کے فتوی کے مطابق مدینہ منورہ میں حکومتی سطح پر تین وتر پڑھنے کا حکم جاری فرمایا تھا۔ اور ان کے آخر میں ایک ہی دفعہ سلام پھیرا جاتا تھا۔

☆ تابعین کرام میں سے وہ فقہاء مدینہ۔ جن کے فتوی کے مطابق جناب عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سلام سے تین وتر پڑھنے کا حکم نافذ فرمایا تھا۔

محدث ابوالزناد نے وہ سات فقہاء مدینہ بیان کیے ہیں۔

نمبر 1۔ جناب سعید بن مسیب نمبر 2۔ جناب عروہ بن زبیر۔ نمبر 3۔ جناب قاسم بن محمد بن ابوبکر نمبر 4۔ جناب ابوبکر بن عبدالرحمان نمبر 5۔ جناب خارجہ بن زید نمبر 6۔ جناب عبیداللہ بن عبداللہ نمبر 7۔ اور جناب سلیمان بن یسار علیہم الرحمہ۔ ان الوتر ثلاث لایسلم الا فی آخرھن۔

(شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۹۶)

ان سب کا فتوی یہی تھا کہ وتر تین رکعت ہیں۔ اور صرف ان کے اخیر میں ایک ہی

مرتبہ سلام پھیرا جائے گا۔

☆ جناب امام حسن بصری (مشہور تابعی) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اجمع المسلمون ان الوتر ثلاث لا یسلم الا فی آخرھن۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۹۴)

کہ تمام اہل اسلام کا اس بات پر اجماع ہے۔ کہ وتر کی تین رکعتیں ہیں۔ اور صرف ان کے آخر ہی میں (تین رکعت پوری کر کے) سلام پھیرا جائے گا۔

وتروں کی تیسری رکعت میں قراءت کے بعد تکبیر اور رفع یدین۔ پھر دعائے قنوت۔

☆ امام بخاری نقل فرماتے ہیں کہ جناب ابو عثمان بیان فرماتے ہیں۔ کنا نحن و عمر یؤم الناس ثم یقنت بنا عند الرکوع یرفع یدیہ۔

(جزء رفع یدین صفحہ ۲۸)

☆ جناب سیدنا علی المرتضیٰ اور جناب براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہما وتروں میں دعاء قنوت کے بعد تکبیر کہا کرتے تھے۔

(قیام اللیل مروزی صفحہ ۲۲۹)

☆ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وتروں میں دعائے قنوت کے بعد تکبیر کہا کرتے تھے۔

(مغنی ابن قدامہ جلد ۱ صفحہ ۴۵۵)

کہ جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری امامت کرواتے تھے۔ اور آپ رکوع کے

وقت (رکوع سے پہلے) دعائے قنوت پڑھتے تھے۔ اور (دعائے قنوت کے وقت)
رفع یدین بھی فرمایا کرتے تھے۔

☆ پھر امام بخاری ایک اور سند سے بیان فرماتے ہیں۔

کان عمر یرفع یدیہ فی القنوت۔

(جزء رفع یدین صفحہ ۲۸)

یعنی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ دعائے قنوت کے وقت رفع یدین فرمایا کرتے تھے۔

جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔

(ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۹۴)

نیز امام بخاری نقل فرماتے ہیں۔ **عن عبداللہ انہ کان یقرأ فی اخر رکعۃ من الوتر قل ھو اللہ احد ثم یرفع یدیہ فیقنت قبل الرکعۃ۔**

(جزء رفع یدین صفحہ ۲۸، آثار السنن صفحہ ۳۲۸، بدائع الفوائد، ابن قیم جلد ۴ صفحہ ۱۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۷، طبرانی اوسط جلد ۸ صفحہ ۳۶، حدیث نمبر ۷۸۸۵، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۳۸)

کہ جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی آخری رکعت میں (ثابت ہوا کہ وتر کی ایک رکعت نہیں ہوتی) **قل ھو اللہ احد ... الخ** ۔ پڑھ کر رفع یدین فرمایا کرتے تھے۔ پھر آپ دعائے قنوت پڑھتے۔ پھر رکوع فرماتے۔

خیال رہے کہ اس روایت میں رکوع کو لفظ ''رکعۃ'' سے بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح ابو داؤد کی حدیث **من ادرک الرکعۃ ... الخ** ۔ والی روایت میں بھی ''رکعۃ'' سے مراد رکوع ہی ہے۔ یعنی مدرک رکوع مدرک رکعت ہے۔

فافهموا يا اولوا الالباب

☆ جناب اسود (تابعی) بھی بیان فرماتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دعائے قنوت کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۷، قیام اللیل مروزی صفحہ ۲۲۹،
طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۲۸۳، جزء رفع یدین امام بخاری صفحہ ۷۸)

☆ نیز امام بخاری نقل فرماتے ہیں کہ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے پوچھا۔ کہ دعائے قنوت کب پڑھنی چاہیے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

عند فراغ من القراءة۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۸۶)

یعنی دعائے قنوت۔ قراءت سے فارغ ہونے پر پڑھی جائے گی۔

☆ محدث ابراہیم فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کا فرمان ہے کہ قراءت سے فارغ ہو جانے پر دعائے قنوت پڑھی جائے گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی والدہ کا حضور ﷺ کے خانۂ اقدس میں رات کو ٹھہرنا، آپ ﷺ کی نماز ملاحظہ فرمانا۔ اور بیان فرمانا کہ آپ ﷺ وتروں کی دوسری رکعت پر التحیات بیٹھتے۔ اور پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے تھے۔ پھر تیسری رکعت کی قراءت سے فارغ ہو جانے کے بعد تکبیر کہتے (اور رفع یدین کرتے) پھر دعائے قنوت پڑھتے تھے۔ اسی باب میں پیچھے بیان ہو چکا ہے۔

☆ تابعی کبیر جناب ابراہیم نخعی فرماتے ہیں۔ کہ (وتروں میں) قراءت سے فارغ

ہو کر دعائے قنوت پڑھنی چاہیے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

☆ جناب ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ ارفع یدیک للقنوت۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۷)

کہ جب تو دعائے قنوت پڑھنے لگے تو (تکبیر کہہ اور) رفع یدین کر۔

☆ نیز آپ بیان فرماتے ہیں۔ کہ سات مقامات پر رفع یدین کیا کرو۔

نمبر 1۔ نماز شروع کرتے وقت۔ نمبر 2۔ وتروں میں دعائے قنوت کے وقت، نمبر 3۔ عیدین کی نمازوں میں، نمبر 4۔ حجر اسود کے استلام کے وقت، نمبر 5۔ صفا اور مروہ پر، نمبر 6۔ عرفات میں، نمبر 7۔ اور رمی جمار کے وقت

(طحاوی جلد ۲ صفحہ ۱۷۸، آثار السنن صفحہ ۳۲۸)

اور محدث نیموی فرماتے ہیں۔ و اسنادہ صحیح۔ کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۳۲۸)

☆ نیز آپ فرماتے ہیں کہ دعائے قنوت وتروں میں واجب ہے۔ اور جب تو دعائے قنوت پڑھنا چاہے۔ تو پہلے تکبیر کہہ (پھر رفع یدین کر) پھر جب رکوع کرنے لگے تو پھر تکبیر کہہ۔

(کتاب الآثار صفحہ ۵۶، کتاب الحجہ جلد ۱ صفحہ ۲۰۰)

☆ امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ دعائے قنوت سے پہلے جب تکبیر کہی جائے۔ تو ابتدائے نماز کی طرح رفع یدین بھی کیا جائے۔ پھر ہاتھ باندھ کر (دعا کی طرح ہاتھ اٹھا کر یا ہاتھ پھیلا کر نہیں) دعائے قنوت پڑھی جائے۔

(کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۵۶)

☆ امام زیلعی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں کہ قنوت وتر کے وقت رفع یدین کرنا احادیث سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔

(نصب الرایہ جلد ۱ صفحہ ۳۹۱)

قنوت رکوع سے پہلے پڑھیں

☆ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ تین وتر ادا فرماتے تھے۔ اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھا کرتے تھے۔

(مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۳۸، طبرانی اوسط، سنن نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۶۲، حدیث نمبر ۱۷۰۱، سنن کبری نسائی جلد ۱ صفحہ ۴۴۸، حدیث نمبر ۱۴۳۲، جلد ۶ صفحہ ۱۸۴، حدیث نمبر ۱۰۵۷۰، سنن کبری بیہقی جلد ۳ صفحہ ۴۰، مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۱۲۳، شرح السنہ بغوی جلد ۴ صفحہ ۹۸، دار قطنی جلد ۱ صفحہ ۳۱۔)

محدث اہلحدیث البانی نے بھی اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

☆ جناب سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وتر تین رکعت پڑھتے تھے اور دعاء قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۴)

☆ جناب عاصم علیہ الرحمہ نے جناب انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی جائے گی یا بعد میں۔ تو آپ نے فرمایا۔ رکوع سے پہلے ۔۔ نیز آپ نے فرمایا۔ قنت رسول الله ﷺ بعد الرکوع شہرا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۶، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۷، آثار السنن صفحہ ۳۲۵، دارمی صفحہ ۱۹۸، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۴۴، مسند المستخرج ابونعیم جلد ۲ صفحہ ۲۷۱، حدیث نمبر ۲۷۱، سنن کبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۰۷، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۱۶۷، مسند ابویعلیٰ جلد ۷ صفحہ ۹۰، حدیث نمبر ۴۰۲۶، اخبار قزوین جلد ۲ صفحہ ۱۹۰)

کہ جناب رسول ﷺ نے (۷۰ قاری صحابہ کرام کو قتل کرنے والے بدعہد مشرک قبیلے کے لئے) ایک ماہ تک رکوع کے بعد ان کے لئے بددعا فرمائی۔ (پھر آپ ﷺ نے قنوت بعد الرکوع اور اس قبیلے کے لئے بددعا کرنا ترک فرمادیا)

☆ جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

ان رسول اللہ ﷺ کان یؤتر . فیقنت قبل الرکوع۔

(ابن ماجہ صفحہ ۸۴، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۴۸، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۱۱، آثار السنن صفحہ ۳۲۵، سنن الکبری جلد ۳ صفحہ ۳۹، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۱)

یعنی جب جناب رسول اللہ ﷺ وتر ادا فرماتے تھے۔ تو آپ ﷺ رکوع میں جانے سے پہلے دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

امام نسائی کی تحقیق کے مطابق اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

(تعلیق المغنی جلد ۲ صفحہ ۳۲)

اور محدث نیموی علیہ الرحمہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۳۲۵)

☆ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے بھی دیکھا اور میری والدہ نے بھی دیکھا کہ حضور ﷺ رکوع سے پہلے ہی دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے

(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۲، جامع المسانید جلد ۱ صفحہ ۳۱۷، طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۲۸۴، حدیث نمبر ۹۴۳۴، قیام اللیل مروزی صفحہ ۲۲۹)

☆ جناب سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا ابوبکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا عثمان ذوالنورین اور جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بیان فرمایا۔

قنت رسول الله ﷺ في آخر الوتر و كانوا يفعلون ذالك ۔

(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۲)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ وتروں کے آخر میں (رکوع سے قبل) دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔ نیز خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین خود بھی رکوع سے پہلے ہی دعاء قنوت پڑھا کرتے تھے۔

☆ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی بیان فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ وتروں میں رکوع سے پہلے ہی قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(حلیۃ الاولیا جلد ۵ صفحہ ۹۹، مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ۳ صفحہ ۱۸۵، سنن الکبری بیہقی جلد ۳ صفحہ ۴۱)

☆ جناب عمر بن ذر رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے مرفوعاً بیان فرماتے ہیں۔

انه كان يقنت في الوتر قبل الركعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ وتروں میں رکوع سے پہلے ہی دعائے قنوت پڑھتے تھے

اس روایت میں بھی رکوع کے لئے رکعۃ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مدرک رکوع۔ مدرک رکعت ہے۔ والی روایت میں بھی یہی الفاظ استعمال ہوئے تھے۔ (مؤلف)

☆ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وتروں میں رکوع سے پہلے ہی قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(قیام اللیل مروزی صفحہ ۲۲۸، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۷۵)

☆ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی رکوع سے پہلے ہی دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

☆ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی وتروں میں رکوع سے پہلے ہی دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۲، معجم کبیر جلد ۹ صفحہ ۲۳۹، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۸۸)

☆ عن علقمة ان ابن مسعود و اصحاب النبی ﷺ کانوا یقنتون فی الوتر قبل الرکوع۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

یعنی جناب علقمہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتروں میں رکوع سے پہلے ہی دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

اور امام ماردینی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند امام مسلم کی شرائط پر صحیح ہے۔

(جوہر النقی مع البیہقی جلد ۳ صفحہ ۴۱)

☆ جناب اسود بن یزید بھی وتروں میں دعائے قنوت رکوع سے پہلے ہی پڑھا کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)

☆ جناب سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی وتروں میں رکوع سے پہلے ہی دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۲، طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۲۴۳)

☆ جناب سیدنا علی المرتضیٰ، جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا ابو موسیٰ اشعری، جناب سیدنا انس بن مالک، جناب سیدنا عبداللہ بن عباس، جناب عمر بن عبدالعزیز، جناب عبیدہ، جناب حمید الطویل اور جناب ابن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی رکوع سے پہلے ہی دعائے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

(جوہر النقی جلد ۲ صفحہ ۲۱۱، عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۲۰)

☆ جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا علی المرتضےٰ، جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود، جناب سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہم بھی قراءت سے فارغ ہو کر ہی تکبیر کہتے اور پہلے قنوت پڑھتے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے۔ جناب سفیان ثوری کا بھی یہی فتویٰ ہے اور امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں اس مسئلہ میں ہم کسی کے اختلاف کو نہیں جانتے۔

(مغنی ابن قدامہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

اسی لئے ان تمام احادیث و آثار کے مطابق امام اعظم ابو حنیفہ، امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک، امام اسحاق بن راہویہ اور دیگر ائمہ اہل کوفہ کا بھی یہی مسلک ہے۔

فھو المطلوب (ترمذی جلد ۱ صفحہ ۹۳)

دعائے قنوت کے الفاظ ماثورہ

☆ جناب خالد بن عمران کی روایت میں ہے کہ جناب جبریل علیہ السلام نے جناب رسول اللہ ﷺ کو اہل مضر پر بددعا کرنے کے بدلے میں یہ دعا تلقین فرمائی تھی۔

اللھم انا نستعینک و نستغفرک و نؤمن بک و نخضع لک و نخلع ونترک من یکفرک. اللھم ایاک نعبد و لک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد و نرجو رحمتک و نخاف عذابک ان عذابک الجد بالکافرین ملحق۔

(مراسیل ابوداؤد صفحہ ۸، سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۱۰)

☆ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منقول دعا قنوت کے الفاظ اس طرح ہیں،

اللھم انا نستعینک ونستغفرک ونثنی علیک الخیر کلہ ونشکرک ولا نکفرک ونخلع ونترک من یفجرک. اللھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد ونرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک بالکفار ملحق۔

(شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۴۹)

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول دعائے قنوت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

اللھم انا نستعینک ونستھدیک ونستغفرک ونؤمن بک ونثنی علیک الخیر ولا نکفرک ونخلع و نترک من یفجرک. اللھم

اياک نعبد ولک نصلی ونسجد و اليک نسعی ونحفد ونرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک الجد بالکفار ملحق ۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۱۱۰، کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۴۸، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۱، تلخیص الحبیر صفحہ ۱۲۰، مدونۃ الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۰۰)

یعنی اے میرے اللہ ہم تجھ سے مدد چاہتے ہیں۔ اور تجھ سے ہدایت طلب کرتے ہیں۔ اور تجھ سے بخشش کے طالب ہیں۔ اور تیرے حضور توبہ کرتے ہیں۔ اور تجھ پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور تجھ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور تیری بہترین تعریف کرتے ہیں۔ اور تیرا شکر بجالاتے ہیں۔ اور ہم تیری ناشکری نہیں کرتے۔ اور ہم علیحدہ ہوتے ہیں۔ اور چھوڑتے ہیں ہر اس شخص کو۔ جو تیری نافرمانی کرتا ہو۔ اے اللہ تعالیٰ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تیرے لیے ہی نماز پڑھتے ہیں۔ اور تجھ ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور تیری طرف ہی دوڑتے ہیں۔ ہم تیری عبادت کی غرض سے تیری ہی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور ہم تیری رحمت کے امیدوار ہیں۔ اور ہم تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرا عذاب تو کافروں ہی کو ہوگا۔

☆ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ دعا بھی مرفوعاً نقل کی گئی ہے۔

اللھم انی اعوذ برضاک من سخطک وبمعافاتک من عقوبتک واعوذبک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۱۱، مکتبہ رحمانیہ لاہور)

یعنی اے میرے اللہ میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور تیرے

عذاب سے تیری معافی کا طلب گار ہوں۔ اور تجھ سے تیری ہی پناہ کو طلب کرتا ہوں۔ میں تیری تمام تعریفیں بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ در حقیقت تیری شان تو وہ ہے۔ جو تو نے خود بیان فرمائی ہے۔

☆ جناب سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعا دعائے قنوت کے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

اللھم اھدنی فی من ھدیت وعافنی فی من عافیت و تولنی فی من تولیت وبارک لی فی ما اعطیت وقنی شرما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعزمن عادیت تبارک ربنا وتعالیت .

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۲۱۱، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۱۷، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۵۲، درامی جلد ۱ صفحہ ۴۵۱، مستدرک حاکم جلد ۳ صفحہ ۱۸۸، مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۳۲۸، سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۰۹)

یعنی اے میرے اللہ تو مجھے ہدایت عطا فرما ان لوگوں کے ساتھ جن کو تو نے ہدایت فرما رکھی ہے۔ اور مجھے ان لوگوں کے ساتھ سلامتی میں رکھ۔ جنہیں تو نے سلامت رکھا ہے اور ان لوگوں کے ساتھ مجھے بھی اپنے دوستوں میں شامل رکھ۔ جنہیں تو نے اپنا دوست بنا رکھا ہے۔ اور جو کچھ تو نے مجھے عطا فرما رکھا ہے۔ اس میں مزید برکت عطا فرما۔ اور مجھے اپنی قضا کے شر سے محفوظ رکھنا۔ کیونکہ در حقیقت تو ہی قضاؤ قدر کا مالک ہے۔ اور تجھ پر کسی کا کوئی حکم نہیں چلتا۔ اور جس کو تو اپنا دوست بنا لے۔ اس کو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ اور جس کو تو ذلیل کرنا چاہیے۔ اس کو کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ اے ہمارے

رب تو بڑی برکتوں والا ہے۔ اور بڑی بلند شان کا مالک ہے۔

قنوت فی الفجر کا مسئلہ

جناب رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھی

☆ جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے چند دن (ایک ماہ) صبح کی نماز میں۔ بعد الرکوع قنوت پڑھی تھی۔ (قراء کے قاتلوں پر بددعا کے لئے۔ پھر آپ ﷺ نے قنوت ترک فرمادی تھی۔

(بخاری جلد اصفحہ ۱۳۶، مسلم جلد اصفحہ ۲۳۷، آثار السنن صفحہ ۲۳۱، شرح معانی الآثار جلد اصفحہ ۲۴۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۰)

بخاری کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

سئل انس ابن مالک اقنت النبی ﷺ فی الصبح قال نعم فقیل اوقنت قبل الرکوع قال بعد الرکوع یسیرا۔

مسلم کی روایت میں ہے۔ هل قنت رسول الله ﷺ في صلوٰة الصبح قال نعم . بعد الركوع يسيرا۔

☆ نیز جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

قنت النبی ﷺ شهرا یدعو اعلی رعل و ذکوان ۔

(بخاری جلد اصفحہ ۱۳۶)

قنت النبی ﷺ بعد الركوع شهرا يدعو اعلى رعل و ذكوان (على الذين قتلوا يعني اصحابه بئر معونة ثلاثين صباحا)

کہ جناب رسول کریم ﷺ نے رعل اور ذکوان پر بددعا کے لئے۔ صبح کی نماز میں ایک ماہ تک بعد الرکوع قنوت (نازلہ) پڑھی تھی۔

(پھر آپ ﷺ نے قنوت پڑھنا ترک فرمادی)

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۵۸۷، مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۷، طحاوی جلد ا صفحہ ۲۴۳)

☆ جناب انس بن مالک بیان فرماتے ہیں۔ قنت شهرا يدعو اعلى احياء من احياء العرب ثم تركه . ولهذا لم يقنت انس في الصبح۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۲۰)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے عرب کے ایک قبیلہ پر ایک ماہ تک قنوت پڑھی۔ پھر آپ نے اسے ترک فرمادیا۔

اسی لئے جناب انس بن مالک بھی فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔

☆ جناب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی بیان فرماتے ہیں۔ كان رسول الله ﷺ لا يقنت في صلوة الصبح الا ان يدعو القوم اوعلى قوم۔

(رواہ ابن حبان وقال اسنادہ صحیح۔ آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۲۰)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ عام طور پر کبھی فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ ہاں البتہ جب کبھی کسی کے لیے دعا یا بددعا کرنا چاہتے تو اس وقت پڑھ لیتے تھے۔

☆ جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی تقریباً یہی الفاظ مروی ہیں۔

(شرح نقایہ جلد ا صفحہ ۹۹)

☆ اور جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی مذکورہ الصدر حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی طرح ہی روایت بیان فرمائی ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ ان النبی ﷺ لم یقنت فی الفجر الا شھرا واحدا لم یر قبله ذالک ولا بعده. وانما قنت فی ذالک الشھر یدعوا علی ناس من المشرکین۔

(رواہ الطبرانی، شرح نقایہ جلد ۱ صفحہ ۹۹)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے پوری زندگی میں صرف ایک ماہ فجر کی نماز میں دعائے قنوت پڑھی تھی۔ جبکہ آپ ﷺ کچھ مشرکوں کے لئے بددعا کیا کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے بعض لوگوں پر بددعا کے لئے ایک ماہ تک (فجر میں) قنوت (نازلہ) پڑھی۔ پھر آپ ﷺ نے اسے ترک فرمادیا۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۷، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۹، طحاوی جلد ۱ صفحہ ۲۴۵)

خلفاء راشدین نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے

☆ جناب ابومالک فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا۔ انک صلیت خلف رسول الله ﷺ وابی بکر و عمر و عثمان و علی بالکوفة نحو خمسین سنین. کانوا یقنتون فی الفجر . قال ای بنی محدث "

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۵۳، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۶۴، ابن ماجہ صفحہ ۸۹، مسند امام احمد، آثار السنن صفحہ ۳۳۳، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۱۳، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۸)

کہ آپ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بھی نمازیں پڑھی ہیں۔ اور آپ جناب سیدنا ابوبکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا عثمان ذوالنورین کے پیچھے بھی

نمازیں پڑھتے رہے ہیں۔ نیز آپ نے پانچ سال کے قریب جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پیچھے بھی نماز پڑھی ہے۔ کیا یہ ذوات مقدسہ نماز فجر میں قنوت پڑھا کرتی تھیں۔ انہوں نے فرمایا۔ بیٹا یہ تو ایک بدعت ہے (یعنی ان میں سے کوئی بھی فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتا تھا)

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا اس روایت کی سند حسن ہے۔

(تلخیص الحبیر، آثار السنن صفحہ ۳۳۳)

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا۔ یہ تو ایک بدعت ہے۔

(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۴۱)

☆ ام المومنین جنابہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نماز فجر میں قنوت پڑھنے سے منع فرما دیا تھا۔

(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳۸)

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے

(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۴۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۹)

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی فرماتے ہیں۔ میں قنوت فجر کو جانتا ہی نہیں ہوں۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۹)

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی قنوت فجر نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۹)

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بھی قنوت فی الفجر نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۰۹)

☆ جناب سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی قنوت فجر نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۰)

☆ جناب ابراہیم نخعی تابعی علیہ الرحمہ بھی قنوت فجر نہیں پڑھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۱)

وتروں کے بعد دو رکعت نفل

عن ام سلمة كان النبي ﷺ يصلي بعد الوتر ركعتين ۔

یعنی ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ وتروں کے بعد دو رکعت (نفل) ادا فرمایا کرتے تھے۔

(تاریخ صغیر امام بخاری صفحہ ۱۷۴)

باقی نفلوں کی طرح عشاء کے بعد والے نفل بھی کھڑے ہو کر ہی پڑھے جائیں گے

آج کل اس سستی اور کاہلی کے دور میں بھی۔ جب کہ اکثر لوگ الا ماشاءاللہ۔ ویسے ہی عبادات سے لاپرواہی برتتے ہیں۔ کئی علم حدیث سے کم آشنا حضرات اس بات پر بھی زور دے رہے ہیں کہ نماز عشاء کے آخری نفل تو ضرور بیٹھ کر ہی پڑھے جائیں۔ اور یہ طریقہ ہی سنت ہے۔

☆ تو جناب اول تو جناب رسول اللہ ﷺ کا صاف صاف فرمان عالیشان موجود ہے۔ عن عمران بن حصین ۔ من صلی قاعدا فله نصف اجرا لقائم۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۵۰، پارہ نمبر ۵ باب صلوٰۃ القاعد)

یعنی جو بھی شخص (بغیر عذر شرعی کے بیٹھ کر (نفل) نماز پڑھے گا اس کو کھڑے ہو کر (نفل) نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا۔

☆ نیز ام المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت بھی آئی ہے۔

انهالم تررسول الله ﷺ يصلى صلوٰة الليل قاعد اقط حتى اسن ۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۵۰، پارہ نمبر ۵ وغیرہ)

☆ نیز ام المؤمنین سیدتنا حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی بیان فرماتی ہیں۔

ما رأيت رسول الله فى سبحته قاعدا حتى كان قبل وفاته ﷺ بعام۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۴۹ باب فی من یتطوع جالسا، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۵۳۷،

باب فی صلوٰۃ القاعد، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۳، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۴۵)

یعنی ہم نے جناب رسول اللہ ﷺ کو کبھی بھی نفل نماز بیٹھ کر پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ البتہ وصال شریف سے (تقریبا) ایک سال پہلے۔ جب کہ آپ ﷺ سن رسیدہ (اور کمزور) ہو گئے۔ تو پھر آپ ﷺ نفل نماز کی طویل قراءت بیٹھ کر کر لیا کرتے تھے۔

☆ نیز ام المؤمنین سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی بیان فرماتی ہیں۔

ما مات رسول الله ﷺ حتى كان من اكثر صلوٰة قاعدا الا الفريضة ،

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۴۴)

ثابت ہوا کہ آپ ﷺ نے آخر عمر میں کمزوری کی وجہ سے نفل بیٹھ کر پڑھنا شروع کر دیئے تھے۔ ورنہ آپ ﷺ ساری زندگی نفل کھڑے ہو کر ہی پڑھتے تھے۔ اور کسی عذر کی وجہ سے کیا گیا کوئی کام سنت نہیں ہوتا۔

☆ نیز جناب سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت تو معاملہ بالکل ہی صاف کر دیتی ہے۔ آپ نے جناب رسول اللہ ﷺ کو بیٹھ کر نفل پڑھتے ہوئے دیکھا۔ تو تعجب کیا۔ اور آپ ﷺ سے عرض کی۔ آقا ﷺ۔

انک قلت صلوٰۃ الرجل قاعدا علی نصف الصلوٰۃ . وانت تصلی قاعدا. قال اجل . ولکنی لست کاحدمنکم۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۵۳، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۳۷، نسائی جلد ا صفحہ ۲۴۵، مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۳)

یا رسول اللہ ﷺ آپ کا فرمان عالیشان تو یہ ہے کہ بیٹھ کر (بلا عذر شرعی۔ نفل) نماز پڑھنے والے کو۔ کھڑا ہو کر نماز (نفل) پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملے گا۔ اور آپ ﷺ خود بیٹھ کر نماز (نفل) پڑھ رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو کچھ میں نے فرمایا ہے وہ (امت کے لئے) مسئلہ اسی طرح ہے۔ لیکن میں تم میں سے کسی ایک جیسا نہیں ہوں۔ (یعنی میں جیسے بھی پڑھوں میرے ثواب میں کمی نہیں آئے گی)

☆ چنانچہ تقریباً تمام محدثین کرام اس حدیث کے تحت اس بات کو آپ ﷺ کے خصائص میں شمار کرتے ہیں۔ کہ آپ ﷺ نفل بیٹھ کر پڑھیں یا کھڑے ہو کر۔ آپ ﷺ کے ثواب میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۴۶۸، نووی شرح مسلم جلد ا صفحہ ۲۵۳، تعلیق المحمود شرح ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۳۷، المجتبیٰ شرح نسائی جلد ا صفحہ ۲۴۵،

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۳ صفحہ ۳۲۱، اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۳۱۵، مظاہر حق شرح مشکوٰۃ جلد ۱ صفحہ ۴۰۵ وغیرہ)

☆ امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ سے بھی یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ ''نماز عشاء کے آخری نفل بیٹھ کر پڑھنا چاہیے یا کھڑے ہو کر؟ سرکار اقدس ﷺ نے کس طور پر ہمیشہ ان نفلوں کو ادا فرمایا ہے۔ اور کس طرح پڑھنا باعث زیادتی ثواب ہے؟'' تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ ''حضور پرنور ﷺ نے یہ نفل بیٹھ کر پڑھے۔ مگر ساتھ ہی فرمادیا کہ میں تمہاری مثل نہیں۔ میرا ثواب قیام وقعود دونوں میں یکساں ہے۔ (یعنی یہ آپ ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔ مؤلف) تو امت کے لیے کھڑے ہو کر پڑھنا افضل اور دونا ثواب ہے۔

(فتاوی رضویہ شریف جلد ۷ صفحہ ۴۲۲، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

روزانہ کی بارہ رکعت سنت رواتبہ مؤکدہ

☆ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ما من عبد مسلم یصلی للہ کل یوم ثنتی عشرۃ رکعۃ تطوعا غیر فریضۃ الا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ۔ یعنی جو بندۂ مومن ہر دن میں محض رضائے الٰہی کی خاطر بارہ رکعت (سنن رواتبہ) پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں گھر بنائے گا۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۱، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۵۵، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۷۸، ابن ماجہ صفحہ ۸۱، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۵۶، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۷۱، دارمی جلد ۱ صفحہ ۳۹۷ وغیرہ)

☆ دوسرے مقام پر جناب رسول اللہ ﷺ نے ان بارہ رکعات کی اس طرح وضاحت فرمائی۔ اربعا قبل الظهر و رکعتین بعدها ورکعتین بعد المغرب ورکعتین بعد العشاء ورکعتین قبل الفجر صلاة الغداة۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۵۶، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۵۶، ابن ماجہ ۸۱ وغیرہ)

یعنی دو رکعت فجر کی فرض نماز سے پہلے۔ 4 رکعات نماز ظہر کے فرضوں سے پہلے۔ ۲ رکعات نماز ظہر کے فرضوں کے بعد۔ ۲ دو رکعت نماز مغرب کے فرضوں کے بعد اور دو رکعت نماز عشاء کے فرضوں کے بعد۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سنت فجر کا بیان

☆ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

رکعتا الفجر خیر من الدنیا وما فیها۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۱ وغیرہ)

یعنی فجر کی دو رکعتیں (سنتیں) دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس سب کچھ سے میرے نزدیک زیادہ بہتر ہیں۔

☆ ایک روایت میں اس طرح ہے۔ احب الی من الدنیا وما فیها۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۱ وغیرہ)

یعنی فجر کی دو رکعتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے اس سب کچھ سے مجھے زیادہ پیاری ہیں

☆ جناب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی سنتیں کبھی بھی نہیں چھوڑیں۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۵۶، مسلم جلد ا صفحہ ۲۵۱، نسائی جلد ا صفحہ ۲۵۳، معتا ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۷۸ وغیرہ)

☆ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں۔

ان النبی ﷺ لم یکن علی شیء من النوافل اشد معاهدة منه علی رکعتین قبل الصبح۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۵۶، مسلم جلد ا صفحہ ۲۵۱، نسائی جلد ا صفحہ ۲۵۳، سنن ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۷۸ وغیرہ)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے صبح کی سنتیں کبھی بھی نہیں چھوڑیں۔

☆ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

لاتدعو هما و ان طرد تکم الخیل۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۷۹، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۱۵۱، آثار السنن صفحہ ۲۵۲)

یعنی صبح کی سنتیں ہرگز نہ چھوڑنا۔ اگرچہ تمہیں گھوڑے ہی روند ڈالیں۔

جماعت کھڑی ہو جائے تو فجر کی سنتیں؟

اسی لئے صحابہ کرام علیہم الرضوان کا یہ طریقہ تھا۔ کہ اگر وہ کچھ لیٹ ہو جاتے۔ اور جماعت کھڑی ہو جاتی۔ تو (اگر یقین ہوتا کہ سنتیں پڑھتے پڑھتے فرض ضائع نہیں ہو جائیں گے۔ بلکہ سنتوں سے فارغ ہو کر بھی جماعت میں مل سکتے ہیں) تو جماعت والی جگہ سے کسی علیحدہ جگہ پر۔ پہلے دو سنتیں پڑھ لیتے تھے۔

کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے۔

لا تكاثر الصلوة المكتوبة بمثلها من التسبيح في مقام واحد۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۳۷۲)

یعنی جہاں فرض پڑھے جا رہے ہیں۔ اسی جگہ جماعت کی صفوں کے ساتھ کھڑے ہو کر غیر فرض نہ پڑھو۔

پھر جماعت میں شامل ہو جاتے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک دن اس وقت جاگے جبکہ فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ فركع ركعتين قبل ان يدخل المسجد وهو في الطريق ثم دخل المسجد فصلى الصبح مع الناس. فصلى هما في حجرة حفصة ثم انه صلى مع الامام۔

(شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۳۷۵، آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۳۵۸)

ایک دفعہ تو آپ نے مسجد میں داخل ہونے سے پہلے ہی ایک مناسب جگہ پر پہلے سنتیں ادا فرمائیں۔ اور پھر مسجد میں آ کر جماعت کے ساتھ مل گئے۔ اور ایک دفعہ آپ نے مسجد ہی سے ملحق اپنی بہن۔ ام المؤمنین سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارک میں سنتیں ادا فرمائیں۔ اور پھر آ کر جماعت میں شامل ہو گئے۔

محدث نیموی پہلی روایت کے متعلق فرماتے ہیں۔ اس کی سند صحیح ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۳۵۸)

☆ مشہور صحابیٔ رسول جناب ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ مبارکہ بھی یہی تھا۔ کہ جب آپ مسجد میں تشریف لاتے۔ اور صبح کی جماعت کھڑی ہو چکی ہوتی۔ اور آپ

نے ابھی صبح کی سنتیں نہ پڑھی ہوتیں۔

فیصلی الرکعتین فی ناحیة المسجد ثم یدخل مع القوم فی الصلوٰة ۔

(شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۳۷۵، آثار السنن جلد ۲
صفحہ ۳۵۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۱)

تو پہلے آپ مسجد کے ایک کونے میں سنتیں ادا فرماتے۔ پھر جماعت میں شامل ہوتے۔
محدث نیموی فرماتے ہیں۔ اس روایت کی سند حسن ہے۔

(آثار السنن صفحہ ۳۵۹)

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ایک دفعہ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی ہے۔ اور آپ نے ابھی سنتیں ادا نہیں فرمائی تھیں۔ فصلی رکعتین ثم دخل مع الامام۔

(شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۳۷۵، آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۳۵۸)

تو آپ نے امام (جماعت) سے ذرا پیچھے ہٹ کر مسجد ہی میں ایک طرف پہلے سنتیں ادا فرمائیں۔ پھر آپ جماعت کے ساتھ شامل ہو گئے۔

ایک روایت میں مع الامام کی بجائے خلف الامام کے الفاظ ہیں۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۳۷۵، آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۳۶۱)

اگر حجرہ یا اندر ہال میں جماعت ہو رہی ہے تو باہر برآمدہ یا صحن میں سنتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ یا صحن میں جماعت ہو رہی ہے تو اندر مسجد کے ہال میں سنتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ اور اگر کسی مسجد میں بس ایک ہی کمرہ ہے تو پھر صفوف جماعت سے ذرا پیچھے ہٹ کر۔ ان سے اس طرح علیحدہ ہو کر کہ جماعت کا گمان نہ ہو۔ وہاں سنتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔

جیسا کہ جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کیا۔ اور ممانعت والی احادیث میں نہی زمانی نہیں۔ بلکہ نہی مکانی ہے جیسا کہ روایات مندرجہ سے ظاہر ہے۔

☆ محدث نیموی علیہ الرحمہ۔ جناب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ عمل نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۳۶۱)

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں تشریف لائے تو فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ فجلس عبداللہ الی اسطوانۃ من المسجد. فصلی الرکعتین ثم دخل فی الصلوۃ ۔

(شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۷۴، طبرانی کبیر جلد ۲ صفحہ ۳۱۸،
مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۱، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۷۵)

تو جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد کے ایک ستون کے پیچھے پہلے سنتیں ادا فرمائیں۔ پھر جماعت میں شامل ہو گئے۔

محدث نیموی ایک اور سند سے جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں۔ اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۳۵۹)

☆ جناب سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی معمول تھا۔ کہ اگر آپ نے ابھی فجر کی سنتیں پڑھنی ہوتیں۔ اور جماعت کھڑی ہو جاتی۔ تو پہلے آپ سنتیں ادا فرماتے۔ پھر جماعت میں شامل ہوتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۱)

☆ مشہور تابعی جناب ابوعثمان عبدالرحمان بن مل النہدی انصاری علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ فجر کی جماعت کرا رہے ہوتے۔ اور ہم (تابعین کرام) نے اگر فجر کی سنتیں ابھی نہ پڑھی ہوتیں۔

فنصلی الرکعتین فی آخر المسجد (فی جانب المسجد) ثم ندخل مع القوم فی صلاتھم۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۱، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۳۷۶)

تو پہلے ہم مسجد کے آخر میں یا مسجد کے ایک کونے میں فجر کی سنتیں ادا کر لیتے تھے۔ پھر جماعت میں شامل ہوتے تھے۔

☆ محدث نیموی فرماتے ہیں۔ اس روایت کی سند حسن اور صحیح ہے۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۳۶۱)

☆ تابعی کبیر جناب مسروق علیہ الرحمہ مسجد میں آئے۔ تو جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ اور آپ نے ابھی سنت فجر ادا نہیں فرمائی تھیں۔ فصلا ھما فی ناحیۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۰)

ایک روایت میں اس طرح ہے۔

فیصلی الرکعتین فی المسجد ثم یدخل مع القوم فی صلاتھم۔

(شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۳۷۶)

محدث نیموی فرماتے ہیں۔ و اسنادہ صحیح۔ کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۳۶۲)

تو آپ نے مسجد کے ایک کونے میں پہلے سنت فجر ادا فرمائیں۔ پھر آپ جماعت میں

شامل ہوئے۔

☆ تابعی کبیر جناب حسن بصری رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ اگر تو مسجد میں آئے۔ اور تو نے ابھی سنت فجر ادا نہ کی ہوں۔ فصلهما وان كان الامام يصلي۔

(طحاوی جلد ا صفحہ ۲۷۶)

تو پہلے سنتیں پڑھ۔ اگر چہ جماعت کھڑی ہو چکی ہو۔

محدث نیموی اس روایت کو نقل فرمانے کے بعد لکھتے ہیں۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۳۶۲)

☆ تابعی کبیر جناب مجاہد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر تو مسجد میں جائے اور جماعت کھڑی ہو چکی ہو۔ اور تو نے ابھی فجر کی سنتیں نہ پڑھی ہوں۔

فاركعهما وان ظننت ان الركعة الاولى تفوتك۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۱)

تو پہلے سنتیں پڑھ۔ اگر چہ سنتیں پڑھنے سے تیری فرض جماعت کی ایک رکعت بھی کیوں نہ نکل جائے۔

☆ جناب عکرمہ سے بھی اس مسئلہ میں اسی طرح کا فتوی مذکور ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۱)

نماز فجر کے فوراً بعد سنتیں پڑھنا منع

جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا ابوہریرہ، جناب سیدنا عبداللہ بن عباس، جناب سیدنا ابوسعید خدری، جناب سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہم اور دیگر بہت سے صحابہ کرام

بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔

(باختلاف الفاظ) **لا صلوۃ بعد صلوۃ العصر حتی تغرب الشمس. ولا صلوۃ بعد صلوۃ الفجر حتی تطلع الشمس۔**

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۸۲، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۷۵)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ عصر کی نماز کے بعد سورج کے مکمل طور پر غروب ہو جانے تک۔ اور فجر کی نماز کے بعد سورج کے مکمل طور پر طلوع ہو جانے تک کوئی (سنت، نفل) نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔

اور دیگر حدیث کی تقریباً تمام کتابوں میں الفاظ کے اختلاف کے ساتھ کئی کئی سندوں سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے۔

قضاء الفوائت

جناب سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **من نسی صلوۃ فلیصل اذا ذکر لا کفارۃ لھا الا ذالک**

(بخاری حدیث ۵۹۷، مسلم حدیث ۶۸۴)

یعنی جو شخص نماز پڑھنا بھول جائے (یا سوتے ہوئے نماز قضا ہو جائے) تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اسے یاد آئے اسی وقت وہ اپنی قضا شدہ نماز ادا کرلے۔

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ قضا نماز کے لئے کوئی ٹائم مقرر نہیں۔ جب بھی یاد آجائے یا موقع مل جائے اس کو ادا کیا جا سکتا ہے۔

یکے از محدثین صحاح ستہ۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے (فرمان کے

مطابق) اکثر فقہاء صحابہ کرام کا یہی فتوی ہے۔ کہ فجر کی نماز کے بعد سورج کے مکمل طور پر نکل آنے تک اور عصر کی نماز کے بعد سورج کے مکمل طور پر غروب ہو جانے تک کوئی نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔ لیکن کسی نماز کی قضاء پڑھنی ہو تو وہ ان اوقات مکروہہ ممنوعہ میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ عبارت اس طرح ہے۔

واما الصلوات الفوائت فلا باس ان تقضی بعد العصر و بعد الصبح۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۵)

طلوع آفتاب کے بعد اس دن کے فرض بمع سنت

☆ جناب سیدنا ابو ہریرہ، جناب سیدنا ابو قتادہ، جناب سیدنا جبیر اور دیگر کئی صحابہ رضی اللہ عنہم نے باختلاف الفاظ روایت کیا ہے۔ کہ دوران سفر ایک دن جناب رسول اللہ ﷺ کی بمع صحابہ نماز فجر قضاء ہوگئی۔

فصلی رسول اللہ ﷺ رکعتین ثم صلی الغداۃ۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۸، نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۰۲، معجم کبیر جلد ۲ صفحہ ۱۳۴،
مسند امام احمد جلد ۴، آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۱۷۳)

تو آپ ﷺ نے سورج طلوع ہو جانے کے بعد پہلے فجر کی دو سنتیں پڑھیں۔ پھر آپ ﷺ نے نماز فجر ادا فرمائی۔

فجر کی سنتیں رہ جائیں تو کیا کرے

☆ جناب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من لم يصل ركعتي الفجر. فليصلهما بعد ما تطلع الشمس ۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۵۷، سنن الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۸۴)

کہ جس شخص کی فجر کی سنتیں رہ جائیں۔ وہ انہیں سورج نکلنے کے بعد پڑھے۔

☆ نیز جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ ان النبی ﷺ نام عن ركعتي الفجر فقضا هما بعد ماطلعت الشمس ۔

(ابن ماجہ صفحہ ۸۲)

یعنی ایک دفعہ جناب رسول اللہ ﷺ کی فجر کی سنتیں قضا ہو گئیں۔ تو آپ ﷺ نے انہیں سورج کے نکل آنے کے بعد پڑھا۔

محدث نیموی فرماتے ہیں۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۲۷۰)

☆ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مسجد میں آئے تو فجر کی جماعت کھڑی ہو چکی تھی۔ آپ جماعت میں شامل ہو گئے اور فجر کی سنتیں نہ پڑھیں۔

حتى طلعت الشمس. فقام فركع ركعتين ۔

(شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۳۷۵، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۵)

تو جب سورج نکل آیا۔ (اور زردی ختم ہو گئی) تو آپ نے فجر کی دو سنتیں پڑھیں۔

محدث نیموی فرماتے ہیں۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۲۷۰)

☆ حضرت قاسم بن محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

لو لم اصلهما حتى اصلي الفجر. صليتهما بعد طلوع الشمس ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۵)

یعنی اگر میں فجر کی نماز سے پہلے سنتیں نہ پڑھ سکوں۔ تو پھر میں انہیں سورج نکلنے کے بعد پڑھتا ہوں۔

محدث نیموی فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند صحیح ہے۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۳۷۰)

مندرجہ بالا احادیث و آثار سے آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہو گیا کہ اگر امام ہے تو لازماً فجر کی سنتیں پڑھ کر جماعت کرائے۔ اور اگر کوئی شخص جماعت کے کھڑا ہو جانے کے بعد آئے۔ تو اگر تو کوئی علیحدہ جگہ ہے۔ تو وہاں ایک طرف ہو کر پہلے سنتیں ادا کرے۔ پھر جماعت میں شامل ہو۔ اور اگر علیحدہ کوئی جگہ نہیں ہے۔ تو پھر جماعت سے ایک طرف ہو کر پہلے سنتیں پڑھے۔ پھر جماعت میں شامل ہو۔ اگر چہ ایک رکعت ہی نکل جائے۔ اور اگر کسی وجہ سے جماعت سے پہلے سنتیں نہیں پڑھ سکا۔ تو صحاح ستہ کی صحیح صریح مرفوع حدیث کے مطابق نماز فجر کے فوراً بعد سنتیں نہ پڑھے۔ بلکہ سورج کے مکمل طور پر روشن ہو جانے کے بعد ان قضاء شدہ سنتوں کے بدلے میں دو رکعت ادا کرلے۔ یہی طریقہ۔ لقد كان لكم في رسول الله ﷺ اسوة حسنه اور عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين اور ما انا عليه واصحابی کے عین مطابق ہے۔

فاعتبروا يا اولو الا بصار

نماز ظہر کی سنتیں

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ کہ ظہر کی پہلی چار اور بعد والی دو سنتیں مؤکدہ ہیں۔ سنت مؤکدہ واجب کے تحت ہوتی ہیں۔

لہٰذا ان کی تمام رکعتوں میں واجب کی طرح سورۃ بھی ملائی جائے گی۔ اور درمیان والا التحیات صرف عبدہ ورسولہ تک ہی پڑھا جائے گا۔

☆ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں۔

کان یصلی فی بیتی قبل الظھر اربعا . ثم یخرج فیصلی بالناس. ثم یدخل فیصلی رکعتین۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۲)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعت (سنت مؤکدہ) میرے گھر میں ادا فرماتے تھے۔ پھر آپ ﷺ باہر تشریف لے جاتے اور جماعت کراتے تھے۔ پھر آپ ﷺ گھر میں تشریف لاتے اور دو رکعت (سنت) ادا فرماتے تھے۔

☆ ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ **یقول من حافظ علی اربع رکعات قبل الظھر واربعا بعدھا . حرمه الله علی النار۔**

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۸۰، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۸۹، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۵۶)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس شخص نے (دین کے باقی لوازمات کے ساتھ ساتھ) چار رکعت (سنت مؤکدہ) ظہر سے پہلے اور چار رکعات ظہر کے بعد (دو رکعت سنت مؤکدہ اور دو رکعت نفل) پڑھنا نہ چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ پر حرام فرما دے گا۔

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، جناب امام حسن بصری، جناب سعید

ابن مسیب اور جناب سعید بن جبیر علیہم الرحمہ بھی ظہر کے بعد چار رکعات (2 سنت موکدہ، 2 نفل) ادا فرمایا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۱)

اگر ظہر کی پہلی سنتیں رہ جائیں تو بعد میں پڑھیں

☆ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں۔

ان النبی ﷺ کان اذالم یصل اربعا قبل الظهر. صلاهن بعدها ۔

(جامع ترمذی جلد ۱ صفحہ ۸۹ واسنادہ صحیح)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کی اگر ظہر کی پہلی چار سنتیں کبھی کسی وجہ سے رہ جاتیں۔ تو آپ ﷺ انہیں ظہر کے فرض ادا فرما لینے کے بعد ادا فرما لیتے تھے۔

نماز عصر کی سنتیں

نماز عصر سے پہلے جو رکعات سنت پڑھی جاتی ہیں۔ وہ سنت غیر موکدہ ہیں۔ اور سنت غیر موکدہ کی بنا نفلوں پر ہوتی ہے۔ لہٰذا سنت غیر موکدہ کی ہر رکعت میں نفلوں کی طرح سورۃ بھی ملائی جائے گی۔ اور ہر دو رکعت کے بعد پورا التحیات بھی (یوم یقوم الحساب تک) پڑھا جائے گا۔ اور تیسری رکعت کو شروع بھی ثناء (سبحانک اللھم ۔۔۔ الخ) سے جائے گا۔ یعنی حضور ﷺ کے فرمان ذیشان "التطوع مثنی مثنی" کے مطابق نوافل کو دو۔ دو کر کے ہی پڑھا جائے گا۔ اگر چار رکعت اکٹھی کی نیت بھی کر لی جائے۔ تو پھر بھی صرف اتنا ہوگا کہ دو رکعت پر سلام نہیں پھیرا جائے گا۔ البتہ پڑھنے دو کے لحاظ سے ہی ہوں گے۔

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں۔

قال رحم الله امرا صلى قبل العصر اربعا۔

(جامع ترمذی جلد ۱ صفحہ ۸۹، سنن ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۸۰)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر کی نماز سے پہلے چار رکعت (سنت غیر مؤکدہ) پڑھتا ہے۔

☆ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔

كان النبي ﷺ يصلي قبل العصر اربع ركعات ۔

(جامع ترمذی جلد ۱ صفحہ ۹۸ واسناد حسن)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ عصر کی نماز سے پہلے چار رکعات (سنت غیر مؤکدہ) بھی پڑھا کرتے تھے۔

نماز مغرب کی سنتیں

☆ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ چنانچہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان فرماتی ہیں۔

كان يصلي بالناس المغرب ثم يدخل . فيصلي ركعتين ۔

(صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۲)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھانے کے بعد گھر میں تشریف لاتے۔ اور دو رکعت (سنت مؤکدہ) ادا فرماتے تھے۔

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضور ﷺ کا مغرب

کے بعد دو رکعت (سنت مؤکدہ) ادا فرمانا بیان فرمایا ہے۔

(جامع ترمذی جلد ا صفحہ ۸۹)

نماز مغرب کے بعد۔ دو سنتوں کے بعد دو نفل پڑھنا

☆ جناب سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کان رسول اللہ ﷺ یصلی علی اثر کل صلوٰۃ . رکعتین. الاالفجر والعصر۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۲۳، رواہ اسحاق فی مسندہ وقال اسنادہ حسن)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ فجر اور عصر کی نماز کے علاوہ باقی تمام نمازوں کے آخر میں دو رکعت (نفل) ضرور پڑھا کرتے تھے۔

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا فرمان ذیشان ہے۔

من صلی اربعا بعد المغرب . کان کالمعقب غزوۃ بعد غزوۃ۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۳۴، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۸)

یعنی جس شخص نے مغرب کی نماز کے بعد چار رکعتیں (دو سنت مؤکدہ اور دو نفل) پڑھیں۔ وہ ایسا ہے گویا کہ اس نے ایک غزوہ سے فارغ ہونے کے فوراً بعد ہی دوسرا غزوہ شروع کر دیا۔

نماز مغرب سے پہلے دو نفل پڑھنا

☆ جناب بریدہ بیان فرماتے ہیں۔ قال رسول اللہ ﷺ ان عند کل اذانین رکعتین. ماخلا المغرب۔ (دار قطنی جلد ا صفحہ ۲۶۴)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ہر اذان اور اقامت کے درمیان دو

رکعت (یا چار رکعات نفل یا سنت) نماز ہوتی ہے۔ سوائے مغرب کی نماز کی۔

یعنی مغرب کی فرض نماز سے پہلے کوئی نفل یا سنت نماز نہیں ہے۔ اور اگر کوئی پڑھتا ہے تو خلاف اولیٰ کام کرتا ہے۔

☆ جناب عبداللہ بن مغفل المزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ

کراھیۃ ان یتخذھا الناس سنۃ۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۵۷)

جناب رسول اللہ ﷺ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے۔ کہ لوگ مغرب کی نماز سے پہلے (نفل) نماز پڑھنے کو سنت سمجھ لیں۔ یا اس کو عادت اور طریقہ بنالیں۔

☆ امام نووی شرح مسلم میں نقل فرماتے ہیں۔ ولم یستحبھما ابوبکر و عمر و عثمان و علی و آخرون من الصحابۃ و مالک و اکثر الفقھاء۔

(نووی شرح مسلم جلد ا صفحہ ۲۷۸)

کہ جناب سیدنا ابوبکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا عثمان ذوالنورین، جناب سیدنا علی المرتضیٰ اور دیگر بہت سے صحابہ کرام علیہم الرضوان، امام مالک اور اکثر فقہاء کرام علیہم الرحمہ مغرب کی نماز سے پہلے نفل پڑھنے کو پسند نہیں فرماتے تھے۔

☆ تابعی محدث۔ امام ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ مغرب کی نماز سے پہلے نوافل پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔

ان النبی ﷺ و ابابکر و عمر و عثمان و عمر لم یصلوھما۔

(کتاب الآثار امام محمد ۳۱، مصنف عبدالرزاق جلد ۲ صفحہ ۴۳۵)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ، جناب سیدنا ابوبکر صدیق اور جناب سیدنا عمر فاروق اور

جناب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم مغرب کی فرض نماز سے پہلے (نفل) نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔

☆ جلیل القدر تابعی جناب سعید بن مسیب علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں۔

کان المھا جرون لا یرکعون الرکعتین قبل المغرب ۔

(مصنف عبدالرزاق جلد۲ صفحہ ۴۳۵)

کہ مہاجرین صحابہ کرام علیہم الرضوان مغرب کی نماز سے پہلے کوئی (نفل) نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔

دعوت فکر

جب جناب رسول اللہ ﷺ نے خود یہ نماز ہمیشہ پڑھی نہیں۔ اس کو سنت (طریقہ اور عادت) بنانے کو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا ہے۔ پڑھنے کا حکم اور تاکید بھی نہیں فرمائی۔ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی یہ نماز نہیں پڑھی۔ تو پھر "علیکم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين" پر عمل کرتے ہوئے ہمیں بھی چاہیے کہ ہم بھی اس نماز کو اپنا معمول نہ بنائیں۔ فافھموا وتدبروا۔

نماز عشاء سے پہلے سنتیں

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن مغفل بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ بین کل اذانین صلوٰۃ ۔ وقال فی الثالثۃ لمن شاء ۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۸۷، مسلم جلد ا صفحہ ۲۷۸)

کہ ہر اذان اور اقامت کے درمیان نماز ہوتی ہے۔ تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا

جو چاہے پڑھ لے۔ یعنی لازمی اور ضروری نہیں ہے۔ (یعنی یہ سنت غیر مؤکدہ ہیں)

☆ جناب سعید بن جبیر علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں۔

کانوا یستحبون اربع رکعات قبل العشاء الآخرۃ۔

(مختصر قیام اللیل مروزی صفحہ ۵۸)

یعنی سلف صالحین (صحابہ کرام، تابعین عظام) عشاء کی نماز سے پہلے چار رکعات (سنت غیر مؤکدہ) پڑھنے کو مستحب خیال فرماتے تھے۔

نماز تراویح کا بیان

قیام رمضان کی جزا

☆ حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو قیام رمضان (تراویح) کا شوق دلایا۔ لیکن آپ ﷺ نے تراویح کو فرض نہیں فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا

"من قام رمضان ایمانا واحتسابا غفرله ما تقدم من ذنبه"

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۶۹، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۹، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۰۰، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۹۴، نسائی جلد ۱ صفحہ ۳۰۷، ابن ماجہ صفحہ ۹۵، الترغیب والترہیب جلد ۲ صفحہ ۹۱ وغیرھم باختلاف الالفاظ)

یعنی جس نے ایمان اور خلوص کی نیت سے (محض رضائے الٰہی کی خاطر) تراویح پڑھیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے پہلے تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرمادے گا۔

☆ ایک اور مقام پر ارشادِ نبوی ﷺ ہے۔

"من قام رمضان ایمانا واحتسابا خرج من ذنوبه کیوم ولدته امه"

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۳۰۸، الترغیب والترہیب جلد ۲ صفحہ ۱۰۵)

یعنی محض رضائے الٰہی کی خاطر تراویح پڑھنے والا مومن۔ اپنے گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہو۔

☆ ایک اور مقام پر ہے کہ ایک صحابی نے بارگاہِ مصطفوی ﷺ میں عرض کی تھی۔

"یا رسول الله ارایت ان شهدت ان لا اله الا الله وانک رسول الله وصلیت الصلوت الخمس وادیت الزکوة وصمت رمضان وقمت. فممن انا؟ قال من الصدیقین والشهدآء ...

(رواہ البزار وابن خزیمہ وابن حبان فی صحیحہما واللفظ لابن حبان۔ الترغیب والترہیب جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

یعنی یا رسول اللہ ﷺ اگر میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ ﷺ کی رسالت کی گواہی دوں، پانچوں نمازیں ادا کروں، زکوٰۃ دوں، رمضان شریف کے روزے رکھوں۔ اور تراویح بھی ادا کروں۔ تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ پھر تو صدیقین اور شہداء کے گروہ میں سے ہو گا۔

روزے اور قرآن کی شفاعت

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ الصیام والقرآن یشفعان للعبد.

یقول الصیام ای رب انی منعته الطعام والشهوات بالنهار فشفعنی فیه . ویقول القرآن منعته النوم باللیل. فشفعنی فیه فیشفعان۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۹۴، مشکوۃ)

یعنی روزے اور قرآن پاک بندۂ مومن کی شفاعت کریں گے۔ روزے عرض کریں گے۔ اے باری تعالیٰ میں نے اس بندۂ مومن کو کھانے پینے اور تمام خواہشات نفسانی سے دن بھر روکے رکھا۔ لہٰذا آج اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ اور قرآن پاک فرمائے گا۔ یا اللہ۔ میں نے اسے رات کی نیند سے روکے رکھا (یعنی اس نے مجھے پڑھنے اور سننے کی خاطر اپنی نیند قربان کر دی تھی) لہٰذا آج اس کے حق میں میری شفاعت قبول فرما۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی شفاعت قبول فرماتے ہوئے اس بندۂ مومن کو بخش دے گا۔

☆ اسی طرح جناب ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا، جو ایمان دار شخص رمضان شریف کی راتوں میں نماز (تراویح) پڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ہر سجدے کے بدلے میں اس کو پندرہ سو (۱۵۰۰) نیکیاں عنایت فرمائے گا۔

(کنز العمال جلد ۴ صفحہ ۲۹۸)

اہل ایمان کو دعوت فکر

غرضیکہ اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ کی رحمت لا منتہاء، موسلا دھار بارش کی طرح ایمان والوں پر برس رہی ہوتی ہے۔ ماہ رمضان اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور بخششوں کا

خاص مہینہ ہے۔ یہ نیکیوں کا موسم بہار ہے۔ اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت و بخشش کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہوتا ہے۔

لیکن بعض لوگ ہیں کہ اس سیلاب رحمت و بخشش سے سیراب ہونے والوں اور اللہ کی رحمت کے درمیان بند باندھ رہے ہیں۔ اور اس قیام رمضان۔ جس کے ہر سجدے پر اللہ تعالیٰ پندرہ سو نیکیاں عطا فرما رہے ہیں۔ اس سے منع کرتے پھر رہے ہیں۔

تراویح جو کہ زمانۂ رسول مقبول ﷺ اور ازمنہ خلفاء راشدین علیہ الرضوان سے بیس (20) کی تعداد میں جاری و ساری ہیں۔ ان سے روک کر محض آٹھ (۸) رکعات پڑھنے اور پڑھانے کی ضد کر رہے ہیں۔

ذرا سوچیں تو سہی کہ ایک رکعت میں دو سجدے ہوتے ہیں۔ اور صرف آٹھ رکعت پڑھ کر بارہ (۱۲) رکعت چھوڑ دینے پر آدمی 2x12۔ یعنی چوبیس (۲۴) سجدوں سے محروم ہو گیا۔ اور حدیث مصطفیٰ ﷺ کے مطابق اللہ تعالیٰ تراویح کے ہر ایک سجدے کے بدلے میں پندرہ سو نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ تو چوبیس سجدے کم کرنے پر ۱۵۰۰x۲۴ = ۳۶۰۰۰ نیکیاں بنیں۔ یعنی یار لوگوں کی بات ماننے پر بیس کی بجائے آٹھ رکعت تراویح پڑھنے پر آدمی ایک رات میں کم از کم چھتیس ہزار (۳۶۰۰۰) نیکیوں سے محروم ہو جاتا ہے۔ اور "واللہ یضاعف لمن یشاء" یعنی اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے ثواب کو دوگنا فرما دیتا ہے" کے انعام بے حد و شمار سے محرومی کا نقصان اس کے علاوہ ہے۔ اب آپ خود فیصلہ کر لیں کہ آپ کا فائدہ کس طرف ہے۔ اور نقصان کس طرف۔ اللہ تعالیٰ سب کو زیادہ سے زیادہ نیکی کی توفیق عنایت فرمائے۔ (آمین)

ایک نکتہ

اگر بالفرض والمحال یار لوگوں کے خیال کے مطابق روز محشر تراویح آٹھ رکعت ہی صحیح نکلیں۔ تو بیس تراویح پڑھنے والے عرض کر سکتے ہیں۔ مولائے کریم۔ ہماری بیس رکعتوں میں سے آٹھ تراویح شمار فرمالے۔ اور باقی بارہ رکعت ہماری طرف سے نفل قبول فرمالے۔ اور اگر قیامت کو تراویح بیس رکعت ہی صحیح نکلیں۔ تو آٹھ تراویح پڑھنے والے باقی بارہ رکعتیں کہاں سے لائیں گے۔ فاعتبروا۔

تراویح سنت ہیں

اسی لئے حضور آقا و مولا نے ارشاد فرمایا۔

"ان اللہ افترض علیکم صیامہ و سنت لکم قیامہ"

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۳۰۸، ابن ماجہ صفحہ ۹۴، مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۱۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۵ وغیرہ)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض کئے ہیں۔ اور میں تم پر اس ماہ میں (رات کی تراویح) قیام کو سنت قرار دیتا ہوں۔

رمضان میں ثواب

یہ وہ مبارک مہینہ ہے۔ جس میں تھوڑی عبادت پر بھی بہت زیادہ ثواب ملتا ہے۔

جیسے کہ حدیث شریف میں ہے۔

" من تقرب فیہ بنفلۃ من الخیر کان کن ادی فریضۃ فیما سواہ و من

ادی فریضۃ فیہ کان کمن ادی سبعین فریضۃ فیما سواہ ... "

(مشکوۃ صفحہ ۱۶۶ وغیرہ)

یعنی جو اس ماہ مبارک میں ایک نفل ادا کرے۔ اسے اتنا ثواب ملتا ہے۔ جیسے باقی مہینوں میں فرض کا ثواب ملتا ہے۔ اور جو ماہ رمضان میں ایک فریضہ ادا کرے۔ تو اسے اتنا ثواب ملتا ہے۔ جیسے اس نے اور مہینے میں ستر (۷۰) فرض ادا کیے ہوں"

اسی لئے امت کی بہتری کی خاطر "حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف الرحیم"

(سورت توبہ آیت نمبر ۱۲۸)

کی شان زیبا پر کار فرما ہوتے ہوئے۔ آپ ﷺ نے اپنی امت کو اس مہینے میں تراویح پڑھنے کی ترغیب فرمائی۔ اور اس قیام رمضان کا بہت زیادہ ثواب بھی بیان فرمایا

تراویح آٹھ رکعت نہیں ہیں

لفظ تراویح سے ہی آٹھ تراویح کا رد

عشاء کی نماز کے بعد رمضان شریف میں نماز تہجد سے پہلے جو نماز پڑھی جاتی ہے۔ اسے قیام رمضان اور تراویح کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ مسلم شریف میں باب باندھا گیا ہے۔ الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح ۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۹)

تراویح عربی کا لفظ ہے۔ جو کہ جمع کا صیغہ ہے۔ اس کا واحد ترویحہ ہے۔ جس کا معنی ہے آرام کرنا۔ یعنی ہر چار رکعات کے بعد جو تھوڑی دیر ٹھہرا جاتا ہے۔ اسے ترویحہ کہتے ہیں۔ اس طرح چار رکعات کا ایک ترویحہ ہوا۔ عربی میں ایک چیز کے لئے واحد، دو

کے لئے تثنیہ اور تین کے لئے جمع کا صیغہ بولا جاتا ہے۔ لہٰذا ایک ترویحہ یعنی چار رکعات اور دو ترویحے یعنی تثنیہ کا صیغہ ترویحان یا ترویحتین ہوگا۔ جو کہ آٹھ رکعتیں بنیں گی۔ اور لفظ تراویح جمع کا صیغہ ہے۔ عربی میں چونکہ جمع کا صیغہ کم از کم تین چیزوں پر بولا جاتا ہے۔ لہٰذا لفظ تراویح کے لحاظ سے ۴×۳=۱۲۔ یعنی تراویح کا لفظ کم از کم بارہ رکعات یا اس سے زائد یعنی بیس رکعات پر ہی بولا جاسکتا ہے۔

لہٰذا آٹھ رکعات کو تراویح کہنا تو عربی گرائمر اور لغات کے لحاظ سے ہی غلط ہے۔ اگر اور کوئی دلیل پیش نہ بھی کی جائے۔ تو پھر بھی صرف لفظ تراویح ہی اس بات کا منہ بولتا اور پختہ ثبوت ہے۔ کہ تراویح آٹھ رکعات نہیں ہیں۔

ایک اہلحدیث عالم کی تائید

☆ اہلحدیث عالم مولانا محمد اعظم صاحب لکھتے ہیں۔ ”تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ راحت سے ہے بمعنی آرام کے۔ صحابہ چار رکعتوں کے بعد (تھوڑا سا) آرام کیا کرتے تھے۔ سنن الکبریٰ بیہقی میں ہے۔ کانوا یتروحون بعد اربع۔ یعنی صحابہ چار رکعتوں کے بعد آرام کیا کرتے تھے۔ اسی مناسبت سے اس کو نماز تراویح کہتے ہیں

(ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۲۰ مارچ ۱۹۹۲ء صفحہ ۱۰)

فیصلہ خداوندی سے راہنمائی

☆ ارشادِ خداوندی ہے ”فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الأخر ذالک خیر واحسن تأویلا“

(سورہ نساء آیت نمبر ۵۹)

ترجمہ:۔ پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اٹھے۔ تو اسے اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔ اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہتر ہے۔ اور اس کا انجام اچھا ہے۔

☆ ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔ "وما آتاکم الرسول فخذوہ"

(سورہ حشر آیت نمبر ۷)

ترجمہ:۔ اور جو کچھ تمہیں رسول اللہ ﷺ عطا فرمائیں وہ لو۔

☆ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

"وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ"

(سورہ نساء آیت نمبر ۶۴)

ترجمہ:۔ اور ہم نے کوئی رسول نہ بھیجا۔ مگر اس کے لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

☆ ایک اور مقام پر ارشاد خداوندی ہے "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ"

(سورہ نساء آیت نمبر ۸۰)

ترجمہ:۔ جس نے رسول اللہ ﷺ کا حکم مانا۔ بے شک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

☆ ایک اور مقام پہ ارشاد خداوندی ہے۔

"قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ"

(سورہ آل عمران آیت نمبر ۳۱)

ترجمہ:۔ اے محبوب ﷺ تم فرما دو کہ لوگو۔ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو۔ تو میرے فرماں بردار ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔

☆ ایک اور مقام پہ ارشاد ہوتا ہے۔

"فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما"

(سورہ نساء آیت نمبر ۶۵)

ترجمہ:۔تو اے محبوب ﷺ تمہارے رب کی قسم ۔وہ مسلمان نہ ہوں گے۔جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں۔پھر جو کچھ تم حکم فرمادو۔اپنے دلوں میں اس سے رکاوٹ نہ پائیں۔اور جی سے مان لیں۔

☆ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

"وما کان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم و من یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلالا مبینا"

(سورہ احزاب آیت نمبر ۳۶)

ترجمہ:۔"اور نہ کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق پہنچتا ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کچھ حکم فرمادیں۔تو انہیں اپنے معاملہ کا کچھ اختیار رہے۔اور جو حکم نہ مانے اللہ اور اس کے رسول کا۔بے شک وہ صریح گمراہ ہوا"۔

☆ ایک اور مقام پر ایمان والوں کا طریقہ اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم ان یقولوا سمعنا واطعنا و اولئک ھم المفلحون ..."

(سورہ نور آیت نمبر ۵۱)

ترجمہ:۔"مسلمانوں کی بات تو یہی ہے۔کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف بلائے جائیں۔کہ رسول اللہ ﷺ ان میں فیصلہ فرمائیں۔تو عرض کریں۔ہم

نے سنا اور حکم مانا۔ اور یہی لوگ ہیں کامیاب۔

بارگاہ مصطفوی ﷺ کا فیصلہ

لہٰذا ہم حکم خداوندی کے مطابق اپنا یہ مسئلہ بارگاہ مصطفوی ﷺ میں پیش کرتے ہیں۔ اور اپنے اس مسئلے کا حل ذات محمد مصطفےٰ ﷺ سے طلب کرتے ہیں۔

ایمان والو آؤ۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ مان لو۔ اور اللہ تعالیٰ کا بیان فرمایا ہوا صراط مستقیم بھی یہی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اھدنا الصراط المستقیم کو صراط الذین انعمت علیھم کے ساتھ مشروط فرمادیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ انعام یافتگان میں سے فرد اول و اعلیٰ بھی انبیائے کرام ہی ہیں۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے بیس تراویح پڑھائیں

☆ روی انه صلی الله علیه وسلم صلی بالناس عشرین رکعته لیلتین. فلما کان فی اللیلة الثالثة اجتمع الناس. فلم یخرج الیهم. وقال خشیت ان تفرض علیک فلا تطیقوها ...

(کرمانی شرح بخاری جلد ۹ صفحہ ۱۵۶ طبع بیروت)

ترجمہ:۔ روایت کیا گیا ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو دو رات تک ۲۰۔ ۲۰ رکعات تراویح پڑھائیں۔ پھر جب تیسری رات کو بھی لوگ (حضور ﷺ کی اقتداء میں تراویح پڑھنے کے لئے) جمع ہوئے۔ تو حضور ﷺ باہر تشریف نہ لائے۔ اور فرمایا (میں اس لئے باہر نہیں آیا اور تمہیں تراویح کی جماعت نہیں کرائی) کہ میں ڈرا کہ کہیں یہ (نماز تراویح) تم پر فرض نہ کر دی جائے۔ اور تم اس کو پورا نہ کر سکو۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے بیس تراویح پڑھیں

☆ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال کان النبی ﷺ یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر ..

(معجم کبیر طبرانی جلد ۱۱ صفحہ ۳۹۳، حدیث ۱۲۱۰۲)

چوتھی صدی ہجری کے معتبر و معتمد محدث۔ حافظ طبرانی اپنی صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ کہ مفسر قرآن، عم زاد مصطفےٰ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بیان فرمایا۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ رمضان شریف میں بیس (۲۰) رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

☆ عن ابن عباس ان النبی ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر ...

(طبرانی اوسط جلد ۱ صفحہ ۳۴۴ مطبوعہ ریاض)

جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم رمضان شریف میں وتروں کے علاوہ بیس رکعات (تراویح) پڑھا کرتے تھے۔

☆ عن ابن عباس ان النبی ﷺ صلی فی شہر رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر۔

(کتاب الوفا جلد ۱ صفحہ ۵۰۸ باب ۱۷ فی صلاۃ التراویح مطبوعہ لائل پور)

چھٹی صدی ہجری کے محدث۔ امام ابوالفرج عبدالرحمان بن الجوزی روایت کرتے

ہیں۔ کہ مشہور صحابی رسول، مفسر قرآن جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے رمضان شریف میں وتر کے علاوہ بیس رکعات (تراویح) پڑھیں۔

☆ عن ابن عباس قال کان النبی ﷺ یصلی فی شھر رمضان فی غیر جماعة بعشرین رکعة والوتر۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۹۶)

جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ رمضان شریف میں بغیر جماعت کے بیس رکعات (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

☆ عن ابن عباس انه صلی عشرین رکعة والوتر۔

(زرقانی شرح مؤطا امام مالک جلد ۱ صفحہ ۲۳۷ مطبوعہ بیروت)

جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول کریم ﷺ (رمضان شریف میں) بیس رکعات (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

☆ وروی ابن ابی شیبة عن ابن عباس کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان فی غیر جماعة بعشرین رکعة والوتر۔

(زرقانی شرح مؤطا امام مالک جلد ۱ صفحہ ۳۵۵)

استاذ المحدثین جناب محمد بن ابی بکر روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول کریم ﷺ رمضان شریف میں جماعت کے بغیر۔ بیس رکعات تراویح اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

☆ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین

رکعة والوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۴)

جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول مقبول ﷺ رمضان شریف میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر ادا فرماتے تھے۔

☆ وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال كان النبی صلى الله عليه وسلم يصلى فی رمضان عشرين ركعة والوتر ۔

(ما ثبت من السنہ صفحہ ۲۷۸)

یعنی جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ رمضان شریف میں ہمیشہ بیس رکعات (تراویح) اور وتر پڑھا کرتے تھے۔

☆ وابن ابی شیبہ از ابن عباس روایت آوردہ کہ آنچہ آنحضرت ﷺ گزارد بست رکعت بود۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ جلد ا صفحہ ۵۴۴)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ محدث ابن ابی شیبہ نے جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے۔ کہ آنحضرت ﷺ (رمضان شریف میں) بیس رکعات (تراویح) پڑھا کرتے تھے۔

تلك عشرة كاملة

☆ والاصل فيه ماروى ان النبی صلى الله عليه وسلم خرج ليلة فی شهر رمضان فصلى بهم عشرين ركعة واجتمع الناس فی الثانية مخرج فصلى بهم .فلما كانت الثالثه كثر الناس فلم يخرج وقال

عرفت اجتماعکم لکنی خشیت ان یفرض علیکم۔

(کفایہ شرح ہدایہ جلد ا صفحہ ۸۴)

بیس رکعات تراویح کے بارے میں اصل، ثبوت اور نص یہ ہے۔ جو روایت کی گئی ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ رمضان شریف کی ایک رات کو باہر تشریف لائے۔ اور لوگوں کے ساتھ بیس رکعات (تراویح) ادا فرمائیں۔ دوسری رات بھی لوگ جمع ہو گئے۔ تو آپ ﷺ باہر تشریف لائے۔ اور صحابہ کے ساتھ (بیس رکعات تراویح کی) نماز پڑھی۔ تیسری رات پھر کافی لوگ جمع ہو گئے۔ لیکن آپ ﷺ باہر تشریف نہ لائے۔ اور (صبح کو فرمایا) مجھے تمہارے جمع ہونے کا علم تھا۔ لیکن میں ڈرا کہ کہیں تم پر یہ نماز فرض نہ کر دی جائے۔

☆ عن ابن عباس قال کان النبی ﷺ یصلی فی شھر رمضان فی غیر جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر۔

(مسند عبد بن حمید۔ بحوالہ مصابیح صفحہ ۶۱)

ترجمہ اوپر حدیث نمبر 5 کے تحت گزر چکا ہے۔

☆ اس روایت کی عبارت اور ترجمہ تقریباً وہی حدیث نمبر ۲ والا ہے۔

(معجم بغوی بحوالہ مصابیح صفحہ ۶۱)

ایک شبہ کا ازالہ

اس روایت کی سند میں ایک راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان ہے۔ اسے ضعیف کہہ کر اس روایت کا انکار کیا جاتا ہے۔ اولاً تو اگر ابو شیبہ پر بعض حضرات نے جرح کی ہے۔ تو

بعض نے اس کی تعریف بھی کی ہے۔ مثلاً ابن عدی کہتے ہیں۔

له احاديث صالحة وهو خير من ابراهيم بن ابى حية۔

(تہذیب التہذیب جلد ا صفحہ ۱۴۵)

یعنی ابوشیبہ کی حدیثیں اچھی بھی ہیں۔ اور وہ ابراہیم بن ابی حیہ سے بہتر ہے۔ اسی طرح امام بخاری کے استاذ الاستاذ جناب یزید بن ہارون جو نہایت ثقہ اور اعلٰے درجے کے حافظ الحدیث تھے۔ وہ ابوشیبہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ماقضى على الناس يعنى فى زمانه اعدل فى قضاء منه۔

(تہذیب التہذیب جلد ا صفحہ ۱۴۵)

یعنی اس زمانے میں ابوشیبہ سے زیادہ عادل کوئی شخص قاضی نہیں ہوا۔

یاد رہے کہ یزید بن ہارون سے زیادہ اور کوئی شخص ابوشیبہ کے متعلق نہیں جانتا۔ کیونکہ یزید بن ہارون ابوشیبہ کے منشی تھے۔ نیز اگر کوئی ضعف ہے بھی تو وہ اس درجہ کا نہیں۔ کہ ان کی روایت ہی قبول نہ کی جائے۔ جب کہ خلفاء راشدین کا عمل بھی اور قرون ثلاثہ کا عمل اسے بہت قوت دے رہا ہے۔

محدث اہل حدیث کی گواہی

چنانچہ محدث اہلحدیث مولوی ثناء اللہ امرت سری نے بھی لکھا ہے۔ کہ ''بعض ضعف ایسے ہیں۔ جو امت کی تلقی بالقبول سے رفع ہو گئے ہیں۔

(اہلحدیث امرتسر۔ ۱۹ اپریل ۱۹۰۷ء)

تو اگر کسی اور شخص کی کسی ضعیف روایت کو قبول کرنے سے اس روایت کا ضعف دور ہو

جاتا ہے۔اور وہ روایت قابل عمل بن جاتی ہے۔تو جس طریقہ کو جناب سیدنا ابوبکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا عثمان غنی، جناب سیدنا حیدر کرار، جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود، جناب سیدنا ابی بن کعب و دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ نیز تابعین کرام، تبع تابعین عظام، آئمہ اربعہ اور تقریبا تمام اجل اکابرین اسلام نے تقریبا ایک ہزار سال تک بلا اختلاف اپنا معمول بنائے رکھا۔اس روایت کا ضعف کیونکر دور نہ ہو گیا ہوگا۔(یعنی ان زمانوں کے تقریبا تمام لوگ ہی تراویح آٹھ رکعات سے زیادہ کے قائل اور فاعل تھے) ابتدائی تقریبا بارہ صدیوں میں کہیں سے کوئی ایک ثبوت بھی نہیں ملتا۔کہ فلاں جگہ۔فلاں بزرگ۔فلاں مسجد میں صرف آٹھ رکعات تراویح پڑھاتے تھے۔زیادہ کے بارے میں تو کئی مختلف اقوال ملتے ہیں۔لیکن آٹھ رکعت کے بارے میں کوئی ایک بھی صحیح، صریح، مرفوع روایت نہ کسی کو آج تک ملی ہے اور نہ ہی انشاءاللہ العزیز آئندہ کسی کو قیامت تک مل سکے گی۔

فاعتبروا العلکم تفلحون

صحابہؓ کرام کا معمول 20 تراویح

☆ اللہ تعالیٰ نے انعام یافتگان۔صاحب صراط مستقیم گروہ کا اعلان فرماتے ہوئے۔

"الذین انعم اللہ علیہم من النبین و الصدیقین"۔

(سورت نساء آیت نمبر ۶۹)

کے فرمان کے ساتھ انبیاء کرام کے بعد دوسرے نمبر پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کے رسول ﷺ کی نبوت و رسالت، قرآن مجید فرقان حمید اور دیگر تمام دین اسلام

کے احکام کی تصدیق و تائید کرنے والے صحابہ کرام کا بیان فرمایا گیا ہے۔ یعنی انبیاء کرام کے بعد ہدایت و نجات کا انحصار صحابہ کرام کی اتباع پر ہوگا۔ یہ مقدس ہستیاں نجوم ہدایت ہیں۔ مثلاً صحابہ کرام کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

☆ ”والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ واعد لھم جنات تجزی تحتھا الانھر خلدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم“

(سورت توبہ آیت نمبر ۱۰۰)

ترجمہ: ”اور وہ لوگ جنہوں نے اتباع کی ان (صحابہ کرام) کی نیکی کے ساتھ۔ راضی ہو گیا ان سے اللہ تعالیٰ۔ اور راضی ہو گئے وہ اس سے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بہشتیں تیار کر رکھی ہیں۔ جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں۔ ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں۔ اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے“۔

☆ تو آیئے ہم اپنے اس اختلاف میں اب صحابہ کرام کا طریقہ دیکھتے ہیں۔ تاکہ حدیث مصطفےٰ ﷺ ”ما انا علیہ و اصحابی“ پر عمل ہو جائے۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۸۹، مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۲، مسند امام احمد، ابوداؤد)

فرمایا جناب رسول اللہ ﷺ نے میرے طریقے اور میرے صحابہ کرام کے طریقے پر عمل کرنے والا گروہ ہی ہدایت و نجات والا ہوگا۔

☆ ایک اور حدیث شریف میں ہے۔

”فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفآء الراشدین المھدیین“۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹۲، ابن ماجہ صفحہ ۵، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۷۹، مشکوٰۃ صفحہ ۲۲، مسند امام احمد وغیرہ)۔

یعنی اے میری امت۔ تم پر میری سنت اور میرے خلفائے راشدین کی سنت لازمی ہے لہٰذا اصحابہ کرام اور بالخصوص خلفائے راشدین کی تراویح کی تعداد بیان کی جاتی ہے۔ تاکہ حق مکمل و اکمل طور پر واضح ہو جائے اور ہر غیر متعصب، انصاف پسند شخص کے لئے حق کی پیروی کرنا آسان ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو بسر و چشم مان لینے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ یارب العالمین۔

جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تراویح بیس رکعات

تراویح کی جماعت بدعت حسنہ

ایک دفعہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان شریف کی رات کو مسجد میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دیکھا کہ بعض لوگ اکیلے اکیلے تراویح کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور بعض لوگ چند لوگوں کو ساتھ لے کر جماعت سے تراویح ادا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا ہی اچھا ہو کہ میں ان سب کو ایک قاری کے پیچھے باجماعت نماز تراویح پر جمع کر دوں۔ پھر آپ نے حسب پروگرام جناب سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں تمام لوگوں کو باجماعت تراویح پڑھنے کا حکم فرمایا۔ پھر آپ ایک رات ذرا دیر سے آئے اور جماعت شروع ہو چکی تھی۔ آپ نے یہ تراویح کی جماعت دیکھی تو بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ نعم البدعة هذه۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۶۹)

یعنی یہ باجماعت تراویح کتنی اچھی بدعت ہے۔

ثابت ہوا کہ بدعت اچھی بھی ہوتی ہے۔اور اس پر ثواب بھی ملتا ہے۔

☆ عن يزيد بن رومان انه قال كان الناس يقومون في زمان عمر ابن الخطاب في رمضان بثلاث و عشرين ركعة ـ

(موطا امام مالک صفحہ ۴۰،حاشیہ صحیح بخاری ۳ جلد ا صفحہ ۱۵۴،

مرقاۃ المصابیح شرح مشکوۃ جلد ۳ صفحہ ۱۹۲)

مخالفین حضرات کی مسلمہ حدیث کی کتاب ۔یعنی موطا امام مالک میں" جناب امام مالک حضرت یزید بن رومان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں لوگ (رمضان شریف میں رات کو) تئیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔(یعنی بیس تراویح اور تین وتر)۔

موطا امام مالک کی ثقاہت

فن حدیث پر لکھی جانے والی دنیا میں سب سے پہلی مبوب کتاب۔جس کو جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ ابن ماجہ کی بجائے صحاح ستہ میں شمار کرتے ہیں۔

محسن و محدث فرقہ اہلحدیث علامہ وحید الزمان موطا امام مالک کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ،موطا امام مالک کو موطا اس لئے کہا جاتا ہے۔کہ امام مالک نے اسے مرتب کرنے کے بعد اپنے زمانے کے ستر فقیہوں پر پیش کیا۔تو سب نے اس پر موافقت کی۔حضرت سفیان بن عینیہ کہتے ہیں ۔ امام مالک خوب جانچتے تھے راویوں کو اور نہیں روایت کرتے تھے مگر صرف ثقہ راویوں کی۔

امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔قرآن کے بعد سب سے صحیح کتاب موطا امام مالک

ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ جلد ا صفحہ ۱۰۶)

محدث ابن عربی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ (فن حدیث میں) موطا امام مالک۔
اصل اول ہے اور بخاری اصل ثانی۔

ایک اعتراض کا جواب

اس روایت پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ یزید بن رومان نے حضرت عمر کا زمانہ نہیں پایا
لہٰذا اس کی سند منقطع ہے۔

تو جناب اول تو مخالفین حضرات کے نزدیک حجۃ الہند جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
موطا امام مالک کے متعلق لکھتے ہیں۔

فلیس فیہ مرسل ولا منقطع الاقد اتصل السند بہ من طرق اخری۔

(حجۃ اللہ البالغہ جلد ا صفحہ ۱۰۶)

یعنی اس کتاب میں کوئی ایسی منقطع اور مرسل روایت نہیں ہے۔ جس کی سند کسی نہ کسی
اور طریقے سے متصل نہ ہو۔ لہٰذا جناب شاہ ولی اللہ کے قول کے مطابق اس روایت کی
بھی لازماً متصل سند موجود ہوگی۔

جب کہ ہماری اصل دلیل تو جناب سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔

محدث و مفسر اہل حدیث کا قبول حق

نیز محدث اہل حدیث مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے حضرت یزید بن رومان کی
روایت کو بھی قبول کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں "ہاں حضرت عمر کے زمانہ میں بیس رکعتوں کا
ثبوت یزید بن رومان کی روایت سے ثابت ہوتا ہے"

(اہل حدیث کا مذہب صفحہ ۹۸)

باقی اصول حدیث کے لحاظ سے جب کسی مرسل روایت کی تائید کسی دوسری مرسل یا مسند روایت سے ہو جائے۔ اور دو مسند یا مرسل کسی دوسرے طریق اسناد سے مروی ہوں۔ تو مرسل مقبول ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے۔

وقال الشافعی یقبل اذا عتضد بمجیئه من وجه آخر یباین الطریق الاولی مسند اکان او مرسلا۔

(نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر صفحہ ۵۱، تعداد تراویح صفحہ ۵۶)

نیز جناب زکریا انصاری نے حاشیہ میں یہ تعمیم بھی کی ہے کہ اگر مرسل کا مؤید ضعیف بھی ہو۔ تب بھی مرسل مقبول ہو جاتا ہے۔ (حاشیہ بر روایت ہذا)

اس اصول حدیث کو مولوی عبدالرحمان اہلحدیث نے بھی اپنی ضرورت میں استعمال کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ (ابکار المنن صفحہ ۱۷۸)

اسی طرح مختلف طریقوں کی کئی ضعیف روایتیں بھی ہوں۔ تو وہ ایک دوسرے کو قوت دیتی ہیں۔ اور ان کا ضعف ختم ہو جاتا ہے۔ اور وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہیں۔

(ابکار المنن صفحہ ۱۳۱)

نیز محدث اہلحدیث حافظ عبدالمنان صاحب بھی لکھتے ہیں۔ ''اثبات کے لئے حدیث کا صحیح ہونا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اثبات کے لئے حدیث حسن بھی کافی ہوتی ہے۔

کما لایخفی علی اہل العلم۔

(تعداد تراویح صفحہ ۳۷)

تو اصول حدیث اور علماء اہل حدیث کے مطابق یہ روایات حسن کے درجہ کو تو پہنچ چکی

ہیں۔اور علماء اہلحدیث کے مطابق کسی چیز کے ثبوت کے لئے حسن روایت ہی کافی ہوتی ہے۔لہٰذا ان روایات سے استدلال کرنا صحیح ہوا۔

اور اگر بالفرض یہ روایت مرسل بھی ہو تو آگے آنے والی دیگر طرق کی متعدد روایات سے جب اس روایت کی تائید ہو رہی ہے۔تو فن حدیث سے واقف ہر شخص یہ بات بالیقین مان لے گا۔کہ اصول حدیث کے مطابق اس کا ضعف ختم ہو گیا ہے۔اور تائید روایات اور قبول ادوار ثلاثہ سے یہ روایت بہت زیادہ قوی ہو گئی ہے۔

فافهموا ايا اولو الابصار

☆ عن يزيد بن خصيفة عن السائب بن يزيد قال كانوا يقومون على عهد عمر بن الخطاب في شهر رمضان بعشرين ركعة ۔

(سنن الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۴۹۶)

یعنی جناب یزید بن خصیفہ حضرت سائب بن یزید سے روایت نقل کرتے ہیں۔کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ پاک میں لوگ رمضان شریف میں بیس تراویح ہی پڑھا کرتے تھے۔

اس اثر کی سند کو شارح مسلم امام نووی، امام عراقی اور امام سیوطی نے صحیح قرار دیا ہے۔

(تحفۃ الاخیار صفحہ ۱۹۲، تحفۃ الاحوذی جلد ۲ صفحہ ۷۵،

مصابیح صفحہ ۷۲، الحاوی للفتاوٰی جلد ۱ صفحہ ۳۴۸)

اسی روایت کو امام بیہقی نے معرفۃ السنن والآثار میں محمد جعفر کے حوالہ سے بھی نقل کیا ہے

اس روایت کی سند کو علامہ سبکی نے منہاج میں۔اور ملا علی قاری نے شرح موطا میں بھی صحیح قرار دیا ہے۔ (تحفۃ الاحوذی جلد ۲ صفحہ ۷۵)

ایک وھم کا ازالہ

اس روایت کے ایک راوی ابو عبداللہ بن فنجویہ دینوری کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ اس کا حال معلوم نہیں ہے۔ حالانکہ امام ذہبی نے انہیں "المحدث" کہا ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ جلد ۳ صفحہ ۲۴۴)

نیز علامہ ابن اثیر جزری نے انہیں "حافظ" کے لقب سے ذکر کیا ہے۔

اور اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ فن رجال میں حافظ اور محدث کا کیا مقام ہے۔

☆ **فقد روی البیھقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید رضی اللہ عنہ قال کانوا یقومون علی عھد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ وروی الامام مالک رحمتہ اللہ تعالیٰ فی المؤطا عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون علی عھد عمر رضی اللہ عنہ بثلاث و عشرین ...**

(بلوغ الامانی ہامش فتح الربانی جلد ۵ صفحہ ۷ امطبوعہ بیروت)

ترجمہ: یہ ایک حقیقت ہے کہ امام بیہقی نے صحیح سندوں کے ساتھ مشہور صحابیٔ رسول۔ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں لوگ بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اور جناب امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی حدیث کی کتاب "مؤطا امام مالک" میں حضرت یزید بن رومان رحمتہ اللہ علیہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ لوگ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ مبارک میں (رمضان شریف میں) تئیس

رکعات پڑھا کرتے تھے" (یعنی ۲۰ تراویح اور تین وتر)

☆ عن السائب بن يزيد قال كنا ننصرف من القيام على عهد عمر وقددنا فروغ الفجر وكان القيام على عهد عمر ثلاثة و عشرين ركعة

(مصنف عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۲۶۲ حدیث ۷۷۳۳) مطبوعہ بیروت)

امام بخاری اور امام مسلم کے استاد محدث عبدالرزاق علیہ الرحمۃ حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرماتے ہیں۔ کہ ہم جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ پاک میں تیئیس رکعات (۲۰ تراویح اور تین وتر) پڑھا کرتے تھے۔ اور ہم طول قیام کی وجہ سے فجر کے نزدیک تراویح سے فارغ ہوتے تھے۔

☆ عن السائب بن يزيد انهم كانوا يقومون في شهر رمضان بعشرين ركعة ويقرء ون بالمئين من القرآن وانهم كانوا يعتمدون على العصى في زمان عمر بن الخطاب۔

(ابن نصر صفحہ ۹۱ بحوالہ حاشیہ مصنف عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۲۶۱ طبع بیروت)

ترجمہ: بزرگ صحابیٔ رسول جناب سائب بن یزید کندی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں لوگ رمضان شریف میں بیس تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اور تراویح میں بہت لمبی قراءت کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ (طول قیام سے) لوگ (تھک جاتے اور) اپنے عصاؤں پر ٹیک لگالیا کرتے تھے۔

☆ ان التراويح عشرون ركعة لما روى البيهقي وغيره بالاسناد الصحيح عن السائب بن يزيد رضي الله عنه. قال كنا نقوم في عهد عمر بعشرين ركعة والوتر۔

(الحاوی للفتاوی جلد ا صفحہ ۳۵۰ طبع بیروت)

مشہور محدث، مفسر اور مؤرخ علامہ جلال الدین سیوطی نقل فرماتے ہیں۔ کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ کیونکہ امام بیہقی نے صحیح سندوں کے ساتھ صحابیٔ رسول جناب سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ کہ ہم جناب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ پاک میں بیس تراویح اور (تین) وتر پڑھا کرتے تھے۔

☆ عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه في رمضان بثلاث و عشرين ركعة۔

(سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۹۶، زرقانی شرح مؤطا جلد ا صفحہ ۳۵۵)

ترجمہ: جناب یزید بن رومان (جو کہ ثقہ راوی ہیں) رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں لوگ رمضان شریف میں (رات کو) تیئس رکعات (بیس تراویح اور تین وتر) پڑھا کرتے تھے۔

☆ عن يزيد بن رومان قال كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه في رمضان بثلاث و عشرين ركعة۔

(آثار السنن صفحہ ۲۰۵)

ترجمہ تقریباً اوپر والی روایت والا ہی ہے۔

☆ انه قال كان الناس يقومون في زمان عمر بن الخطاب رضي الله عنه في رمضان بثلاث و عشرين ركعة۔

(زرقانی شرح مؤطا جلد ا صفحہ ۳۵۵ طبع بیروت)

ترجمہ تقریباً اوپر والی روایت والا ہی ہے۔

☆ عن یزید بن رومان قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بثلاث و عشرین۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۰۴ طبع بیروت)

ترجمہ تقریباً اوپر والی روایت والا ہی ہے۔

☆ وروی مالک عن السائب بن یزید عشرین رکعۃ۔

(فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۰۴، جلد ۵ صفحہ ۱۵۷)

یعنی جناب امام مالک نے بھی جناب سائب بن یزید کے حوالہ سے بیس رکعت (تراویح) ہی بیان فرمائی ہیں۔

نمبر ۱۲۔ روی البیہقی باسناد صحیح عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عہد عمر رضی اللہ عنہ فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ۔

(مغنی ابن قدامہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)

ترجمہ:۔ محدث بیہقی صحیح سندوں کے ساتھ صحابی رسول جناب سائب بن یزید مدنی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ لوگ زمانہ فاروقی میں رمضان شریف میں بیس تراویح ہی پڑھا کرتے تھے۔

☆ عن ابی بن کعب ان عمر بن الخطاب امرہ ان یصلی باللیل فی رمضان فقال ان الناس یصومون النہار ولا یحسنون ان یقرء وا. فلو قرأت علیہم باللیل. فقال یا امیر المؤمنین ھذا شیی لم یکن. فقال قد علمت ولکنہ حسن. فصلی بہم عشرین رکعۃ۔

یعنی قاری بارگاہ مصطفےٰ جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو حکم فرمایا۔ کہ تم رمضان شریف میں رات کو لوگوں کو تراویح پڑھایا کرو۔ کیونکہ لوگ دن کو روزہ رکھتے ہیں۔ (اور کام کاج کی وجہ سے) وہ دن میں اچھی طرح تلاوت قرآن نہیں کر سکتے۔ لہٰذا تم رات کو انہیں (تراویح میں) قرآن سنا دیا کرو۔ جناب ابی بن کعب نے عرض کی یا امیر المؤمنین۔ یہ تراویح باجماعت ادا کرنا پہلے تو معمول نہیں ہے۔ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ باجماعت تراویح پہلے ادا نہیں کی جاتیں۔ لیکن یہ کام اچھا ہے۔ چنانچہ (جناب سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق) لوگوں کو بیس رکعات ہی (تراویح) پڑھائیں۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۴۰۹ طبع بیروت)

☆ ان عمر رضی اللہ عنہ لما جمع الناس علی ابن بن کعب فکان یصلی بهم عشرین رکعة۔

(الحاوی للفتاوی جلد ۱ صفحہ ۳۴۹، مغنی ابن قدامہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)

ترجمہ: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو جب جناب سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں تراویح باجماعت پر جمع کیا تھا۔ تو انہوں نے لوگوں کو بیس رکعات ہی تراویح پڑھائی تھیں۔

☆ فلما جمعهم عمر علی ابی بن کعب کان یصلی بهم عشرین رکعة۔ (فتاوی ابن تیمیہ جلد ۲۲ صفحہ ۲۷۲)

مخالفین حضرات کے معتمد امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ کہ جب جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں جماعت

تراویح شروع کرائی تھی۔ تو جناب سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو بیس رکعات ہی (تراویح) پڑھایا کرتے تھے۔

محدث اہل حدیث کی گواہی

حافظ عبدالمنان المحدیث بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ "حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن عبدالبر کے اقوال کا ماحصل تو صرف اتنا ہے۔ کہ بیس رکعات حضرت ابی بن کعب سے ثابت اور صحیح ہے۔ (تعداد تراویح صفحہ ۵۳)

☆ قام بهم ابی بن كعب فی زمن عمر ابن الخطاب عشرین رکعة... ویوتر بثلاث۔

(فتاوی ابن تیمیہ کبریٰ جلد ۲۲ صفحہ ۱۲۰)

یعنی جناب سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ جناب سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) اور تین رکعات وتر پڑھایا کرتے تھے۔

☆ عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۳)

یعنی جناب یحییٰ بن سعید روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص (جناب ابی بن کعب) کو حکم فرمایا۔ کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھائیں۔

☆ جناب یحییٰ بن سعید کا یہی اثر جس میں جناب سیدنا عمر فاروق نے ایک آدمی کو

بیس تراویح پڑھانے کا حکم فرمایا تھا۔ محدث نیموی نے بھی بیان فرمایا ہے۔

(آثار السنن جلد ا صفحہ ۵۸)

☆ فاما قیام شهر رمضان ... احب الی عشرون لانه روی عمرو کذلک یقومون بمکة ویؤترون بثلاث ۔

(المختصر المزنی صفحہ ۲۱)

یعنی امام شافعی فرماتے ہیں مجھے تراویح کی بیس رکعات ہی پسند ہیں۔ کیونکہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیس رکعات ہی روایت کی گئی ہیں۔ اور اسی طرح مکہ شریف میں بھی بیس رکعات تراویح اور تین وتر ہی پڑھے جاتے ہیں۔

دعوت فکر

سعودی عرب کے ریالوں پر چلنے والے۔ اور سعودی عرب کو اسلام کا قلعہ اور مرکز قرار دینے والوں کو دعوت فکر دی جاتی ہے کہ ابتداء سے لے کر آج تک مکہ شریف اور مدینہ منورہ (حرمین شریفین) میں باجماعت بیس تراویح ہی ادا کی جاتی ہیں۔ وہاں جانے والے حضرات اس بات کے عینی گواہ ہیں۔ اور باقی یہاں بیٹھے رمضان شریف میں ٹی وی پر لائیو پروگرام میں بھی ہمیشہ بیس تراویح کی جماعت دیکھی جا سکتی ہے۔ لہٰذا سعودی عرب کو اپنا مرکز اسلام ماننے والوں کو تو اپنے آقاؤں کی اقتداء میں بیس تراویح ہی پڑھنی چاہییں۔ میرا نہیں بنتا تو اپنا تو بن

☆ ونیز بعد از آنحضرت ﷺ تا خلافت عمر رضی اللہ عنہ حال ہم بر اں نہج بود کہ ہر کسے برائے خود در خانہ یا بمسجد میگزارد۔ وچوں صدرے از خلافت عمر گزشت مردم

راجع کرد۔ چنانچہ در احادیث بیاید و اہل مدینہ مطہرہ بر بست رکعت۔ شانزدہ رکعت دیگر میگزارند و سببش آں بود کہ اہل مکہ میان ہر دو ترویحہ طوافے میکردند۔ ولان نیز دریں مقام شریف متعارف است و آں راستہ عشریہ میگویند۔ و در آخر شب بعد از گزاردن تراویح کہ در اول شب میگزارند از خانہ ہا بری آیند و می گزارند۔

(ماثبت من السنہ صفحہ ۲۸۸، اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۵۴۴ مطبوعہ نولکشور لکھنو)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک تراویح کا معاملہ اسی طرح رہا۔ کہ ہر شخص اپنے گھر میں یا مسجد میں (اکیلے ہی اپنی نماز تراویح) پڑھ لیتا تھا۔ اور جب جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ ابتدائی دورِ خلافت گزر چکا۔ تو جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو تراویح کی جماعت پر اکٹھا کیا۔ احادیث مقدسہ میں یہ بات موجود ہے۔

اور مدینہ منورہ کے باشندے بیس رکعات تراویح پڑھنے کے بعد سولہ رکعات اور بھی پڑھتے تھے۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اہل مکہ۔ ہر ترویحہ کے بعد خانہ کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔ اور اب تک اس جگہ یہ بات مشہور ہے۔ اور ان رکعتوں کو "ستہ عشریہ" (سولہ رکعتی نماز) کہتے ہیں۔ (اور ان کو ادا کرنے کا اہل مدینہ کا طریقہ یہ ہے کہ) وہ بیس رکعات تراویح اول رات میں ادا کر چکنے کے بعد (گھروں کو چلے جاتے ہیں) اور آخر رات کو پھر اپنے گھروں سے نکلتے ہیں اور (مسجد نبوی شریف میں آ کر فرداً فرداً اہل مکہ کے۔ تراویح کے درمیان ہر طواف۔ کے بدلے میں چار رکعات کے حساب سے یہ سولہ رکعات) ادا کرتے ہیں۔

☆ عن السائب بن يزيد قال كان القيام على عهد عمر بثلاث و

عشرين ركعة قال ابن البر هذا محمول على ان الثلاث الوتر۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۷ الطبع بیروت)

یعنی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تراویح کی جماعت (بیس تراویح اور تین وتر) تیئس رکعات ہوتی تھیں۔

☆ عن السائب بن يزيد انهم كانوا يقومون في رمضان بعشرين ركعة في زمان عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه۔

(عینی شرح بخاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۷ مطبوعہ بیروت)

مشہور صحابی رسول جناب سائب بن یزید بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں لوگ یقیناً بیس تراویح ہی پڑھا کرتے تھے۔

☆ حدثنا حميد بن عبدالرحمن عن حسن عن عبدالعزيز بن رفيع قال كان ابي بن كعب يصلي بالناس في رمضان بالمدينة عشرين ركعة ويوتر بثلاث۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۳)

یعنی قاری بارگاہ مصطفےٰ جلیل القدر صحابی۔ جناب سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں رمضان شریف کے مہینہ میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

☆ تقریباً یہی روایت جو جناب عبدالعزیز بن رفیع کا اثر ہے۔ جس میں ۲۰ تراویح اور تین وتر کا ذکر مذکور ہے۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۵۸)

☆ امام الوہابیہ، اہلحدیث حضرات کے محدث، مفسر، محقق اور مناظر مولانا ثناء اللہ امرت سری لکھتے ہیں۔

ہاں حضرت عمر کے زمانہ میں بیس رکعتوں کا ثبوت یزید بن رومان کی روایت سے ثابت ہوتا ہے۔۔۔ بیس رکعتیں درصورت ثبوت کے مستحب ہیں۔ کیونکہ صحابہ نے پڑھی ہیں

(اہلحدیث کا مذہب صفحہ ۹۸)

☆ وقال محمد بن كعب القرظي كان الناس يصلون في زمان عمر بن الخطاب في رمضان عشرين ركعة يطيلون فيها القراء ة ويؤترون بثلاث .... (قيام الليل صفحہ ۹۱)

یعنی محمد بن کعب قرظی بیان کرتے ہیں۔ کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں لوگ رمضان شریف میں بیس تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔ اور قراءت کو لمبا کیا کرتے تھے۔

☆ سند الوہابیہ نواب صدیق خاں صاحب نے بھی یہ بات تسلیم کی ہے کہ

"وقد عددا ماوقع في عهد عمر رضی الله عنه كالا جماع"

(عون الباری جلد ۴ صفحہ ۳۰۷)

یعنی جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جو طریقہ قرار پا گیا تھا۔ وہ اجماع کی مانند ہے۔ تو چونکہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تراویح بھی ۲۰ رکعات ہی مقرر کی گئی تھیں۔ لہذا ثابت ہو گیا۔ کہ بیس رکعت تراویح پر بھی اجماع ہو گیا۔ فافهموا يا اولوا الالباب

جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی تراویح بیس رکعات

☆ ثنا علی بن الجعد انباء ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی شهر رمضان بعشرین رکعة .قال و کانوا یقرؤون بالمئین و کانوا یتوکؤون علی عصیهم فی عهد عثمان بن عفان رضی الله عنه من شدة القیام۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۹۶)

یعنی جناب یزید بن خصیفہ حضرت سائب سے روایت کرتے ہیں کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان شریف میں بیس تراویح پڑھی جاتی تھیں۔ آئمہ کرام۔قاری صاحبان لمبی لمبی سورتیں پڑھتے تھے۔اور لوگ تھکاوٹ کی وجہ سے اپنے عصاؤں پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے۔

اسی طرح داماد رسول جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھی (بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی تھی اور قاری صاحبان بہت لمبی قراءت کرتے تھے اور) لوگ شدت قیام کی وجہ سے تھک کر اپنی لاٹھیوں پر ٹیک لگالیا کرتے تھے۔

جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تراویح بیس رکعات

☆ عن ابی عبدالرحمان الاسلمی عن علی رضی الله عنه قال دعا القراء فی رمضان فامر منهم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعة و کان علی رضی الله عنه یؤتر بهم۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۹۶ مطبوعہ ملتان)

یعنی جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ (متوفی ۴۰ھ) نے رمضان المبارک کے مہینے میں قاریوں کو طلب فرمایا۔ پھر ان میں سے ایک شخص کو حکم فرمایا۔ کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔ اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وتر خود پڑھاتے تھے،

ایک وھم کا ازالہ

بعض لوگ حماد بن شعیب کے بارے میں کہتے ہیں کہ امام بخاری نے ان کے متعلق کہا ہے "فیہ نظر"۔ تو یہ تو کوئی بات نہیں۔ کیونکہ کئی لوگوں کے بارے میں امام بخاری نے فیہ نظر کہا ہے لیکن خود امام بخاری ہی نے اپنی دیگر تصانیف میں،

نیز امام مسلم نے، امام ترمذی نے، امام ابوداؤد نے، امام نسائی نے اور امام ابن ماجہ وغیرھم نے ان ہی راویوں سے روایات بھی لی ہیں۔ مثلاً حبیب بن سالم، تمام بن نجیح، جعدہ مخزومی، ثعلبہ بن یزید اور راشد بن داؤد وغیرہ۔

☆ عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا یصلی بھم فی رمضان عشرین رکعۃ۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۳ مطبوعہ کراچی)

مشہور تابعی جناب ابوالحسناء رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں ایک آدمی کو حکم فرمایا۔ کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھائے۔

(اس کی سند میں حماد بن شعیب اور عطار بن سائب جن پر اعتراض کیا جاتا ہے، وہ دونوں راوی نہیں ہیں)

نیز یہ ابوالحسناء تقریب والا نہیں ہے۔ یہ ابوالحسناء وہ ہے۔ جس سے ابوسعد بقال اور عمر بن قیس روایت کرتے ہیں اور وہ خود جناب سیدنا علی المرتضیٰ سے روایت کرتا ہے۔ اور پھر ابوالحسناء کی متابعت ابوعبدالرحمان نے بھی کی ہے۔ جو ابوالحسناء سے بھی بڑھ کر ثقہ ہے۔ لہٰذا ضعف جاتا رہا۔

☆ عن ابی الحسناء ان علی بن ابی طالب امر رجلا ان یصلی بالناس خمس ترویحات. عشرین رکعة۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۹۷)

ایک دوسری سند کے ساتھ جناب ابوالحسناء تابعی سے روایت ہے۔ کہ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے رمضان شریف میں ایک قاری صاحب کو حکم فرمایا۔ کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحے (چار رکعات کو ایک ترویحہ کہتے ہیں)۔

یعنی بیس رکعات تراویح پڑھائیں۔

☆ عن ابی الحسناء ان علیا امر رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة...

(جوہر النقی حاشیہ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۹۶)

یعنی جناب سیدنا حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رمضان مبارک میں ایک شخص کو حکم دیا۔ کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھائے۔

اس روایت کی سند میں بھی اعتراض والے دونوں راوی نہیں ہیں۔

☆ اس روایت کی عبارت اور اس کا ترجمہ تقریباً مذکورہ بالا ہی ہے۔

(کنز العمال جلد ۸ صفحہ ۴۰۹ طبع بیروت)

☆ عن عمر و بن قیس عن ابی الحسناء عن علی رضی اللہ عنہ انہ

امر رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین ۔

(عمدۃ القاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۷ طبع بیروت)

اس روایت کا ترجمہ بھی تقریباً وہی ہے۔ جو اوپر گزرا۔

☆ عن علی انه امر رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة و هذا کالا جماع ۔

(مغنی ابن قدامہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۷)

یعنی جناب سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو رمضان شریف میں بیس رکعات (تراویح) پڑھائے اور یہ بات (یعنی بیس تراویح) اجماع کی طرح ہے۔

☆ امام الوہابیہ ابن تیمیہ نے بھی پہلی قاریوں والی روایت کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ جناب سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے بھی جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی قائم کردہ جماعت تراویح کو بحال رکھا۔ ختم نہیں کیا۔

(منہاج السنہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۴)

لہٰذا ثابت ہوا کہ ابن تیمیہ کے نزدیک بھی بیس تراویح والا یہ اثر بالکل صحیح ہے۔

☆ علامہ ذہبی نے بھی "مختصر" میں ابن تیمیہ کے اس نقل کردہ اثر اور اس استدلال کو نقل کر کے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ اثر اور وہ استدلال بالکل صحیح ہے۔

(المنتقی صفحہ ۵۴۲ مطبوعہ مصر)

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی تراویح بیس رکعات

☆ وكونها عشرين سنة الخلفاء الراشدين .وقوله صلى الله عليه وسلم عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين .ندب الى سنتهم۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۵۴، حاشیہ نمبر ۳، مرقاۃ جلد ۳ صفحہ ۱۹۴)

یعنی بیس رکعات (تراویح) خلفائے راشدین کی سنت ہے۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "تم پر میرے اور (میرے) خلفاء راشدین کے طریقے پر عمل کرنا لازم ہے" لہٰذا خلفاء راشدین کے طریقہ (بیس تراویح) پر عمل کرنا ہی مستحب ہے

☆ بزعم خویش اہل حدیث حضرات کے محدث اور مفسر علامہ وحید الزمان، موطا امام مالک کی شرح میں لکھتے ہیں "بیس رکعتیں سنت ہیں خلفاء راشدین کی۔ اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔ تمسكوا بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين ۔

(حاشیہ موطا امام مالک صفحہ ۱۰۱)

یعنی میرے طریقہ اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔

لہٰذا (بیس تراویح) سنت خلفاء راشدین کی ہی مستحب ہو گی۔

جناب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی تراویح بیس رکعات

☆ عن يزيد بن وهب قال كان عبدالله بن مسعود يصلي لنافي شهر رمضان. فينصرف وعليه ليل قال الاعمش كان يصلي عشرين ركعة ويوتر بثلاث ۔

(عینی شرح بخاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۷ مطبوعہ بیروت)

یعنی مشہور تابعی حضرت زید بن وھب فرماتے ہیں۔ کہ جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان شریف میں تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

اور جناب اعمش بیان فرماتے ہیں کہ آپ ہمیشہ (عراق میں) بیس تراویح اور تین وتر ہی پڑھایا کرتے تھے۔

☆ تقریباً یہی عبارت کہ جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس رکعت تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(قیام اللیل صفحہ ۹۱، تحفۃ الاحوذی جلد ۲ صفحہ ۷۵)

ایک تنبیہ

حضرت زید بن وھب اگرچہ جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ لیکن چونکہ بیس تراویح کا ذکر اعمش نے علیحدہ کیا ہے۔ لہٰذا اس ٹکڑے کو مرسل کہا گیا ہے۔ لیکن جب جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باقی ساتھیوں سے اعمش کے بیان کی تائید ہو رہی ہے۔ تو پھر یہ مرسل بھی مقبول ہے۔

جیسا کہ بخاری شریف میں حدیث آمین کے آخر میں ہے۔

قال ابن شهاب و كان رسول الله ﷺ يقول آمين۔

اس پر علامہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

وهو ان كان مرسلا فقد اعتضد بصنيع ابی هريرة راويه۔

(بخاری مع فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)

یعنی یہ ٹکڑا اگرچہ مرسل ہے۔ لیکن راوی حدیث جناب ابو ہریرہ کے عمل سے اس مرسل

حصے کو بھی تقویت مل گئی۔

☆ اسی طرح جناب سیدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب خاص۔ جناب شتیر بن شکل، جناب سوید بن غفلہ وغیرہ اور آپ کے اصحاب خاص کے شاگرد جناب سعید بن فیروز ابوالبختری بھی بیس تراویح ہی پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا اس اثر سے جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق جناب اعمش کی نسبت صحیح ثابت ہو گئی۔

تمام صحابہ کرام کا اجماع کہ تراویح بیس رکعات ہیں

☆ واما قدرها فعشرون ركعة في عشر تسليمات في خمس ترويحات . وكل تسلمتين ترويحة. و هذا قول عامة العلماء لماروى ان عمر جمع اصحاب النبي ﷺ في شهر رمضان على ابى بن كعب فصلى بهم عشرين ركعة في كل ليلة. ولم ينكر عليه احد فيكون اجماعا منهم علىٰ ذالک ۔

(بدائع الصنائع جلد ا صفحہ ۲۸۸)

یعنی تراویح کی تعداد بیس رکعات ہے دس سلاموں کے ساتھ۔ (دو۔ دو کر کے) یہ پانچ ترویحے ہیں۔ اور ہر چار رکعت کے بعد ایک ترویحہ ہوتا ہے۔ اور یہ ہی عام علماء (یعنی اکثر علماء) کا قول ہے۔ جیسا کہ روایت کی گئی ہے۔ کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کو رمضان شریف میں جناب سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت میں جمع کیا تھا۔ اور جناب سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ ان سب کو ہر رات بیس تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ اور ان (صحابہ کرام) میں

سے کسی ایک (صحابی) نے بھی بیس تراویح پر کوئی اعتراض اور انکار نہیں کیا۔

پس اس مسئلہ (بیس تراویح) پر صحابہ کرام کا اجماع ثابت ہو گیا۔

☆ شارح مشکوٰۃ، مشہور و معروف محدث۔ علامہ ملا علی قاری لکھتے ہیں۔

اجمع الصحابة علی ان التراویح عشرون رکعة۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۳ صفحہ ۱۹۴)

یعنی تمام صحابہ کرام اس بات پر متفق ہیں کہ تراویح بیس رکعات ہی ہیں۔

☆ وهو الصحيح عن ابی بن کعب من غير خلاف من الصحابة ۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۷)

اور بیس تراویح کا مسئلہ قاری بارگاہ مصطفےٰ۔ جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے۔ اور صحابہ کرام میں سے کسی کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔

تابعین کرام کی تراویح بیس رکعات

☆ عن شتير بن شكل رحمه الله وكان من اصحاب علي . انه كان يؤمهم في شهر رمضان بعشرين ركعة. ويوتر بثلاث. وقال البيهقي وفي ذالک قوة ۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۹۶)

جناب شتیر بن شکل۔ جو کہ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خادموں میں سے تھے۔ وہ رمضان شریف میں تراویح کی جماعت کرایا کرتے تھے۔ اور آپ ہمیشہ بیس رکعات تراویح اور تین وتر ہی پڑھایا کرتے تھے۔

☆ انه كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۳۹۳)

مشہور تابعی جناب شتیر بن شکل رحمۃ اللہ علیہ رمضان شریف میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح اور (تین) وتر پڑھایا کرتے تھے۔

اور جناب شتیر بن شکل ثقہ راویوں میں سے ہیں۔

(تقریب التہذیب صفحہ ۱۴۳)

☆ عن ابى البخترى انه كان يصلي خمس ترويحات في رمضان. ويؤتر بثلاث۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۳۹۳)

مشہور اور ثقہ تابعی (تقریب صفحہ ۱۲۵) جناب سعید بن فیروز المعروف ابی البختری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رمضان شریف میں پانچ ترویحے۔ یعنی بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔

☆ مشہور "فقیہ اور ثقہ تابعی" (تقریب صفحہ ۱۸۱) جناب عبداللہ بن عبید اللہ المعروف ابن ابی ملیکہ (متوفی ۱۱۷ھ) بھی لوگوں کو رمضان شریف میں بیس تراویح ہی پڑھایا کرتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

كان ابن مليكة يصلي بنا في رمضان عشرين ركعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد۲ صفحہ ۳۹۳)

☆ فاضل فقیہ اور ثقہ تابعی (تقریب صفحہ ۲۳۹)۔ جناب عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۱۱۴ھ) بیان فرماتے ہیں۔

ادركت الناس وهم يصلون ثلثة و عشرين ركعة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۳)

کہ میں نے (اپنے زمانہ میں) لوگوں (صحابہ کرام اور تابعین عظام) کو بشمول وتر تیئس رکعتیں پڑھتے ہی پایا ہے۔ (یعنی بیس تراویح اور تین وتر)

☆ کبار من التابعین (تقریب صفحہ ۱۴۱) عن ابی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات. عشرین رکعة۔

(سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۹۶)

یعنی جناب ابوالخصیب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب سیدنا علی المرتضیٰ اور جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد رشید۔ بزرگ تابعی جناب سوید بن غفلہ (متوفی ۸۱ھ) رمضان شریف میں ہماری امامت فرمایا کرتے تھے تو وہ پانچ ترویحے۔ یعنی بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

☆ وروی محمد بن نصر من طریق عطاء قال ادرکتھم فی رمضان یصلون عشرین رکعة وثلاث رکعات الوتر۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۰۴ طبع بیروت)

یعنی۔ فاضل، ثقہ اور فقیہہ تابعی۔ جناب عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رمضان شریف میں لوگوں (صحابہ کرام اور تابعین عظام) کو بیس رکعات تراویح اور تین وتر ہی پڑھتے ہوئے پایا ہے۔

☆ جلیل القدر تابعی جناب عطاء ابن ابی رباح کا یہ فرمان مخالفین ومعاندین حضرات کے سرخیل محمد بن علی بن محمد المعروف قاضی شوکانی نے بھی اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

(نیل الاوطار جلد ۳ صفحہ ۵۷)

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے آزاد کردہ غلام۔ جناب سیدنا ابو رافع۔ جناب سیدنا ابو ہریرہ۔ اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد۔ جلیل القدر تابعی جناب نافع رحمۃ اللہ (متوفی ۱۱۷ھ) بیان فرماتے ہیں۔

لم ادرک الناس الا وھم یصلون تسعا وثلثین .و یوترون منھا بثلاث ۔

(قیام اللیل صفحہ ۹۲، تحفۃ الاحوذی جلد ۲ صفحہ ۷۳)

کہ میں نے تو (رمضان شریف میں۔ مدینہ منورہ میں) لوگوں کو انتالیس رکعات (۲۰ رکعات تراویح اور ۱۶ نوافل۔ بدل طواف=36) اور تین وتر پڑھتے ہی دیکھا ہے۔

☆ وقد رواہ ابن وھب عن العمری عن نافع قال لم ادرک الناس الا وھم یصلون تسعا وثلثین ویوترون منھا بثلاث۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۰۵)

ترجمہ تقریباً اوپر والا ہی ہے اور تفصیل بھی وہی ہے۔

جناب علی بن ربیعہ تابعی کی تراویح بیس رکعات

☆ عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعۃ کان یصلی بھم فی رمضان خمس ترویحات و یوتر بثلاث۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۳)

یعنی جناب سیدنا علی المرتضیٰ اور جناب سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے شاگرد رشید جناب سعید بن عبید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ثقہ بزرگ جناب علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ (ثقۃ من کبار الثالثۃ۔ تقریب صفحہ ۲۴۳)۔ رمضان شریف میں

یعنی پانچ ترویحے۔ یعنی بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھایا کرتے تھے۔

جناب حارث اعور ہمدانی تابعی کی تراویح بیس رکعات

☆ عن الحارث انه كان يؤم الناس في رمضان بالليل بعشرين ركعة ويوتر بثلاث. ويقنت قبل الركوع۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۳)

معروف تابعی جناب حارث ہمدانی جو کہ جناب سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد ہیں۔ رمضان شریف کی راتوں میں لوگوں کی امامت کرایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ بیس تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے۔ اور وتروں میں رکوع سے پہلے قنوت پڑھا کرتے تھے۔

چند اور تابعین کی تراویح بیس رکعات کا ثبوت

واما القائلون به من التابعين فشتير بن شكل و ابن ابی مليكة والحارث همدانی و عطاء بن ابی رباح و ابو البختری و سعيد بن ابی الحسن البصری اخو الحسن و عبدالرحمن بن ابی بكره و عمران العبدی رضی الله عنهم (وغيرهم)۔

(عینی شرح بخاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۷ طبع بیروت)

یعنی تابعین میں سے بیس تراویح کے قائل حضرات جناب شتیر بن شکل حضرت عبداللہ بن عبید اللہ المشہور ابن ابی ملیکہ، حضرت حارث ہمدانی، حضرت عطاء بن ابی رباح، حضرت سعید بن فیروز المشہور ابو البختری، حضرت سعید بن ابی الحسن بصری اخو الحسن،

حضرت عبدالرحمان بن ابی بکر اور حضرت عمران عبدی علیہم الرحمہ وغیرہ ہیں۔

نیز جناب عبدالرحمان بن ابی بکرہ، جناب سعید بن ابی الحسن اور جناب عمران عبدی۔ ۸۳ھ سے قبل بصرہ کی جامع مسجد میں پانچ تروے یعنی بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ (قیام اللیل صفحہ ۹۲)

سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ، سیدنا امام مالک، سیدنا امام احمد بن حنبل اور سیدنا امام شافعی علیہم الرحمہ کی تراویح بیس رکعات

☆ فالمسنون عند ابی حنیفة والشافعی واحمد. عشرون رکعة بعشر تسلیمات. وحکی عن مالک .ان التراویح ست وثلاثون۔

(رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ صفحہ ۶۴، اعلاء السنن جلد ۷ صفحہ ۶۹)

یعنی جناب سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ (متوفی ۱۵۰ھ) جناب سیدنا امام شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) اور جناب سیدنا امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۳۵ھ) علیہم الرحمہ کے نزدیک دس سلاموں کے ساتھ بیس رکعات تراویح پڑھنا سنت ہے۔ اور جناب سیدنا امام مالک علیہم الرحمہ (متوفی ۱۷۹ھ۔ مدینہ طیبہ کے طریقہ پر جس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے) سے چھتیس (۳۶) رکعتیں بیان کی گئی ہیں۔ (یعنی بیس تراویح اور سولہ نفل)

☆ ومن ذالک قول ابی حنیفة والشافعی واحمد. ان صلاة التراویح فی شهر رمضان عشرون رکعة .وانها بالجماعة افضل مع قول مالک رضی الله عنه انها ستة وثلاثون رکعة۔

(میزان الکبریٰ شعرانی جلد ۱ صفحہ ۱۶۹)

یعنی جناب سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ، جناب سیدنا امام شافعی اور جناب سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نزدیک رمضان المبارک کی تراویح بیس رکعات ہیں۔ اور تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنی افضل ہیں۔ اور جناب سیدنا امام مالک علیہ الرحمہ کا قول ہے۔ کہ رمضان شریف کی راتوں میں مدینہ منورہ میں چھتیس رکعتیں پڑھنی چاہییں۔

☆ تقریباً اسی طرح کی عبارت مذکور ہے۔ جس میں آئمہ اربعہ کی تراویح کا ذکر ہے۔

(بدایۃ المجتہد جلد ۱ صفحہ ۱۹۲، ۲۱۰)

امام شافعی کی گواہی

☆ وعن الزعفرانی عن الشافعی رأیت الناس یقومون بالمدینۃ بتسع وثلاثین. وبمکۃ بثلاث وعشرین ۔

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۰۵)

یعنی جناب امام شافعی بیان فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں کو مدینہ منورہ میں (رمضان المبارک کی راتوں میں) انتالیس رکعات (۲۰ تراویح + ۱۶ نفل + ۳ ۔ وتر اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے) اور مکہ مکرمہ میں تیئس رکعات (۲۰ تراویح اور ۳ وتر) پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

جناب داؤد ظاہری کی تراویح ۲۰ رکعات

جناب داؤد ظاہری بغدادی۔ متوفی ۲۷۰ھ بھی بیس تراویح ہی پڑھتے تھے۔

(بدایۃ المجتہد جلد ۱ صفحہ ۱۹۱)

امام ترمذی کا تبصرہ

جناب سفیان ثوری اور جناب عبداللہ بن مبارک کی تراویح بیس رکعات یکے از محدثین صحاح ستہ امام ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) نقل فرماتے ہیں۔ واکثر اهل العلم علی ماروی عن علی و عمر و غیر هما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعة. وهو قول سفیان الثوری و ابن المبارک والشافعی. وقال الشافعی وهکذا ادرکت ببلدنا مکة .یصلون عشرین رکعة۔

یعنی اکثر اہل علم اسی طریقہ اور عقیدہ پر ہیں۔ جو جناب علی المرتضیٰ اور جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ جو (اکثر) صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ یعنی تراویح بیس رکعات ہیں۔ جناب سفیان ثوری (متوفی ۱۶۱ھ) جناب عبداللہ بن مبارک (آئمہ خراسان میں سے ہیں۔ متوفی ۱۸۱ھ) اور امام شافعی بھی یہی کہتے ہیں۔ کہ تراویح بیس رکعات ہی ہیں۔ اور امام شافعی فرماتے کہ ہم نے اپنے شہر مکہ مکرمہ میں اسی طرح ہی پایا ہے۔ کہ وہ تراویح بیس رکعت ہی پڑھتے ہیں۔

(ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۹۹)

حنابلہ کی تراویح بیس رکعات

☆ حنبلی مذہب کی معتبر کتاب میں ہے۔ ثم التراویح وهی عشرون رکعة. یقوم بها فی رمضان فی جماعة ۔

(مقنع جلد ۱ صفحہ ۱۸۳)

کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ اور اس کو جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے۔

☆ جناب شیخ منصور بن ادریس حنبلی لکھتے ہیں۔

وهي عشرون ركعة في رمضان ...

(کشف القناع صفحہ ۴۷۶)

یعنی رمضان شریف میں تراویح بیس رکعات ہیں۔

☆ نیز آپ لکھتے ہیں۔ وهي عشرون ركعة في رمضان جماعة ...

(شرح منتہی الارادات جلد ۱ صفحہ ۲۵۶)

یعنی رمضان شریف میں تراویح باجماعت بیس رکعات ہیں۔

مالکیہ کا اقرار۔ تراویح بیس رکعات

☆ انها كانت اولا احدى عشرة ركعة .الا انهم كانوا يطيلون القراء ة فيه فثقل ذالك عليهم .فزادوا في عدد الركعات و خففوا القراء ة. وكانوا يصلون عشرين ركعة غير الوتر ۔

(تحفۃ الاخیار صفحہ ۱۹۲)

یعنی جناب ابن حبیب مالکی لکھتے ہیں۔ کہ (جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں تراویح) پہلے گیارہ رکعت مقرر ہوئی تھیں۔ لیکن لمبی قراءت کی وجہ سے لوگوں پر گراں ہوا۔ لہٰذا رکعتوں میں اضافہ کر کے قراءت میں کمی کر دی گئی۔ اور لوگ وتر کے علاوہ بیس رکعات تراویح پڑھنے لگے۔

یہ ان کا ذاتی خیال ہے۔ ورنہ ہم معتبر دلائل سے ثابت کر چکے ہیں۔ کہ پہلے دن سے ہی تراویح۔ بیس رکعت ہی شروع کی گئی تھیں۔ (مؤلف)

غوث اعظم کی تراویح بیس رکعات

حضور غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ویستحب لها الجماعة والجهر بالقراءة. لان النبی صلی الله علیه وسلم صلاها کذالک فی تلک اللیالی ویکون ابتداءها فی اللیلة التی یسفر صاحبها غرة رمضان. لانها لیلة من شهر رمضان. ولان النبی صلی الله علیه وسلم لهکذا صلاها وهی عشرون رکعة. یجلس عقب رکعتین ویسلم فهی خمس ترویحات کل اربعة منها ترویحة۔

تراویح کی جماعت اور اس میں بلند آواز میں قراءت کرنا مستحب ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ان راتوں میں تراویح اسی طرح ہی پڑھی ہیں۔ اور جس رات کو رمضان المبارک کا چاند نظر آجائے۔ اسی رات تراویح شروع کر دینی چاہییں۔ کیونکہ وہ ماہ رمضان کی رات ہوتی ہے۔ اور چونکہ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اسی رات سے تراویح شروع فرمایا کرتے تھے۔ اور تراویح بیس رکعت ہیں۔ ان میں ہر دو رکعات کے بعد التحیات میں بیٹھتے اور سلام پھیرتے ہیں۔ پس یہ پانچ ترویحے بنتے ہیں۔ کیونکہ چار رکعات کا ایک ترویحہ ہوتا ہے۔

(غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۴۵ مطبوعہ ہند)

یاد رہے

یہ وہی شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ ہیں۔ جن کے متعلق غیر مقلد حضرات کی طرف سے اکثر یہ دھوکا دیا جاتا ہے۔ کہ جی پیر جیلانی تو ہمارے عقیدے کے تھے۔ تو جناب۔

آئیں۔ آج ہی بسم اللہ کریں۔ اور حضور پیر جیلانی علیہ الرحمہ کی بات مانتے ہوئے۔ آج سے ہی بیس رکعات تراویح پڑھنا شروع کر دیں۔ حق کو دیکھ، پڑھ اور سن کر مان لینے سے اللہ اور اس کے رسول کی رضا بھی حاصل ہوتی ہے۔ اور اس پر عمل کر لینے سے عاقبت بھی سنور جاتی ہے۔ والسلام علی من اتبع الھدی

امام نووی کی تراویح بیس رکعات

☆ اعلم ان صلوۃ التراویح سنۃ باتفاق العلماء وھی عشرون رکعۃ۔

(کتاب الاذکار صفحہ ۸۳)

شارح مسلم امام حافظ ابوزکریا محی الدین نووی فرماتے ہیں۔ تو جان لے کہ نماز تراویح بالاتفاق سنت ہے۔ اور وہ بیس رکعت ہیں۔

☆ مذھبنا انھا عشرون رکعۃ بعشر تسلیمات غیر الوتر. فذالک خمس ترویحات. والترویحۃ اربع رکعات بتسلیمتین۔

(مہذب جلد ۲ صفحہ ۳۲)

یعنی ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ جو دس سلاموں سے ادا کی جاتی ہیں۔ (یعنی دو دو کر کے پڑھی جاتی ہیں) یہ وتروں کے علاوہ ہیں۔ بس یہ پانچ ترویحے بنتے ہیں۔ اور ایک ترویحہ دو دو کر کے چار رکعت کا ہوتا ہے۔

☆ نیز امام نووی نے خلاصہ میں کہا ہے۔ کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت کی بیس تراویح والی سائب بن یزید والی روایت کی اسناد صحیح ہیں۔

(مرقاۃ جلد ۳ صفحہ ۱۹۴، تحفۃ الاحوذی جلد ۲ صفحہ ۷۵)

امام قسطلانی کا عقیدہ

مشہور محدث۔ شارح بخاری امام شہاب الدین احمد بن محمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں۔ والسر فی کونہا عشرین رکعۃ. ان الرواتب فی غیر رمضان عشر رکعات. فضو عقب لانہ وقت جلو تشمیر۔

(مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۲)

یعنی بیس رکعات تراویح میں حکمت یہ ہے۔ کہ رمضان شریف کے علاوہ دس رکعات سنت کی ہوتی ہیں۔ (چار سنت قبل ظہر + دو سنت بعد ظہر + دو سنت بعد مغرب + دو سنت بعد عشاء۔ اور صبح کی دو سنت۔ بعض علماء واجب میں شمار کرتے ہیں۔ غالباً اس لئے آپ نے ان میں وہ شامل نہیں فرمائیں) تو رمضان شریف میں اس تعداد کو بیک وقت دوگنا کر دیا گیا۔ کیونکہ یہ مہینہ عبادت وریاضت کا مہینہ ہے۔

تراویح فرائض وواجب کے برابر

اسی طرح دو فرض صبح + چار فرض ظہر + چار فرض عصر + تین فرض مغرب + چار فرض عشاء + تین وتر = ۲۰ رکعتیں فرض وواجب کی۔ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہر روز انسان کے ذمہ ہوتی ہیں۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی طرف سے ۲۰ رکعات سنت جاری فرمادیں۔ تاکہ یہ رکعتیں بھی فرائض وواجب کے برابر ہو جائیں۔

جناب امام غزالی کا فتوی

☆ التراویح ھی عشرون رکعۃ کیفیتہا مشہورۃ وھی سنۃ مؤکدۃ۔

(احیاء العلوم جلد ۱ صفحہ ۱۸۰)

مشہور فلسفی عالم اور بزرگ جناب امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ ان کے پڑھنے کا طریقہ مشہور و معروف ہے۔ اور یہ سنت مؤکدہ ہیں۔

جناب عمر بن عبد العزیز کی تراویح بیس رکعات

☆ عن داؤد قیس قال ادرکت الناس بالمدینة فی زمن عمر بن عبد العزیز و ابان بن عثمان یصلون ستة وثلاثین رکعة و یوترون بثلاث۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۳)

جناب ابان بن عثمان کی تراویح بیس رکعات

ترجمہ: جناب داؤد بن قیس (ثقہ بزرگ) بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب عمر بن عبد العزیز (متوفی ۱۰۱ھ، خلیفہ راشد خامس) اور جناب ابان بن عثمان (متوفی ۱۰۵ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں۔ میں نے لوگوں کو چھتیس رکعتیں اور تین وتر پڑھتے پایا ہے۔ یعنی چار تراویح (پہلا ترویحہ) پھر چار نفل اہل مکہ کے طواف کے بدلہ میں 4+4 = 8 رکعت۔ پھر چار تراویح (دوسرا ترویحہ) 8+4 =12 رکعات۔ اور پھر چار نفل طواف کعبہ کا بدل 12+4=16 رکعت، پھر چار تراویح (تیسرا ترویحہ) 16+4=20 پھر چار نفل طواف کعبہ کا بدل 20+4=24 رکعت۔ پھر چار تراویح (چوتھا ترویحہ) 24+4=28 پھر چار نفل 28+4=32 رکعت، پھر پانچواں اور آخری ترویحہ یعنی چار تراویح، 32+4 یہ کل 36= رکعات ہوئیں۔

☆ اسی طرح جناب عمر بن عبد العزیز رحمتہ اللہ نے اپنے وقت کے قاریوں کو بھی حکم

دے رکھا تھا۔ کہ وہ رمضان شریف میں لوگوں کو چھتیس رکعتیں پڑھایا کریں۔

(قیام اللیل صفحہ ۹۲)

☆ شارح بخاری علامہ عسقلانی نے بھی تقریبا وہی مذکورہ بالا عبارت نقل کی ہے۔

(فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۰۴)

ابن قدامہ کا فیصلہ

و قیام شهر رمضان عشرون ركعة. يعني صلوٰة التراويح و هي سنة مؤكدة۔ (مغنی جلد ۲ صفحہ ۱۶۶)

جناب ابن قدامہ فرماتے ہیں: کہ رمضان شریف کی تراویح بیس رکعات ہیں۔ اور یہ سنت مؤکدہ ہیں۔

جناب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

☆ وعدده عشرون ركعة و ذالك انهم راء النبي صلى الله عليه وسلم شرع للمحسنين احدى عشرة ركعة في جميع السنة. فحكوا انه لا ينبغي ان يكون حظ المسلم في رمضان عند قصده الاقتحام في لجة التشبه بالملكوت اقل من ضعفها۔

(حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صفحہ ۱۸)

یعنی (صحابہ کرام کا) تراویح کی نماز بیس رکعت مقرر کرنے کی وجہ یہ تھی۔ کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تھا کہ آپ ﷺ نے نیکوں کے لئے تمام سال میں گیارہ رکعتیں مقرر فرمائی ہوئی ہیں۔ (آٹھ رکعت تہجد اور تین وتر) پس صحابہ کرام نے یہ فیصلہ

کر لیا۔ کہ رمضان شریف میں جبکہ مسلمان تشبہ بالملکوت جیسے سمندر میں داخل ہونے کا ارادہ رکھتا ہو۔ تو اس کا حصہ عام حالات سے دوگنا ہونا چاہیے۔

مولوی ثناء اللہ اہلحدیث کا اعتراف حق

☆ بیس تراویح کو خلاف سنت کہنا اچھا نہیں۔ کیونکہ مکہ معظمہ میں بھی بیس رکعت پڑھی جاتی ہیں۔ (اہلحدیث امرتسر ۲۵ دسمبر ۱۹۳۶ء)

ابن تیمیہ کا آٹھ تراویح کے سنت ہونے سے انکار

☆ امام الوہابیہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔ ومن ظن ان قیام رمضان فیه عدد مؤقت عن النبی صلی الله علیه وسلم .لا یزاد ولا ینقص منه فقد اخطأ۔

(فتاوی ابن تیمیہ جلد ۲ صفحہ ۴۰۱، الانتقاد الرجیح صفحہ ۶۳، تحفۃ الاخیار صفحہ ۱۱۶، مصابیح صفحہ ۴۴)

یعنی جو شخص سمجھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ سے تراویح کی کوئی تعداد مقرر ہے۔ جس میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ درحقیقت وہ غلطی پر ہے۔

مولوی غلام رسول غیر مقلد (قلعہ میاں سنگھ والے) کا اظہار حق

☆ آنحضور ﷺ سے زیادہ محبت ہونے کی علامت یہ ہے کہ ہم آپ ﷺ کے خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی بھی کریں۔ اور آپ ﷺ کے ارشاد گرامی کی کہ "ان کی سنت کو مضبوطی سے پکڑو۔ اور اس کو داڑھوں سے مضبوط کرو" کو اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں۔ نہ یہ کہ کم ہمتی کی وجہ سے صرف گیارہ رکعت پر اکتفاء کرتے ہوئے

حضرات صحابہ کرام کے عمل کو بدعت قرار دیں۔ اور ان کے اجماع پر طعن کریں۔ اور تیئس رکعات (۲۰ تراویح اور ۳ وتر) پڑھنے والوں پر مشرکین اور اپنے آباؤ اجداد کی تقلید کرنے والے کی چوٹ کریں۔ مسلمانوں کی بڑی جماعت کا عمل ہے۔ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سے لے کر اس وقت تک مشرق و مغرب میں جاری ہے۔ کہ وہ تیئس رکعات ہی پڑھتے رہے ہیں۔

(رسالہ تراویح صفحہ ۵ مولانا غلام رسول صاحب)

حرمین شریفین کی تراویح ۲۰ رکعات

☆ دن رات حرمین شریفین کی پاسبانی کا ڈنڈھورا پیٹنے والے، ان کی خیرات پر گزارہ بلکہ پلنے بڑھنے والے، ضاد کے مخرج اور نماز جنازہ وغیرہ کی طرح اس مسئلہ میں بھی اپنے آقاؤں سے بھی اختلاف کئے بیٹھے ہیں۔ اور یہ بھی نہیں سوچتے کہ پاکستان کے ۲۰ تراویح پڑھنے والوں پر لگائے گئے فتوے۔ سعودیہ والوں کو خود بخود ایصال ہو جائیں گے۔ جب کہ ترمذی شریف سے لے کر آج کے دور کے مفتیٔ مدینہ۔ شیخ عطیہ محمد سالم کی کتاب ''التراویح اکثر من الف الف عام فی مسجد النبی ﷺ'' تک۔ سب ہی یہ اعلان کر رہے ہیں۔ کہ حرمین طیبین میں ہمیشہ سے تراویح بیس رکعات ہی پڑھی جاتی ہیں۔ اب تو میڈیا کا دور ہے۔ ہر شخص اپنے گھر پر بیٹھے دیکھ اور سن سکتا ہے۔ کہ حرمین طیبین میں ۲۰ تراویح ہی پڑھی جاتی ہیں۔ اور دوران قرات ضاد کو بھی بالکل ہماری طرح پر کر کے پڑھ رہے ہیں۔ (فاعتبروا وافهموا)

نواب آف اہلحدیث کا آٹھ تراویح مسنون سے انکار

☆ اہلحدیث حضرات کے معتمد محدث و مفسر اور مجدد۔ نواب میر نور الحسن خان بن نواب صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں۔ واما تراویح بطوریکہ الان معتاد است در عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقع نشدہ۔ بلکہ ایجاد حضرت عمر ست رضی اللہ عنہ کہ ابی بن کعب را بر جمع مردم امر کردہ و در قدر صلوٰۃ ابی اختلاف است۔ از یازدہ تا بست و بست و یک بست و سہ و بالجملہ عددے معین در مرفوع نیامدہ۔ و تکثیر نفل و تطوع سود مند است۔ پس منع از بست و یازدہ چیزے نیست۔ چنانچہ جمود بر آں و اعتقاد عدم اجزا کمتر ازاں اثارتے از علم ندارد۔

(عرف الجادی صفحہ ۸۴)

یعنی۔ تراویح جس طرح آج پڑھی جاتی ہیں۔ (جماعت کے ساتھ) اس طرح جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک میں نہ تھیں۔ بلکہ یہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جاری کردہ ہیں۔ جناب عمر فاروق نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ کہ تراویح مل کر جماعت کے ساتھ ادا کی جائیں۔ اور جناب ابی بن کعب کی تراویح کی تعداد میں اختلاف ہے۔ گیارہ رکعات سے لے کر بیس رکعات تک بیان کی گئی ہیں۔ اور اکیس اور تیئیس بھی بیان کی جاتی ہیں۔ اور جناب رسول اللہ ﷺ سے تراویح کی تعداد کے متعلق کوئی ثبوت نہیں ہے۔ (نواب صاحب یہ اپنی بات کر رہے ہیں ہمیں تو الحمدللہ ثبوت مل بھی جاتے ہیں۔ اور چند براہین اپنے مقام پر اس رسالہ میں نقل بھی کر دیئے گئے ہیں۔ مؤلف) اور نفلی عبادت زیادہ کرنا ہی بہتر ہوتا ہے۔ لہٰذا بیس رکعت تراویح سے منع کرنا اچھا نہیں ہے۔ اور اسی طرح گیارہ سے بھی۔

قاضی شوکانی کا آٹھ تراویح سنت سے انکار

☆ فقصر الصلوٰة السماة بالتراويح على عدد معين وتخصيصها بقراءة مخصوصة لم نزد به سنة۔

(نیل الاوطار جلد ۱ صفحہ ۴۶)

امام الوہابیہ قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔ کہ نماز تراویح کے لئے کوئی تعداد معین کر لینا یا اس میں کوئی خاص مقدار قراءت مقرر کرنا سنت سے ثابت نہیں ہے۔

محدث اہلحدیث کا آٹھ تراویح کے مسنون ہونے سے انکار

☆ محسن اہلحدیث، محدث ومفسر وہابیہ علامہ وحید الزمان رقمطراز ہیں۔ رمضان المبارک میں نماز تراویح اکیلے اکیلے پڑھ لیں یا ایک جگہ اکٹھے ہو کر اپنی اپنی طاقت کے مطابق پڑھ لیں۔ یا ایک امام مقرر کر کے اس کے پیچھے پڑھ لیں۔ ہر طرح جائز ہے اور تراویح کی تعداد رکعات کی کوئی تعداد مقرر نہیں کی گئی۔

(کنز الحقائق صفحہ ۳۰)

(یہ وہ اپنی بات کر رہے ہیں۔ ورنہ تعداد معین بھی ہے۔ اور بحمد للہ ہم نے اپنے مقام پر بیان بھی کی ہے۔ مؤلف)

نیز لکھتے ہیں۔ ولا يتعين لصلوة ليالي رمضان يعني التراويح عدد معين۔

(نزل الابرار جلد ۱ صفحہ ۱۲۶)

یعنی رمضان شریف کی راتوں میں نماز تراویح کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہے۔

نواب اہلحدیث کا آٹھ تراویح مسنون سے انکار

اہلحدیث حضرات کے معتبر و معتمد محدث و مفسر نواب صدیق حسن خاں بھوپالی لکھتے ہیں

ان صلوۃ التراویح سنۃ باصلھا لما ثبت انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلاھا .. ولم یات تعین العداد فی الروایات الصحیحہ المرفوعۃ۔

(الانتقاد الرجیح صفحہ ۶۱)

یعنی چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے نماز تراویح پڑھی ہیں۔ لہٰذا یہ سنت ہوئی۔ لیکن تراویح کی تعداد کسی صحیح مرفوع روایت سے ثابت نہیں ہوتی۔

۲۰ تراویح والا بھی سنت کا عامل ہے

نیز نواب اہلحدیث لکھتے ہیں۔ "پس آنکہ بزیادت عامل بسنت ہم باشد"۔

(ہدایۃ السائل صفحہ ۱۳۸)

یعنی تراویح گیارہ سے زیادہ پڑھنے والا بھی سنت پر ہی عمل کر رہا ہے۔

۲۰ تراویح بدعت نہیں

نیز لکھتے ہیں۔ اما آنکہ جمع از اہل علم ایں نماز بست رکعت قرار دادہ اند۔۔۔ ایں عدد مخصوصہ ثابت نشدہ۔ ولیکن منجلہ چیزے است کہ برآں ایں معنی صادق است کہ انہ صلوۃ وانہ فی رمضان۔ پس حکم مبتدع چہ معنی۔

(بدور الاہلہ صفحہ ۸۳)

یعنی جو اہل علم کی ایک جماعت نے تراویح بیس رکعات قرار دی ہیں۔ یہ تعداد مخصوص

ثابت نہیں ہے۔ لیکن یہ ایک مجمل چیز ہے۔ اس پر یہ بات صحیح ہے۔ کہ وہ ایک نماز ہے جماعت سے ہے۔ جو رمضان میں ہے۔ لہٰذا اس کو بدعت نہیں کہا جا سکتا۔

کیا تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے

آٹھ تراویح کے قائل حضرات جب اپنے دعوی کے ثبوت میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گیارہ رکعت والی روایت پیش کرتے ہیں۔ تو ہم اسے جوابا مکمل و اکمل طور پر تہجد سے متعلق ثابت کر دیتے ہیں۔ تو پھر وہ مجبوراً یہ کہہ کر جان چھڑاتے ہیں کہ ''جی تہجد اور تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں۔ یعنی رمضان شریف میں تہجد کی نماز کو ہی تراویح کہا جاتا ہے'' حالانکہ یہ بالکل لغو اور فاش بات ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انہیں تراویح کے آٹھ ہونے کی تو کوئی صحیح، صریح مرفوع حدیث ملتی نہیں۔ لہٰذا آٹھ تہجد والی روایت کو گھسیٹ گھسات کر آٹھ تراویح کا ثبوت بنا لیتے ہیں۔ اس روایت پر بعد میں تبصرہ کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اہل علم حضرات پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے۔ کہ محدثین کرام نے تہجد کے لئے ''قیام اللیل'' اور تراویح کے لئے ''قیام رمضان'' یا قیام شہر رمضان'' کے الفاظ سے علیحدہ علیحدہ باب باندھے ہیں۔ اور ان دونوں نمازوں کو دو الگ الگ نمازیں قرار دیا ہے۔ اور جہاں کہیں ''قیام رمضان کا ذکر آیا ہے۔ محدثین کرام نے اس سے مراد تراویح ہی کو لیا ہے۔ مثلاً

☆ مسلم شریف میں قیام رمضان کے باب کے الفاظ یہ ہیں۔

''الترغيب فی قيام رمضان وهو التراويح ''

(مسلم شریف جلد ا صفحہ ۲۵۹)

یعنی رمضان شریف میں قیام رمضان کی ترغیب کا بیان۔ اور قیام رمضان سے مراد تراویح کی نماز ہے۔

☆ شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں۔

"المراد بقیام رمضان صلوة التراویح"

(نووی بر مسلم جلد ا صفحہ ۲۵۹)

یعنی قیام رمضان سے مراد تراویح کی نماز ہے۔

☆ شارح بخاری علامہ شمس الدین محمد بن یوسف کرمانی فرماتے ہیں۔" باب فضل من قام رمضان اتفقوا علی ان المراد بقیامه صلوة التراویح"

(کرمانی شرح بخاری جلد ۹ صفحہ ۱۵۲)

یعنی اس بات پر اتفاق ہے کہ قیام رمضان سے مراد تراویح کی نماز ہے۔

☆ صحاح ستہ کی کتاب نسائی شریف کے حاشیہ میں ہے۔

"المراد بقیام رمضان صلوٰۃ التراویح"

(حاشیہ نسائی جلد ا صفحہ ۲۳۸)

یعنی قیام رمضان سے مراد تراویح کی نماز ہے۔

☆ شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

"الکرمانی فقال اتفقوا علی ان المراد بقیام رمضان صلاۃ التراویح"

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۲۰۲)

یعنی علامہ کرمانی نے فرمایا ہے۔ کہ قیام رمضان سے مراد صلوٰۃ التراویح ہونے پر سب

کا اتفاق ہے۔

☆ علامہ وحید الزمان اہلحدیث کے بھائی علامہ بدیع الزمان نے بھی حضور ﷺ کی تین دن کی نماز کو تراویح ہی لکھا ہے۔

(ترمذی مترجم جلد ۱ صفحہ ۳۰۷)

☆ مشہور محدث امام حافظ ابی بکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ ایک واقعہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کان الامام یصلی بالناس فی المسجد. و المتھجدون یصلون فی نواحی المسجد۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ صفحہ ۳۹۸)

کچھ لوگ امام کے ساتھ مسجد میں با جماعت تراویح ادا کر رہے تھے۔ اور کچھ لوگ مسجد کے قریب ایک جگہ پر تہجد پڑھ رہے تھے۔

اب ذرا آپ سوچیں کہ اگر تہجد ہی تراویح ہے۔ تو لوگ الگ الگ نمازیں کیوں ادا کر رہے تھے۔ اگر رمضان شریف میں تراویح تہجد کے قائم مقام ہوتی ہے۔ تو تہجد پڑھنے والے علیحدہ کیوں نماز پڑھ رہے تھے۔

نیز کیا تہجد کی جماعت کا بھی کسی زمانہ میں معمول رہا ہے۔ یا پھر قرون اولی کے مسلمانوں کو اس مسئلے کا علم نہیں تھا۔ ظاہر بات ہے کہ اگر تہجد ہی کا نام رمضان شریف میں تراویح ہوتا۔ تو تہجد پڑھنے والے کبھی بھی جماعت سے ہٹ کر اپنی نماز علیحدہ نہ پڑھتے۔ بلکہ جو لوگ جماعت کے ساتھ تراویح کی نماز ادا کر رہے تھے۔ یہ تہجد والے بھی اسی جماعت میں شامل ہو جاتے۔

☆ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "مراد بر آں تراویح است۔ و سبب تسمیہ آں بتراویح آنست کہ مردم کہ در اول باجتماع میگزارندی نشستند بعد از ہر دو سلام راحت میگرفتند۔ ازیں جہت تراویح نام آں افتاد۔

(اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۵۴۴)

یعنی قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے۔ اور اس کا نام تراویح اس لئے ہے۔ کہ لوگ تراویح میں ہر چار رکعات کے بعد آرام کرتے (راحت) ہیں۔ اس وجہ سے اس نماز کا نام ہی تراویح ہو گیا۔

مولوی ثناء اللہ امرتسری کا فیصلہ

اہلحدیث حضرات کے محدث اور مفسر مولوی ثناء اللہ امرتسری سے سوال ہوتا ہے۔ کہ "رمضان المبارک میں تراویح اور تہجد دونوں ہیں یا تہجد دونوں ہیں یا تہجد کی بدل تراویح ہے" مولوی ثناء اللہ صاحب جواب دیتے ہیں۔ "تراویح اگر پہلے وقت میں پڑھی جائے۔ تو وہ صرف تراویح ہی ہو گی۔ (یعنی تہجد کا بدل نہیں بنے گی بلکہ تہجد علیحدہ سے پڑھنے پڑیں گے) اور اگر پچھلے وقت میں پڑھیں۔ تو تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔

(اہلحدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۳)

نیز لکھتے ہیں۔ عبداللہ چکڑالوی کہتا ہے کہ پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے دو نہیں ہیں۔ یعنی تراویح جو اول وقت میں پڑھی جاتی ہے۔ تہجد ہی کی نماز ہے۔ اور کوئی نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس دعوی پر کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔ کیونکہ تہجد کے معنی نیند سے اٹھ کر نماز کا پڑھنا ہے۔ قاموس

میں ہے ''تہجد۔استیقظ'' نہ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وعن ابیہا کی حدیث سے یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ کہ اول شب کی نماز اور آخر شب کی نماز ایک ہی ہے۔

(اہلحدیث کا مذہب صفحہ ۹۶)

نیز لکھتے ہیں۔ رہی (اس کی) یہ بات کہ جن تین دنوں میں آپ ﷺ نے اول شب تراویح پڑھی تھی۔ ان دنوں میں آخر شب میں بھی نماز پڑھی ہوگی۔ تو یہ گیارہ سے زیادہ ہوگئیں۔ اور اگر نہیں پڑھی۔ تو فرمان خداوندی ''فتہجد بہ'' کی تعمیل نہ ہوئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ یعنی یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ حضور ﷺ نے ان دنوں میں آخر شب بھی نماز پڑھی ہو۔ مگر چونکہ تمام عمر کے لحاظ سے تین دن کی مقدار ایسی قلیل ہے۔ کہ جس کی کوئی نسبت ہی نہیں ملتی۔ اس لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عام طور پر نفی کر دی۔ کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی (گیارہ سے) زیادہ نہیں پڑھیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان تین دنوں میں حضور ﷺ نے اسی اول شب کی نماز کو قائم مقام پچھلی رات کی نماز کے کر کے نہ پڑھا ہو۔ لیکن کسی نماز کا دوسری نماز کے قائم مقام ثواب میں ہو جانے سے ان دونوں نمازوں کا ایک ہونا لازم نہیں آتا

(اہلحدیث کا مذہب صفحہ ۹۷)

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری — الفضل ما شهدت به الاعداء

تہجد کی تعریف

والتهجد استيقظ من النوم بالليل. والهجود النوم. فمعناه التجنب عن النوم. واسهر بلفظ الامر تفسير للفظ تهجد۔

(کرمانی شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۱۸۲)

یعنی تہجد، رات کو نیند سے بیدار ہونا اور ہجود النوم کا معنی ہے۔ نیند سے علیحدہ ہونا اور اسمر۔ امر کا صیغہ ہے۔ جو لغتاً تہجد کی تفسیر ہے (یعنی رات کے پچھلے اور آخری حصے میں جاگ)۔ ثابت ہوا۔ کہ تراویح رات کے اول حصے میں پڑھی جاتی ہیں۔ اور تہجد رات کے آخری حصے میں نیند سے اٹھ کر پڑھی جاتی ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ یہ علیحدہ علیحدہ دو نمازیں ہیں۔

تہجد گھر میں پڑھنا افضل ہے

عن زید بن ثابت قال قال النبی ﷺ .... فصلوا فی بیوتکم فان افضل الصلوٰۃ صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ۔

(باختلاف الفاظ، بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۰۱، جلد ۲ صفحہ ۹۰۳، جلد ۲ صفحہ ۱۰۸۲، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۴، جلد ۱ صفحہ ۲۶۶، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۹۱، ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۱۴۹، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۳۷، بیہقی جلد ۲ صفحہ ۴۹۴ وغیرہ)

یعنی جناب زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا (تہجد) کی نماز اپنے گھروں میں پڑھا کرو۔ کیونکہ آدمی کی بہترین (نفل) نماز اس کے گھر میں ہوتی ہے۔ سوائے فرض نمازوں کے۔

اس صحیح اور مرفوع حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ تہجد کی نماز گھر میں اکیلے پڑھنا افضل اور بہتر ہوتی ہے۔

تراویح باجماعت پڑھنا افضل ہے

لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے۔ کہ تراویح جماعت کے ساتھ پڑھنا زیادہ افضل ہوتا ہے۔

نمبر 1۔ جیسا کہ امام نووی شارح مسلم بیان فرماتے ہیں۔

"فقال الشافعي وجهورا صحابه و ابو حنيفة واحمد و بعض المالكية وغيرهم الافضل صلوتها جماعة. كما فعله عمر بن الخطاب والصحابة رضي الله عنهم واستمر على المسلمين عليه"۔

(نووی شرح مسلم جلد ا صفحہ ۲۵۹)

یعنی امام شافعی اوران کے ساتھی، امام اعظم ابوحنیفہ، امام احمد بن حنبل اور بعض مالکی اور ان کے علاوہ بہت (سے اکابرین اسلام) کہتے ہیں۔ کہ تراویح جماعت سے پڑھنا افضل ہے۔ جیسا کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تراویح جماعت سے ادا فرمائی تھی۔ اور اہل اسلام (آج تک) اسی طریقہ پر قائم ہیں۔

نمبر ۲۔ الجمهور على ان الافضل صلوتها جماعة في المسجد كما فعله عمر بن الخطاب والصحابة رضي الله عنهم واستمر على المسلمين عليه لانه من الشعائر الظاهرة فاشبه صلوة العيدين۔

(حاشیہ نسائی جلد ا صفحہ ۲۳۸)

یعنی جمہور کا یہ فتویٰ ہے کہ تراویح کی نماز مسجد میں جماعت کے ساتھ پڑھنا ہی افضل ہے۔ جیسا کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام نے تراویح مسجد میں جماعت سے ادا کی تھی۔ اور مسلمان (آج تک) اسی طریقہ پر ہی ہیں۔ کیونکہ نماز

تراویح اسلام کی ظاہر نشانیوں میں سے ہے۔ لہٰذا یہ عیدین کی نمازوں کی طرح ہے۔

(لہٰذا نماز تراویح کو علی الاعلان اور باجماعت ہی ادا کرنا چاہیے)

نمبر۳۔ صحابہ کرام کا طریقہ بھی یہی تھا۔ کہ وہ تراویح کو رات کے اول حصہ میں ادا کیا کرتے تھے۔ جیسا کہ امام بخاری و امام مسلم کے استاد محدث عبدالرزاق۔ صحابی رسول جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نماز تراویح کا ذکر کرتے ہوئے روایت بیان فرماتے ہیں۔ "عن زید بن وھب قال کان عبد اللہ بن مسعود یصلی بنا فی شھر رمضان فینصرف بلیل"۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۴ صفحہ ۲۶۴ واخرجہ ابن نصر صفحہ ۹۶ عن وکیع عن الثوری)

جناب زید بن وہب بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہمیں رمضان شریف میں نماز تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ رات ہی کو تراویح سے فارغ ہو کر واپس تشریف لے جایا کرتے تھے۔

یعنی آپ رات کے پہلے ہی حصے میں نماز تراویح ادا فرما لیا کرتے تھے۔

نمبر4۔ شارح شمائل۔ علامہ بیجوری علیہ الرحمۃ جناب رسول اللہ ﷺ کی رمضان شریف میں نماز تراویح اور نماز تہجد کا علیحدہ علیحدہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"وکیف کانت صلوۃ رسول اللہ ﷺ فی رمضان ای فی لیالہ وقت التھجد زیادۃ علی ما صلاہ بعد العشآء من التراویح۔

(شرح شمائل ترمذی صفحہ ۱۴۳)

یعنی جو نماز تراویح جناب رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز کے بعد ادا فرمائی تھی۔ اس کو رمضان شریف کی راتوں میں آپ ﷺ نے جو تہجد کے وقت (پچھلی رات کو)

نماز ادا فرمائی تھی۔ اس پر زیادتی کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟

نمبر۵۔ ثم التراويح وهي عشرون ركعة. يقوم بها في رمضان في جماعة ويؤتر بعدها في الجماعة .فان كان له تهجد جاعل الوتر بعده

(مقنع جلد ا صفحہ ۲۵/۱۸۴)

فقہ حنبلی کی معتبر کتاب ہذا میں ہے۔ کہ "تراویح بیس رکعات ہیں۔ اور ان کو رمضان شریف میں جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ اور وتر تراویح کے بعد پڑھے۔ اور اگر وہ تہجد بھی پڑھتا ہو۔ تو تراویح کے بعد وتر نہ پڑھے۔ بلکہ (اپنے وقت پر) تہجد ادا کرنے کے بعد وتر ادا کرے"

یہاں بھی تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں بیان کی گئی ہیں۔

نمبر ۶۔ شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی تراویح کی نماز کے متعلق وضاحت فرماتے ہیں۔ "سميت الصلوة في الجماعة في ليالي رمضان التراويح"

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۷۸)

یعنی رمضان شریف کی راتوں میں جو باجماعت نماز پڑھی جاتی ہے۔ اس کو تراویح کہا جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ تراویح کی نماز صرف رمضان شریف ہی میں پڑھی جاتی ہے۔

نمبر ۷۔ شارح بخاری علامہ قسطلانی نے بھی تقریباً اسی طرح کے الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ (ارشاد الساری شرح بخاری جلد ۴ صفحہ ۳ ۴۸)

نمبر ۸۔ بزعم خویش اہلحدیث حضرات کے شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی بھی رمضان شریف میں اول رات کو تراویح اور آخر رات میں تہجد پڑھا کرتے تھے۔

(البشری صفحہ ۴۰، سوانح عمری شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی

از مولوی عبداللہ لاہوری۔

سیدہ عائشہ کی گیارہ رکعت والی روایت کی وضاحت

آٹھ تراویح کے قائل حضرات سے جب آٹھ تراویح کا ثبوت مانگا جاتا ہے۔ تو وہ بخاری شریف کی ایک روایت سے دھوکا دینے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

کہ جی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان شریف اور رمضان شریف کے علاوہ (باقی گیارہ مہینوں میں بھی) کبھی بھی (رات کو) گیارہ رکعات سے زیادہ نوافل نہیں پڑھے۔ لہٰذا یہ آٹھ رکعت تراویح اور تین رکعات تہجد ہوئے۔

تو جناب یہ روایت ''کتاب التہجد'' میں ہے۔ اور امام بخاری نے اس حدیث پر باب باندھا ہے۔ ''قیام النبی ﷺ باللیل فی رمضان وفی غیرہ''

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ)

یعنی نبی کریم ﷺ کی تمام سال کی رات کی نماز کا بیان۔

تو جناب یا تو امام بخاری کو اس حدیث کے مضمون کو سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ یا پھر ان حضرات کو۔ کیونکہ امام بخاری کا اس روایت پر ''حضور ﷺ کی تمام سال کی رات کی نماز'' کا باب باندھنے سے ثابت ہو رہا ہے۔ کہ آپ اس باب میں وہ حدیث بیان کریں گے۔ جس میں حضور ﷺ کی تمام سال کی رات کی نماز کا ذکر ہوا۔

وہ کون سی نماز ہے۔ یہ بات اس طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ امام بخاری اس حدیث کو

"کتاب التہجد" میں لائے ہیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کی تمام سال کی۔ جن آٹھ رکعت نفل اور تین وتر۔ کل گیارہ رکعات کا ذکر فرمایا ہے۔ وہ تہجد کی نماز ہے۔

اس سے مراد تراویح کی نماز اس لئے نہیں ہو سکتی۔ کہ تراویح صرف رمضان شریف میں ہی پڑھی جاتی ہے۔ سارا سال نہیں۔ اور اس روایت میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کی اس رات کی نماز کا ذکر فرما رہی ہیں۔ جو آپ ﷺ سارا سال پڑھا کرتے تھے۔ لیکن جو حضرات اس تہجد والی روایت سے تراویح ہی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ان سے پوچھیں کہ اگر اس سے مراد تراویح ہی کی نماز ہے۔ تو پھر۔

نمبر ۱۔ امام بخاری نے اس روایت کو "کتاب التہجد" میں کیوں بیان فرمایا ہے؟

نمبر ۲۔ امام بخاری نے اس روایت پر باب "حضور ﷺ کی تمام سال کی رات کی نماز" کیوں باندھا ہے؟

نمبر ۳۔ اس روایت کے مطابق حضور ﷺ نے یہ آٹھ رکعات۔ چار چار کر کے پڑھی ہیں۔ آپ نماز تراویح دو دو کر کے کیوں پڑھتے ہیں۔ اور سنت کی خلاف ورزی کیوں کرتے ہیں؟

نمبر ۴۔ ام المؤمنین کے الفاظ "یا رسول اللہ اتنام قبل ان توتر" واضح کر رہے ہیں۔ کہ جناب رسول مقبول ﷺ نے یہ نماز آرام فرمانے کے بعد بیدار ہونے پر پڑھی تھی۔ تو کیا تراویح عشاء کی نماز کے بعد سو کر اٹھنے پر پڑھی جاتی ہیں۔ یا عشاء کی نماز کے فوراً بعد سونے سے پہلے ہی پڑھی جاتی ہیں؟

نمبر ۵۔ بخاری جلد ا صفحہ ۲۶۹ وغیرہ کے مطابق حضور ﷺ نے رمضان شریف کی تین راتوں میں جماعت کرائی تھی۔ وہ کونسی نماز تھی؟

نمبر ۶۔ اگر تہجد اور تراویح ایک ہی نماز کے دو نام ہیں۔ تو کیا نماز تہجد کی جماعت کا بھی امت میں کبھی معمول رہا ہے؟ آپ خود ہی کہتے ہیں۔ کہ "تہجد کی جماعت نہیں ہوتی"

(ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۷ جنوری ۱۹۹۴ء صفحہ ۵)

نمبر ۷۔ بخاری شریف جلد ا صفحہ ۲۶۹ کے مطابق جب جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تراویح کی جماعت شروع کروائی تھی۔ تو آپ نے فرمایا تھا۔

"والتی تنامون عنها افضل من التی تقومون"

یعنی یہ لوگ جو اول رات میں نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں۔ اس سے آخر رات کی وہ نماز (تہجد) افضل ہے۔ جس سے لوگ سو جاتے ہیں۔

اول رات میں تراویح کی نماز۔ تو وہ لوگ پڑھ رہے تھے۔ لیکن وہ آخر رات کی افضل نماز کونسی ہے۔ جس سے لوگ سو جاتے ہیں؟

نمبر ۸۔ نیز ابوداؤد شریف جلد ا صفحہ ۱۹۰ پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فرمان ہے۔ کہ تہجد پہلے فرض تھی بعد میں نفل قرار دے دی گئی۔ اور تراویح کے متعلق فرمان رسالت ہے۔ "و سننت لکم قیامه"

(نسائی جلد ا صفحہ ۳۰۸، ابن ماجہ صفحہ ۹۴، مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۱۹۱)

معلوم ہوا کہ تہجد اور تراویح دو الگ الگ حیثیت کی دو نمازیں ہیں۔ یعنی تہجد وہ نماز ہے جو ابتداً فرض کی گئی تھی اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے نفل قرار دے دی۔ اور تراویح وہ نماز ہے جو پہلے ہی دن سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور ﷺ نے سنت قرار دی ہے۔ اور

اس کا بہت زیادہ ثواب بھی بیان فرمایا ہے۔ یہ نماز کبھی بھی فرض نہیں رہی۔ بلکہ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق آپ ﷺ نے اس کے فرض ہو جانے کے خوف ہی سے تو اس کی جماعت کرانا چھوڑی تھی۔

ثابت ہوا کہ تراویح اور تہجد مختلف حیثیت کی دو الگ الگ نمازیں ہیں۔

بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے

نمبر۹۔ نیز جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس تراویح کی جماعت کو دیکھ کر خوش ہو کے فرمایا تھا۔ ''نعم البدعة هذه''۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۶۹ وغیرہ)

یعنی یہ کتنی اچھی بدعت ہے

تو جناب۔ کیا کوئی بدعت اچھی بھی ہوتی ہے؟ اگر ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ تو جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بدعت کو اچھا کیوں فرمایا؟ کیا معاذ اللہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دین کے اس ضروری مسئلے سے بھی ناواقف تھے۔ جس سے آج آپ واقف ہو گئے ہیں؟

نمبر۱۰۔ یہ تو بخاری کی روایت نے بتا دیا کہ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تراویح کی مستقل جماعت کو بدعت فرمایا ہے۔ اور آپ کے خیال میں ہر بدعت گمراہی ہوتی ہے۔ اور دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ تو کیا آپ بھی کہیں ہمیشہ نماز تراویح باجماعت تو ادا نہیں کرتے؟ اور اس طرح آپ بھی ''بدعتی'' تو نہیں بن رہے۔

تلك عشرة كاملة

نمبر۱۱۔ اگر آپ بھی اور جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ سے آج تک تمام اہل اسلام تراویح باجماعت ہی پڑھتے ہیں۔ اور آپ کے خیال میں ہر بدعت گمراہی اور دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ تو قرون اُولیٰ سے لے کر آج تک جو اس بدعت (تراویح باجماعت) پر عمل کر رہے ہیں۔ ان کے متعلق جناب کا کیا خیال ہے؟ کیا یہ سب باجماعت مستقل تراویح پڑھنے والے معاذ اللہ گمراہ اور دوزخی ہیں؟ جوش سے نہیں ہوش سے سوچ کر جواب دیں۔

نمبر۱۲۔ اگر آپ کے نزدیک اس حدیث سے بالتصریح آٹھ تراویح سنت ثابت ہوتی ہیں۔ تو جو محدثین و مفسرین بالخصوص مخالفین حضرات کے محدثین و مفسرین مثلاً ابن تیمیہ، قاضی شوکانی، علامہ وحید الزمان، نواب صدیق الحسن، نواب میر نور الحسن وغیرہ جو کہتے ہیں۔ کہ تراویح کی کوئی معین تعداد مسنون نہیں ہے۔ کیا انہوں نے یہ حدیث نہیں پڑھی تھی؟ یا وہ اس حدیث کو سمجھ نہیں سکے تھے؟

نمبر۱۳۔ نیز جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جو بیس تراویح پڑھی جاتی رہی ہیں۔ جس کی صحت کو اکابرین اہلحدیث بھی تسلیم کرتے ہیں۔ نیز سنت نبوی اور سنت خلفائے راشدین پر عمل پیرا ہوتے ہوئے۔ جو اہل ایمان آج تک بیس تراویح کو معمول بنائے ہوئے ہیں۔ اور جو اکابرین اہل حدیث بیس تراویح کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔ اور انہیں بدعت کہنے والے پر ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان تمام اہل اسلام اور ان بزعم خویش اہل حدیث اکابرین کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا وہ سب اس حدیث سے وہ بات نہیں سمجھ سکے جو آج آپ کی سمجھ میں آگئی ہے؟

نمبر۱۴۔ ماشاء اللہ، چشم بددور، بلکہ محدث و مفسر و مجدد و مناظر و محقق اہلحدیث۔ مولوی

ثناء اللہ امرتسری تو کھلے الفاظ میں اس خیال کا رد کر چکے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ (عبداللہ چکڑالوی کہتا ہے) پہلے وقت کی نماز اور پچھلے وقت کی نماز ایک ہی ہے۔ دو نہیں۔ یہی تراویح جو اول وقت میں پڑھی جاتی ہیں۔ یہی تہجد کی نماز ہے اور کوئی نہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ اس دعویٰ پر کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے کیونکہ تہجد کے معنی نیند سے اٹھ کر نماز کا پڑھنا ہے۔ قاموس میں ہے۔ تھجدا ستیقظ۔ اور نہ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعن ابیھا کی حدیث (وہی مذکورہ بالا حدیث۔ ما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشر رکعۃ) سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ اول شب کی نماز (تراویح) اور آخر شب کی نماز (تہجد) ایک ہی ہے"

(اہلحدیث کا مذہب صفحہ ۹۶)

کیوں جناب۔ جس حدیث سے آپ تراویح اور تہجد کے ایک ہونے پر دلیل پکڑ رہے ہیں۔ آپ کے شیخ الاسلام۔ الرجل الالٰھی۔

(ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۲۸ جنوری ۱۹۹۴ء)

فرما رہے ہیں کہ اس حدیث سے یہ بات قطعاً ثابت نہیں ہوتی۔

اب فرمائیں کہ روایت ودرایت حدیث اور فقہ حدیث سے لاعلمی کی وجہ سے آپ اس روایت کا غلط مفہوم سمجھے ہیں۔ یا آپ کے اتنے بڑے اہل علم وفضل اور محدث ومفسر و مجدد ومحقق ومناظر وشیخ الاسلام والمسلمین اور رجل الالٰھی (بزعم شما) ہونے کے باوجود مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اس حدیث کو نہیں سمجھ سکے؟

یقیناً آپ ہی غلطی پر ہیں۔ کیونکہ آپ کے امام ابن جوزی سے پہلے یہ نظریہ کہ "تہجد اور

تراویح ایک ہی نماز ہے" کسی امام یا محدث نے بیان نہیں کیا۔ یہ نظریہ ہی بدعت ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں کا

نمبر ۱۵۔ نیز صحابہ کرام علیہم الرضوان سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ جیسا کہ صحابیٔ رسول جناب قیس بن طلق کی روایت میں ہے۔ کہ جناب طلق بن علی رمضان شریف میں ایک دن ہماری ملاقات کو آئے۔ اور ہمارے پاس ہی افطاری فرمائی۔ اور ہمارے ساتھ رات کو قیام کیا۔ (اول شب کو نماز تراویح پڑھی) اور وتر پڑھے۔ پھر آپ اپنی مسجد میں تشریف لے گئے۔ (وہاں لوگ تہجد پڑھنے کے لئے آئے ہوئے تھے) اور آپ نے ان کے ساتھ نماز (تہجد) پڑھی اور وتر نہ پڑھے"

(ابوداؤد شریف جلد ا صفحہ ۲۰۳)

اس طرح صحاح ستہ کی اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان رات کو اول وقت میں تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اور آخر رات کو تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔

تو ثابت ہوا کہ تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں۔

نمبر ۱۶۔ نیز اس مذکورہ بالا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ آپ ﷺ آخر میں تین وتر بھی پڑھا کرتے تھے۔

کیا آپ بھی بخاری شریف کی اس صحیح، صریح، مرفوع اور غیر مجروح حدیث پہ عمل کرتے ہوئے۔ ہمیشہ تین وتر ہی پڑھتے ہیں۔ یا آدھی حدیث کو مان کر اور آدھی کا عملاً انکار کر کے۔ "افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض" کا مصداق بن رہے ہیں؟! اگر آپ کا پوری حدیث پر ایمان اور یقین ہے۔ تو آج سے سنت مصطفوی ﷺ پر عمل کرتے ہوئے تین وتر پڑھنے اور پڑھانے شروع کر دیں۔

مؤطا امام مالک کی روایت کی حیثیت

☆ بعض لوگ مؤطا امام مالک کی ایک روایت پیش کرتے ہیں۔ کہ جی جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آٹھ تراویح اور تین وتر پڑھے جاتے تھے۔

اولاً تو اس روایت میں گیارہ رکعتوں کا ذکر ہے۔ جس کے مطابق اگر آٹھ تراویح مراد لی جائیں تو تین وتر بنتے ہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ آٹھ تراویح ثابت کرنے کے شوق میں تین وتر بھی مان رہے ہیں۔ تراویح کی بات تو پھر کرتے ہیں فی الحال آپ تین وتر تو پڑھنا اور پڑھانا شروع کر دیں۔ اور اس سنت صحابہ پر تو عمل پیرا ہو جائیں۔ رہ گئی تراویح کی بات تو جناب مخالفین حضرات کے بھی معتمد محدث بلکہ خاتم المحدثین جناب حافظ ابن حجر عسقلانی۔ جن کے متعلق ان ہی کے قاضی شوکانی کا قول ہے۔

"لاهجرة بعد الفتح"

(اہلحدیث لاہور۔ ۷ جولائی ۱۹۹۲ء)

یعنی فتح الباری نے بخاری شریف کی باقی تمام شروح سے بے نیاز کر دیا ہے۔

☆ وہ محدث و محقق علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی (جو کہ حنفی بھی نہیں ہیں) بھی اس روایت کے بارے میں وضاحت فرماتے ہیں۔ ففي الموطا عن محمد بن يوسف عن السائب بن يزيد انها احدى عشرة ورواه سعيد بن منصور من وجه آخر. وزاد فيه و كانوا يقرؤون بالمئين ويقومون على العصى من طول القيام ورواه محمد بن نصر مروزى من طريق محمد بن اسحاق عن محمد بن يوسف فقال ثلاث عشرة ورواه عبدالرزاق من

وجه آخر عن محمد بن یوسف فقال احدی و عشرین۔

(فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۰۴ طبع بیروت)

یعنی مؤطا امام مالک میں جو محمد بن یوسف نے حضرت سائب بن یزید سے گیارہ رکعات کی روایت بیان کی ہے۔(وہ روایت مضطرب ہے کیونکہ) اسی محمد بن یوسف سے محمد بن نصر مروزی نے محمد بن اسحاق کی سند کے ساتھ تیرہ کی روایت بھی بیان کی ہے۔ اور محدث عبدالرزاق نے ایک اور طریقہ سے اسی محمد بن یوسف سے اکیس رکعات کی روایت بھی نقل کی ہے۔

(لہٰذا یہ مضطرب روایت قابل استدلال ہی نہ رہی)

☆ نیز محدث سیوطی نے بھی نقل کیا ہے۔ کہ جو امام ابن عبدالبر بیان فرماتے ہیں۔ کہ امام مالک سے جو گیارہ رکعات کی روایت نقل کی گئی ہے۔ وہ (راوی کا) وہم ہے۔

(الحاوی للفتاوی جلد ا صفحہ ۳۵۰، تحفۃ الاحوذی جلد ۲ صفحہ ۷۴)

لہٰذا یہ روایت بھی اس شدید اضطراب کی وجہ سے قابل حجت اور معتبر نہیں رہتی۔

ایک اور مغالطے کی کوشش

آج کل کے بعض نام نہاد مولوی یہ بھی راگ الاپ رہے ہیں۔ کہ جی یہ محمد بن یوسف اور ہے اور مؤطا امام مالک کا راوی محمد بن یوسف اور ہے۔ ماشاءاللہ۔ چشم بد دور۔

☆ امام فن رجال اور محقق و محدث۔ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری کو یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ یہ محمد بن یوسف اور ہے۔ اور آج کے ملاؤں کو یہ تحقیق ہو گئی۔ یعنی یہ لوگ شارح بخاری، امام فن رجال، محدث بالا تفاق، حافظ الحدیث علامہ ابن حجر

عسقلانی سے بھی زیادہ اسماء الرجال سے واقف ہو گئے۔

پہلے تو آپ فتح الباری اور ابن حجر عسقلانی پر بڑا اعتماد کیا کرتے تھے۔ بلکہ اپنے جرائد میں ان کے متعلق لمبے چوڑے مضمون بھی لکھتے تھے۔ اب کیا ہو گیا ہے۔ یا پھر آپ کا یہ عقیدہ ہے (اور حقیقت بھی یہی ہے) کہ جو بات اپنی پسند کی ہو۔ وہ مان لی۔ اور جو اپنے خیال کے خلاف جائے۔ وہ چاہے کسی کتاب میں بھی آ جائے۔ اور چاہے کوئی بھی کہہ دے۔ اسے ماننے سے انکار کر دیا۔

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ　　جو بات کہیں فخر ہے وہی بات کہیں ننگ

نماز جمعہ کا بیان

روزِ جمعہ کی افضلیت

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

خير يوم طلعت فيه الشمس يوم الجمعة۔

(مسلم شریف جلد ا صفحہ ۲۸۲، ترمذی شریف جلد ا صفحہ ۹۶)

ان يوم الجمعة سيد الانام وهو اعظم عند الله من يوم الاضحى ويوم الفطر۔ (ابن ماجہ صفحہ ۷۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۰)

یعنی تمام دنوں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے۔ حتیٰ کہ عید قربان اور عید الفطر سے بھی یہ دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل و اعلیٰ ہے۔

کیونکہ یہ وہ دن ہے جس میں جناب سیدنا آدم علی نبینا و علیہ السلام کی تخلیق ہوئی تھی

۔اور اسی دن آپ کو جنت میں داخل کیا گیا ہے۔ اور اسی دن آپ کو جنت میں داخل کیا گیا تھا۔ اور اسی دن آپ کو زمین پر اتارا گیا تھا۔ اسی دن آپ کا انتقال ہوا اسی دن قیامت قائم ہوگی۔ اور اس دن میں ایک گھڑی ایسی ہے۔ کہ اس میں بندہ اللہ تعالیٰ سے جو بھی جائز دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتے ہیں۔

(حوالہ جات مذکورہ بالا)

جمعہ شریف کو درود شریف کی کثرت

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اکثر و الصلوۃ علی یوم الجمعۃ فانہ منھود یشھد الملائکۃ وان احدالم یصل علی الاعرضت علی صلوتہ حتی یفرغ منھا قال قلت و بعد الموت . قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق۔

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۱۸)

زندہ و تابندہ نبی ﷺ

یعنی جمعہ شریف کے دن مجھ پر بہت زیادہ درود شریف پڑھا کرو۔ اس دن (عام) فرشتے بھی میری بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور جو کوئی بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے۔ وہ (اسی وقت) میری بارگاہ میں پیش کر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ درود شریف پڑھنے سے فارغ ہو جاتا ہے۔

راوی حدیث جناب ابو درداء فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی۔ آقا ﷺ آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ (ہاں۔ کیونکہ) اللہ

تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے۔ کہ وہ انبیاء کرام کے اجسادِ مقدسہ کو کھائے۔ لہٰذا اللہ کا (ہر) نبی (قبر انور میں بھی) زندہ ہوتا ہے۔ اور رزق بھی دیا جاتا ہے۔ اللہ اکبر۔

روز جمعہ 100 مرتبہ درود شریف پڑھنے کی برکت

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من صلى على يوم الجمعة مأة مرة جاء يوم القيامة ومعه نور لو قسم ذالك النور بين الخلائق كلهم لو سعهم۔

(حلیۃ الاولیاء جلد ۸ صفحہ ۴۷)

کہ جس شخص نے جمعہ شریف کے دن مجھ پر 100 دفعہ درود شریف پڑھا۔ وہ روزِ محشر اس حالت میں آئے گا۔ کہ اس کے ساتھ اتنا نور ہوگا۔ کہ اگر وہ نور پوری مخلوق میں بھی تقسیم کر دیا جائے۔ تو سب کو کافی ہو جائے۔ سبحان اللہ۔

درود شریف پڑھنے پر فضل الٰہی کی انتہاء

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ اس کے دس گناہ معاف فرمائے گا۔ اور اس کے دس درجے بلند فرمائے گا۔

(نسائی شریف جلد ا صفحہ ۱۹۱)

نیز جناب سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عرض پر کہ میں (فرائض کے علاوہ) تمام وقت آپ ﷺ پر درود شریف ہی پڑھتا رہا کروں گا۔

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اذا تکفی لک همک ويغفر لک ذنبک۔

(ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۳۵۴)

پھر تو تیری تمام مشکلات کے حل کرنے میں یہی درود شریف ہی کافی ہوگا۔ اور اس درود شریف ہی کی برکت سے تیرے تمام گناہ بھی بخش دیے جائیں گے۔

جمعہ کو موت پر فائدہ

نیز جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

ومن مسلم یموت یوم الجمعۃ اولیۃ الجمعۃ الا وقاہ اللہ فتنۃ القبر۔

(ترمذی شریف جلد ۱ صفحہ ۱۷۳، مسند امام محمد جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)

یعنی جو مومن بھی جمعہ شریف کے دن یا رات میں انتقال کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قبر کے فتنوں سے محفوظ رکھے گا۔

جمعہ کی مبارک ساعت

جناب رسول اللہ ﷺ نے جمعہ شریف کے دن میں جس مبارک ساعت کی خبر دی ہے۔ اس کے متعلق ایک مقام پر آپ ﷺ نے اس کی وضاحت بھی فرمادی ہے۔

آپ ﷺ فرماتے ہیں۔

مابین ان یجلس الامام الی ان تقضی الصلوٰۃ۔

(مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۲۸۱)

یعنی یہ وہ مبارک گھڑی ہے۔ جس میں بندہ مومن کی ہر نیک دعا قبول ہوتی ہے۔ اور وہ امام صاحب کے (عربی خطبہ کیلئے) منبر پر بیٹھنے سے لے کر نماز کے ختم ہونے تک ہے

جمعہ فرض عین ہے

بعض احتیاط الظہر کے قائل و فاعل حضرات اپنے اس شوق میں جمعہ شریف جو کہ تمام معتبر و مستند فتاوی کی کتابوں کے مطابق فرض عین ہے۔ اس کی فرضیت کا انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا لبیع. ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون۔

(سورہ صف آیت نمبر ۹)

یعنی اے ایمان والو۔ جب نماز جمعہ کے لئے اذان دی جائے۔ تو جلدی سے نماز جمعہ کے لئے حاضر ہو جایا کرو۔ اور کاروبار وغیرہ بند کر دیا کرو۔ یہ طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اگر تم (حقیقت کا) علم رکھتے ہو۔

اس آیہ جلیلہ کے حکم وجوبی کے مطابق تقریباً تمام محدثین و مفسرین و فقہاء اعلام اس بات پر متفق ہیں کہ جمعہ فرض عین ہے (الجمعۃ فرض عین) بلکہ جو تاکیدی الفاظ جمعہ شریف کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ ان کے تحت فقہاء عظام نے یہ بھی لکھ دیا۔ (آکد من الظہر) کہ جمعہ نماز ظہر سے بھی زیادہ مؤکد ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے۔

تارک جمعہ پر حضور ﷺ کی ناراضگی

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ لقد هممت ان آمر رجلا یصلی بالناس ثم احرق علی رجال یتخلفون عن الجمعۃ بیوتھم۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۲)

یعنی میں ارادہ رکھتا ہوں کہ کسی شخص کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائے۔ اور میں ان لوگوں کو ان کے گھروں میں ہی آگ لگا دوں جو (بغیر عذر شرعی کے) نماز جمعہ میں حاضر نہیں ہوتے۔

تارک جمعہ کے لئے وعید خداوندی

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ من ترک ثلاث جمع تھاونا بھا طبع اللہ علی قلبہ۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۵۱، ترمذی جلد ا صفحہ ۹۸، نسائی جلد ا صفحہ ۲۰۲، ابن ماجہ صفحہ ۸۷، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۴۲۴، دارمی صفحہ ۳۰۷)

یعنی جو شخص بغیر کسی عذر شرعی کے محض لاپرواہی سے تین جمعے چھوڑ دے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر کر دے گا۔

ایک روایت میں آپ ﷺ کے الفاظ ہیں۔

کتب منافقا فی کتاب لا یمحی ولا یبدل۔

(کتاب الام جلد ا صفحہ ۲۰۸)

کہ اللہ تعالیٰ اس کا نام لوح محفوظ میں منافقوں میں لکھ دے گا۔

ایک روایت کے الفاظ ہیں۔ کہ وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۲۸۴، نسائی جلد ا صفحہ ۲۰۲)

معذور شرعی پر جمعہ واجب نہیں

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فعلیہ الجمعۃ یوم الجمعۃ، الا علی

مريض او مسافر او امرأة او صبي او مملوك. فمن استغنى بلهو او تجارة. استغنى الله عنه والله غني حميد۔

(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۳، کتاب الآثار امام محمد صفحہ ۴۸، مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۲۸۸، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۵۳)

یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہے۔ اس پر جمعہ پڑھنا لازم ہے۔ ہاں مگر، مریض، مسافر، عورت، بچہ اور غلام پر جمعہ پڑھنا لازمی نہیں ہے۔ (البتہ اگر پڑھیں گے تو ثواب پائیں گے) اور جس نے لھو ولعب یا کاروبار کی وجہ سے جمعہ نہ پڑھا۔ تو اللہ تعالیٰ کو بھی اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تو ہے ہی سب سے بے نیاز اور بڑا تعریفوں والا۔

جمعہ کا وقت بھی وہی ہے۔ جو ظہر کا ہے۔

روز جمعہ کو غسل کرنا

جمعہ میں جانے سے پہلے غسل کر لینا چاہیے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

يقول اذا اراد احدكم ان يأتي الجمعة فليغتسل۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۲۲، مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۲۷۹ وغیرہ)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ تم میں سے جب کوئی جمعہ شریف پڑھنے کے لئے جانے لگے۔ تو چاہیے کہ غسل کر لیا کرے۔

جمعہ شریف کے لئے جلدی حاضر ہوں

غسل کرنے کے بعد جلد از جلد مسجد میں پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ جمعہ شریف

کے دن فرشتے مسجد کے دروازے پر بیٹھ جاتے ہیں۔اور جیسے جیسے کوئی آتا جاتا ہے۔
فرشتے اس کا نام بالترتیب لکھتے جاتے ہیں۔بخاری شریف کی حدیث ملاحظہ ہو۔
اذا کان یوم الجمعة وقفت الملائکة علی باب المسجد .یکتبون
الاول فالاول مثل المھجر کمثل الذی یھدی بدنة ثم کالذی یھدی
بقرة ثم کبشا ثم دجاجة ثم بیضة .فاذ اخرج الامام طوو اصحفھم
ویستمعون الذکر۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۱، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۸۲ وغیرہ)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ شریف کے دن فرشتے جامع مسجد
کے دروازوں پر بیٹھ جاتے ہیں اور آنے والوں کے نام لکھتے جاتے ہیں۔
جو جمعہ شریف پڑھنے کے ارادے سے سب سے پہلے مسجد میں آتا ہے۔اس کو (نماز
وغیرہ کے علاوہ) اللہ تعالیٰ اتنا ثواب عطا فرماتا ہے۔جیسا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے
راستہ میں ایک اونٹ صدقہ کیا ہو۔اس کے بعد آنے والے کو گائے قربان کرنے کا،
اس کے بعد آنے والے کو مینڈھا قربان کرنے کا،اس کے بعد آنے والے کو مرغ
تصدق کرنے کا۔اور اس کے بعد آنے والے کو ایک انڈا صدقہ کرنے کا ثواب عطا
فرمایا جاتا ہے۔
اور جب امام (خطبہ پڑھنے کے لئے منبر پر) بیٹھتا ہے۔تو فرشتے بھی اپنے صحیفے لپیٹ
کر مسجد میں آجاتے ہیں۔اور بیٹھ کر خطبہ سننے لگتے ہیں''
تو معلوم ہوا کہ اس سے بعد آنے والے کا نام جمعہ شریف پڑھنے والوں میں نہیں لکھا
جائے گا۔لہٰذا جلدی آنے کی کوشش کرنی چاہیے۔نیز جتنا کوئی جلدی آئے گا۔ثواب

بھی اتنا ہی زیادہ پائے گا۔اور جتنا کوئی دیر سے آئے گا۔اتنا ہی ثواب بھی کم ملے گا۔
اسی طرح ہر ایک آنے والے کو بالترتیب ثواب ملتا ہے۔

شیطان جمعہ پڑھنے سے روکتا ہے

شیطان نے پہلے دن ہی کہا تھا۔لا غوینھم اجمعین۔
(سورت الحجر آیت نمبر 39)
یعنی میں تیری مخلوق کو ضرور بالضرور بہکاؤں گا۔اور ساتھ ہی یہ اقرار بھی کر لیا تھا۔
الا عبادک منھم المخلصین ۔
(سورت الحجر آیت نمبر 40)
یعنی تیرے نیک بندے تو میرے بہکاوے میں نہیں آئیں گے۔
ایسا ہی جمعہ شریف کے دن بھی شیطان لوگوں کو جمعہ پڑھنے سے روکتا پھرتا ہے۔لیکن
خوش قسمت لوگ اپنے خدا سے ڈر کر مسجد میں حاضر ہو جاتے ہیں۔
چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔یقول اذا کان یوم الجمعۃ غدت الشیاطین
برایاتھا الی الاسواق فیرمون الناس بالترابیث او الربائث و یثبطونھم
عن الجمعۃ۔
(ابوداؤد شریف جلد ا صفحہ ۱۵۱)
کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوفہ میں منبر پر کھڑا ہو کر فرمایا۔جمعہ کے دن شیطان
اپنے (گناہ کے) جھنڈے لے کر بازار میں نکل آتے ہیں ۔اور لوگوں کو تنگدستی اور
غربت کا ڈراوا دیکر (یعنی دل میں یہ خیال ڈالتے ہیں۔کہ تو جمعہ پڑھنے جائے گا۔تو

تیرے اتنے گاہک لوٹ جائیں گے۔ تیرے کاروبار کا اتنا نقصان ہوگا وغیرہ وغیرہ)
جمعہ میں جانے سے روکتے ہیں"

تحیۃ الوضوء کے نفل

اگر خدا توفیق دے اور مسجد میں حاضر ہو جائیں۔ تو وضو کر کے مسجد میں جاتے ہی پہلے دو رکعت نماز تحیۃ الوضوء پڑھیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے۔

مامن مسلم یتوضا فیحسن الوضوء ثم یقوم فیصلی رکعتین مقبل علیھما بقلبه ووجهه الا وجبت له الجنة۔

(مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۱۲۲، ابوداؤد شریف جلد ۱ صفحہ ۲۳ وغیرہ)

کہ جو بندۂ مومن اچھی طرح وضو کرے۔ پھر پورے حضور قلب اور خشوع وخضوع سے دو رکعت نماز (تحیۃ الوضوء) ادا کرے۔ اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب فرما دے گا۔

تحیۃ المسجد کے نفل

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم میں سے جب کوئی مسجد میں جائے۔ تو چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) پڑھ لے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔

ان رسول الله ﷺ قال اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۶۳، مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۲۴۸ وغیرہ)

نماز جمعہ سے پہلے چار سنتیں

☆ جمعہ کی پہلی اذان کے بعد فرضوں سے پہلے چار رکعات سنت پڑھیں۔ جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کی فرض نماز سے پہلے چار رکعت (سنت) پڑھا کرتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

كان النبي ﷺ يركع قبل الجمعة اربعا . لا يفصل في شيء منهن۔

(ابن ماجہ شریف صفحہ ۸۰)

☆ اسی بیان کی ایک حدیث امام عبدالرزاق نے بھی اپنی مسند میں باسناد صحیح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۲۴۷، ترمذی شریف جلد ا صفحہ ۱۰۱)

☆ جناب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت مروی ہے۔

(کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۵۳۲)

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعات (سنت) پڑھا کرتے تھے۔

(شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۱۹۸)

پھر آرام سے بیٹھ جائیں۔ اور خطیب صاحب جو مسائل بیان کریں۔ انہیں غور سے سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں۔ جس مسئلہ کی سمجھ نہ آئے۔ وہ جمعہ شریف کے بعد میں وضاحت سے پوچھ لیں۔ اور یہ پوچھنا کچھ عیب کی بات بھی نہیں ہے۔ اگر چہ عمر کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو۔ بلکہ حکم خداوندی ہے۔

فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون۔

(سورت نحل آیت نمبر ۴۳)

یعنی جس مسئلہ کا تمہیں علم نہ ہو تو وہ اہل علم سے پوچھ لیا کرو۔

جمعہ کی اذان کا بیان

جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ ظاہری میں جمعہ شریف کی صرف ایک ہی اذان ہوا کرتی تھی۔ جو کہ آپ ﷺ کے منبر شریف پر بیٹھنے اور خطبہ شروع کرنے سے پہلے پڑھی جاتی تھی۔ اور جناب سیدنا ابوبکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانہ خلافت میں بھی اسی طرح جمعہ شریف کی ایک اذان ہی ہوتی رہی۔

اور پھر جناب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب مسلمانوں کی آبادی بہت زیادہ ہوگئی۔ اور جانوروں کی کثرت اور چراگاہوں کی قلت کی وجہ سے مسلمان دور دور تک پھیل گئے۔ تو جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ شریف کا وقت شروع ہونے کے ساتھ ہی مدینہ شریف کے بازار میں ایک بلند مقام۔ جس کو زوراء کہا جاتا تھا۔ پر ایک اور اذان شروع کرادی۔ تاکہ مسجد شریف سے دور کے لوگ بھی اذان سن کر جمعہ شریف کی تیاری کر کے جلدی جلدی مسجد میں حاضر ہو جائیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

كان النداء يوم الجمعة اوله اذا جلس الامام على المنبر على عهد النبي ﷺ وابي بكر و عمر. فلما كان عثمان و اكثر الناس زاد النداء الثالث على الزوراء. وقال ابو عبدالله الزوراء موضع بالسوق بالمدينة۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۷، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۰۷، ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۵۵)

فثبت الامر علیٰ ذالک۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۷)

اور پھر یہی طریقہ ہمیشہ کے لیے جاری ہو گیا۔

اور جمعہ شریف کی دوسری اذان جناب رسول اللہ ﷺ، جناب ابوبکر صدیق اور جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے منبر شریف پر بیٹھنے کے بعد آپ کے سامنے مسجد کے دروازے پر پڑھی جاتی تھی۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

کان یؤذن بین یدی رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد و ابی بکر و عمر۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۵۵)

جمعہ شریف کی اذان کا جواب دینا

جناب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ شریف کے موقع پر منبر پر بیٹھے ہوئے جمعہ شریف کی دوسری اذان کا جواب دیا۔ اور فرمایا۔

یا ایھاالناس انی سمعت رسول اللہ ﷺ علیٰ ھذا المجلس. حین اذن المؤذن. یقول ماسمعتم منی من مقالتی۔

(بخاری شریف)

اے لوگو! مؤذن کے اذان دینے کے وقت جیسا میں نے کہا ہے۔ (یعنی اذان کا جواب دیا ہے) ایسا ہی میں نے اس مقام پر جناب رسول اللہ ﷺ کو بھی فرماتے

ہوئے سنا ہے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا فتویٰ

امام اہلسنت، مجدد دین وملت، مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی علیہ الرحمہ بھی اپنے فتاوی رضویہ شریف میں لکھتے ہیں۔ کہ جمعہ شریف کی اذان کا جواب دینا امام کے لیے تو یقیناً جائز ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد صفحہ)

حدیث شریف سے وضاحت

مسلم شریف میں امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ یہ حدیث شریف کے الفاظ نقل فرمائے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول۔

(مسلم شریف جلد ا صفحہ)

یعنی جب تم اذان سنو تو مؤذن کی اذان کے جواب میں اسی طرح کہتے جایا کرو۔ جس طرح کہ مؤذن نے کہا ہے۔ (یعنی اذان کا جواب دیا کرو)

اس حدیث شریف سے بھی بالکل واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ جب بھی اذان کہی جائے ہر سننے والے کو۔ اگر کوئی عذر شرعی مانع نہ ہو۔ تو ضرور اذان کا جواب دینا چاہیے۔ اس میں جناب رسول اللہ ﷺ نے کسی بھی اذان کو مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ فافھموا واعتبروا۔

جمعہ کی اذان کہاں پڑھی جائے

وکان الطحاوی یقول ھو الاذان عند المنبر بعد خروج الامام۔

(کفایہ جلد ا صفحہ ۱۰۴۲، برحاشیہ فتح القدیر شرح ھدایہ جلد ۱ صفحہ ۴۲۱)

یعنی امام طحاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ کہ جمعہ کی اذان منبر کے پاس ہی (مسجد کے اندر ہی) امام کے منبر پر بیٹھنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔

کیونکہ حدیث شریف کے مطابق جمعہ شریف کی اذان مسجد کے ایک دروازے پر ہوتی تھی۔ جو کہ منبر نبوی ﷺ کے سامنے تھا۔ اور یہ دروازہ مسجد کی عمارت میں ہی تھا۔ اور مسجد کا صحن اس عمارت سے باہر تھا۔ جیسا کہ اکثر آج کل بھی ہوا کرتا ہے۔

مسجد کی تمام زمین پر چھت ڈال کر ایک ہی کمرہ نہیں بنایا گیا تھا۔ فافھموا واعتبروا۔

جمعہ کی کونسی اذان سے کاروبار حرام ہو جاتا ہے

امام مسروق، امام ضحاک، امام مسلم بن یسار کے نزدیک جمعہ کے دن ابتدائے وقت ظہر سے ہی خرید و فروخت حرام ہو جاتی ہے۔ امام مجاہد اور امام زہری کا بھی یہی قول ہے۔

اور امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور امام شافعی علیہم الرحمہ کے نزدیک جمعہ شریف کی اذان کے بعد خرید و فروخت مکروہ ہے۔

(احکام القرآن امام جصاص جلد ۳ صفحہ ۴۴۸)

لہذا جب جمعہ شریف کی دوسری اذان پڑھی جائے۔ تو دو زانو اور مؤدب ہو کر سنیں۔ اور اس اذان کا بھی جواب دیں۔ جیسا کہ باب الاذان میں بیان ہو چکا ہے۔

جمعہ کے دو خطبے

جمعہ میں دو خطبے پڑھے جاتے ہیں۔ ایک خطبہ پڑھ کر امام بیٹھتا ہے پھر اٹھتا ہے۔ اور دوسرا خطبہ پڑھتا ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے۔ کہ جناب رسول اللہ

ﷺ کا خطبہ فرمانے کا طریقہ یہ تھا۔ کہ آپ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے۔ پھر آپ ﷺ بیٹھتے پھر کھڑے ہو جاتے۔ اور دوسرا خطبہ پڑھتے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۲۷، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۸۳، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۰۹،

ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۵۶، ابن ماجہ صفحہ ۷۹، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۶۷)

روایت کے الفاظ ہیں۔ صلوٰة الجمعة ركعتان وصلوٰة الفطر ركعتان و صلوٰة الاضحى ركعتين وصلوٰة السفر ركعتان تمام غير قصر على لسان محمد ﷺ۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۰۹، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۲۴۵، ابن ماجہ صفحہ ۷۴)

بخاری کے الفاظ ہیں۔ كان النبی ﷺ يخطب خطبتين يقعد بينهما۔

خطبہ میں ٹیک لگانا

نیز جناب رسول اللہ ﷺ (منبر بننے سے پہلے) جب خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوتے تھے۔ تو آپ ﷺ کبھی عصا پر ٹیک لگا لیتے تھے۔ اور کبھی کمان پر ٹیک لگا لیتے تھے۔

(ابوداؤد شریف جلد ۱ صفحہ ۱۵۶)

اور جناب سیدنا ابوبکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق اور جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

(مراسیل ابوداؤد صفحہ ۷)

البتہ منبر شریف بننے کے بعد آپ ﷺ نے ٹیک لگانا چھوڑ دیا تھا۔ لہٰذا اب جمعہ

شریف کے خطبہ کے دوران ہاتھ میں عصا لے کر کھڑا ہونا سنت نہیں رہے گا۔

(فتاوی رضویہ)

دوران خطبہ خاموش رہنا

☆ جب امام صاحب خطبہ شروع کریں۔ تو خاموشی سے خطبہ سنتے رہیں۔ خطبہ کے دوران کوئی بھی مانع نماز نفل نہیں کرنا چاہیے۔ نہ ہی بولنا چاہیے۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا "دوران خطبہ اگر کوئی آدمی بولے۔ اور ساتھ والا اسے صرف اتنا ہی کہے کہ "چپ ہو جا" تو اس کا اتنا بولنا بھی بری بات ہے۔ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

اذاقلت لصاحبک یوم الجمعة . انصت . فقد لغوت۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۲۸، مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۲۸۱ وغیرہ)

☆ بلکہ ایک روایت میں تو یہاں تک بھی ہے۔

والذی یقول له انصت لیس له جمعة ۔

(مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۲۳۰، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)

یعنی دوران خطبہ بات کرنے والے شخص کا جمعہ ہی ادا نہیں ہوتا۔ یعنی اس کو جمعہ کا ثواب ہی نہیں ملتا۔

دوران خطبہ خاموشی پر ثواب

☆ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ غفر له مابینه وبین جمعة الاخری۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۱۲۱، آثار السنن جلد ۱ صفحہ ۲۴)

یعنی اللہ تعالیٰ دوران خطبہ خاموش رہنے والے شخص کے آئندہ جمعہ شریف تک کے تمام (صغیرہ) گناہ معاف فرما دیتا ہے۔

☆ ایک روایت میں اس طرح ہے۔

کان له بکل خطوة عمل سنة اجر صیامها و قیامها۔

(ترمذی شریف جلد ا صفحہ ۹۷، نسائی جلد ا صفحہ ۲۰۵، ابن ماجہ صفحہ ۷۶)

کہ اللہ تعالیٰ اس کو مسجد میں آتے وقت کے ہر قدم کے بدلے میں ایک سال کے قیام اور روزوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔

نماز جمعہ کی فرض رکعات

جب خطبہ ختم ہو۔ تو اذان اور اقامت کے بعد جماعت کے ساتھ دو رکعت فرض جمعہ ادا کئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جمعہ کی دو رکعتیں ہی بتائی ہیں۔ اور یہ پوری نماز ہے۔ کم نہیں ہے۔

روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

صلوة الجمعة رکعتان ... تمام . غیر قصر علی لسان محمد ﷺ۔

(نسائی جلد ا صفحہ ۲۰۹، شرح معانی الآثار جلد ا صفحہ ۲۴۵، ابن ماجہ صفحہ ۷۴)

نماز جمعہ میں قراءت بالجہر

جمعہ کی نماز میں قراءت بلند آواز سے کی جاتی ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

کہ جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز میں سورۃ اعلیٰ اور سورۃ غاشیہ پڑھا کرتے تھے"

(ترمذی شریف، نسائی جلد ا صفحہ ۲۱۰ وغیرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ قراءت بالجہر فرمایا کرتے تھے۔ تبھی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ ﷺ کی قراءت کو سن لیا۔ اگر آپ ﷺ آہستہ پڑھتے تو کسی کو کیا معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ کیا پڑھ رہے ہیں۔

نماز جمعہ کے بعد چار سنت

پھر چار رکعت سنت پڑھنی چاہئیں۔ جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی بندہ جمعہ کی نماز پڑھے۔ تو چاہیے کہ اس کے بعد چار رکعت (سنت بھی) پڑھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ اذا صلی احدکم الجمعۃ فلیصل بعدھا اربعا۔

(مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ)

☆ ایک اور حدیث شریف میں ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کی نماز سے پہلے بھی چار رکعت (سنت) پڑھتے تھے۔ اور بعد میں بھی چار رکعت (سنت) پڑھتے تھے"

(ترمذی شریف)

ان کے بعد پھر دو رکعت سنت اور دو رکعت نفل بھی پڑھے جاتے ہیں۔

نماز جمعہ کے بعد دو رکعت سنت

جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ شریف سے فارغ ہو کر جب گھر تشریف لاتے۔ تو آپ ﷺ ہمیشہ گھر میں جا کر دو رکعات نفل ادا فرمایا کرتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

کان رسول اللہ ﷺ یصلی بعد الجمعۃ رکعتین فی بیتہ۔

(نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۹۲)

☆ جناب رسول اللہ ﷺ جمعہ کی نماز سے فارغ ہو کر جب اپنے خانہ اقدس پر تشریف لے جاتے۔ تو آپ ﷺ وہاں جا کر دو رکعت ادا فرمایا کرتے تھے۔

(مؤطا امام محمد)

نیز اس کے متعلق حضور ﷺ کا فرمان عالی شان بھی ہے۔ کہ جمعہ کی نماز کے بعد دو رکعت سنت (بھی) پڑھنی چاہئیں۔

جمعہ کے دن عید ہو تو دو عیدیں

بعض دفعہ اگر اتفاقاً جمعہ شریف کے دن عید آجاتی ہے۔ تو بعض لوگ اسے نحس جانتے ہیں۔ حالانکہ یہ بہت غلط خیال ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک دفعہ جمعہ شریف کے دن عید بن گئی۔

فصلی قبل الخطبة ثم خطب یا ایها الناس ان هذا یوم قد اجتمع لکم فیه عیدان۔

(بخاری، نسائی، ابوداؤد)

تو آپ نے پہلے عید کی نماز پڑھائی۔ پھر آپ نے خطبہ پڑھا۔ پھر فرمایا اے لوگو آج کا دن (کتنا بابرکت دن ہے کہ آج اللہ تعالیٰ کی طرف سے) تمہارے لیے دو عیدیں (جمعہ اور عید) جمع کر دی گئی ہیں۔

اگر کبھی ایسا اتفاق ہو جائے تو اسے اپنے لئے باعث ثواب مزید اور رحمت و برکت سمجھنا چاہیے۔ اس کو کوئی برا شگون نہیں سمجھنا چاہیے۔

یوم میلاد النبی ﷺ بھی یوم عید ہے

بعض لوگ جشن عید میلاد النبی ﷺ کا انکار کرتے ہوئے۔ یہ اعتراض بھی کرتے ہیں۔ کہ جی اسلام میں عیدیں تو صرف دو ہی ہیں۔ یہ تیسری عید کہاں سے آ گئی۔ تو گذارش ہے کہ صحاح ستہ کی کئی احادیث صحیحہ میں جمعہ شریف کے دن کو بھی عید سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ایک صحیح حدیث میں عرفہ کے دن کو بھی روز عید قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ قرآن مجید فرقان حمید میں جناب سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ السلام کا یہ فرمان عالی شان بھی نقل فرمایا گیا ہے

انزل علینا مائدة من السماء تکون لنا عید الاولنا و آخرنا۔

(سورت مائدہ آیت نمبر ۱۱۴)

یعنی اے اللہ تعالیٰ ہم پر آسمان سے خوان نعمت نازل فرما۔ تا کہ وہ ہو جائے ہمارے تمام پہلے اور بعد والے ایمان والوں کے لئے عید کا دن۔

کے مطابق تو نزول نعمت خداوندی کا ہر دن ہی عید کا دن ہے۔

عید میلاد۔ سب عیدوں سے بڑی عید

چونکہ جناب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کی ولادت شریف کا دن دیگر تمام عیدوں سے بڑی عید قرار پائے گا۔

فافھموا یا اولوا الابصار واعتبروا یا اولوا الالباب۔

نماز جمعہ کا وقت

سورج کے ڈھلنے کے وقت سے لے کر سایہ اصلی کے علاوہ سایہ دو گنا ہو جانے تک ہے۔ جمعہ کے دن جہاں جمعہ۔ شرعی شرائط کے ساتھ جائز ہو سکتا ہو۔ وہاں جمعہ پڑھنا

ظہر کی نماز کے قائم مقام ہو جائے گا۔ اور جمعہ پڑھ لینے سے اس شخص کے ذمہ سے ظہر کی نماز ساقط ہو جائے گی۔

جمعہ نہ ملے تو ظہر پڑھو

اگر کسی شخص کا کسی عذر شرعی کی وجہ سے جمعہ رہ گیا۔ تو پھر ظہر کی نماز پڑھی جائے گی۔

یا جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو۔ وہاں بھی باجماعت ظہر کی نماز ہی ادا کی جائے گی۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ من ادرک من الجمعة رکعة. فلیصل الیها اخری .ومن فاتته الرکعتان. فلیصل اربعا و قال الظهر۔

"کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز جمعہ میں دیر سے پہنچے اور ایک رکعت پڑھی جا چکی ہو۔ تو وہ دوسری رکعت میں شامل ہو جائے۔ (اور امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر اپنی پہلی فوت شدہ رکعت بھی پڑھ لے۔ اور جو شخص نماز جمعہ پڑھی جا چکنے کے بعد آئے۔ تو (وہ اکیلا تو نماز جمعہ نہیں پڑھ سکتا لہٰذا) اب وہ شخص ظہر کی چار رکعت نماز ہی پڑھے گا"

(مشکوۃ شریف صفحہ ۱۲۶، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۱۱)

جمعہ اور عیدین۔ مصر جامع میں

جمعہ ڈیروں پر یا چھوٹی چھوٹی بستیوں میں شروع کرنا جائز نہیں ہے۔ بلکہ جمعہ شریف ایسی جگہ پر شروع کیا جائے۔ جس جگہ پر "مصر" کا اطلاق ہو سکتا ہو۔

جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

قال علی رضی الله عنه لا جمعة ولا تشریق الا فی مصر جامع ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۱، مصنف عبدالرزاق جلد ۳

صفحہ ۶۸، کنزل العمال، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۳ صفحہ ۱۷۸)

کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مصر جامع کے علاوہ جمعہ اور عیدین جائز نہیں ہے

مصر جامع کی تعریف

باقی مصر کی تعریف میں اختلاف ہے۔ ہر ایک نے ان کی الگ الگ تعریف کی ہے۔

صاحب شرح وقایہ نے لکھا ہے۔

ھو موضع اذا اجتمع اھلہ فی اکبر مساجدہ لم یسعھم۔

(شرح وقایہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۸)

یعنی مصر اس جگہ کو کہتے ہیں۔ جہاں پر اتنی آبادی ہو۔ کہ وہاں کے تمام بالغ افراد (جن پر نماز فرض ہے) وہاں کی بڑی مسجد میں جمع ہوں۔ تو وہ اس میں سما نہ سکیں۔

نماز کے مسائل کی معتبر کتاب "رکن دین" میں بھی اسی تعریف کو ہی اختیار کیا گیا ہے۔

نیز شرح وقایہ کی شرح میں علامہ عبدالحی لکھنوی نقل فرماتے ہیں۔

وعلیہ فتوی اکثر الفقہاء کما فی المجتبیٰ وفی الولوالجہ وھو الصحیح۔

(عمدۃ الرعایہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۸)

یعنی اس تعریف کے مطابق ہی اکثر فقہاء احناف کا فتوی ہے۔ اور یہ ہی صحیح ہے۔

بس اس اصول پر پرکھ لیا جائے۔ جہاں یہ شرط پوری ہو جائے۔ تو وہاں جمعہ جائز ہے۔

اور جہاں یہ شرط پوری نہ ہوتی ہو۔ وہاں جمعہ شریف شروع نہ کیا جائے۔

امام اہلسنت مجدد دین وملت حضرت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "احکام شریعت" میں بیان فرماتے ہیں۔ کہ دیہات میں مذہب حنفی میں جمعہ وعیدین جائز نہیں۔ لیکن جہاں قائم ہے وہاں منع نہ کیا جائے۔ اور جہاں نہیں ہے وہاں قائم نہ کیا جائے۔ آخر شافعی مذہب پر تو ہو ہی جائے گا۔ ایسی صورت میں جہلاء جمعہ تو جمعہ۔ ظہر بھی چھوڑ دیں گے۔

ارء یت الذی ینھیٰ عبدا اذا صلٰی سے خوف کرنا چاہیے۔

(احکام شریعت جلد ۲ صفحہ ۲۲۸)

فتاوی غندیہ میں ہے۔ لا شک فی جواز الجمعۃ فی البلادو القصبات۔ یعنی شہروں اور (بڑے) قصبوں میں جمعہ کے جواز میں شک نہیں ہے۔

احتیاط الظہر اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

☆ ہاں وہ نرے جاہل۔ عامی لوگ۔ کہ تصحیح نیت پر قادر نہ ہوں۔ یا ان رکعات کے باعث رأسا جمعہ کو غیر فرض۔ یا جمعہ کے دن دو نمازیں فرض سمجھنے لگیں۔ انہیں ان رکعات کا حکم نہ دیا جائے۔ بلکہ ان کی ادا پر مطلع نہ کیا جائے۔ کہ مفسدۂ اشد واعظم کا دفع آکد واہم ہے۔ ان کے لئے اسی قدر بس ہے کہ بعض روایات واقوال ائمہ مذہب پر ان کی نماز صحیح ہو جائے۔ لہٰذا سیدی نور الدین مقدسی نور الشمعہ میں فرماتے ہیں۔

نحن لا نامر بذالک امثال ھذہ العوام بل ندل علیہ الخواص ولو

بالنسبة الیھم۔ یعنی ہم اس طرح کے معاملات کا حکم عوام کو نہیں دیتے۔ بلکہ ہم خواص کو اس پر آگاہ کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ ان کی نسبت سے ہی ہو۔

(فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۸ صفحہ ۲۸۱، ۳۱۳)

☆ عام لوگوں کو احتیاطی ظہر کی کوئی ضرورت نہیں۔ کما فصلنا فی فتاوانا۔

(فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۸ صفحہ ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۶۵، ۳۸۷، ۳۹۸، ۴۳۹، ۴۴۳، ۴۵۴، ۴۵۶، ۴۶۲،)

☆ وہ شہر و قصبات جن میں شرائط جمعہ کے اجتماع میں اشتباہ واقع ہو۔ یا جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو۔ اور آج کل ہندوستان کے عام بلاد ایسے ہی ہیں۔ ایسی جگہ ہمارے علماء کرام نے حکم دیا ہے کہ۔ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی اس نیت سے ادا کرے۔ کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی۔ یہ چار رکعتیں۔ چار سنت بعدیہ جمعہ کے بعد پڑھے۔ اور جس پر ظہر کی قضائے عمری نہ ہو۔ وہ چاروں میں سورت بھی ملائے۔ پھر جمعہ کی دو سنتیں ان رکعتوں کے بعد بنیت سنت وقت ادا کرے۔ جمعہ پڑھتے وقت نیت صحیح و ثابت رکھے۔ جمعہ کو صحیح سمجھ کر خاص فرض جمعہ کی نیت کرے۔ اگر بنیت فرض ادا نہ کیا تو جمعہ یقیناً نہ ہوگا۔ اور اب یہ چار رکعتیں نری احتیاطی نہ رہیں گی۔ بلکہ ظہر پڑھنی فرض ہو جائے گی۔۔۔۔ ان چار رکعتوں میں یہ نیت نہ کرے کہ آج کی ظہر پڑھتا ہوں۔ بلکہ۔۔۔۔ جو پچھلی ظہر میں نے پائی اور ادا نہ کی۔ اسے ادا کرتا ہوں۔۔۔ یوں پڑھنے میں یہ نفع پائے گا کہ اگر شاید علم الٰہی میں بوجہ فوت بعض شرائط۔ جمعہ صحیح نہ ہوا ہوگا۔ تو رکعتیں آج ہی کی ظہر ہو جائیں گی۔۔۔ اور اگر جمعہ صحیح واقع ہوا۔ تو آج سے پہلے کی جو ظہر اس کے ذمہ رہی ہوگی۔ وہ ادا ہو جائے گی۔ اور اگر کوئی ظہر نہ

رہی ہوگی تو رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔۔۔لہٰذا اسی طرح گول نیت سے۔بے خیال و تردد بجالائے۔اور واقع کا معاملہ علم الٰہی پر چھوڑ دے۔پھر ایسی صحیح نیت نرے جاہلوں کو دشوار ہے۔

اوران سے یہ بھی اندیشہ ہے۔کہ اس کے سبب کہیں یہ نہ جاننے لگیں کہ جمعہ سرے سے خدا کے فرضوں میں ہی نہیں۔یا سمجھنے لگیں۔کہ جمعہ کے دن دوہرے فرض ہیں۔دو رکعتیں الگ۔اور چار الگ۔اسی لیے علماء نے فرمایا کہ ایسے لوگوں کو ان رکعتوں کا حکم نہ دیا جائے۔ان کے حق میں یہی بہت ہے کہ۔بعض روایات پر ان کی نماز ٹھیک ہو جائے۔انہیں ایسی احتیاط کی حاجت نہیں۔ (فتاوی رضویہ جلد ۸ صفحہ ۲۹۴)

☆ آپ مراقی الفلاح شرح نورالایضاح سے یہ عبارت نقل فرماتے ہیں۔ بفعل الاربع مفسدة اعتقاد الجهلة عدم فرض الجمعة او تعدد المفروض فی وقتها. ولا یفتی بالا ربع الاالخواص. یکون فعلهم ایاها فی منازله۔

(مراقی الفلاح صفحہ ۲۷۶،فتاوی رضویہ جلد ۸ صفحہ ۲۹۶)

☆ گاؤں میں جمعہ اصلا جائز نہیں۔تو وہاں اس کی اجازت نہیں ہوسکتی کہ ایک ناجائز کام کریں۔اوران چار رکعات احتیاطی سے اس کی تلافی چاہیں۔۔فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگی۔

(فتاوی رضویہ جلد ۸ صفحہ ۲۹۹)

☆ دربارہ عوام فقیر کا طریق یہ ہے کہ ابتداء خود انہیں منع نہیں کرتا۔نہ انہیں نماز سے باز رکھنے کی کوشش پسند رکھتا ہوں۔ایک روایت پر صحت ان کے لئے بس ہے۔

(فتاوی رضویہ جلد ۸ صفحہ ۳۷۴)

☆ جمعہ جن چار شخصوں پر واجب نہیں ہے۔ ان کے حالات ہی اس حکم کے متقاضی ہیں۔ اور شریعت میں تنگی نہیں ہے۔ اگر ان پر جمعہ واجب ہوتا۔ پھر تو بہر حال ان کو جمعہ میں حاضر ہونا پڑتا۔ کیونکہ گھر میں یا اکیلے تو جمعہ پڑھا نہیں جا سکتا۔ اور جامع مسجد میں پہنچنا ان افراد کے لئے بعض دفعہ محال اور بعض دفعہ ناممکن بھی ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس کا کچھ بدل بھی ہونا چاہیے تھا۔ لہٰذا شریعت نے رخصت دے دی۔ کہ اگر پہنچ سکو تو ضرور پڑھ لو۔ ثواب کا کام ہے۔ قصر نماز کی طرح منع بھی نہیں کیا گیا۔ لیکن ان کی مجبوری کو پیش نظر رکھ کر رخصت بھی دے دی۔

اگر کوئی کہے۔ کہ اگر جمعہ اتنا ہی ضروری اور فرض ہوتا تو اس میں رخصت نہ ہوتی۔ تو گذارش ہے کہ پھر نماز روزہ کی بھی خیر مناؤ۔ کیونکہ بعض حالات میں تو نماز میں بھی رخصت ہے اور روزہ میں بھی۔ زکوٰۃ بھی سب پر فرض نہیں ہے۔ اور حج وقربانی بھی۔ جماعت بھی اور وضو بھی۔

☆ اگر کوئی کہے کہ یہاں جن افراد کو رخصت دی گئی ہے۔ وہ اس قابل ہی نہیں ہوتے۔ تو میں کہوں گا۔ کہ وہاں بھی جنہیں رخصت دی گئی ہے۔ وہ بھی اس قابل نہیں ہیں۔ اگر ان کا عذر ختم ہونے پر وجوب کا حکم لگتا ہے۔ تو ان کا عذر ختم ہونے پر ان پر بھی جمعہ واجب ہو جائے گا۔

دونوں خطبوں کے درمیان میں دعا کرنا

چنانچہ اسی حدیث شریف کے مطابق علماء فرماتے ہیں۔ کہ دونوں خطبوں کے درمیان جب تھوڑی دیر کے لئے امام صاحب بیٹھتے ہیں۔ تو امام صاحب اور مقتدیوں سب کو

بغیر ہاتھ اٹھائے آہستہ سے کوئی مختصر مگر جامع دعا ضرور مانگ لینی چاہیے۔ کیونکہ آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ وقت دعاؤں کی قبولیت کا ہوتا ہے۔

قضائے عمری اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ

☆ جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ من نسی صلوٰۃ فلیصلها اذا ذکرها. لا کفارۃ لها الا ذالک ۔

(بخاری شریف جلد ا صفحہ ۸۴، مسلم جلد ا صفحہ ۲۳۹، ترمذی جلد ا صفحہ ۲۵، نسائی جلد ا صفحہ ۱۷، مجمع الزوائد جلد ا صفحہ ۳۲۲، مؤطا امام مالک صفحہ ۱۰، طبرانی کبیر جلد ۲۵ صفحہ ۳۵، سنن الکبری بیہقی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ وغیرہ)

یعنی جو شخص کوئی بھی نماز پڑھنا بھول جائے۔ تو جب بھی اسے یاد آئے۔ وہ اپنی قضا شدہ نماز پڑھ لے۔ اور ان قضا شدہ نمازوں کا کفارہ نمازوں کے ادا کرنے سے ہی ہوتا ہے۔ یعنی جتنی نمازیں قضا ہوئیں۔ وہ سب کی سب ہی بمع وتر کے ادا کرنا ہوں گی۔ اس کے علاوہ کسی طریقہ سے قضا نمازیں معاف نہیں ہو سکتیں۔

☆ امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں۔ ایں طریقہ کہ بہر تکفیر صلوات فائتہ احداث کردہ اند۔ بدعت شنیعہ در دین نہادہ اند۔ حدیثش موضوع و فعلش ممنوع۔ وایں نیت واعتقاد باطل و مدفوع۔ اجماع مسلمین بر بطلان ایں جہالت شنیعہ وضلالت فظیعہ قائم ست (اکثر عوام الناس در آخر جمعہ رمضان المبارک نماز قضائے عمری پنجوقتہ مختلف امام می خوانند)۔

(فتاوی رضویہ جدید جلد ۸ صفحہ ۱۵۰)

☆ یعنی قضا نمازوں کے کفارہ کے طور پر قضا عمری کا جو طریقہ ایجاد کر لیا گیا ہے۔ (رمضان شریف کے آخری جمعہ پر لوگ جماعت کے ساتھ پانچوں نمازوں کی قضا پڑھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ان کی تمام عمر کی قضا نمازوں کا کفارہ ہو گیا) یہ بدترین بدعت ہے۔ اور اس بارے میں جو روایت بیان کی جاتی ہے۔ وہ موضوع (خود گھڑی ہوئی) ہے۔ اور یہ عمل سخت ممنوع ہے۔ ایسی نیت اور اعتقاد باطل و مردود ہے۔ اس جہالت قبیحہ اور واضح گمراہی کے بطلان پر تمام اکابرین اسلام کا اتفاق ہے۔

☆ علامہ علی قاری علیہ الرحمہ موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں۔ حدیث۔ من قضی صلوٰۃ من الفرائض فی آخر جمعۃ من رمضان کان ذالک جابرا لکل صلوٰۃ فائتۃ فی عمرہ الی سبعین سنۃ . باطل قطعا. لانہ مناقض للاجماع .علی ان شیأ من العبادات لا تقوم مقام فائتۃ سنوات ۔

(اسرار الموضوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ حدیث ۹۵۳، صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ بیروت)

☆ یعنی یہ قضائے عمری کے بارہ میں جو روایت بیان کی جاتی ہے کہ رمضان شریف کے آخری جمعہ کو جس نے ایک فرض نماز کی قضا پڑھ لی۔ تو اس کے سابقہ ستر برسوں کی قضا نمازوں کا بدلہ ہو جاتا ہے۔ یہ روایت یقینی طور پر باطل ہے۔ کیونکہ یہ روایت اس اجماعی اصول کے خلاف ہے کہ۔ عبادات میں سے کوئی بھی عبادت۔ سابقہ سالوں کی عبادات کے قائم مقام نہیں ہو سکتی۔

☆ امام ابن حجر مکی۔ تحفہ شرح منہاج الامام النووی میں اور محدث زرقانی شرح مواہب لدنیہ از امام قسطلانی میں فرماتے ہیں۔

اقبح من ذالک ما اعتید فی بعض البلاد من صلوٰۃ الخمس فی ھذہ

الجمعة عقب صلوتها زاعمين انها تكفر صلوات العام او العمر المتروكة . وذالك حرام لوجوه لاتخفي۔

(زرقانی شرح مواہب جلد ۷ صفحہ ۱۱۰)

اس سے بھی بدتر وہ طریقہ ہے جو بعض شہروں میں ایجاد کر لیا گیا ہے۔ کہ (رمضان شریف کے آخری) جمعہ کو نماز جمعہ کے بعد پانچ نمازوں کی قضا اس خیال سے پڑھی جاتی ہے کہ اس سے سابقہ ایک سال یا سابقہ تمام عمر کی قضا نمازوں کا کفارہ ہو جاتا ہے یہ عمل بالکل واضح وجوہ کی بنا پر حرام ہے۔

قضا عمری کا صحیح طریقہ

ہر روز کی تمام فرض نمازوں اور وتروں کی قضا پڑھی جائے۔ اور ہر نماز پڑھتے وقت اس نماز کی پہلی قضا نماز کی نیت کرے۔ اس میں اتنی سہولت ہو سکتی ہے کہ رکوع اور سجدہ میں صرف ایک بار تسبیح کہہ لے۔ تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد شریف کی جگہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ لیں۔ وتروں کی تیسری رکعت میں قنوت کی جگہ تین بار رب اغفرلی۔ کہہ لیں۔ آخری التحیات میں تشہد کے بعد صرف اللھم صل علی محمد و آلہ۔ کہہ کر سلام پھیر دیں۔

(اللہ تعالیٰ یہ قضا ءالفوائت قبول فرما کر گناہ سے بری فرمادیں گے)

(فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۸ صفحہ ۱۵۸)

اگر کئی لوگوں کی ایک ہی نماز قضا ہو گئی ہو۔ تو وہ تمام مل کر وہ قضا نماز جماعت کے ساتھ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ اور اس جماعت میں امام جہری نمازوں میں لازمی طور پر جہر بھی

کرے گا۔

(درمختار جلد ا صفحہ ۷۹، فتاوی رضویہ جدید جلد ۸ صفحہ ۱۶۲)

یا پھر ہر نماز اور ہر روزہ کے عوض۔ ایک فطرہ۔ یعنی نصف صاع گندم یا اس کی قیمت ادا کی جائے۔ اگر اتنی استعداد نہ ہو تو جتنی استعداد ہو اتنا مال لے حیلہ اسقاط کے طور پر کسی فقیر کو دے۔ پھر فقیر اپنی طرف سے اس کو وہ ھبہ کر دے۔ اور وہ پھر فقیر کو دے دیں۔ اس موجودہ مال کا حساب لگا کر اتنی دفعہ یہ الٹ پھیر کریں کہ تمام نماز روزوں کے کفارے کے برابر ہو جائے۔

(فتاوی بزازیہ جلد ۴ صفحہ ۶۹، درمختار جلد ا صفحہ ۱۰۱،

فتاوی رضویہ جدید جلد ۸ صفحہ ۱۶۵ وغیرہ)

خطبہ اولیٰ جمعہ شریف

الحمد لله الذی فضل سيدنا ومولنا محمداً صلے الله تعالى عليه وسلم علے العالمين جميعا. واقامه يوم القيامة للمذنبين المتلوثين الخطآئين الهالكين شفيعا فصلے الله تعالى وسلم وبارک عليه. وعلى كل من هو محبوب و مرضى لديه صلاة تبقى وتدوم. بدوام الملک الحي القيوم. واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريک له واشهد ان سيدنا ومولنا محمداً عبده ورسوله بالهدى ودين الحق ارسله. صلى الله تعالىٰ عليه وعلے اله وصحبه اجمعين وبارک وسلم. اما بعد فيا ايها المؤمنون رحمنا ورحمكم الله تعالىٰ اوصيكم

ونفسي بتقوى الله عزوجل في السر والاعلان فان التقوى سنام ذرى الايمان واذكروا الله عند كل شجر وحجر واعلموا ان الله بما تعملون بصير. وان الله ليس بغافل عما تعلمون. واتبعوا آثار سنن سيد المرسلين صلوات الله تعالىٰ وسلامه عليه وعليهم اجمعين. فان السنن هي الانوار. وزينوا قلوبكم بحب هذا النبي الكريم عليه وعلى اله افضل الصلوة والتسليم. فان الحب هو الايمان كله الا لا ايمان لمن لا محبة له الا لا ايمان لمن لا محبة له. الا لا ايمان لمن لا محبة له. رزقنا الله تعالى واياكم حب حبيبه هذا النبي الكريم عليه وعلى اله اكرام الصلاة والتسليم كما يحب ربنا ويرضى واستعملنا واياكم بسنة وحيانا واياكم على محبته وتوفانا واياكم على ملته وحشرنا واياكم في زمرته وسقانا واياكم من شربته شرابا هنيأ مريئا سائغا لا نظما بعده ابدا. و ادخلنا واياكم في جنته بمنه ورحمته وكرمه ورافته انه هو الرؤف الرحيم. عن النبي صلے الله تعالىٰ عليه وسلم. البر لا يبلى والذنب لا ينسى والديان لا يموت. اعمل ماشئت كما تدين تدان. اعوذ بالله من الشيطن الرجيم. فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره. ومن يعمل مثقال ذرة شرا يره. بارك الله لنا ولكم في القرآن العظيم. ونفعنا واياكم بالايات والذكر الحكيم. انه تعالى ملك كريم جواد بررؤوف الرحيم. اقول قولي هذا واستغفر الله لي ولكم ولسائر المؤمنين والمؤمنات. انه هو الغفور الرحيم۔

خطبہ ثانیہ جمعہ شریف

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه. ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيآت اعمالنا. من يهدى الله فلا مضل له. ومن يضلله فلا هادى له. و نشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له. ونشهد ان سيدنا و مولنا محمداً عبده ورسوله. بالهدى ودين الحق ارسله صلے الله تعالىٰ عليه وعلى اله و اصحابه اجمعين وبارك وسلم ابدا. لا سيما على اولهم بالتصديق وافضلهم بالتحقيق. امير المؤمنين وامام المشاهدين لرب العلمين. سيدنا ومولنا ابى بكرن الصديق رضى الله تعالىٰ عنه وعلى اعدل الا صحاب مزين المنبر والمحراب. الموافق رأيه بالوحى والكتاب. سيدنا ومولنا امير المؤمنين وغيظ المنافقين. ابى حفص عمر بن الخطاب رضى الله تعالىٰ عنه. وعلى جامع القرآن كامل الحياء والايمان مجهز جيش العسرة في رضى الرحمٰن. سيدنا ومولنا امير المؤمنين و امام المتصدقين لرب العلمين. ابى عمر سيدنا و مولانا امير المؤمنين عثمان بن عفان رضى الله تعالىٰ عنه وعلى اسد الله الغالب. حلال المشكلات والنوائب. اخ الرسول وزوج البتول سيدنا ومولنا. امير المؤمنين وامام الواصلين الى رب العلمين. ابى الحسن على بن ابى طالب كرم الله تعالىٰ وجهه الكريم. وعلى ابنيه الكريمين السعيدين

الشهيدين القمرين المنيرين سيدينا ابى محمد . الحسن وابى عبدالله
الحسين. وعلى امهما سيدة النساء البتول الزهراء. فلذة كبد خير
الانبياء. صلوات الله تعالى وسلامه عليها وعلے ابيها الكريم وعلى
بعلها وابنيها. و على عميه الشريفين المطهرين من الادناس. سيدنا
ابى عمارة حمزة وابى الفضل العباس. وعلى سائر فرق الانصار
والمهاجرة. وعلينا معهم يا اهل التقوى واهل المغفرة. اللهم انصر
من نصر دين سيدنا و مولنا محمد صلے الله تعالىٰ عليه وعلى اله
وصحبه اجمعين . وبارک وسلم. ربنا يا مولنا. واجعلنا منهم. واخذل
من خذل دين سيدنا ومولنا محمد صلے الله تعالىٰ عليه وعلى آله
وصحبه اجمعين وبارک وسلم. ربنا يا مولنا. ولا تجعلنا منهم. عباد
الله رحمكم الله. ان الله يامر بالعدل والاحسان وايتاء ذى القربى
وينهى عن الفحشاء والمنكر و البغى. يعظكم لعلكم
تذكرون. اذكروا الله. ولذكر الله تعالىٰ اعلىٰ واولىٰ واجل واعز واتم
واهم واعظم واكبر. والله يعلم ماتصنعون .

رمضان شریف کے جمعۃ الوداع کا خطبہ

الحمد لله الذى شرف الشهور بشهر رمضان و انزل فيها على عبده
القرآن. كمال قال السبحان شهر رمضان الذى انزل فيه القرآن هدى
للناس وبينت من الهدى والفرقان سبحان من فضل فيها على كل

عبادة تلاوة القرآن. ونور وجه عباده الذين قاموا على التراويح والتسابيح بعبادة الرحمن. وكتب على المؤمنين الصيام بالجود والاحسان كما قال الله تعالىٰ في القرآن. ياايها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون. اياما معدودات فمن كان منكم مريضا اوعلى سفر فعدة من ايام اخروعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين فمن تطوع خيرا فهو خيرله وان تصوموا خير لكم ان كنتم تعلمون .قال النبي عليه الصلوة والسلام اتاكم رمضان شهر مبارک فرض الله عليكم صيامه تفتح فيه ابواب السماء وتغلق فيه ابواب الجحيم وتغل فيه مردة الشياطين. وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصيام والقرآن يشفعان للعبد يقول الصيام اى رب انى منعته النوم بالليل فشفعني فيه فيشفعان. وعن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال لخلوف فم الصائم عند الله اطيب من ريح المسک فاذا صام احدكم فلا يرفث ولا يفسق ولا يجهل فان امرء اسابه اوقاتله فليقل اني صائم وعنه صلى الله عليه وسلم انه قال للصائم فرحتان فرحة اذا افطر وفرحة اذا لقى ربه وعنه قال يخرج الصائمون من قبورهم يوم القيامة يعرفون بريح صيامهم من افواههم يخرج اطيب من ريح المسک فيقال لهم كلوافقد جعتم حين شبع الناس فياكلون فيشربون ويستريحون والناس مشغولون في الحساب هذه بشارة الصوم في شهر رمضان اذا حموا نفوسهم من

الزلل والعصیان واخلصوا فی صیامهم لله الواحد المنان . والله لقد طاب من کف جوارحه عن کسب الامه ولقد خاب من لم ینل من صیامه الاالجوع والظماء کمال قال علیه الصلوة والسلام من لم یدع قول الزور والعمل به والجهل فلیس لله حاجة فی ان یدع طعامه وشرابه . اشهدان لا اله الاالله وحده لاشریک له واشهدان محمدا عبده ورسوله صلی الله تعالیٰ علیه وعلی اله واصحابه واهل بیته اجمعین . ایها الحاضرون اعلموا ان شهر رمضان قددنیٰ وقت رحیلة وفراله. ولم یبق عندکم الا کضیف طارق اوحبیب مفارق الا ان فراق الاحباب مر المذا ق . کل من علیها فان ویبقیٰ وجه ربک ذوالجلال والاکرام . ووفقکم بطاعته فی اللیالی والایام. فبالغوا فی التراویح والتسابیح والاختتام و فرض رسول الله صلی الله علیه وسلم زکوٰة الفطر علی العبد والحروالذکروالانثیٰ والصغیر والکبیر من المسلمین وامربها ان تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوة فان صدقة الفطر من شعائر الاسلام. فودعوا شهرکم بالزفرات والعبرات السواکب والسلام وقولوا السلام علیک یا شهر رمضان . السلام علیک یا شهر القرآن. السلام علیک یا شهر غفران. السلام علیک یا شهر المغفرة والرضوان. السلام علیک یا شهر الجود و الاحسان. السلام علیک یا شهر التراویح والتسابیح و ختم القرآن. السلام علیک یا شهر الرکوع والسجود السلام علیک یا شهر

الصيام والقيام . السلام عليك يا شهر الزكوٰة والصلوٰة والسلام عليك يا شهر الخيرات والبركات السلام عليك يا شهر اوله رحمة واوسطه مغفرة وآخره نجاة . السلام عليك يا شهر محمد عليه وعلٰى اٰله الصلوٰة والسلام الوداع الواداع يا شهر رمضان. الفراق الفراق يا شهر المحبة والاحسان .الوداع الوداع يا شهر اليتٰمٰى والمسٰكين الفراق الفراق يا شهر المتقين والمشتاقين . الوداع الوداع يا شهر التجارة من الدنيا الى الاخرة. الفراق الفراق يا شهر ليلة القدر والتى هى خير من الف شهر. تنزل الملائكة والروح فيها باذن ربهم من كل امر. سلام انا لله وانا اليه راجعون.

بارك الله لى ولكم فى القرآن العظيم ونفعنى واياكم بالأيات والذكر الحكيم انه تعالى جواد كريم ملك قديم برروف رحيم .

☆☆☆☆☆☆☆

نمازعید کا بیان

عید کا معنی

عید کا ایک معنی ہے۔ خوشی کا دن۔ امام راغب فرماتے ہیں۔ عید وہ ہے جو بار بار عود کرے۔ یعنی لوٹ لوٹ کر بار بار آئے۔ نیز فرمایا عید کا استعمال ہر اس دن کے لئے ہوتا ہے۔ جو خوشی اور مسرت کا دن ہو۔ عید اصل میں عود تھا۔ عین کے کسرہ کی وجہ سے

واؤ کو یاء سے بدل لیا گیا ہے۔ عید کی جمع اعیاد آتی ہے۔ امام ابوبکر عزیزی فرماتے ہیں۔ ہر اجتماع کا دن عید کا دن ہوتا ہے۔

(لغات القرآن جلد ۴ صفحہ ۳۷۶)

عیدین کی ابتداء

جناب رسول اللہ ﷺ جب مدینہ شریف تشریف لائے۔ تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہاں کے لوگوں نے دو دن کھیل تماشا کے لئے مخصوص کئے ہوئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ (یہ کھیل تماشا چھوڑ دو اور) اللہ تعالٰی نے تمہارے لئے ان دنوں کی بجائے۔ دو بہترین دن مقرر فرما دیئے ہیں۔ یعنی عید الفطر اور عید الاضحٰی کے دن

روایت کے الفاظ ہیں۔ قدم النبی ﷺ المدینة ولهم يومان . يلعبون فيهما فقال ماهذا ن اليومان. قالوا كنا نلعب فيهما في الجاهلية. فقال رسول الله ﷺ قد ابدلكم الله بهما خيرا منهما يوم الاضحى و يوم الفطر۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۶۱)

عیدین اور کھانا

جناب رسول اللہ ﷺ جب عید الفطر کی نماز کے لئے تشریف لے جاتے۔ تو پہلے آپ ﷺ کچھ (میٹھی چیز) کھجوریں کھا لیتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ کان رسول الله ﷺ لا یغدوا یوم الفطر حتی یاکل تمرات. وفي رواية . و یا کلهن وترا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۰، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۰۴، ابن ماجہ صفحہ ۱۲۵،

دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۴۵، مستدرک امام حاکم جلد ا صفحہ ۲۹۴،

مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۳۵۲ وغیرہ)

اور جب آپ ﷺ عید الاضحیٰ کے لئے عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے۔ تو جانے سے پہلے کچھ نہ کھاتے تھے۔ بلکہ نماز عید سے فارغ ہو کر کچھ تناول فرماتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ کان النبی ﷺ لایطعم یوم الاضحی حتی یصلی

(ترمذی جلد ا صفحہ ۱۰۴، ابن ماجہ صفحہ ۱۲۵، مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۳۵۲،

دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۴۵، مستدرک امام حاکم جلد ا صفحہ ۲۹۴ وغیرہ)

بہتر یہ ہے کہ عید قربان کے دن قربانی کے گوشت ہی سے کھانے کی ابتدا کی جائے۔ لیکن یہ بات کوئی فرض یا واجب بھی نہیں ہے۔ کہ ایسا نہ کرنے پر کوئی گناہ لازم ہوگا۔

نماز عیدین کے موقع پر راستہ بدلنا

جناب رسول اللہ ﷺ جب عید کی نماز کے لئے عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے۔ تو آتے اور جاتے وقت آپ ﷺ راستہ تبدیل فرمایا کرتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ کان رسول اللہ ﷺ اذا خرج یوم العید فی طریق، رجع فی غیرہ۔

(مستدرک امام حاکم، صحیح ابن حبان، ابن ماجہ، ابوداؤد،

مسند امام احمد، دارمی صفحہ ۲۰۰، ترمذی جلد ا صفحہ ۱۷)

عیدین کے دن غسل کرنا

جناب رسول اللہ ﷺ دونوں عیدوں پر غسل بھی فرمایا کرتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ان رسول اللہ ﷺ کان یغتسل یوم الفطر و یوم النحر و یوم عرفۃ۔

(بخاری، ابن ماجہ صفحہ ۹۳)

عیدین کے دن اچھا لباس پہننا

جناب رسول اللہ ﷺ دونوں عیدوں پر اور جمعہ شریف کو عمدہ لباس پہنتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ان النبی ﷺ کان یلبس بردۃ الاحمر فی العیدین و الجمعۃ۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۹۹، سنن الکبری بیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۸۰، صحیح ابن خزیمہ، مجمع الزوائد جلد ۲ صفحہ ۱۹۸، طبرانی اوسط، مسند ابو یعلی)

نیز جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی طریقہ مبارکہ یہی تھا۔

کان یلبس احسن ثیابہ۔

(سنن الکبری بیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۸۱، فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۹۲، ابن ابی الدنیا)

یعنی آپ عیدین پر اچھا لباس زیب تن فرمایا کرتے تھے۔

نماز عید۔عیدگاہ میں ادا کرنا

جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ یہی ہے۔کہ نماز عید مسجد سے باہر۔کھلے میدان میں ادا کی جائے۔

(زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۴۴۱، تقریباً تمام کتب حدیث نیز ہفت روزہ

(اہلحدیث لاہور۔ ۱۱ مارچ ۱۹۹۲ء صفحہ ۵)

تو جب عیدگاہ میں نماز عید پڑھنا سنت ہے تو پھر (بغیر عذر شرعی) مسجد میں نماز عید پڑھنا بدعت ہوگا۔

عذر شرعی سے مسجد میں نماز عید جائز

جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ بارش کی وجہ سے مسجد میں ہی نماز عید پڑھائی تھی روایت کے الفاظ ہیں۔ انه اصابهم مطرفي يوم عيد. فصلى بهم النبى ﷺ صلوٰة العيد فى المسجد۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۱۹، رواہ ابوداؤد و ابن ماجہ وغیرہ)

عید قربان میں عید الفطر کی نسبت کچھ جلدی کرنا اور امام کا کچھ وعظ و نصیحت کرنا

جناب رسول اللہ ﷺ نے جناب عمرو بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم نامہ لکھ کر بھیجا۔ عجل الاضحى و اخر الفطر وذكر الناس ۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۱۹)

کہ عید قربان ذرا جلدی ادا کر لیا کرو۔ (کیونکہ اس دن قربانیاں بھی کرنی ہوتی ہیں) اور عید الفطر کچھ لیٹ کر لیا کرو۔ اور (دونوں ہی عیدوں کے موقع پر) لوگوں کو کچھ وعظ و نصیحت بھی کیا کرو۔

عیدین کے موقع پر اذان و اقامت نہیں

جناب رسول اللہ ﷺ نماز عید کے لئے نہ اذان کہلواتے تھے۔ اور نہ ہی اقامت۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ عن جابر سمرة قال صليت مع رسول الله ﷺ العيدين غير مرة بغير اذان ولا اقامة۔

(ترمذی جلد اصفحہ ۱۰۲، مسلم جلد اصفحہ ۲۸۹)

نماز عیدین کی رکعات

جناب رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر صرف دو رکعت نماز پڑھاتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

صلوة الاضحى ركعتان. والفطر ركعتان على لسان نبيكم ﷺ ۔

(نسائی جلد اصفحہ ۲۳۲، ابن ماجہ صفحہ ۹۴، شرح معانی الآثار جلد اصفحہ ۲۳۳)

نماز عیدین کے بعد خطبہ

آپ ﷺ عیدین کے موقع پر نماز کے بعد میں دو خطبے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ فبدء بالصلوة قبل الخطبة۔

(مسلم جلد اصفحہ ۲۸۹، ابوداؤد جلد اصفحہ ۱۶۲)

جناب سیدنا ابوبکر صدیق، جناب سیدنا عمر فاروق اور جناب سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی پہلے عید کی نماز پڑھتے تھے۔ پھر خطبہ پڑھتے تھے۔

(بخاری، مسلم)

دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا

روایت کے الفاظ ہیں۔ کان لرسول الله ﷺ خطبتان. یجلس بینهما۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۵۶)

عیدگاہ میں عیدین سے فوراً پہلے یا بعد نفل نہ پڑھنا

جناب رسول اللہ ﷺ عیدگاہ میں نہ نماز عید سے پہلے کوئی نماز پڑھتے تھے۔ اور نہ ہی بعد میں۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ خرج (رسول الله ﷺ) یوم الفطر فصلی رکعتین . لم یصل قبلها ولا بعدها۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۵، مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۹۱، ابن ماجہ صفحہ ۹۲)

تکبیرات عیدین کی تعداد

☆ جناب سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب ابوموسیٰ اشعری اور جناب حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا۔ کیف کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یکبر فی الاضحی والفطر .فقال ابو موسی کان یکبرا ربعا .تکبیرة علی الجنائز .فقال حذیفة صدق۔

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۶۳، سنن الکبری بیہقی جلد ۳ صفحہ ۲۸۹،

مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۴۱۶)

وقال النیموی . اسناده حسن ۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نمازوں میں کتنی تکبیریں کہا کرتے تھے۔ تو جناب ابوموسیٰ فرمانے لگے۔ آپ ﷺ عیدین کی نمازوں میں بھی

چار تکبیریں ہی کہتے تھے۔

(تین تکبیریں زائد اور ایک تکبیر رکوع) اور حضرت حذیفہ نے بھی فرمایا کہ یہ بات سچ ہے۔ واقعی جناب رسول اللہ ﷺ عیدین میں ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ محدث نیموی فرماتے ہیں اس روایت کی سند حسن ہے

☆ جناب رسول اللہ ﷺ کے صحابی بیان فرماتے ہیں۔ کہ صلی بنا النبی صلی الله علیه وسلم یوم عیدین. اربعا و اربعا .ثم اقبل علینا بوجهه حین انصرف. فقال لا تنسوا کتکبیر الجنازة .واشار باصابعه و قبض ابهامه

(شرح معانی الآثار جلد ۲ صفحہ ۱۰۶)

جناب رسول اللہ ﷺ نے عید کی نماز پڑھائی۔ تو آپ ﷺ نے (دونوں رکعتوں میں) چار چار تکبیریں کہیں۔ (تین زائد تکبیریں اور ایک تکبیر رکوع) نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ ہماری متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ یہ بات بھول نہ جانا کہ تکبیرات عیدین بھی جنازے کی تکبیروں کی طرح چار ہی ہیں۔ اور آپ ﷺ نے انگوٹھے کو بند کر کے اور چاروں انگلیوں کو دکھا کر یہ مسئلہ بیان فرمایا۔

☆ مشہور صحابیٔ رسول جناب حذیفہ بن یمان اور جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قاصد نے جناب مکحول (تابعی) کے سامنے بیان کیا کہ (جناب حذیفہ اور جناب ابو موسیٰ اشعری نے اسے بتایا ہے کہ) ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان یکبر فی العیدین اربعا واربعا سوی تکبیرة الافتتاح ۔

(شرح معانی الآثار جلد ۲ صفحہ ۱۰۷)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ عیدین کی نمازوں میں تکبیر تحریمہ کو چھوڑ کر باقی دونوں

رکعتوں میں چار چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔

☆ جناب سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کی نماز کے متعلق پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔

یکبر اربعا ثم یقرأ. ثم یکبر فیرکع فیقوم .فی الثانیة فیقرأ ثم یکبر اربعا بعد القراء ة . وقال النیموی اسناده صحیح۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۲۹۸، مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۲۹۳، طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۳۰۳، محلی ابن حزم جلد ۳ صفحہ ۸۸، نصب الرایہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴)

کہ چار تکبیریں کہو (ایک تکبیر تحریمہ اور پھر تین زائد تکبیریں) پھر قراءت کرو۔ پھر تکبیر کہو اور رکوع کرو۔ (ایک رکعت میں کل پانچ تکبیریں ہوگئیں) پھر جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو۔ تو پہلے قراءت کرو پھر چار تکبیریں کہو۔ (ایک تکبیر رکوع اور تین زائد تکبیریں)

☆ ایسا ہی جناب ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب عبداللہ بن مسعود، جناب حذیفہ بن یمان، جناب ابو مسعود اور جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نماز عید کا طریقہ پوچھا۔ تو جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

یقوم فیکبر اربعا ثم یقرأ... ثم یکبر اربعا ویرکع فی آخرهن. فتلک تسع فی العیدین فما انکره احدمنهم۔

(طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۳۰۲، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۲)

یعنی جب کوئی بندہ عید کی نماز کے لئے کھڑا ہو۔ تو پہلے چار تکبیریں کہے۔ (ایک تکبیر

تحریمہ اور تین زائد تکبیریں) پھر قراءت کرے۔ (اور پھر رکوع اور سجدہ کرکے رکعت مکمل کرے) پھر دوسری رکعت میں چار تکبیریں (تین تکبیرات زائد اور ایک رکوع کی تکبیر) یہ کل نو تکبیریں ہوئیں۔ (ایک تکبیر تحریمہ + ۳ زائد تکبیریں + ایک رکوع کی تکبیر۔ کل پانچ ہوگئیں۔ دوسری رکعت میں تین زائد تکبیریں اور ایک رکوع کی تکبیر۔ کل چار تکبیریں ہوئیں۔ اس طرح دونوں رکعتوں کی کل نو (۹) تکبیریں بیان کی گئیں) جب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بیان فرمایا۔ تو ان صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے کسی نے بھی آپ کی بات کا انکار نہیں کیا۔ (معلوم ہوا کہ ان سب صحابہ کرام کا عقیدہ بھی یہی تھا)

محدث نیموی فرماتے ہیں۔ کہ اس روایت کی سند "حسن" ہے۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۴۹۹)

☆ عم زاد مصطفےٰ۔ جلیل القدر صحابی رسول، مفسر قرآن جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سنت مصطفوی ﷺ کے مطابق خود بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ کان یکبر فی العیدین تسعا. اربعا قبل القراءۃ ثم یرکع. وفی الثانیۃ یقرأ فاذا فرغ کبر اربعا ثم رکع۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۲۹۳، طبرانی کبیر جلد ۹ صفحہ ۳۰۲)

وقال النیموی و اسنادہ صحیح۔

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۴۹۹)

کہ آپ عیدین کی نمازوں میں نو تکبیریں کہا کرتے تھے۔ (پہلی رکعت میں) آپ قراءت سے پہلے چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ (ایک تکبیر تحریمہ اور تین زائد تکبیریں) پھر

پانچویں تکبیر کہتے اور رکوع کرتے تھے۔ پھر دوسری رکعت میں پہلے قراءت کرتے پھر چار تکبیریں کہتے (تین تکبیرات زائدہ اور ایک تکبیر رکوع) اور رکوع کرتے تھے۔ اور محدث نیموی فرماتے ہیں۔ کہ اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔

☆ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت اس طرح ہے۔

کبر فی صلوۃ العید بالبصرۃ تسع تکبیرات۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۲۹۴، مصنف ابن ابی شیبہ، طحاوی جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)

کہ آپ نے بصرہ میں عید کی نماز پڑھائی اور (دونوں رکعتوں میں) نو تکبیریں کہیں۔

☆ نیز مشہور صحابی رسول جناب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طریقہ بھی یہی تھا۔ کہ جب آپ عید کی نماز پڑھاتے تو دونوں رکعتوں میں نو تکبیریں کہا کرتے تھے۔ (پانچ پہلی رکعت میں اور چار دوسری رکعت میں)

وقال الحافظ فی التلخیص اسنادہ صحیح"

(آثار السنن جلد ۲ صفحہ ۵۰۰)

اور شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی بھی فرماتے ہیں کہ ان دونوں روایات کی سندیں بالکل صحیح ہیں۔

☆ مشہور صحابی رسول جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی نماز عید میں ہر رکعت میں چار چار تکبیریں ہی کہا کرتے تھے۔ (سوائے تکبیر تحریمہ کے)

(طحاوی جلد ۲ صفحہ ۱۰۸)

☆ مشہور صحابی رسول جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بصرہ کے حاکم تھے۔ تو آپ بھی وہاں جب عید کی نماز پڑھاتے۔ تو ہر رکعت میں چار تکبیریں ہی کہا

کرتے تھے۔ (تکبیر تحریمہ کے علاوہ)

(ابوداؤد جلد ۱ صفحہ ۱۶۳، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۲۱۶، سنن الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۲۸۹)

☆ مشہور صحابیٔ رسول جناب جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان بھی یہی ہے۔ کہ عیدین کی نمازوں میں نو تکبیریں ہیں۔ (بشمول تکبیر تحریمہ)

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

☆ مشہور صحابیٔ رسول جناب انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فتویٰ بھی۔ اور آپ کا اپنا عمل بھی یہی تھا۔ کہ آپ عیدین کی نمازوں میں نو تکبیریں کہتے تھے۔ پانچ تکبیریں پہلی رکعت میں اور چار تکبیریں دوسری رکعت میں

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۴، شرح معانی الآثار جلد ۲ صفحہ ۱۰۸)

☆ مرادِ رسول جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان مبارک بھی ہے۔ کہ دونوں عیدوں میں دونوں رکعتوں کی تکبیریں نو ہیں۔ ان میں سے پانچ تکبیریں پہلی رکعت میں کہی جائیں گی اور چار تکبیریں دوسری رکعت میں۔

(شرح معانی الآثار جلد ۲ صفحہ ۱۰۸)

☆ تابعی کبیر جناب سعید بن مسیب علیہ الرحمہ (جنہوں نے ۶۲ ہجری میں یزید ملعون کے دور خلافت میں مدینہ منورہ پر حملہ کے دوران واقعہ حرہ میں قبر نبوی ﷺ سے اذان اور اقامت کی آواز سن کر تین دن تک قبر نبوی ﷺ میں نماز ادا فرمائی تھی)۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۵۴۳، داری صفحہ ۲۵ وغیرہ)

کا بھی فرمان ہے کہ عید کی نماز میں نو تکبیریں ہوتی ہیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

☆ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگرد (تابعین کرام) بھی عید کی نماز میں نو تکبیریں ہی کہا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

☆ مشہور تابعی جناب مسروق علیہ الرحمہ کا بھی فرمان ہے۔ کہ دونوں عیدوں میں ۹۔ ۹ تکبیریں ہوتی ہیں۔ پانچ پہلی رکعت میں اور چار دوسری رکعت میں۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۲۱۴، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

☆ مشہور تابعی جناب حسن بصری علیہ الرحمہ بھی نماز عید میں نو تکبیریں کہا کرتے تھے

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

☆ مشہور تابعی جناب محمد بن سیرین علیہ الرحمہ بھی عید کی نماز میں نو تکبیریں ہی کہا کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۵)

☆ مشہور تابعی جناب اسود بن یزید علیہ الرحمہ بھی عید کی نماز میں نو تکبیریں ہی کہا کرتے تھے۔ (پانچ پہلی رکعت میں اور چار دوسری رکعت میں)۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۴)

الغرض۔ جناب رسول اللہ ﷺ کے فرمان مقدس، آپ ﷺ کے عمل شریف، صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقوال و افعال اور تابعین عظام علیہم الرحمہ کے اقوال و افعال سے یہ بات اظہر من الشمس ہوگئی۔ کہ نماز عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں نو تکبیریں ہی قرون ثلاثہ میں ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔ اور آج بھی ان اکابرین اسلام کی پیروی میں اسی طریقہ پر ہی ہوگا اور اس کے خلاف جو کچھ ہے وہ ضعیف اور نا قابل حجت ہے

زائد تکبیرات میں رفع یدین

عیدین کی تکبیرات زائدہ پر رفع یدین بھی کیا جائے گا۔ جیسا کہ جلیل القدر تابعی، محدث کبیر۔ جناب ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ سات مقامات پر رفع یدین کرنا چاہیے۔ ان میں سے ایک مقام آپ نے عیدین کی تکبیرات (زائدہ) کا بیان فرمایا ہے۔

(شرح معانی الآثار جلد ۲ صفحہ ۱۷۸، کتاب الحجہ جلد ۱ صفحہ ۳۰۰)

نیز جلیل القدر تابعی فقیہ۔ جناب عطاء بن ابی رباح علیہ الرحمہ کا فتوی بھی یہی ہے۔ کہ نماز عید میں زائد تکبیروں پر تکبیریں کہتے ہوئے ساتھ رفع یدین بھی کرنا چاہیے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۲۹۷)

تکبیرات تشریق

جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سے بیان گیا ہے۔ کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرفہ (۹ ذوالحجہ) کی فجر کی نماز سے شروع کر کے ایام تشریق کے آخری دن (تیرہ ذوالحجہ) کی عصر کی نماز تک تکبیرات تشریق کہا کرتے تھے۔

(یہ تکبیرات ہر نماز کے بعد کم از کم تین مرتبہ پڑھی جائیں۔ یعنی الله اكبر الله اكبر. لا اله الا الله و الله اكبر . الله اكبر و لله الحمد)

روایت کے الفاظ ہیں۔ عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه كان يكبر من صلوٰة الفجر من يوم عرفة الى صلوٰة العصر من آخر ايام التشريق ۔

(کتاب الآثار امام محمد شیبانی صفحہ ۴۲)

خطبہ عید الفطر

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریک فی الملک ولم یکن له ولی من الذل و کبره تکبیرا . الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد له ملک السماوات والارض ولم یتخذ ولدا ولم یکن له شریک فی الملک وخلق کل شیء فقدره تقدیرا. الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد . تبارک الذی جعل فی السمآء بروجا و جعل فیها سراجا وقمرا منیرا. الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبرالله اکبر ولله الحمد . الملک یومئذ ن الحق للرحمان و کان یوما علی الکفرین عسیرا. الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله و الله اکبر الله اکبر ولله الحمد . سبحانه و تعالٰی عما یقولون علوا کبیرا. الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد تسبح له السماوت السبع والارض ومن فیهن وان من شیء الا یسبح بحمده ولکن لا تفقهون تسبیحهم انه کان حلیما غفورا. الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد . هو الذی یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر انه کان بعباده خبیرا بصیرا . الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد اشهد ان لا اله الا الله وحده لا

شریک لہ شہادۃ صادقۃ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم کثیرا کثیرا ۔ ایہا المسلمون اعلموا ان ہذا یومکم یوم عظیم ویوم سعید یوم العید و یوم الوعید عید للابرار ووعید للفجار یوم الفرحۃ ویوم الفرحۃ فرحۃ لمن مضٰی عنہ رمضان بالفرحۃ و فرحۃ لمن مضٰی عنہ بالفرحۃ فطوبیٰ لمن تاب الیہ من السیآت وطاب لہ الخیرات وقال اللہ تعالیٰ من تاب و آمن وعمل صالحا فاولئک یبدل اللہ سیآتہم حسنات وکان اللہ غفور رحیما ۔راح عنا الرمضان شہر الصیام والقیام ۔ قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام من صام رمضان ایمانا واحتسابا غفرلہ ما تقدم من ذنبہ ۔ وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام من صام رمضان ثم اتبعہ ستا من شوال کان کصیام الدھر و فرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زکوٰۃ الفطر طہرۃ للصیام من اللغو والرفث وطعمۃ للمساکین فمن اداہا قبل الصلوٰۃ فہی زکوٰۃ مقبولۃ ومن اداہا بعد الصلوٰۃ فہی صدقۃ من الصدقات ۔ وعن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اذا کان یوم العید خالف الطریق اعملوا عباد اللہ کما علمکم اللہ وسیلۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واشکروا اللہ الذی جعل ہذا الیوم عید اللمسلمین ۔ ولکن لیس العید لمن لبس ثیاب الفاخرۃ بل العید لمن اراد ثواب الآخرۃ لیس العید لمن اکل النعیم بل العید لمن اتی اللہ بقلب سلیم۔ ان الابرار لفی نعیم وان

الـفـجار لفي حجيم . ليـس العيد لمن ينفق لغير الله بل العيد لمن ينفق فـي سبيـل الـلـه ليس العيد لمن بخل واستغنٰى وكذب بالحسـنٰى . بل العيـدلمن اعطٰى واتقٰى و صدق بالحسـنٰى . فاما من طغٰى وآثر الحيٰوة الدنيا . فان الجحيم هي المأوٰى . واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوٰى. فان الجنة هي المأوٰى. واتقوا النار التي اعدت للكافرين . واطيعوا الله والرسول لعلكم ترحمون . وسارعوا الٰى مغفرة من ربكم وجنة عرضها السماوات والارض اعدت للمتقين . الذين ينفقون في السـرآء والـضـرآء والكاظمين الغيظ والعافين عن الناس والله يحب الـمـحسـنيـن . والـذيـن اذا فـعـلوا فاحشة اوظلموا انفسهم ذكر الله فـاستـغـفـروا لـذنـوبهم ومن يغفر الذنوب الا الله . ولم يصروا علٰى ما فـعلوا وهم يعلمون . اولٰئک جزاء هم مغفرة من ربهم وجنات تجری مـن تـحتهـا الانهار خالدين فيها ونعم اجر العالمين . وصلى الله تعالٰى عـلـى حبيبـه مـحـمد وآله واصـحابه اجمعين . وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين .

خطبہ عید الاضحیٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

يـسـبـح لـلـه مـا فـے الـسـموت وما فى الارض الملک القدوس العزيز الـحكيم . هو الاول والاخروالظاهر والباطن وهو بكل شيئ عليم. الله

اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد ۔ هو الله الذی لا اله الا هو عالم الغیب والشهادة هو الرحمٰن الرحیم. هو الله لا اله الا هو رب العرش العظیم. الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر والله الحمد هو الذی یصور کم فی الارحام کیف یشآ ء لا اله الاهو العزیز الحکیم ۔ له مقالید السماوات والارض یبسط الرزق لمن یشآء ویقدر انه بکل شیئ علیم. الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد وهو الذی یبدو ٔ الخلق ثم یعیده وهو اهون علیه وله المثل الا علیٰ فی السماوات والارض وهو العزیز الحکیم ۔ وان تعدو انعمة الله لا تحصوها ان الله لغفور رحیم. الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد وهو الذی فی السمآء اله وفی الارض اله وهو الحکیم العلیم و الله یعلم ما فی السماوات وما فی الارض والله بکل شیئ علیم ۔ الله اکبر الله اکبر لا اله الله والله اکبر الله اکبر والله الحمد. هو الذی ینزل علیٰ عبده ایات بینات لیخرجکم من الظلمٰت الی النور وان الله بکم لرء وف رحیم ۔ الله اکبر الله اکبر لا اله الا الله والله اکبر الله اکبر ولله الحمد فلله الحمد رب السموات و ورب الارض رب العٰلمین وله الکبریآء فی السماوات والارض وهو العزیز الحکیم. واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شریک له واشهد ان محمدا عبده ورسوله بالمؤمنین رء وف الرحیم ۔ اللهم صل وسلم علیٰ سیدنا و

مولانا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما صلیت و سلمت علی ابراهیم وعلی آل ابراهیم . ایها الناس اعلموا ان یومکم هذا یوم عظیم . یوم فیه امتحن الله خلیله ابراهیم بذبح ولده اسمعیل ذبیح الله الکریم. کما قال الله تعالی فی القرآن العظیم. فلما بلغ معه السعی قال یابنی انی اری فی المنام انی اذبحک فا نظر ما ذاتری قال یاابت افعل ما تو ٔمر ستجدنی ان شآء الله من الصابرین فلما اسلما وتله للجبین .ونادیناه ان یآابراهیم. قد صدقت الرؤیا انا کذالک نجزی المحسنین . ان هذا الهو البلاء المبین وفدیناه بذبح عظیم . فسبحان من جعل الذبح سنة من بعده علی المسلمین الی یوم الدین وامر بنبیه خاتم النبیین فصل لربک وانحر وقال النبی علیه الصلوة والسلام بکلام الله العزیز العلام. ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی لله رب العلمین . لا شریک له وبذالک امرت و انا اول المسلمین . فاقیموا عباد الله سنة ابراهیم خلیل الله وسنة محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم وتقربوا عبادالله فی هذا الیوم بضحایاکم فانها مطایاکم قال النبی صلی الله علیه وسلم من کان له سعة ولم یضح فلا یقربن مصلانا و قال اذبحوا ضحایاکم بعد صلوة العید و من ذبح قبل الصلوٰة فلیذبح شاة مکانها . وعنه قال نحرنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم عام الحدیبیة البدنة عن سبعة و البقرة عن سبعة ان اقسم لحومها وجلودها وجلالها علی المساکین ولا

اعطى فى جزرائها منها شيأ فاعتبروا يآ اولو الالباب . فكلوا منها و تصدقوا على المساكين والفقرآء فيا عباد الله رحمكم الله عظموا شعائر الله وادوا الفرائض والحقوق واتقو الله ان كنتم مؤمنين. يا يها الذين امنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون .

بارک الله لى ولكم فى القرآن العظيم ونفعنى واياكم بالأيات والذكر الحكيم انه تعالىٰ جواد كريم ملک قديم بررؤوف رحيم .

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

نمازجنازہ کا بیان

بیماری سے گناہ معاف ہوتے ہیں

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ يصيب المسلم من نصب ولا وصب ولا هم ولا حزن ولا اذى ولا غم حتى الشوكة يشا كها الا كفر الله بها من خطاياه ۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۲۶، رواہ البخاری والمسلم)

یعنی کوئی بندۂ مومن جب کسی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کو کانٹا ہی چبھ جائے۔ تو بھی اللہ تعالیٰ اس تکلیف کے بدلے میں اس بندۂ مومن کے گناہ معاف فرماتے ہیں۔

بیماری میں بھی ثواب۔ تندرستی جیسا

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یکتب للعبد من الاجر اذا مرض ماکان یکتب له قبل ان یمرض . فمنعه منه المرض ۔

(مشکوۃ صفحہ ۱۴۰)

یعنی بندہ مومن کو بیماری میں بھی ان اعمال کا ثواب متواتر ملتا رہتا ہے۔ جو اعمال اب وہ بیماری کی وجہ سے نہیں کر سکتا۔ اور تندرستی میں وہ نیک عمل کیا کرتا تھا۔

ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کے حقوق

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ حق المسلم علی المسلم خمس . ردالسلام وعیادۃ المریض واتباع الجنائز و اجابة الدعوة وتشميت العاطس۔

(مشکوۃ صفحہ ۱۲۵، رواہ البخاری والمسلم وفی روایۃ لمسلم حق المسلم علی المسلم ست)

کہ ہر مومن کے ذمہ دوسرے مومن کے پانچ حقوق ہیں۔ (مسلم کی روایت کے مطابق چھ حقوق ہیں)۔ 1۔ اس کے سلام کا جواب دینا، 2۔ اس کی بیماری میں اس کی عیادت کرنا، 3۔ اور اس کی وفات کے بعد اس کا جنازہ پڑھنا، 4۔ اور اس کی دعوت کو (اگر غیر شرعی نہ ہو تو) قبول کرنا، 5۔ اور اس کے چھینکنے پر، اس کے الحمد لله" کہنے پر، اس کو یرحکم اللہ۔ کہنا۔

بیمار مسلمان کی عیادت کا ثواب

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مامن مسلم یعود مسلما غدوة الاصلی علیہ سبعون الف ملک حتی یمسی . وان عادہ عشیة الاصلی علیہ سبعون الف ملک حتی یصبح . وکان لہ خریف فی الجنة ۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۷، رواہ الترمذی وابوداؤد)

کہ اگر کوئی بندۂ مومن صبح کو کسی بیمار مسلمان کی بیمار پرسی کرتا ہے۔ تو ستر ہزار فرشتے شام تک اللہ تعالیٰ کے حضور اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور اگر کوئی مسلمان کسی بیمار مسلمان کی شام کو عیادت کرتا ہے۔ تو ستر ہزار فرشتے صبح تک اس کے لئے دعا کرتے رہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس مومن کو جنت کا ایک باغ بھی عطا فرمائے گا۔

عیادت کرنے پر مریض کا الحمد للہ کہنا

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ جب میں اپنے کسی بندے کو کسی تکلیف میں مبتلا کرتا ہوں۔ اور وہ پھر بھی میری تعریف کرتا ہے۔ تو میں اس کو گناہوں سے اس طرح پاک اور صاف کر دیتا ہوں۔ جیسا کہ آج ہی اس کو اس کی ماں نے جنا ہو۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ عزوجل یقول اذا انا ابتلیت عبدا من عبادی مؤمنا فحمد نی علی ما ابتلیتہ فانہ یقوم من مضجعہ ذالک کیوم ولدتہ امہ من الخطایا ۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۰، رواہ احمد)

مریض کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھیں

جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔من السنة تخفيف الجلوس وقلة الصخب في العيادة عند المريض ۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۴۰، رواہ رزین)

اچھا طریقہ یہ ہے کہ عیادت کرنے والا شخص ۔نہ مریض کے پاس زیادہ دیر بیٹھے (کہ وہ اس کی وجہ سے بے آرام ہو) اور نہ ہی اس کے پاس بیٹھ کر زیادہ باتیں کرے۔

عیادت کرنے والا مقرب الٰہی

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ان الله تعالىٰ يقول يوم القيامة يا ابن آدم مرضت فلم تعدني قال يا رب كيف اعودك و انت رب العالمين قال اما علمت ان عبدي فلانا مرض ؟فلم تعده اما علمت انك لو عدته لوجدتني عنده ۔

(مشکوٰۃ ۱۲۵، رواہ مسلم)

اللہ تعالیٰ قیامت کو ایک بندے سے فرمائیں گے ۔اے آدم کے بیٹے ۔میں بیمار ہوا تھا تو تو نے میری عیادت نہیں کی تھی ۔ وہ بندہ عرض کرے گا ۔یا اللہ ۔میں تیری عیادت کیونکر کرتا ۔ جب کہ تو تو خود رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ۔اے میرے بندے ۔میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا ۔تو تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی ۔ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا ۔(یعنی تجھے میرا فضل اور میرا قرب حاصل ہوتا)

جان، مال اور اولاد کی ابتلا پر درجات کی بلندی

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ مومن کے لئے اپنی بارگاہ میں کسی بلند مرتبے کا فیصلہ فرما لیتے ہیں۔ اور وہ بندہ فی الحال اپنے اعمال کے ساتھ وہاں تک نہیں پہنچ پاتا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے جسم یا اس کے مال یا اس کی اولاد کے ذریعہ سے اسے کسی ابتلا میں ڈال دیتا ہے۔ (بندہ حسب مرتبہ ایک یا دو یا تینوں آزمائشوں میں بھی بیک وقت ڈالا جا سکتا ہے) پھر جب وہ راضی برضاء الٰہی رہتے ہوئے ان مصیبتوں پر صبر کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کے لئے تجویز کیا ہوا مرتبہ اسے عطا فرما دیتا ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ ان العبد اذا اسبقت لہ من اللہ منزلۃ لم یبلغھا بعملہ. ابتلاہ اللہ فی جسدہ اوفی مالہ اوفی ولدہ. ثم صبرہ علی ذالک. حتی یبلغہ المنزلۃ التی سبقت لہ من اللہ تعالیٰ۔

(مشکوٰۃ صفحہ ۱۳۹، رواہ ابوداؤد و احمد)

بیمار سے اپنے لئے دعا کروائیں

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب تم کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاؤ۔ تو اس سے اپنے لئے دعا کروایا کرو۔ کیونکہ بیمار آدمی کی دعا فرشتوں کی طرح (مقبول) ہوتی ہے۔ کیونکہ بیماری کے سبب اس کے کافی گناہ معاف اور کتنے درجات بلند ہو چکے ہوتے ہیں۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

اذا دخلت علی مریض فمرہ یدعو لک فان دعاءہ کدعاء الملائکۃ

(مشکوۃ صفحہ ۱۳۰، رواہ ابن ماجہ)

جس کا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جس مومن کا آخری کلام لا الہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) ہوا۔ (یعنی اس کو مرتے وقت کلمہ نصیب ہوگیا) وہ جنتی ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ من کان آخر کلامه لا اله الا الله دخل الجنة۔

(ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۸۸، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۶۱، مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۵۱)

لہٰذا جب آدمی کا آخری وقت محسوس ہو رہا ہو۔ تو اس کے پاس دنیاوی بات چیت نہیں کرنی چاہیے۔ کہ خدانخواستہ اس کا آخری کلام دنیاوی باتیں نہ بن جائیں۔ بلکہ اس کے پاس کلمہ شریف، درود شریف، تلاوت قرآن پاک اور ذکر اذکار کرنا چاہیے تا کہ اس کی توجہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ اور ذکر خدا کی طرف ہی مبذول رہے۔ اور اس کا آخری کلام ذکر خداوندی ہو۔ نیز ذکر خداوندی کی برکت سے اس کی نزع کی تکلیف میں بھی آسانی ہوگی۔ مولا کریم ہر مومن کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین۔

چند احکام میت

جب بندہ مومن کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔ تو اس کی آنکھیں بند کر دینی چاہییں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ جناب ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عیادت کو تشریف لائے۔ جب کہ وہ انتقال فرما چکے تھے۔ اور ان کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھی۔ فاغمضه رسول الله ﷺ۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھیں بند فرما دیں۔

(مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۳۰۰)

اور اس کا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر دینا چاہیے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ تو آپ ﷺ کے ایک صحابی حضرت براء بن معرور کے بارہ میں عرض کی گئی۔ کہ انہوں نے انتقال سے پہلے وصیت کی تھی۔ کہ میرے مرنے کے بعد میرا چہرہ قبلہ کی طرف کر دینا۔ اور میرے مال کا تیسرا حصہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا جائے۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس نے شریعت کے مطابق وصیت کی۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ توفی و اوصی بثلاثة لک یا رسول اللہ . و اوصی ان یوجه الی القبلة لما احتضر فقال رسول اللہ ﷺ اصاب الفطرة۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۳ صفحہ ۳۸۴، مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۳۵۲ وقال حدیث صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۳۹)

اور میت کے پاس اچھی بات ہی کرنی چاہیے۔ کیونکہ وہاں اللہ کے موجود فرشتے آمین کہتے ہیں۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ قال رسول اللہ ﷺ لاتدعوا علی انفسکم الا بخیر فان الملائکة یؤمنون علی ماتقولون۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۰)

میت کی نیک گواہی دینی چاہیے۔ اس کی خوبیاں بیان کرنی چاہئیں۔ اور اس کی برائیاں (اگر وہ مومن ہے تو) بیان نہیں کرنی چاہئیں۔ کیونکہ ایمان والوں کی گواہی لکھی جاتی ہے۔

آپ ﷺ کا فرمان عالیشان ہے۔ انتم شهداء الله في الارض ۔

(بخاری مسلم)

غسل سے پہلے دعا

میت کے غسل، کفن اور نماز جنازہ سے پہلے بھی اس کے لئے خدا کے حضور دعا کرنا۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موت کے فوراً بعد ان کے پاس کھڑے ہو کر ان کے لیے دعا فرمائی۔ اللهم اغفر لابي سلمة وارفع درجته في المهديين واخلفه في عقبه في الغابرين واغفرلنا وله يا رب العالمين وافسح له في قبره و نورله فيه۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۰)

اور صحابہ کرام کی بھی یہی سنت ہے۔ جیسا کہ احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔

متبرک کفن پہنانا

پھر میت کو تین مرتبہ غسل دیں۔ اور آخری غسل کافور ملے پانی سے ہو۔ اور غسل میت کے پانی میں بیری کے پتے ڈال کر کاڑھ لینا چاہیے۔ (یہ بہترین انٹی سپٹک ہے) اور اگر ہو سکے تو کسی متبرک کپڑے کا کفن بنانا چاہیے۔ چاہے کسی بندہ مومن کامل کا استعمال شدہ کپڑا ہی ہو۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۶۷، مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۴، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۹۲، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۶۶، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۶، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۹۳)

کیفیت کفن

کفن اچھا ہونا چاہیے۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۳۰۶، ترمذی جلد ا صفحہ ۱۹۴، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۷)

اور کفن سفید کپڑے کا ہونا چاہیے۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۱۹۳، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۰۶، ابن ماجہ صفحہ ۲۴۷، مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۲۴۷، نسائی جلد ا صفحہ ۲۶۸، مستدرک امام حاکم جلد ا صفحہ ۳۵۴)

مرد کا کفن تین کپڑوں پر مشتمل ہونا چاہیے۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۱۶۹، ۱۸۶، مسلم جلد ا صفحہ ۳۰۵، ۳۰۶، ترمذی جلد ا صفحہ ۱۹۵، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۹۳، نسائی جلد ا صفحہ ۲۶۸، ابن ماجہ صفحہ ۱۰۷، مسند امام احمد جلد ۶ صفحہ ۱۶۵)

مرد کے کفن میں قمیص اور عمامہ نہیں ہونا چاہیے۔

(مشکوۃ صفحہ ۱۳۵، رواہ البخاری و مسلم)

اور عورت کے کفن میں پانچ کپڑے استعمال کیے جائیں۔

(ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۹۴)

جنازہ لے کر چلنا

جنازہ میں بلا عذر شرعی دیر نہیں کرنی چاہیے۔ اور جب جنازہ لے کر چلیں تو ہر حالت میں میت کا سر آگے رہنا چاہیے۔ (فتاوی عالمگیری)

پہلے اٹھانے والا اپنے دائیں کندھے پر میت کا دایاں کندھا رکھے۔ اور کم از کم دس قدم چلے۔ پھر اسی طرح پچھلے پائے کو اٹھا کر کم از کم ۱۰ قدم چلے۔ پھر میت کا بایاں کندھا اپنے بائیں کندھے پر رکھے اور کم از کم ۱۰ قدم چلے۔ پھر اسی طرح بائیں طرف کا پچھلا پایا اٹھا کر ۱۰ قدم چلے اور پھر چار پای چھوڑ دے۔ دوبارہ بھی اسی طرح کندھا دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔

(شرح نقایہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۷، کبیری صفحہ ۵۹۲، درمختار جلد ۱ صفحہ ۱۲۲)

اور چاہیے کہ تمام لوگ جنازے کے پیچھے پیچھے چلیں۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۴۵، ۴۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۸۲، شرح معانی الآثار جلد ۱ صفحہ ۳۲۵ وغیرہ)

اور جو شخص چار پائی کو کندھا دے۔ چاہیے کہ وہ ایک طرف سے شروع ہو کر پھر پائے تبدیل کرتا ہوا تمام پائیوں کو کندھا دے کر چھوڑ دے۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۰۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۲)

مسجد میں نماز جنازہ

جنابِ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو (بغیر عذر شرعی کے) مسجد میں نماز جنازہ پڑھے گا۔ اسے جنازہ پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

(ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۹۸، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۶۴، مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۲۷، ابن ماجہ صفحہ ۱۱۰ وغیرہ)

نماز جنازہ کا ثواب

جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جو شخص جنازہ میں حاضر ہوا اور نماز جنازہ پڑھ کر چلا آیا۔ اس کو ایک قیراط ثواب ملے گا۔ اور جو دفن تک وہاں موجود رہا۔ اس کو دو قیراط ثواب ملے گا۔ اور قیراط ایک بہت بڑے پہاڑ کے برابر ہوگا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۷۷، مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۷ وغیرہ)

نماز جنازہ پڑھنے والوں سے میت کو فائدہ

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس مسلمان میت کے جنازہ پر سو مسلمان نماز جنازہ پڑھ دیں۔ اور خدا کے حضور اس کی شفاعت کریں۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کو قبول فرماتا ہے۔ (اور اس بندہ مومن کو بخش دیتا ہے)۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۷)

ایک اور حدیث شریف میں چالیس آدمیوں کے نماز جنازہ پڑھنے پر۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میت کی بخشش کا بھی ذکر ہے۔

(مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۸، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۹۶، مسند امام احمد جلد ۱ صفحہ ۲۷۷)

نماز جنازہ کی چار تکبیریں

جناب رسول اللہ ﷺ نے نجاشی بادشاہ کا جنازہ پڑھایا۔ (نجاشی کی میت حضور ﷺ کے سامنے کردی گئی تھی۔ لہٰذا اس سے غائبانہ نماز جنازہ کا ثبوت نہیں لیا جا سکتا) تو آپ ﷺ نے اس میں چار تکبیریں کہیں۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۶۷، ۱۷۸، مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۰۹، ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۹۸، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۱۰۱، نسائی جلد ۱ صفحہ ۲۸۰، ابن ماجہ

صفحہ ۱۱۱، مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۵۲۹ وغیرہ)

اسی طرح تقریباً تمام کتب احادیث میں اس کے دلائل موجود ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم، تابعین عظام علیہم الرحمتہ والرضوان۔ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہی کہا کرتے تھے۔

ہاں بعض دفعہ بعض خواص کے لئے اس سے زیادہ تکبیریں بھی کہی گئیں۔ لیکن آج ہمارے لئے طریقہ وہ ہوگا۔ جو جناب رسول اللہ ﷺ کا آخری قول یا فعل ہو۔

جس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اتفاق کرلیا تھا۔ جیسا کہ بہت سے دیگر شرعی مسئلوں میں بھی جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اجماع صحابہ منعقد ہوا۔ اور آج تک ان پر ہی عمل ہو رہا ہے۔ ایسے ہی اس مسئلہ کے متعلق بھی مذکور ہے۔

امام محمد نقل فرماتے ہیں کہ نماز جنازہ میں کم وبیش تکبیریں کہی جاتی رہیں۔ حتی کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا انتقال شریف ہوگیا۔ پھر جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت بھی اسی طرح گزر گیا۔ پھر جب جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت آیا تو آپ نے فرمایا۔ انکم معشر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم متی ماتخلفون یختلف من بعد کم .... فاجمعوا علی شیئ یجتمع بہ علیہ من بعد کم فاجمع رأی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ینظروا آخر جنازۃ کبر علیھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین قبض . فیأخذون بہ فیرفضون بہ ماسوی ذالک . فنظروا فوجدوا آخر جنازۃ کبر علیھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعا۔

(کتاب الآثار صفحہ ۶۰)

اے گروہ صحابہ۔ جب کسی مسئلہ میں تم متفق نہ ہو سکے تو بعد والے لوگ کیسے متفق ہوں گے۔ آؤ اور اس مسئلہ میں کسی مسئلہ پر اتفاق کرلو۔ تا کہ تمہارے بعد والے بھی اس بات پر اتفاق کر سکیں۔ بالآخر صحابہ کرام نے فیصلہ کیا کہ یاد کرو کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے سب سے آخری جنازہ کون سا پڑھایا تھا۔ اور اس میں آپ نے کتنی تکبیریں کہی تھیں۔ جب صحابہ کرام علیہم الرضوان نے غور وفکر کیا تو معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جو آخری نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

اس میں آپ ﷺ نے چار تکبیریں کہی تھیں۔ (چنانچہ حضور ﷺ کے اس آخری فعل کے مطابق تمام صحابہ کرام نے اس بات پر اتفاق کرلیا کہ آئندہ نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہی کہی جائیں گی۔

لہٰذا بخاری شریف کی حدیث کہ ''جناب رسول اللہ ﷺ کے آخری قول وفعل پر عمل کیا جائے گا'' کے مطابق اور صحابہ کرام کے اجماع اور ما انا علیہ و اصحابی پر عمل پیرا ہوتے ہوئے۔ آج نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہی کہی جائیں گی۔ بلکہ ''اہلسنّت و جماعت'' وہی ہے جو حضور ﷺ کے آخری فعل اور اجماع صحابہ کے مطابق آج جنازہ پر چار تکبیریں ہی کہے۔ اور جو جان بوجھ کر اس کا خلاف کرے گا۔ اس نے حضور ﷺ کے آخری فعل اور اجماع صحابہ کا خلاف کیا۔ فافھموا و اعتبروا۔

نماز جنازہ میں رفع یدین نہیں

باقی فرض نمازوں کی طرح نماز جنازہ میں بھی صرف پہلی تکبیر پر رفع یدین کیا جائے گا۔ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کیا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

☆ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبر علی الجنازۃ فرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ووضع الیمنی علی الیسری۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۲۰۶، دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۷۵، بیہقی جلد ۴ ص ۳۸)

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب جنازہ کی نماز پڑھاتے۔ تو آپ ﷺ صرف پہلی تکبیر پر رفع یدین فرماتے۔ پھر اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ لیتے تھے (یعنی دوبارہ رفع یدین نہ فرماتے تھے)

☆ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان فرماتے تھے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یرفع یدیہ علی الجنازۃ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود۔

(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۷۵)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر پر رفع یدین فرماتے تھے۔ پھر دوبارہ کسی تکبیر پر رفع یدین نہیں فرماتے تھے۔

☆ تابعی کبیر جناب ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ کا طریقہ بھی یہی تھا۔ اذا صلی علی جنازۃ رفع یدیہ فکبر ثم لا یرفع یدیہ فیما بقی و کان یکبرا ربعا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۶)

کہ جب آپ نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ تو پہلی تکبیر پر ہی رفع یدین کرتے تھے۔ پھر کسی بھی تکبیر پر رفع یدین نہ فرماتے تھے۔ اور آپ جنازہ پر چار تکبیریں ہی کہتے تھے۔

☆ جلیل القدر تابعی جناب حسن بن عبید اللہ علیہ الرحمہ کا طریقہ بھی یہی تھا۔

انہ کان یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ علی الجنازۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۷)

یعنی آپ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر پر ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

☆ محدث مدینہ جناب امام مالک (متوفی ۱۷۹ھ) علیہ الرحمۃ کا فتوی بھی یہی ہے

وکان مالک لایری رفع الیدین فی الصلوۃ علی الجنازۃ الا فی تکبیرۃ

(المدونۃ الکبری جلد ا صفحہ ۱۷۶)

یعنی جناب امام مالک علیہ الرحمہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ باقی تکبیروں پر رفع یدین کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

☆ علامہ ابن حزم رقمطراز ہیں۔ولا ترفع الیدان فی الصلوۃ علی الجنازۃ الا فی اول تکبیرۃ فقط لانہ لم یات برفع الایدی فیما عدانص وردی مثل قولنا ھذا عن ابن مسعود و ابن عباس۔

(محلی ابن حزم جلد ۳ صفحہ ۱۸۱)

کہ نماز جنازہ میں سوائے پہلی تکبیر کے کہیں بھی رفع یدین نہ کیا جائے۔کیونکہ باقی تکبیروں پر رفع یدین کے متعلق کوئی نص (حدیث صحیح، صریح، مرفوع، غیر مجروح) نہیں ہے۔اور جناب عبداللہ بن مسعود اور جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی ایسا ہی مروی ہے۔کہ وہ بھی نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر پر ہی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

☆ امام الوہابیہ قاضی شوکانی نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے۔لکھتے ہیں۔

والحاصل انہ لم یثبت فی غیر التکبیرۃ الاولی شیئ یصلح للاحتجاج بہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و افعال الصحابۃ واقوالھم لا حجۃ

فيها فينبغي ان يقتصر على الرفع عند تكبيرة الاحرام۔

(نیل الاوطار)

یعنی ۔ القصہ مختصر یہ کہ نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین کے بارے میں جناب رسول اللہ ﷺ سے کوئی ایسی صحیح بات ثابت نہیں ہے جو دلیل بننے کے قابل ہو۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ نماز جنازہ میں صرف پہلی تکبیر پر ہی رفع یدین کیا جائے۔ (اور بعد میں کسی تکبیر پر رفع یدین نہ کیا جائے)

یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امام الوہابیہ کو بھی ایسی کوئی صحیح دلیل نہیں مل سکی۔ جس کی بنا پر نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے علاوہ باقی تکبیروں پر بھی رفع یدین کیا جا سکے۔ فھو المطلوب۔

نماز جنازہ میں قراءت نہیں

☆ مشہور صحابیٔ رسول جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا طریقہ دوسری صدی ہجری کے مفتیٔ اعظم مدینہ شریف جناب امام مالک علیہ الرحمۃ بیان فرماتے ہیں۔ **ان عبدالله بن عمر كان لايقرا في الصلوة على الجنازة۔**

(مؤطا امام مالک صفحہ ۷۹)

یعنی آپ رضی اللہ عنہ نماز جنازہ میں قراءت نہیں فرمایا کرتے تھے۔

☆ مشہور صحابیٔ رسول جناب عبدالرحمان بن عوف (جن کے پیچھے حضور ﷺ نے بھی ایک نماز پڑھی تھی)۔

(مسلم، ترمذی وغیرہ)

اور جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فتویٰ بھی یہی ہے۔

قالا لیس فیہ قراءۃ شیء من القرآن۔

(بدائع الصنائع جلد ا صفحہ ۳۱۳)

کہ نماز جنازہ میں قرآن مجید میں سے کچھ بھی قراءت نہیں کی جائے گی۔

☆ معروف صحابیٔ رسول جناب فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا۔

ھل یقرأ علی المیت شیء قال لا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

کہ کیا نماز جنازہ میں بھی قراءت کی جاتی ہے آپ نے فرمایا نہیں۔ نماز جنازہ میں قراءت نہیں کی جائے گی۔

☆ معروف صحابیٔ رسول جناب فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا۔

ھل یقرأ علی المیت شیء۔ قال لا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

کہ کیا نماز جنازہ میں بھی قراءت کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ نماز جنازہ میں قراءت نہیں کی جائے گی۔

☆ ابن وہب بیان فرماتے ہیں **(صحابہ کرام میں سے)** کہ جناب سیدنا عمر فاروق، جناب سیدنا علی المرتضیٰ، جناب سیدنا عبداللہ بن عمر، جناب سیدنا عبیدہ بن فضالہ، جناب سیدنا ابوہریرہ، جناب سیدنا جابر بن عبداللہ، جناب سیدنا واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم **(اور تابعین کرام میں سے)** جناب قاسم بن محمد، جناب سالم بن عبداللہ، جناب سعید بن مسیّب، جناب عطا بن ابی رباح اور جناب یحییٰ بن سعید رحمھم

اللہ۔ نماز جنازہ میں قراءت نہیں کیا کرتے تھے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

لم یکونوا یقرئوون فی الصلوٰة علی الجنازة۔

(المدونۃ الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۷۴)

☆ جناب امام مالک علیہ الرحمہ مفتی اعظم مدینہ منورہ فرماتے ہیں۔ لیس ذالک بمعمول بہ انما ھو الدعاء ادرکت اھل بلادنا علی ذالک۔

(المدونۃ الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۷۴)

نماز جنازہ میں قراءت (سورۃ فاتحہ) پڑھنے کا تو کوئی رواج ہی نہیں ہے۔ اور میں نے اپنے شہر (مدینہ منورہ) میں تو یہی دیکھا ہے۔ کہ لوگ (تابعین کرام) نماز جنازہ میں قراءت نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ نماز جنازہ تو صرف "دعا" ہے۔

☆ جناب حماد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

سألتہ عن ابراھیم ایقرأ علی المیت اذا صلی علیہ قال لا۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۹۱)

کہ میں نے تابعی کبیر جناب ابراہیم نخعی علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ نماز جنازہ میں بھی قراءت کی جائے گی؟ تو آپ نے فرمایا نہیں۔ نماز جنازہ میں قراءت نہیں ہے۔

☆ جلیل القدر تابعی جنہوں نے ۵۰۰ عام صحابہ کرام اور ۷۰ بدری صحابہ کرام کی زیارت کی۔ یعنی جناب امام شعبی علیہ الرحمہ مفتی اعظم کوفہ کا فتویٰ بھی اسی طرح ہے۔

لیس فی الجنازة قراءة۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

کہ نماز جنازہ میں قراءت نہیں ہے۔

☆ معروف تابعی جناب محمد بن سیرین علیہ الرحمہ محدث بصرہ کا طریقہ بھی یہی تھا۔

انہ کان لا یقرأ علی المیت۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۹۱)

یعنی آپ نماز جنازہ میں قرأت (قرآن) نہیں فرمایا کرتے تھے۔

☆ مشہور تابعی فقیہ، مفتی اعظم مکہ شریف جناب عطا ابن ابی رباح علیہ الرحمہ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ ماسمعنا بھذا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

میں نے تو آج تک یہ مسئلہ (یا اس کے متعلق کوئی حوالہ) سنا بھی نہیں ہے۔ کہ نماز جنازہ میں بھی قرأت کی جاتی ہے۔

☆ اسی طرح معروف تابعی جناب طاؤس بھی نماز جنازہ میں قراءت کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

☆ جناب بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں۔ لا اعلم فیھا قراء ۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

یعنی مجھے تو معلوم نہیں کہ نماز جنازہ میں بھی قراءت ہوتی ہے۔

☆ تابعی کبیر جناب سالم بن عبداللہ بن عمر فاروق علیہ الرحمہ۔ ورضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ مسئلہ پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ لا قراء ۃ علی الجنازۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

یعنی نماز جنازہ میں (قرآن) کی قراءت نہیں کی جائے گی۔

☆ جناب ابوالعالیہ الریاحی علیہ الرحمہ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا۔

تو آپ نے فرمایا۔ ماکنت احسب ان فاتحة الکتاب تقرا الا فی صلوة فیھا رکوع وسجود۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

یعنی میں تو یہی سمجھتا ہوں۔ کہ سورۃ فاتحہ صرف رکوع اور سجدہ والی نماز میں ہی پڑھی جائے گی۔ (اور نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی جائے گی)

☆ جناب ابی بردہ علیہ الرحمہ سے کسی نے پوچھا۔

اقرأ علی الجنازة بفاتحة الکتاب . قال لاتقرأ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۹)

کیا میں نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھ سکتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا نہیں۔ نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھنا۔

اور جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کے مطابق یہ بھی جائز ہے۔ کہ پہلی تکبیر کے بعد ثناء کی جگہ (بطور ثناء) اگر کوئی شخص فاتحہ شریف پڑھ لے۔ بہر حال کل تکبیریں چار ہی ہوں گی۔

نیز علامہ ابن قیم لکھتے ہیں۔ ویذکر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه امر ان یقرأ علی الجنازة بفاتحة الکتاب ولا یصح اسنادہ۔

(زادالمعاد جلد ا صفحہ ۱۴۱)

یعنی جو روایت پیش کی جاتی ہے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ اس کی سند صحیح نہیں ہے۔

☆ پروردۂ آغوشِ نبوت، داماد مصطفٰے جناب علی المرتضٰی شیر خدا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا معمول بھی یہی تھا۔ انه كان اذا صلى على ميت يبدأ بحمد الله ويصلى على النبى صلى الله عليه وسلم ثم يقول اللهم اغفر لا حيائنا واموا تينا... الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۵)

کہ جب آپ نماز جنازہ پڑھاتے تھے۔ تو ابتداء (پہلی تکبیر کے بعد) آپ اللہ تعالٰی کی حمد کرتے تھے۔ پھر (دوسری تکبیر کے بعد) آپ درود شریف پڑھتے تھے اور پھر (تیسری تکبیر کے بعد) آپ دعا فرمایا کرتے تھے۔

☆ حافظ الحدیث جناب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا گیا۔ کہ آپ نماز جنازہ کس طرح پڑھتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ فاذا وضعت كبرت وحمدت الله وصليت على نبيه ثم اقول اللهم انه عبدك... الخ۔

(مؤطا امام مالک صفحہ ۷۹)

جب جنازہ رکھا جاتا ہے۔ تو میں تکبیر کہتا ہوں۔ اور اللہ تعالٰی کی حمد (ثنا) بیان کرتا ہوں۔ پھر (دوسری تکبیر کے بعد) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں۔ پھر (تیسری تکبیر کے بعد) دعا کرتا ہوں (ایک دعا آپ نے پڑھ کر بھی سنائی)

☆ تابعی کبیر جناب امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں۔

فى التكبيرة الاولى يبدأ بحمد الله والثناء عليه والثانية صلوة على النبى صلى الله عليه وسلم والثالثة دعاء للميت والربعة للتسليم۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۹۱، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۲۹۵)

نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کی جائے۔ دوسری تکبیر کے بعد حضور ﷺ پر درود شریف پڑھا جائے اور تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کی جائے۔ اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیا جائے۔

ان چند حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ کہ جلیل القدر صحابہ کرام۔ کبار تابعین اور تبع تابعین نماز جنازہ میں قراءت نہیں کیا کرتے تھے۔ بلکہ منع فرماتے تھے۔ لہٰذا یہ تعصب وہٹ دھرمی کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔

جنازہ آہستہ پڑھنا

اولاً تو یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نماز جنازہ ایک دعا ہے۔ اور قرآن وحدیث سے یہ بات بالکل واضح ہے۔ کہ دعا آہستہ ہی کرنا زیادہ مناسب اور رضاء ومنشائے خداوندی کے زیادہ قریب ہے۔ جیسا کہ آمین آہستہ کہنے کے باب میں بھی کچھ بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا لفظ دعا ہی اس بات کا تقاضا کرتا ہے۔ کہ نماز جنازہ آہستہ ہی پڑھا جائے۔

جیسا کہ صحاح ستہ میں ہے کہ مشہور صحابیٔ رسول جناب جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ ما اباح لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ولا ابابکر ولا عمر فی یشیٔ ما اباحوا فی الصلوۃ علی المیت۔

(ابن ماجہ صفحہ ۱۰۹، مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۳۵۷)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ، جناب سیدنا ابوبکر صدیق اور جناب عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نماز جنازہ میں ہمارے لئے کچھ مقرر نہیں فرمایا۔

شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ "ما اباح لنا" کی وضاحت فرماتے

ہوئے لکھتے ہیں۔ ”ماجہر“ یعنی جناب رسول اللہ ﷺ، جناب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہمارے لئے نماز جنازہ میں بلند آواز سے پڑھنے کا طریقہ جاری نہیں فرمایا۔

(تلخیص الحبیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۳)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ، جناب سیدنا ابوبکر صدیق اور جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما نماز جنازہ بلند آواز سے نہیں پڑھا کرتے تھے۔

لہٰذا۔ حدیث نبوی۔ ” علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین “ کہ تم پر میرے طریقے اور خلفاء راشدین کے طریقے پر عمل کرنا لازم ہے۔ کے مطابق نیز فرمان مصطفوی۔ ”میرے بعد ابوبکر و عمر کی پیروی کرنا“۔ کے مطابق نماز جنازہ بلند آواز سے نہیں پڑھنی چاہیے بلکہ آہستہ ہی پڑھیں۔

شارح مسلم امام نووی فرماتے ہیں۔ کہ اس بات پر تو ہمارے اصحاب کا اتفاق ہے۔ کہ نماز جنازہ اگر دن میں پڑھا جائے۔ تو وہ تو آہستہ ہی پڑھا جائے گا۔ البتہ رات کے متعلق دو قول ہیں۔ الصحیح الذی علیہ الجمھور یسر۔

(نووی شرح مسلم جلد ۱ صفحہ ۳۱۱)

ان دونوں اقوال میں سے جو قول صحیح ہے۔ اور جمہور کا جس پر عمل ہے۔ وہ یہی ہے کہ رات کو بھی نماز جنازہ آہستہ ہی پڑھا جائے گا۔

امام الحنابلہ امام ابن قدامہ لکھتے ہیں۔ کہ نماز جنازہ آہستہ ہی پڑھنا چاہیے۔

نیز فرماتے ہیں۔ کہ ولا نعلم بین اھل العلم فیه خلافا۔

(مغنی ابن قدامہ جلد ۲ صفحہ ۴۸۶)

اہل علم کے درمیان اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ امام الوہابیہ قاضی شوکانی لکھتے ہیں۔ وذهب الجمهور الى انه لا يستحب الجهر في صلوٰة الجنازة۔

(نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۶۶)

اور جمہور کا فتویٰ یہی ہے کہ نماز جنازہ میں بلند آواز سے پڑھنا اچھی بات نہیں ہے۔

جناب ابوامامہ بن سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ کے ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ نماز جنازہ میں امام کا پہلی تکبیر کے بعد خاموشی سے (بطور ثنا) کے فاتحہ پڑھنا۔ پھر دوسری تکبیر کے بعد نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا پھر تیسری تکبیر کے بعد خلوص دل سے میت کے لئے دعا کرنا اور اونچی آواز سے قراءت نہ کرنا۔ چوتھی تکبیر کے بعد آہستہ سلام پھیرنا سنت ہے۔

(رواہ الشافعی۔ کتاب الجنائز کیلانی صفحہ ۶۴)

نماز جنازہ میں صرف قیام ہے جس میں چار تکبیریں ہیں۔

(کتاب الجنائز کیلانی صفحہ ۶۲)

چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا واجب ہے۔

(کتاب الجنائز کیلانی صفحہ ۶۳)

معلوم ہوا کہ نماز جنازہ کی چار تکبیریں ہی ہیں اور جنازہ آہستہ ہی پڑھا جائے گا۔

میت کے لئے دعا کرنا

نماز جنازہ سے فارغ ہو کر تمام لوگ مل کر بالخصوص میت حاضرہ کے لئے اللہ جل مجدہ کے حضور انتہائی عاجزی اور تضرع سے دعاء مغفرت کریں۔ البتہ جماعت کی ہیئت ختم

کر دی جائے۔ صفیں توڑ کر بیٹھ جائیں اور دعا کریں۔ اگر کچھ قرآن مجید بھی پڑھ لیا جائے اور پھر ایصال ثواب کر کے دعا کی جائے تو زیادہ بہتر ہے۔

منع کی کوئی دلیل نہیں

بعض لوگ ناحق شورش کرتے ہیں۔ اور دعاء بعد نماز جنازہ سے منع کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید فرقان حمید کی ۶۶۶۶ آیات میں سے ایک بھی آیت یا احادیث مقدسہ کی تقریباً ۳۱۵ کتب احادیث و آثار میں کوئی ایک بھی صحیح، مرفوع، صریح بلکہ غیر مجروح کو بھی چھوڑیں۔ کوئی ایک ضعیف اور مجروح روایت بھی ایسی نہیں ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ، جناب رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام علیہم الرضوان، تابعین عظام، تبع تابعین حضرات یا آئمہ اربعہ علیہم الرحمہ میں سے کسی نے بھی نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے سے منع کیا ہو۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین . فان لم تفعلوا ولن تفعلو فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ۔

اور کوئی بھی اللہ کا سچا بندہ۔ اللہ کے حضور دعا مانگنے سے منع کر بھی کیسے سکتا ہے۔

اللہ سے بھی نہ مانگیں؟

پہلے تو بعض لوگ اس بات پر جھگڑا کیا کرتے تھے۔ کہ انبیاء و اولیاء سے نہیں مانگنا چاہیے۔ (حالانکہ یہ بھی ایک بہتان عظیم ہے کوئی بھی مسلمان کسی نبی یا ولی کو مستقل، معبود، الہٰ یا مالک حقیقی سمجھ کر قطعاً ان سے استعانت نہیں کرتا۔ بلکہ ہمارا یہ تو عقیدہ ہے کہ جو شخص کسی نبی ولی بلکہ امام الانبیاء جناب محمد مصطفےٰ ﷺ کو بھی۔ مالک حقیقی، معبود

،الٰہ یا کسی بھی صفت میں مستقل اور خدا کے برابر یا خدا جیسا سمجھتا ہے۔ وہ پکا مشرک اور کافر ہے)۔ لیکن آج کے ماڈرن اور نام نہاد موحد اس بات پر بھی مصر ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بھی دعا نہ مانگو۔ اور اگر مانگنی ہی ہے تو کم از کم ہم سے وقت پوچھ لیا کرو۔ کہ کس وقت مانگی جائے اور کس وقت نہ مانگی جائے۔ العیاذ باللہ . فالی اللہ المشتکی یارو بتاؤ تو سہی کہ اللہ کا بندہ اگر اللہ سے بھی نہ مانگے تو پھر کس سے مانگے۔

اذا لم تستحي فاصنع ماشئت ۔

آؤ ذرا اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے قرآن و حدیث کا مطالعہ کریں۔

جب چاہے دعا کرو

ارشاد خداوندی ہے۔

و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان ۔

(سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۸۶)

یعنی اے محبوب ﷺ جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں۔ تو تم انہیں فرمادو کہ میں (ان کے) بالکل قریب ہوں۔ اور میں قبول فرماتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا کو۔ وہ جب بھی مجھ سے دعا کرے۔ پس چاہیے کہ لوگ قبول کریں میرے حکم کو۔ اور ایمان رکھیں میرے حکم پر۔ تاکہ وہ ہدایت پا جائیں۔

خدا کا حکم۔ مجھ سے دعا مانگو

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ وقال ربکم ادعونی استجب لکم ۔

(سورت مومن آیت نمبر ۶۰)

(اے ایمان والو) اور تمہارا رب تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم میرے حضور دعا کیا کرو۔ میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا۔

اب بتائیں کہ اللہ تعالیٰ حکم فرما رہا ہے۔ کہ اے ایمان والو ضرور بالضرور مجھ سے دعا مانگو۔ میں تمہاری دعا کو قبول فرماؤں گا۔ نیز یہ بھی واضح فرما دیا کہ یہ دنیا میں جو میرے جھوٹے سیکرٹری اور ٹائم کیپر بنے بیٹھے ہیں۔ ان کی نہ سنو۔ بلکہ میں حیی قیوم ہوں لا تاخذہ سنۃ ولا نوم کی شان والا ہوں۔ سمیع مجیب ہوں۔ جب چاہو اور جہاں چاہو مجھ سے دعا کرو۔ میں تمہاری دعا کو ہر وقت قبول فرماؤں گا۔ اب بتاؤ۔ لوگ کہتے ہیں کہ فلاں وقت دعا مانگو اور فلاں وقت نہ مانگو۔ اب ان کی مانیں یا اللہ رب العزت کی مانیں۔ ایمان والا تو لا یخافون لومۃ لائم کے جذبہ سے مشرف ہو کر یار لوگوں کے لاکھ حیلوں بہانوں سے روکنے کے باوجود بھی۔ اللہ جل مجدہ کے حکم پر ہی جان قربان کرے گا۔ اور اسی پر ہی عمل پیرا ہوگا۔

جب حکم خداوندی "اذا دعان" عام ہے۔ تو کون ہے کائنات میں ایسی شان والا۔ جو اللہ تعالیٰ کے عام کو مقید کر سکے۔ کیا چوبیس گھنٹے میں سے ایک سیکنڈ بھی "اذا دعان۔ یعنی جب بھی مجھ سے دعا کرو" سے باہر ہے؟ جنازہ سے پہلے ہو یا جنازہ کے بعد۔ قبر پر ہو یا گھر پر۔ خالی دعا ہو یا صدقات و خیرات اور ذکر اذکار کے ساتھ۔ کھانا آگے رکھ کر ہو یا پیچھے رکھ کر۔ بہر حال اور بہر صورت ہر وقت ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کی جا سکتی ہے۔ اور یہی حکم و منشاء و رضائے خداوندی ہے۔ بلکہ جو شخص اللہ کے حضور دعا نہیں مانگتا۔ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔ ارشاد خداوندی ملاحظہ ہو۔

دعا کا منکر پکا دوزخی

قل مایعبؤ بکم ربی لو لا دعاء کم فقد کذبتم فسوف یکون لزاما ۔

(سورت فرقان آیت نمبر ۷۷)

یعنی اے محبوب صلی اللہ علیک وسلم۔ فرمادو کہ لوگو اگر تم اللہ تعالیٰ کے حضور دعا نہ کرو گے۔ تو میرے رب کے حضور تمہاری کچھ قدر و قیمت نہ ہوگی۔ (اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا نہ کی تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ) تم نے (اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی شان غفور الرحیمی کو) جھٹلا دیا۔

پس (اس کی سزا کے طور پر) ضرور تم پر اس کا عذاب ہوگا ہمیشہ رہنے والا۔

نیز فرمایا۔ ان الذین یستکبرون عن عبادتی سیدخلون جھنم داخرین۔

(سورت مومن آیت نمبر ۶۰)

یعنی بے شک وہ لوگ جو میرے حضور دعا کرنے سے تکبر کرتے ہیں۔ (انکار کرتے ہیں) وہ عنقریب ذلیل و خوار ہو کر دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

ایک مقام پر تو خدا کے حضور دعا کرنے سے منع کرنے والوں پر شدید غصے کا اظہار کیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ تلفح وجوھھم النار وھم فیھا کالحون. الم تکن آیاتی تتلی علیکم فکنتم بھا تکذبون. قالوا ربنا غلبت علینا شقوتنا وکنا قوما ضآلین. ربنا اخرجنا منھا فان عدنا فانا ظالمون . قال اخسؤ وا فیھا ولا تکلمون . انه کان فریق من عبادی یقولون ربنا آمنا فاغفرلنا وارحمنا وانت خیر الراحمین . فاتخذتموھم سخریا حتی

انسو کم ذکری و کنتم منھم تضحکون. انی جزیتھم الیوم بما صبروا. انھم ھم الفائزون۔

(سورت مؤمنون آیت نمبر ۱۰۴ تا ۱۱۱)

آگ ان کے مونہوں کو جھلسا دے گی۔ اور ان کی شکلیں بگڑ جائیں گی۔ (پھر اللہ تعالیٰ انہیں فرمائے گا) کیا تمہارے سامنے میری آیتیں نہیں پڑھی گئی تھیں۔ پس تم نے انہیں جھٹلا دیا۔ وہ کہیں گے۔ اے ہمارے رب۔ ہم پر ہماری بدبختی (بدعقیدگی) غالب آ گئی تھی۔ اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ اے ہمارے رب۔ ہمیں دوزخ سے نکال دے۔ پس اگر ہم پھر بھی ایسا کریں۔ تو ہم یقیناً ظالم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ دور ہو جاؤ۔ دوزخ میں پڑے رہو۔ اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔

بات یہ ہے کہ (دنیا میں) میرے بندوں کی ایک جماعت تھی۔ وہ کہا کرتے تھے۔ اے ہمارے رب۔ ہم ایمان لائے (تیری ذات اور صفات پر) پس (اے بدبختو) تم نے ان کا مذاق اڑایا۔ یہاں تک کہ تم نے میرا حکم بھی بھلا دیا۔ (یعنی اگر وہ مجھ سے بخشش کی دعا مانگ رہے ہیں۔ تو وہ خود سے تو نہیں مانگ رہے۔ بلکہ یہ میں نے ہی انہیں حکم فرمایا تھا) اور تم ان سے (تمام زندگی) مذاق ہی کرتے رہے۔ بے شک آج میں ان (دعائیں کرنے والوں اور تمہارے طعن و تشنیع پر صبر کرنے والوں کو ان) کے صبر کا بدلہ دوں گا۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ (آج) کامیاب و کامران ہیں۔ ان آیات قرآنی کو بار بار پڑھیں اور اللہ کے حضور بھی گڑگڑا کر دعائیں کیا کریں۔ اور جو دعائیں کرتے ہیں۔ ان پر بھی انکار یا اعتراض نہ کریں۔

بلکہ انہیں خدا کے فضل والا سمجھیں۔ کیونکہ انکا طریقہ اور عقیدہ عین قرآن و سنت کے

مطابق ہے۔اور خدا کے فضل سے محشر میں بھی وہی لوگ کامیاب ہوں گے۔

یاد رہے جہاں بھی جمع کا صیغہ ہوگا مثلاً "ربنا اغفرلنا" اس سے مراد تمام روئے زمین کے ایمان والے ہوں گے۔ چاہے وہ اس دنیا میں ہیں یا انتقال فرما چکے ہیں۔ کیونکہ رضائے خداوندی ہی یہ ہے۔ کہ جب بھی دعا کی جائے۔ سب ایمان والوں کے لئے کی جائے۔ صرف اپنے لیے دعا کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔

پہلے ایمان والوں کے لئے دعا کرنا

ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نیک بندوں کا ذکر فرماتے ہوئے بیان فرماتے ہیں۔

والذین جاء وا من بعد هم یقولون ربنا اغفرلنا ولا خو اننا الذین سبقونا بالایمان۔

(سورت حشر آیت نمبر ۱۰)

اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے۔ وہ کہتے ہیں (اس طرح دعا مانگتے ہیں) اے ہمارے رب ہمیں بھی بخش دے۔ اور ہمارے ان (ایمان والے) بھائیوں کو بھی بخش دے۔ جو ہم سے پہلے گزر چکے ہیں۔

جناب ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح دعا مانگی تھی۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب۔

(سورت ابراہیم آیت نمبر ۴۱)

اے ہمارے رب مجھے بھی بخش دے۔ اور میرے ماں باپ کو بھی بخش اور یوم حساب تمام ایمان والوں کو بھی بخش دینا۔

فوت شدہ مومن کا مال و اولاد مفید

اور پچھلوں کا اپنے مسلمان فوت شدگان، آباؤ و اجداد کے لئے خالی دعا کرنا یا ان کی طرف سے۔ بلکہ ان کے نام پر مال خرچ کرنا بے کار نہیں ہوتا۔

بلکہ ارشاد خداوندی ہے۔ وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عند نازلفی الامن آمن و عمل صالحا۔

(سورت سبا آیت نمبر ۳۷)

اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد۔ تمہیں ہمارے قریب نہیں کر سکتے۔ ہاں البتہ وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے (انہیں ان کا مال اور ان کی اولاد خدا کے قریب کرنے کا سبب بن سکتے ہیں)

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے۔

یوم لا ینفع مال ولا بنون. الامن اتی اللہ بقلب سلیم۔

(سورت شعراء آیت نمبر ۸۹)

یعنی قیامت کے دن بھی ایمان والے کو اس کا مال اور اس کی اولاد فائدہ دیں گے۔

فرشتے مومن کی بخشش کی دعا کرتے ہیں

اور پھر تمام ایمان والوں کی بخشش کی دعا کرنا۔ صرف انسانوں ہی کا طریقہ نہیں بلکہ یہ سنت ملائکہ بھی ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

والملائکۃ یسجون بحمد ربھم ویستغفرون لمن فی الارض۔

(سورت شوریٰ آیت نمبر ۵)

اورفرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید بھی کرتے ہیں۔اور زمین والے (ایمان والوں) کے لئے بخشش کی دعا بھی کرتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے۔الذین یحملون العرش و من حوله یسبحون بحمد ربهم ویؤمنون به یستغفرون للذین آمنوا۔

(سورت مومن آیت نمبر ۷)

اوروہ فرشتے جوعرش الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں۔اوروہ فرشتے جوعرش الٰہی کے گرداگرد ہیں۔وہ اپنے رب کی تسبیح وتحمید بھی بیان کرتے ہیں۔اوروہ اس پر ایمان بھی رکھتے ہیں۔اوروہ تمام فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور (اللہ تعالیٰ کے حکم سے) تمام ایمان والوں کے لئے بخشش کی دعا بھی کرتے ہیں۔

فرشتے سب کام اللہ کے حکم سے کرتے ہیں

اور یہ بھی قرآن مجید ہی سے ثابت ہے کہ فرشتے جو کچھ بھی کرتے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے کرتے ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے۔لا یسبقونه بالقول وهم بامره یعملون ۔

(سورت انبیاء آیت نمبر ۲۷)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

لا یعصون الله ما امرهم ویفعلون ما یؤمرون ۔

(سورت تحریم آیت نمبر ۲۷)

تو پھر معلوم ہوا کہ فرشتے جو تمام روئے زمین کے زندہ اور فوت شدہ ایمان والوں کے

لئے اللہ کے حضور بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ تو اس کے متعلق انہیں اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے حکم ملا ہوا ہے۔ یعنی ایمان والوں کے لئے دعا کرنا حکم خداوندی ہے، سنت ملائکہ اور سنت انبیاء ہے۔ اب آپ اندازہ کریں کہ جو اس اتنے بہترین عمل سے منع کرتا ہے۔ وہ کتنے بڑے جرم کا ارتکاب کر رہا ہے۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ اس پر اتنی ناراضگی کا اظہار فرما رہا ہے۔

آیت قرآنی پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

(سورت مومنون آیت نمبر ۱۱۰)

ان چند آیات مقدسہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ فوت شدہ ایمان والوں کے لئے خدا کے حضور بخشش کی دعا کرنا۔ اللہ کی رضا و منشاء۔ بلکہ عین حکم کے مطابق ہے۔ اللہ کی نوری مخلوق فرشتے۔ جو کہ فرقہ بندیوں سے یکسر پاک ہیں۔ وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے اللہ کے حضور ایمان والوں کی بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ انبیاء کرام کا بھی یہی طریقہ ہے۔ بلکہ انبیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم فرمایا ہوا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔ واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمؤمنات۔

(سورت محمد آیت نمبر ۱۹)

نیز اللہ تعالیٰ اپنے پیارے بندوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی یہ صفت بیان فرماتا ہے کہ وہ جب اپنے لئے دعا کرتے ہیں تو ساتھ پہلے ایمان والوں کے لئے بھی خدا کے حضور بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ اور یہ بھی واضح فرما دیا کہ ایمان والو۔ میرے حضور دعا کرنے کا کوئی خاص وقت بھی مقرر نہیں ہے۔ جب چاہو دعا کرو۔ میں ہر وقت تمہاری دعاؤں کو سنتا بھی ہوں اور قبول بھی فرماتا ہوں۔ بلکہ اپنی عادت کریمہ کا بھی اعلان مر

دیا۔ کہ مجھے وہ بندہ ہی اچھا لگتا ہے جو مجھ سے دعا کرے۔ اور جو میرے حضور دعا نہ کرے۔ میں اس سے سخت ناراض ہوتا ہوں۔ بلکہ اسے لپٹ جانے والا عذاب دوں گا۔ (اعاذنا اللہ عنہ) تو جب جنازہ کے بعد دعا کرنے سے اللہ نے منع نہیں فرمایا۔ اللہ کے رسول نے منع نہیں فرمایا۔ صحابہ کرام، تابعین عظام، اتباع تابعین اور ائمہ کرام سے اس کی ممانعت کا کوئی ایک بھی ثبوت نہیں۔ تو پھر آخر یار لوگ اس سے کیوں منع کرتے ہیں۔ فالی اللہ مشتکی۔

مشرکوں اور کافروں کے لئے دعا نہ کرو

ہاں۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فوت شدگان کے لئے دعا کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر کوئی اس کے مطابق منع کرتا ہے۔ تو پھر ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ بلکہ وہ تو عین حکم قرآنی کے مطابق ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے۔

ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین ولو کانوا اولی قربی من بعد ماتبین لھم انھم اصحاب الجحیم۔

(سورت توبہ آیت نمبر ۱۱۳)

یعنی۔ نہ تو نبی کریم ﷺ ہی کی یہ شان ہے کہ وہ مشرکوں (کافروں) کے لئے خدا کے حضور بخشش کی دعا کریں۔ اور نہ ہی کسی ایمان والے کو یہ بات جائز ہے۔ اگرچہ وہ مشرک ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔ جبکہ انہیں معلوم ہو چکا ہو کہ وہ پکے دوزخی ہیں۔

تو جس کو یہ پختہ یقین ہو کہ اس کا مرنے والا واقعی (بے ایمان اور) پکا دوزخی ہے۔

اسے واقعی اس کے لئے دعا نہیں کرنی چاہیے۔اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔جس کو مؤمن سمجھتے ہو۔اس کے لئے حکم خداوندی کے مطابق ضرور دعا کرو۔اور اس کا اسے فائدہ بھی پہنچے گا۔اور جسے تم بے ایمان سمجھتے ہو اس کے لئے حکم خداوندی کے مطابق بالکل دعا نہ کرنا۔ورنہ گناہ گار ہو گے۔

للعاقل تکفیہ الاشارۃ

ایک آیت کا غلط مفہوم

اور اگر کوئی کج فہم اس غلط فہمی کا شکار ہو کہ جی۔قرآن میں آتا ہے کہ لیس للانسان الا ما سعی۔یعنی آدمی کو صرف وہی ملے گا۔جو اس نے خود عمل کیا ہو۔

تو گزارش ہے۔پھر تو جھگڑا ہی ختم۔مر گیا مردود۔نہ جنازہ نہ درود۔جب کسی دوسرے کی دعا سے اسے کوئی فائدہ ہی نہیں پہنچتا۔تو پھر تو جنازہ سے بھی گیا۔

کیونکہ جنازہ بھی تو ایک دعا ہے۔اور وہ بھی دوسرے لوگ کر رہے ہیں۔میت خود تو اپنا جنازہ نہیں پڑھ سکتی۔اور پھر چلو جنازہ کے بعد کی دعا نہ مانگی جائے گی۔لیکن بعد دفن قبر پر دعا کے تو یار لوگ بھی قائل ہیں۔

کیا وہ دعا اس آیت کی زد میں نہیں آتی؟ آخر کیوں؟ اور جو صحاح ستہ وغیرہم کی احادیث مقدسہ دعا کے فائدے پر نص ہیں۔ان کا کیا جواب ہوگا۔کیا وہ احادیث مقدسہ معاذ اللہ قرآن مجید کے خلاف ہیں۔مثلا

☆ تقریبا تمام کتب احادیث میں ہے۔بالخصوص صحاح ستہ میں التحیات کے بیان میں ہے۔کہ جب کوئی بندہ مؤمن "وعلی عباد اللہ الصالحین" پڑھتا ہے تو

''اصابت کل عبداللہ صالح فی السماء والارض۔

(بخاری صفحہ ۱۱۵، ۱۶۵، مسلم جلد ا صفحہ ۱۷۳، ترمذی جلد ا صفحہ ۳۸، ابوداؤد جلد ا صفحہ ۱۳۹، نسائی جلد ا صفحہ ۱۷۴۔ اور ابن ماجہ صفحہ ۶۴ وغیرہ)

یعنی زمین و آسمان میں جو کوئی بھی بندہ صالح ہوتا ہے۔ اس کو التحیات پڑھنے والے کا سلام (دعا) پہنچ جاتا ہے۔

کیوں جناب۔ نمازی کا یہ سلام پڑھنا۔ اور اس کا ہر بندۂ مومن کو پہنچ جانا۔ یہ ''ماسعیٰ'' کے خلاف تو نہیں ہے۔

مرنے کے بعد بھی تین ثواب جاری

☆ نیز جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ مرنے کے بعد انسان کے اعمال (کے ثواب کا سلسلہ) منقطع ہو جاتا ہے۔ لیکن تین چیزوں کا ثواب مرنے کے بعد بھی میت کو پہنچتا رہتا ہے۔ ان میں سے پہلا صدقہ جاریہ ہے۔ اور دوسرا لوگوں کو فائدہ دینے والا علم، اور ولد صالح یدعولہ۔

(باختلاف الفاظ مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۱، ترمذی جلد ا صفحہ ۱۶۵، ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۴۲، نسائی جلد ۲ صفحہ ۱۳۲، ابن ماجہ صفحہ ۲۱، الترغیب والترہیب جلد ا صفحہ ۹۹، ہفت روزہ اہلحدیث لاہور ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۲ء صفحہ ۵، کتاب الجنائز صفحہ ۱۰۶، از محمد اقبال کیلانی ولد مولوی ادریس کیلانی۔ بھتیجا مولوی اکرام اللہ کیلانی (بزعم خود اہلحدیث) بحوالہ صحیح ابن حبان وطبرانی، کتاب الجنائز مذکورہ صفحہ ۱۰۵، بحوالہ صحیح ابن خزیمہ وبیہقی)

اور تیسری۔ اس کی نیک اولاد۔ جو اس کے لئے اس کے مرنے کے بعد دعا کرتی رہے

دو تین دن بعد مل کر فوت شدہ کے لئے دعا کرنا

☆ جناب رسول اللہ ﷺ نے جناب ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے دو یا تین دن بعد (حدیث میں اسی طرح ہے) تمام موجود صحابہ کرام علیہم الرضوان کو فرمایا۔ صحابہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لئے خدا کے حضور سب مل کر بخشش کے لئے دعا کرو۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۶۸ وغیرہ)

☆ان ابن عمر رضی اللہ عنہما اراد ان لا ینکح فقالت له حفصة تزوج. فان ولدک ولد فعاش من بعدک دعوالک۔

(سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۷ صفحہ ۷۹ وغیرہ)

یعنی جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شادی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آپ کی ہمشیرہ محترمہ ام المؤمنین جناب حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

بھائی جان شادی کر لو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بیٹا عطا فرمائے گا۔ اور وہ آپ کے وصال کے بعد آپ کے لئے کیا دعا کرے گا۔

☆ جناب رسول اللہ ﷺ کا جنت البقیع کی طرف تشریف لے جانا۔ اور قبرستان والوں کے لئے دعاء مغفرت فرمانا۔ اور صدیقہ کائنات ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عرض پر آپ ﷺ کا فرمانا۔ فان جبریل اتانی... فقال ان ربک یامرک ان تاتی اهل البقیع فتستغفر لهم... الخ۔

(مسلم جلد ا صفحہ ۳۱۰، رواہ احمد وغیرہ، کتاب الجنائز کیلانی صفحہ ۱۰۷)

کہ میرے پاس جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل بقیع کی لئے دعا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے میں اہل بقیع کے لئے دعا کرنے کے لئے جنت البقیع میں گیا ہوا تھا۔

☆ ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث. ینتظر دعوة تلحقه من اب او ام او اخ او صدیق .فاذ الحقته کان احب الیه من الدنیا وما فیها . ان الله تعالیٰ لیدخل من دعاء اهل الارض الی اهل القبور امثال الجبال. ان هدیة الاحیاء الی الاموات الا ستغفار لهم۔

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان، مشکوۃ صفحہ ۱۹۸، کتاب الجنائز کیلانی صفحہ ۱۰۸)

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ قبر میں میت کی مثال ڈوبتے ہوئے۔ فریاد کرنے والے کی طرح ہوتی ہے۔ جو اپنے ماں، باپ، بھائی یا کسی بھی عزیز کی دعا کا منتظر رہتا ہے۔ جب اسے کسی کی طرف سے کوئی دعا پہنچتی ہے۔ تو وہ دعا اسے دنیا جہان کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔ بے شک اہل دنیا کی دعا سے اللہ تعالیٰ اہل قبور کو پہاڑوں کے برابر اجر عطا فرماتا ہے۔ اور مردوں کے لئے زندوں کا بہترین تحفہ ان کے لئے استغفار کرنا ہی ہے۔

☆ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن رسول الله ﷺ قال ان الله لیرفع العبد الدرجة فیقول انی لی هذه الدرجة فیقول بدعاء ولدک لک ۔

(مسند امام احمد جلد ۲ صفحہ ۱۵۰، سنن الکبریٰ بیہقی جلد ۷ صفحہ ۹۷، مشکوۃ

صفحہ ۱۹۸، فوائد سلفیہ صفحہ ۱۹۸، کتاب الجنائز کیلانی صفحہ ۱۰۸)

کہ اللہ عزوجل جنت میں (ایک) نیک آدمی کا درجہ بلند فرماتا ہے۔ تو آدمی عرض کرتا ہے یا اللہ۔ یہ درجہ مجھے کیسے حاصل ہوا؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تیرے بیٹے نے تیرے لئے استغفار کی ہے۔

☆ ان الربیع بنت النضر اتت النبی ﷺ و کان ابنها حارثة بن سراقة کان اصیب یوم بدر اصابه سهم غرب فاتت رسول الله ﷺ فقالت اخبرنی عن حارثة لئن کان اصاب خیرا احتسبت وصبرت. وان لم یصب الخیر اجتهدت فی الدعاء .. الخ۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۴۷)

یعنی جناب حارثہ بن سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بدر میں شہید ہو جانا۔ آپ کی والدہ کا حضور ﷺ سے انکا انجام پوچھنا اور عرض کرنا کہ ارشاد فرمائیں۔ اگر آخرت میں ان کا حال اچھا نہ ہو تو میں ان کے لئے دعا میں زیادہ کوشش کروں۔

قبر والے کو کسی کے ذکر اذکار سے فائدہ پہنچنا

☆ جناب رسول اللہ ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے گزرنا۔ ان دونوں کے عذاب قبر اور ان میں سے ہر ایک کے عذاب قبر کے سبب کو بھی بیان فرمانا۔ پھر ان دونوں قبروں پر تازہ کھجور کی ایک ایک شاخ رکھنا۔ اور فرمانا انشاء اللہ تعالیٰ جب تک یہ شاخیں خشک نہیں ہوں گی (ان کے ذکر کی وجہ سے) اللہ تعالیٰ قبروں والوں کے عذاب میں تخفیف فرمائے گا۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ مر رسول الله ﷺ علی قبرین

فقال اما انهما ليعذبان. وما يعذبان من كبير. اما احدهما فكان يمشي بالنميمة . واما الآخر فكان لا يستتر من بوله. فدعا بعسيب رطب فشقه باثنتين ثم غرس على هذا واحدا وعلى هذا واحدا ثم قال لعله ان يخفف مالم ييبسا۔

(بخاری صفحہ ۳۵، ۱۸۱، ۸۹۴، ۹۱۷، مسلم جلد ا صفحہ ۱۴۱، جلد ۲ صفحہ ۳۱۸، ترمذی جلد ا صفحہ ۱۱۱، مسند امام احمد جلد ا صفحہ ۲۵۵ وغیرہ)

شارح مسلم امام نووی علیہ الرحمہ اس حدیث شریف کے تحت لکھتے ہیں۔

واستحب العلماء قراءة القرآن عند القبر لهذا الحديث لانه اذا كان يرجى التخفيف بتسبيح الجريد فبتلاوة القرآن اولى والله اعلم۔

(نووی بر مسلم جلد ا صفحہ ۱۴۱)

کہ جب ایک ٹہنی کی تسبیح کی وجہ سے عذاب قبر میں کمی ہوتی ہے تو (ایک بندۂ مومن کے) قرآن پاک پڑھنے سے تو بدرجہ اولیٰ صاحب قبر کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ اسی لئے علماء کرام قبر کے پاس قرآن پاک پڑھنے کو مستحب فرماتے ہیں۔

☆ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میت کو دفن کر لینے کے بعد قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر سورت بقرہ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کی طرف کھڑے ہو کر سورت بقرہ کی آخری آیات پڑھو۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

عن عبدالله بن عمر قال سمعت النبي ﷺ يقول اذامات احدكم فلا تحبسوه واسرعوا به الى قبره واليقرأ (اى بعد الدفن) عند رأسه فاتحة البقرة وعند رجليه بخاتمة البقرة۔

(مشکوۃ صفحہ ۱۴۱، رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

☆ ابتداء سورت بقرہ۔ یعنی الم سے مفلحون تک اور خاتمہ سورت بقرہ کا۔ یعنی آمن الرسول سے آخر سورت تک مراد ہے۔

☆ محدث اہلحدیث لکھتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ قبروں کی زیارت کے وقت سورت فاتحہ۔ سورت قل اعوذ برب الفلق۔ سورت قل اعوذ برب الناس اور سورت اخلاص پڑھنی چاہیے۔ اور موتی کو اس کا ثواب بخشنا چاہیے۔

(مفتاح البرکات شرح مشکوۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۶،

مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل جامع مسجد اہلحدیث باغ والی)

ایک عظیم یادداشت (مناظرہ فاتحہ خلف الامام)

یاد رہے یہ وہی باغ والی مسجد ہے جس میں سلطان المناظرین **حضرت علامہ پروفیسر محمد سعید احمد اسعد** صاحب مدظلہ فیصل آبادی نے۔ بزعم خود اہلحدیث۔ حضرات سے مسئلہ فاتحہ خلف الامام پر کامیاب مناظرہ فرمایا تھا۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے اہلسنت و جماعت کو عظیم الشان فتح عنایت فرمائی تھی۔ اور وہابی حضرات کو ذلت آمیز شکست فاش ہوئی تھی۔

بلکہ آپ نے وہاں بمع اپنے تمام احباب کے کھڑے ہو کر صلاۃ وسلام بھی پڑھا اور پھر ایک باوقار فاتح بن کر دعا فرما کر مسجد سے باہر تشریف لائے تھے۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ آڈیو اور ویڈیو کیسٹیں مارکیٹ میں عام دستیاب ہیں۔ دیکھنے کا مزہ علیحدہ ہی ہوتا ہے ایک بار ضرور دیکھیں۔ اور اپنا ایمان تازہ کریں۔

دعا بعد نماز جنازہ کا بیان

نماز کے فوراً بعد دعا کرنا

ارشاد خداوندی ہے۔ یاایھاالذین آمنوا استعینوا با لصبر والصلوۃ۔ یعنی اے ایمان والو مدد چاہو تم (اللہ تعالیٰ سے) صبر کر کے اور نماز پڑھ کر"

(سورت بقرہ آیت نمبر ۱۵۳)

نیز فرمایا۔ واستعینوا بالصبر والصلوۃ۔

اور مدد چاہو تم (اللہ تعالیٰ سے) صبر کر کے اور نماز پڑھ کر"

(سورت بقرہ آیت نمبر ۴۵)

ان آیات جلیلہ سے معلوم ہوا کہ جب کوئی مشکل، پریشانی، بلاء، وبا یا مصیبت آن پڑے تو منشائے خداوندی یہ ہے کہ آدمی مصیبت پر صبر کرے (کوئی غیر شرعی کام یا ناشکری کا کلمہ زبان پر نہ لائے) اور نماز پڑھے۔ پھر نماز سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑا کر دعا کرے۔

صحاح ستہ کی حدیث

جیسا کہ صحاح ستہ کی حدیث میں خود جناب رسول اللہ ﷺ نے ضریر البصر صحابی کو حکم فرمایا تھا کہ جا۔ اور وضو کر۔ پھر دو رکعت نفل پڑھ۔ پھر خدا کے حضور یہ دعا کر۔

اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی قد توجھت بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی لی.

اللھم فشفعہ فی۔

(سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۰۰)

اس صحابیٔ رسول نے آپ ﷺ کے حکم کے مطابق اسی طرح کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی وقت اس صحابی کی بینائی ٹھیک ہوگئی تھی۔

اسی طرح ان آیات جلیلہ سے ولالۃ النص کے ساتھ ثابت ہوگیا۔ کہ جب کسی کا کوئی عزیز فوت ہو جاتا ہے۔ تو چاہیے کہ وہ اس ابتلاء پر صبر کرے۔ پھر نماز (جنازہ) پڑھے پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میت کی بخشش کے لئے دعا کرے۔

بار بار دعا کرنا مسنون ہے

☆ اگر کوئی کہے کہ نماز جنازہ میں جو دعا کر لی ہے۔ اب دوبارہ دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ تو گذارش ہے کہ دنیا میں آپ کو کسی سے کوئی کام پڑ جائے تو ایک بار کہہ کر ہی بس کر لیتے ہو۔ کہ ایک بار کہہ جو دیا۔ اب دوبارہ کیا کہنا۔ یا جب تک تمہارا کام نہ ہو جائے اس شخص کے پیچھے ہی پڑے رہتے ہو۔

جب دنیا کے کام کے لئے اتنی کوشش کی جاتی ہے۔ تو ایک مسلمان بھائی کی بخشش کے لئے دعا میں اتنی کنجوسی کیوں؟ اور پھر یہ کونسی شریعت کا قانون ہے کہ جب ایک دفعہ دعا کر چکے ہو تو اب دوبارہ دعا نہیں کرنی چاہیے۔

☆ بلکہ صحاح ستہ کی احادیث سے تو ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد ضرور دعا مانگا کرتے تھے۔ حالانکہ نماز میں بھی کئی طرح سے دعا مانگی جا چکی ہوتی ہے۔

اور جو دوست اس بات سے پریشان ہوتے ہیں کہ جی ابھی جو دعا مانگی ہے۔ پھر دوبارہ دعا مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ تو گذارش ہے کہ دوبارہ دعا مانگنے پر شرعی طور پر ممانعت کہاں آئی ہے۔ آپ تو دوبارہ دعا پر پریشان ہو رہے ہیں۔ جناب رسول اللہ ﷺ تو ایک ہی وقت میں تین تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ لیا کرتے تھے۔

(مسلم شریف وغیرہ)

لہٰذا بار بار دعا مانگنا ناجائز نہیں۔ بلکہ یہ تو سنت سے ثابت ہو گیا۔ اور یہ حدیث بھی قولی ہے۔ اور امر ہے۔ جو اکثر وجوب پر ہی دلالت کیا کرتا ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ نماز جنازہ کے فوراً بعد ضرور دعا کرنی چاہیے۔

☆ نیز جناب رسول اللہ ﷺ کا فرمان وحی نشان بھی ہے کہ "فرض نمازوں کے بعد دعا زیادہ قبول ہوتی ہے"۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ عن ابی امامۃ قال قیل یا رسول اللہ ﷺ ای الدعاء اسمع . قال جوف اللیل الآخر و دبر الصلوٰت المکتوبات . ھذا حدیث حسن۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۸۸)

نیز امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

اور چونکہ نماز جنازہ بھی ایک فرض (کفایہ) نماز ہے۔ لہٰذا اس کے فوراً بعد کی گئی دعا بھی انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ کے حضور ضرور درجہ قبولیت حاصل کرے گی۔

اجتماعی دعا کرنا

اور سب کو مل کر دعا کرنی چاہیے۔ کیونکہ انفرادی دعا کے مقابلہ میں اجتماعی دعا۔ قبولیت

کے زیادہ قریب ہوتی ہے۔جیسا کہ "آمین" وغیرہ کی احادیث سے واضح ہے۔

(تقریباً تمام کتب احادیث)

☆ نیز جناب رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔کہ جس امام نے صرف اپنے لئے دعا کی۔اس نے قوم کے ساتھ خیانت کی۔

روایت کے الفاظ ہیں۔باب ماجاء فی کراھیۃ ان یخص الامام نفسہ بالدعاء . عن ثوبان عن النبی ﷺ لا یحل لامرء ان.... یوم قوما فیخص نفسہ بدعوۃ دونھم. فان فعل . فقد خانھم... الخ۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۴۷، ابن ماجہ صفحہ ۶۶ وغیرہ)

نوٹ:۔اس کے متعلق مزید تفصیل نماز کے بعد اجتماعی دعا کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

دعا میں ہاتھ اٹھانا

☆ اور دعا کرتے وقت ہاتھ بھی اٹھانے چاہئیں۔امام بخاری نے "دعا میں ہاتھ اٹھانے کا بیان" کے الفاظ کے ساتھ ابواب دعا میں باقاعدہ طور پر باب باندھا ہے۔

(بخاری جلد ۲ صفحہ ۹۳۸)

☆ نیز آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "بے شک تمہارا رب بڑا کرم کرنے والا اور شرم رکھنے والا ہے۔وہ اپنی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے والے کو خالی ہاتھ لوٹا دینا پسند نہیں فرماتا۔روایت کے الفاظ ہیں۔

عن سلمان الفارسی عن النبی ﷺ قال ان اللہ تعالیٰ حیی کریم یستحیی اذا رفع الرجل الیہ یدیہ ان یردھما صفرا. خائبتین۔

(ابوداؤد جلد ا صفحہ ۲۰۹، ابن ماجہ صفحہ ۲۸۱، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۹۵ وغیرہ)

ہر فرض نماز کے بعد دعا کرنا

☆ نیز ارشاد خداوندی ہے۔ "فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب"۔

(سورت انشراح آیت نمبر ۸۔۷)

ترجمہ: اور اے محبوب ﷺ جب آپ (فرض) نماز سے فارغ ہوں۔ تو دعا میں کوشش کیا کریں۔ اور اپنے رب کی طرف رغبت کریں۔

اس آیت سے بھی صاف صاف معلوم ہو گیا۔ کہ فرض نماز سے فارغ ہو کر اسی وقت، اور اسی جگہ عاجزی اور تضرع سے اللہ کے حضور سچے دل سے دعا کرنا چاہیے۔

☆ امام بیضاوی اس آیت کے تحت رقمطراز ہیں۔

فاذا فرغت من الصلوٰۃ فانصب بالدعاء۔

(تفسیر بیضاوی صفحہ ۸۰۳ مطبوعہ بیروت)

یعنی جب تو نماز سے فارغ ہو جائے تو اس کے فوراً بعد دعا کرنے میں کوشش کر۔

☆ امام یحیٰی بن زیاد الفراء علیہ الرحمہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

اذا فرغت من صلاتک فانصب الی ربک فی الدعاء وارغب ۔

(تفسیر معانی القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۰۷)

☆ امام عبدالرزاق صنعانی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

عن قتادۃ . قال اذا فرغت من صلاتک فانصب فی الدعاء ۔

(تفسیر عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۴۳۹)

☆ جناب امام علی بن محمد الماوردی علیہ الرحمہ نے بھی ایک قول یہ نقل فرمایا ہے۔

فاذا فرغت من صلاتک فانصب فی دعائک ۔

(النکت والعیون جلد ۶ صفحہ ۲۹۸)

☆ ایک روایت میں جناب قتادہ سے اس طرح بیان ہوا ہے۔

فاذا فرغت من العبادۃ ۔ فانصب فی الدعاء۔

(المحرر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز صفحہ ۱۹۸۹ از امام عبدالحق بن عطیہ اندلسی)

☆ علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس ۔ فاذا فرغت من صلاتک فاجتھد فی الدعاء ۔

(تفسیر مدارک التنزیل)

☆ علامہ علی بن محمد الخازن شافعی بھی جناب ابن عباس سے نقل فرماتے ہیں۔

اذا فرغت من الصلوٰۃ المکتوبۃ فانصب الی ربک فی الدعاء ۔

(تفسیر لباب التاویل)

☆ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ فرض نمازوں کے فورا بعد دعا میں کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ الفاظ قرآنیہ سے یہی مستفاد ہو رہا ہے۔ کہ ایک عبادت کو دوسری کے ساتھ ملا دے۔ ان کو علیحدہ علیحدہ نہ کرے۔

(تفسیر کبیر جلد ۳۲ صفحہ ۷)

عبارت اس طرح ہے۔ قال قتادۃ و ضحاک و مقاتل اذا فرغت من الصلوٰۃ المکتوبۃ ان یواصل بین بعض العبادات وبعض ۔ وان لا یخلی وقتا من اوقاته منها۔ فاذا فرغ من عبادۃ اتبعها باخری ۔

☆ امام آلوسی بھی نقل فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس انه قال ای اذا فرغت من الصلوٰة فانصب فی الدعاء ۔

(تفسیر روح المعانی جلد ۳۰ صفحہ ۲۱۹)

☆ حافظ ابن کثیر نقل فرماتے ہیں۔

عن ابن عباس فاذا فرغت فانصب یعنی فی الدعاء۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۶۸۰ مطبوعہ کویت)

☆ امام قرطبی نقل فرماتے ہیں۔قال ابن عباس وقتادة فاذا فرغت من صلاتک فانصب . ای بالغ فی الدعاء وسله حاجتک۔

(تفسیر قرطبی جلد ۲۰ صفحہ ۱۰۸، مطبوعہ بیروت)

☆ معروف ومعتمد درسی کتاب تفسیر جلالین میں اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

فاذا فرغت من الصلوٰة فانصب .اتعب فی الدعاء والی رب فارغب۔

(تفسیر جلالین صفحہ ۵۰۲، مطبوعہ اصح المطابع کراچی)

☆ مذکورہ بالا عبارت کے حاشیہ میں ہے۔

اتعب فی الدعاء . فان الدعا ء بعد الصلوٰة مستجابة کذاهو المأثور عن ابن عباس وقتاده والضحاک ومقاتل۔

(حاشیہ نمبر ۲۴، تفسیر جلالین صفحہ ۵۰۲)

☆ امام احمد بن محمد الصاوی مالکی فرماتے ہیں۔

الی ربک فارغبِ. ای اجعل رغبتک الی ربک الذی احسن الیک بفضائل النعم فی جمیع احوالک۔

(تفسیر صاوی علی الجلالین جلد ۴ صفحہ ۳۱۴)

☆ مفسر قرآن علامہ محمود زمخشری بھی نقل فرماتے ہیں۔

وعن ابن عباس۔ فاذا فرغت من صلاتک فاجتهد فی الدعا۔

(تفسیر کشاف جلد ۴ صفحہ ۲۹۷، تفسیر ابی سعود جلد ۹ صفحہ ۴۴۴)

☆ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس کی طرف سے ہدیۃ شائع ہونے والا۔ مولانا محمد جونا گڑھی اہلحدیث کے ترجمے اور مولانا صلاح الدین یوسف اہلحدیث کے تفسیری حواشی والے قرآن پاک میں اس آیت کے تحت لکھا گیا۔

فاذا فرغت۔ یعنی نماز سے (یا تبلیغ سے یا جہاد سے) تو دعا میں محنت کر۔

(مترجم اردو قرآن مجید صفحہ ۱۷۲۹ مطبوعہ سعودی عرب)

☆ نیز جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

اذا فرغت من الصلاة المكتوبة فانصب (الى ربک) فی الدعاء۔

(تنویر المقیاس علی درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۲۱،

تفسیر حدائق الروح والریحان جلد ۳۲، صفحہ ۱۱۶)

☆ امام ضحاک علیہ الرحمہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔ فاذا فرغت۔ قال من الصلوة المكتوبة۔ والى ربک فارغب فی المسالة والدعاء۔

(تفسیر ضحاک جلد ۲ صفحہ ۹۷۷ مطبوعہ قاہرہ)

☆ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہ الفاظ منقول ہیں۔

الى ربک فارغب۔ فارغب اليه فی دعاءک۔

(تفسیر ماوردی جلد ۶ صفحہ ۲۹۹)

☆ جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔

قال اذا فرغت من الصلاۃ فانصب فی الدعاء واسأل اللہ وارغب الیہ۔

(تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۶۵)

☆ ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔ فاذا فرغت . قال من الصلوٰۃ المکتوبۃ. والی ربک فارغب . فی المسئلۃ والدعاء۔

(تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۶۵)

☆ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں۔ فاذا فرغت من الصلوٰۃ فانصب الی الدعاء والی ربک فارغب فی المسئلۃ

(تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۶۵)

☆ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں۔

اذا فرغت من العبادۃ فانصب فی الدعاء۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۸۲۶)

جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

یقول فی الدعاء . ویقول فاذا فرغت مما فرض علیک من الصلوٰۃ فاسأل اللہ وارغب الیہ وانصب لہ۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۱)

☆ جناب قتادہ کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

فاذا فرغت من صلاتک فانصب فی الدعاء۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۱)

☆ جناب قتادہ علیہ الرحمہ کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

قال امرہ اذا فرغ من صلاتہ ان یبالغ فی دعاءہ ۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن ابن جریر جلد ۱۲ صفحہ ۱۵۲)

☆ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فاذا فرغت من الصلوٰۃ المفروضۃ علیک فانصب فی الدعاء۔

(لطائف الارشاد۔ تفسیر قشیری جلد ۳ صفحہ ۴۳۳)

یعنی ہر فرض نماز سے فارغ ہو جانے کے فوراً بعد اللہ کے حضور دعا مانگ لینی چاہیے۔

ایک مسلم قانون سے جنازہ کے فوراً بعد دعا کا ثبوت

اس آیت میں بھی اور آئندہ حدیث میں بھی نماز اور دعا کو "فاء تعقیبیہ" سے ملایا گیا ہے،

حدیث شریف ہے "جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو تو اس کے فوراً بعد اس کے لئے اخلاص کے ساتھ دعا کیا کرو"

(ابوداؤد جلد صفحہ ، مشکوۃ صفحہ)

اور یہ ایک مسلم اصول ہے۔ الفاء للوصل والتعقیب۔

(نور الانوار صفحہ ۱۱۹، اتحاف الکرام شرح بلوغ المرام صفحہ ۱۵۱ مطبوعہ کویت)

(یعنی الفاء للتعقیب بلا مھلۃ)۔ یعنی فاء۔ فوراً بعد کے کام پر دلالت کرتی ہے۔ اس طرح کہ پہلے کام اور بعد والے کام میں کوئی فاصلہ نہ ہو۔ بلکہ دونوں کام یکے بعد دیگرے متصل ہوں۔

ایک شبہ کا ازالہ

اور اگر کوئی دوست اذا کے ماضی پر داخل ہونے کی وجہ سے یہ معنی کرنا چاہے۔ کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھنے لگو۔ یا پڑھو۔ تو اس کے لئے اخلاص سے دعا کیا کرو۔

تو پھر اس آیت قرآنی کا کیا معنی بنے گا۔ اذا طعمتم فانتشروا۔

(سورہ احزاب آیت نمبر ۵۳)

ہمارے نزدیک تو یہ معنی ہوگا۔ کہ جب تم کھانا کھا چکو۔ یعنی کھانے سے فارغ ہو جاؤ تو وہاں سے منتشر ہو جایا کرو۔ (یہ ایک خاص واقعہ کے متعلق حکم ہے۔ ہر جگہ کے لئے نہیں) اور یار لوگوں کے مطابق اس آیت کا معنی یہ ہوگا۔ کہ جب تم کھانا کھانے لگو تو منتشر ہو جایا کرو۔ حالانکہ اس معنی کو کوئی بھی صحیح نہیں مانتا۔

لہٰذا مذکورہ بالا حدیث کا ترجمہ وہی صحیح ہوگا جو ہم نے کیا ہے۔ فافھموا واعتبروا۔

الحمدللہ اس سے نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا کرنا۔ اور وہ بھی اجتماعی طور پر دعا کرنا روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا۔

☆ جناب رسول اللہ ﷺ کا معمول یہ تھا۔ کہ جب آپ ﷺ کسی میت پر نماز جنازہ پڑھتے تھے۔ تو چاروں تکبیریں کہہ لینے کے بعد (سلام پھیر کر) پھر میت کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے۔

(طبرانی کبیر جلد ۲۲ صفحہ ۲۴۹)

علم مصطفیٰ ﷺ کا اظہار

☆ غزوہ موتہ کے دن جناب رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی شریف میں اپنے منبر شریف پر جلوہ افروز تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے میدان کارزار کو آپ ﷺ کے سامنے کر دیا۔ اور

آپ ﷺ یہاں بیٹھے تمام حالات کا مشاہدہ فرما رہے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اب جھنڈا (جناب) زید بن حارثہ نے پکڑ لیا ہے۔ آپ لڑتے رہے حتی کہ اب وہ شہید ہو گئے ہیں۔ وصلی علیہ ودعالہ وقال استغفروا لہ۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ اور خود بھی ان کے لئے دعا فرمائی۔ اور تمام مسلمانوں کو بھی حکم فرمایا کہ ان کے لئے دعاء مغفرت کرو۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا اب جھنڈا (جناب) جعفر بن ابی طالب نے لے لیا ہے۔ وہ لڑتے رہے۔ حتی کہ وہ شہید ہو گئے۔

پھر آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ اور پھر ان کے لئے خود بھی دعا فرمائی۔ اور صحابہ کرام کو بھی ان کے لئے دعاء مغفرت کرنے کا حکم فرمایا۔

(فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۸۱)

یہ حدیث شریف تو اپنی وضاحت خود ہی فرما رہی ہے۔ کہ آپ ﷺ نے خود بھی دعا فرمائی اور صحابہ کرام کو بھی فرمایا کہ تم بھی ان کے لئے دعاء مغفرت کرو۔

تو ظاہر بات ہے۔ کہ نماز جنازہ کے اندر تو آپ صحابہ کرام کو دعا کا حکم نہیں فرما رہے۔ یقیناً یہ خارج از نماز ہی تھا۔ ہاں اگر نماز جنازہ پڑھنے سے پہلے دعا کا حکم فرماتے۔ تو پھر یہ شبہ کیا جا سکتا تھا۔ کہ یہ نماز کے اندر کی دعا کے متعلق ہے۔ لیکن اس میں تو صاف صاف ہے کہ صلی علیہ۔ آپ ﷺ نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ ودعالہ پھر آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ وقال استغفروا لہ اور پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا۔ کہ تم بھی ان کے لئے دعاء مغفرت کرو۔

غالباً اب کسی مزید وضاحت کی ضرورت نہیں رہ گئی ہوگی۔

☆ جناب عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک جنازہ پڑھایا۔ اور چار تکبیریں کہہ لینے کے بعد (سلام پھیر کر) جتنا دو تکبیروں کے درمیان وقت ہوتا ہے۔ اتنی دیر کھڑے ہو کر میت کے لئے دعا کرتے رہے۔

پھر آپ نے فرمایا۔ کان رسول اللہ ﷺ یصنع فی الجنازۃ ھکذا۔

(مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۳۵۶، فتح الربانی جلد ۷ صفحہ ۱۳۶)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ بھی نماز جنازہ میں ایسا ہی کیا کرتے تھے (یعنی چاروں تکبیریں کہہ کر سلام پھیر کر پھیر وہیں کھڑے ہو میت کے لئے دعا فرمایا کرتے تھے)

☆ جناب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھی۔

ثم قال اللھم اعذہ من عذاب القبر۔

(سنن الکبری بیہقی جلد ۴ صفحہ ۹)

پھر (نماز جنازہ سے فارغ ہو کر) آپ نے دعا فرمائی۔ اے میرے اللہ اس شخص کو عذاب قبر سے محفوظ و مامون رکھنا۔

نوٹ:۔ لفظ ثم۔ افعال کے تغائر پر دلالت کرتا ہے۔ اور تراخی کے لئے آتا ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ فاحیاکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون۔

(سورت بقرہ آیت نمبر ۲۸)

یعنی پس تم کو زندہ فرمایا۔ پھر وہی تمہیں مارے گا۔ پھر وہی تمہیں (دوبارہ) زندہ فرمائے گا۔ پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ اب آپ غور فرمائیں کہ۔ پیدا ہونا۔ مرنا۔ قیامت کو جی اٹھنا اور خدا کے حضور حاضر ہونا۔ یہ سب ایک ہی وقت کے ایک ہی افعال ہیں یا مختلف اوقات کے مختلف افعال ہیں۔ یقیناً کوئی عقل منداز ن اس بات سے

انکار نہیں کر سکتا۔ کہ ان باتوں میں تغائر زمانی بھی ہے اور مکانی بھی۔

انسان پیدا ہوتا ہے۔ پھر بعض افراد سینکڑوں سال زندہ رہ کر فوت ہوتے ہیں۔ پھر بعض لوگ لاکھوں سال قبروں میں رہ کر دوبارہ جی اٹھیں گے۔ پھر کافی مدت کے بعد ان کی خدا تعالیٰ کے حضور پیشی ہوگی۔ اس مشتے از خروارے۔ مثال قرآنی سے ثابت ہو گیا کہ جناب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی نماز جنازہ کے بعد علیحدہ ہی دعا فرمائی تھی۔

سیدنا علی المرتضیٰ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا طریقہ

☆ جناب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ پڑھا جا چکا تھا۔ کہ جناب عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہنچے۔ تو آپ نے دور ہی سے آواز دی۔

ان سبقتمو نی بالصلوٰۃ علیه فلا تسبقونی بالدعاء له ۔

(کتاب المبسوط از امام سرخسی جلد ۲ صفحہ ۶۷

طبع بیروت، فتح اللہ المعین جلد ا صفحہ ۳۵۳)

یعنی لوگو۔ اگر میرے آنے سے پہلے تم آپ پر نماز جنازہ پڑھ چکے ہو تو (ذرا ٹھہر جاؤ اور مجھے بھی شامل ہو لینے دو) اور میرے آنے سے پہلے دعا بھی نہ کر لینا۔

اس روایت سے بالکل صاف واضح ہو رہا ہے۔ کہ صحابہ کرام نماز جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر میت کے لئے دعا کیا کرتے تھے۔

☆ جناب سیدنا عبداللہ بن عباس اور جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا

طریقہ بھی یہی تھا۔ کہ اگر آپ کسی جنازے پر جاتے۔ اور آپ کے پہنچنے سے پہلے نماز جنازہ پڑھی جا چکی ہوتی۔ تو آپ میت کے لئے صرف دعا کر کے واپس آ جاتے تھے۔ (دوبارہ اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے)

(کتاب المبسوط جلد ۲ صفحہ ۶۷)

☆ ایک روایت میں چند الفاظ زائد ہیں۔ کہ جناب سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اگر کسی جنازے کے لئے جاتے۔ اور آپ کے پہنچنے سے پہلے نماز جنازہ پڑھی جا چکی ہوتی۔ تو آپ دوبارہ نماز جنازہ نہ پڑھتے تھے۔ بلکہ (لوگوں کے ساتھ مل کر) صرف میت کے لئے دعا کرتے اور واپس چلے جاتے تھے۔

(مصنف عبدالرزاق جلد ۳ صفحہ ۵۱۹، مطبوعہ بیروت لبنان)

☆ جناب عمیر بن سعید بیان فرماتے ہیں کہ میں نے جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اقتداء میں جناب یزید بن مکفف کا جنازہ پڑھا۔

فکبر علیه اربعا ثم مشی حتی اتاه فقال اللهم... الخ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۱)

آپ نے جنازہ پر چار تکبیریں کہیں۔ پھر (یعنی نماز جنازہ سے فارغ ہو کر) آپ چل کر میت کے پاس تشریف لے گئے۔ اور میت کے لئے دعا کی۔

غالباً اب کسی مزید وضاحت کی ضرورت باقی نہیں رہ گئی ہوگی۔ کیونکہ چل کر میت کے پاس جانا۔ یہ تو نماز جنازہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ دوران نماز تو چل کر میت کے پاس جانا۔ یہ تو ناممکن بات ہے۔ فافھموا یا اولی الابصار۔ واعتبروا یا اولی الالباب۔

میت کی طرف سے صدقہ

جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ فوت ہو گئیں تو آپ نے حضور ﷺ سے عرض کی آقا ﷺ۔ اگر میں اپنی فوت شدہ والدہ کی طرف سے کوئی صدقہ کروں تو کیا انہیں فائدہ ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں ضرور پہنچے گا۔ روایت کے الفاظ ہیں

ان سعد بن عبادة... قال يا رسول الله ﷺ ان امي توفيت وانا غائب عنها . اينفعها شيء ان تصدقت عنها . قال نعم . قال فاني اشهدك ان حائطي المخراف صدقة عليها۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۸۶، ۳۸۸ ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۴۲)

☆ نیز یہی واقعہ بخاری اور مسلم دونوں کتابوں میں بھی موجود ہے۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۸۷، مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۱)

☆ ایک روایت اس طرح ہے۔

ان رجلا قال للنبي ﷺ ان امي افتلتت نفسها واراها لو تكلمت تصدقت . افأ تصدق عنها قال نعم تصدق عنها۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۳۸۶)

یعنی ایک آدمی نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔ آقا ﷺ میری ماں اچانک فوت ہو گئی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ملتا تو وہ ضرور صدقہ کرتیں تو کیا میں اپنی فوت شدہ ماں کی طرف سے صدقہ کروں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں۔ تو اس کی طرف سے (اس کے نام پر) صدقہ کر۔

☆ ایک روایت میں جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی فوت شدہ والدہ کی طرف سے منت کے پورا کرنے کا مسئلہ پوچھنا بیان کیا گیا ہے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ فقال ان امی ماتت وعلیھا نذر فقال اقض عنھا۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۳۸۷)

☆ ایک روایت میں ایک عورت کا اپنی فوت شدہ والدہ کے لئے صدقہ کرنے کا مسئلہ پوچھنا اور آپ ﷺ کا اجازت عطا فرمانا بیان کیا گیا ہے۔

(ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۴۲)

☆ ایک آدمی نے جناب رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔ آقا ﷺ۔ میرا باپ فوت ہو گیا ہے۔ اب اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں۔ تو کیا اسے ثواب پہنچے گا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں پہنچے گا۔

☆ روایت مسلم کے الفاظ ہیں۔ ان رجلا قال للنبی ﷺ ان ابی مات وترک مالا ولم یوص فھل یکفر عنه ان تصدق (اتصدق) عنه قال نعم

(رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ، مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۱،

وکتاب الجنائز کیلانی اہل حدیث صفحہ ۱۰۶)

☆ جناب رسول اللہ ﷺ سے جناب عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی آقا ﷺ میرے والد نے ۱۰۰ اونٹ قربان کرنے کی منت مانی تھی۔ (لیکن وہ نذر پوری کئے بغیر ہی فوت ہو گیا) میرے بھائی نے اپنے حصے کے پچاس اونٹ ذبح کر دیئے ہیں۔ اپنے حصے کے باقی پچاس اونٹ۔ اپنے باپ کی طرف سے میں ذبح کر دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر تیرا باپ مسلمان ہوتا۔ تو پھر اگر تو اس کی طرف

سے صدقہ کرتا یا روزہ رکھتا۔ تو اس کا ثواب اسے مل جاتا۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ ان العاص بن وائل اوصی ان یعتق عنہ ماۃ رقبۃ فاعتق عنہ ھشام خمسین رقبۃ فاراد ابنہ عمر و ان یعتق عنہ الخمسین الباقیۃ فقال حتی اسأل رسول اللہ ﷺ فاتی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ ﷺ ان ابی اوصی بعتق ماۃ رقبۃ و ان ھشاما اعتق عنہ خمسین وبقیت علیہ خمسون رقبۃ افا عتق عنہ فقال رسول اللہ ﷺ لو کان مسلما فاعتقم عنہ او تصدقتم عنہ او حججتم عنہ بلغہ ذالک۔

(ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۴۳، مشکوٰۃ صفحہ ۲۵۸، رواہ احمد

کتاب الجنائز کیلانی اہلحدیث ۱۰۵)

صدقہ پر میت کا نام لینا

جناب سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب حضور ﷺ نے صدقہ کی اجازت دی۔ تو انہوں نے عرض کی آقا ﷺ۔ کون سا صدقہ دوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا پانی پلانا۔

(رواہ احمد والنسائی، کتاب الجنائز صفحہ ۱۰۷)

تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کنواں کھدوایا اور فرمایا۔

ھذہ لام سعد۔ (یہ سعد کی ماں کے نام کا کنواں ہے)۔

(ابو داؤد جلد ۱ صفحہ ۲۳۶، نسائی جلد ۲ صفحہ ۱۳۲، مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۱)

روایت کے الفاظ ہیں۔

عن سعد بن عبادۃ انہ قال یا رسول اللہ ﷺ ان ام سعد ماتت فای

الصدقة افضل. قال الماء . قال فحفر بيرا. وقال هذه لام سعد۔

یعنی اس کنویں سے جو بھی ثواب حاصل ہوگا۔ وہ سعد کی ماں کے نام ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ جس کے نام پر ایصال ثواب کرنا ہو۔ اس چیز پر اس فوت شدہ کا نام بھی لیا جا سکتا ہے۔ جیسے سعد کی ماں کا کنواں، غوث پاک کا بکرا، غوث پاک کی گیارہویں وغیرہ۔ فافهموا۔

نذر عن المیت

☆ جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی گئی آقا ﷺ۔ میری ماں نے نذر مانی تھی اور وہ نذر پوری کیے بغیر ہی فوت ہو گئی ہے۔ کیا میں ان کی طرف سے نذر پوری کروں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ تم اپنی ماں کی طرف سے اس کی مانی ہوئی نذر پوری کر دو۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ استفتى سعد بن عبادة رسول الله ﷺ فى نذر كان على امه توفيت قبل ان تقضيه قال رسول الله ﷺ فاقضه عنها۔

(مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۴، رواہ البخاری و مسلم و ابو داؤد و النسائی والترمذی وصحہ البیہقی کتاب الجنائز کیلانی اہل حدیث صفحہ ۱۰۸)

☆ ایک مرتبہ ایک مرد نے اور ایک مرتبہ ایک عورت نے عرض کی آقا ﷺ۔ میری والدہ فوت ہو گئی ہے اور اس کے ذمہ نذر کے روزے تھے۔ کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھ سکتی ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ تو اپنی فوت شدہ ماں کی طرف سے نذر کے روزے رکھ لے۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ ان امی ماتت وعلیها صوم شهر افا قضیه عنها . قال نعم ، فدین الله احق ان یقضی... . قالت امرأة للنبی ﷺ ماتت امی وعلیها صوم نذر۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۶۲)

حج عن المیت

جناب رسول اللہ ﷺ سے ایک عورت نے عرض کی آقا ﷺ۔ میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی۔ لیکن ابھی اس نے اپنی منت پوری نہیں کی تھی کہ وہ مر گئی۔ کیا میں اپنی فوت شدہ والدہ کی طرف سے حج کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں اس کی طرف سے حج کرو۔ روایت کے الفاظ ہیں۔

ان امرأة من جهينة جاءت الى النبی ﷺ فقالت ان امی نذرت ان تحج فلم تحج حتی ماتت . افا حج عنها. قال حجی عنها. ارأیت لو کان علی امک دین اکنت قاضیة . اقضوا الله فالله احق بالوفا۔

(بخاری جلد ۱ صفحہ ۲۵۰ وغیرہ)

حج عن الغیر

☆ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کی آقا ﷺ۔ میرا باپ اتنا بوڑھا ہو گیا ہے۔ کہ سواری پر بیٹھ نہیں سکتا۔ (اور حج کرنا چاہتا ہے) کیا اس کی طرف سے میں حج کر سکتی ہوں۔ (یعنی اس کے نام کا (حج بدل) اس کی طرف سے حج میں کروں اور اس کا ثواب میرے والد کو مل جائے) آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔ تو

اپنے بوڑھے باپ کی طرف سے حج کرلے (اس کا ثواب اسے مل جائے گا)۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ جاء ت امراة من خثعم عام حجة الوداع فقالت یا رسول الله ﷺ ان فريضة الله على عباده في الحج ادركت ابي شيخا كبيرا. لا يستطيع ان يستوى على الراحلة (لايثبت على الراحلة) فهل يقضي عنه ان احج عنه. قال نعم۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۲۰۵)

قرض عن المیت

☆ جناب سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں کوئی فوت شدہ مومن جنازہ کے لئے پیش کیا جاتا۔ اور اس کے ذمہ کچھ قرض ہوتا۔ تو آپ ﷺ فرماتے تھے۔ کہ اس نے اپنے پیچھے کچھ مال چھوڑا ہے۔ جس سے اس کا قرض ادا کیا جا سکے۔ اگر تو عرض کی جاتی۔ ہاں آقا ﷺ۔ اس کا قرض ادا کرنے کے لئے پیچھے مال موجود ہے۔ تو آپ ﷺ اس پر نماز جنازہ پڑھ دیا کرتے تھے۔ اور اگر مقروض میت کے پیچھے قرض ادا کرنے کے لئے کچھ مال نہ ہوتا (اور کوئی شخص اس کی طرف سے قرض کا ذمہ دار بھی نہ بنتا)۔

تو آپ ﷺ فرما دیا کرتے تھے۔ کہ تم خود ہی اپنے بھائی کا جنازہ پڑھ لو۔ جب فتوحات اسلامی ہوئیں (اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں مال غنیمت آنے لگا) تو آپ ﷺ نے اعلان فرما دیا کہ میں ایمان والوں کا ان کی جانوں (اور ان کے تمام اعزہ و اقرباء) سے بھی زیادہ مالک ہوں۔ اب اگر کوئی مقروض مومن فوت ہوا تو اس کا قرض

میں ادا کیا کروں گا۔ اور مرنے والا جو بھی مال چھوڑے گا وہ اس کے وارثوں کا ہوگا۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ كان يؤتى بالرجل المتوفى عليه الدين فيسال هل ترك لدينه فضلا. فان حدث انه ترك لدينه وفاء صلى. والا قال للمسلمين صلوا علىٰ صاحبكم. فلما فتح الله عليه الفتوح. قال انا اولى بالمؤمنين من انفسهم. (فى الدنيا والآخرة بخارى جلد ۱ صفحه ۳۲۳)

فمن توفى من المؤمنين فترک دينا فعلى قضاءه. (ترمذی جلد ۱ صفحه ۱۲۷) ومن ترک مالا فلورثته۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۳۰۸)

☆ جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک جنازہ لایا گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس پر کچھ قرض ہے؟ عرض کی گئی ہاں یا رسول اللہ ﷺ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ کچھ اس کا مال ہے جس سے اس کا قرض ادا کیا جا سکے۔؟ عرض کیا گیا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تو پھر تم خود ہی اس پر نماز جنازہ پڑھ لو۔ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی آقا۔ اس کا قرض میرے ذمہ آیا۔ تو آپ ﷺ نے اس پر جنازہ پڑھ دیا۔

(رواہ فی شرح السنہ۔ کتاب الجنائز اہلحدیث کیلانی صفحہ ۱۰۹!)

☆ اس طرح کی ایک روایت جناب سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اس طرح منقول ہے۔ (عن ابی قتادة) ان النبى اتى برجل ليصلى عليه فقال النبى ﷺ صلوا على صاحبكم فان عليه دينا. قال ابو قتادة هو

علي. فقال رسول الله ﷺ بالوفاء . فقال بالوفاء. فصلى عليه۔

(ترمذی جلد ا صفحہ ۱۲۷، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۱)

معلوم ہوا کہ اگر میت کے ذمہ کچھ قرض ہو۔ اور کوئی آدمی اس کے قرض کا ذمہ دار بن جائے۔ تو میت اسی وقت اس قرض سے آزاد ہو جاتی ہے۔ چاہے ابھی ادا نہ ہی کیا ہو۔

☆ اولاد کے نیک اعمال کے ثواب کے برابر ثواب نیت کئے بغیر بھی از خود ہی والدین کو بھی پہنچتا رہتا ہے۔

شہید کے لئے بھی قرض جنت سے رکاوٹ

جناب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک شخص نے عرض کی۔ آقا ﷺ۔ اگر میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو مجھے کیا ملے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جنت۔ جب وہ واپس لوٹا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں البتہ اگر تجھ پر کچھ قرض ہوا تو۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ ان رجلاء جاء الى النبي ﷺ فقال يا رسول الله مالي ان قتلت في سبيل الله. قال الجنة . فلما ولى قال الا الدين. سارني به جبريل عليه السلام انفا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ صفحہ ۳۷۲، سنن الکبری بیہقی جلد ۴ صفحہ ۶۱، کتاب الجنائز کیلانی صفحہ ۱۰۷)

صوم عن المیت

جب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمہ فرضی روزے ہوں۔ تو اس کی طرف سے اس کا وارث روزے رکھ دے۔ (تو میت

کے ذمہ سے یہ فرض ادا ہو جائے گا)۔

(بخاری صفحہ ۲۶۲، مسلم وابوداؤد، کتاب الجنائز کیلانی اہل حدیث صفحہ ۱۰۸)

قربانی عن المیت

زندہ یا فوت شدہ مسلمان کی طرف سے قربانی کی جائے۔ تو اسے اس کا ثواب پہنچ جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے سینگوں والے۔ چتکبرے، خصی دو مینڈے ذبح فرمائے۔ جب ان کو لٹایا تو۔ انی وجهت وجهي للذی ... الخ۔ پڑھا۔ پھر عرض کی۔ اے اللہ۔ اس قربانی کو میری طرف سے اور میری امت (کے غریب لوگوں) کی طرف سے قبول فرمالے۔

(رواہ احمد، وابن ماجہ والدارمی، ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۳۰

کتاب الجنائز کیلانی اہلحدیث صفحہ ۱۰۹)

ایک روایت اس طرح ہے۔

انه ﷺ ضحى بكبش . فقال هذا عمن لم يضح من امتى۔

(ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۸۲)

کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مینڈھا ذبح فرمایا۔ اور دعا کی۔ اے اللہ تعالیٰ میری یہ قربانی میری امت کے ان تمام غریبوں کی طرف سے قبول فرمالے۔ جن کو قربانی کرنے کی توفیق حاصل نہیں ہے۔

☆ جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی طرف سے ان کی زندگی میں۔ بغیر ان کی اجازت کے قربانی کی۔

روایت کے الفاظ ہیں۔ قالت عائشة فدخل علينا يوم النحر بلحم بقر.
فقلت ماهذا؟ فقال نحر رسول الله ﷺ عن ازواجه (ضحی رسول
الله ﷺ عن نسائه بالبقر)۔

(بخاری جلد اصفحہ ۲۴۳، ۲۳۱، صفحہ ۳۱۴، صفحہ ۸۳۴، مسلم جلد اصفحہ ۳۸۸، صفحہ ۳۸۹)

☆ جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ دو قربانیاں کیا کرتے تھے۔ ایک
اپنی طرف سے اور ایک جناب رسول اللہ ﷺ کی طرف سے۔ روایت کے الفاظ
ہیں۔ عن حنش قال رأيت عليا يضحي بكبشين فقلت له ماهذا. فقال
ان رسول الله ﷺ اوصانی ان اضحی عنه. فانا اضحی عنه۔

(ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۹، ترمذی جلد اصفحہ ۱۱۰ وغیرہ)

کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے جناب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود
وصیت فرمائی تھی۔ پیارے علی۔ میرے وصال شریف کے بعد بھی ہمیشہ میرے نام کی
قربانی دیا کرنا۔

(ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۹)

ثابت ہوا کہ کسی بھی زندہ یا فوت شدہ شخص کی طرف سے دوسرا شخص قربانی کر سکتا ہے۔
اور اس کا ثواب۔ جس کی طرف سے قربانی کی جا رہی ہے۔ اس کو پہنچ جائے گا۔ نیز یہ
بھی معلوم ہوا کہ جس کی طرف سے قربانی کرنی ہو اس قربانی پر اس کا نام بھی لیا جاتا
ہے۔ بلکہ ذبح سے پہلے اس کا نام لے کر دعا کرنا بھی سنت مصطفوی ﷺ ہے۔

نقل عن الغیر

جناب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعض بصرہ کے حاجیوں کو فرمایا کہ وہاں کی مسجد عشار میں جا کر دو یا چار نفل پڑھنا۔ اور کہنا کہ اس کا ثواب ابو ہریرہ کے لئے ہے۔ کیونکہ حضور ﷺ نے اس کے متعلق بشارت دی ہے۔ روایت کے الفاظ ہیں۔ عن صالح بن درهم يقول انطلقنا حاجين فاذا رجل فقال لنا الى جنبكم قرية يقال لها الابلة. قلنا نعم. قال من يضمن لى منكم ان يصلى لى فى مسجد العشار ركعتين او اربعا. و يقول هذه لابى هريرة. سمعت خليلى ابا القاسم ﷺ يقول ان الله يبعث من مسجد العشار يقوم القيامة شهداء لا يقوم مع شهداء بدر غير هم.

(ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۶، مشکوٰۃ صفحہ ۲۶۰)

فيه دليل على اداء العبادات النافلة للغير۔

(حاشیہ ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ حاشیہ نمبر ۳)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کوئی بھی نفلی عبادت کسی دوسرے کے لیے کی جا سکتی ہے۔

آمدم برسر مطلب

اگر آیت ''ليس للانسان الا ماسعى'' کے مطابق مسئلہ یہی ہے۔ کہ آدمی کو صرف وہی کچھ ملتا ہے۔ جو اس نے خود کمایا ہے۔ تو پھر۔ میت پر دوسروں کا جنازہ پڑھنا۔ قبر پر یا قبرستان میں جا کر میت کے لئے دعا کرنا، میت کے لئے قرآن خوانی کرنا، صدقہ و خیرات کرنا، زندہ یا فوت شدہ شخص کی طرف سے حج کرنا، میت کی طرف سے فرضی یا نذر کے روزے رکھنا، میت کے نام پر قربانی کرنا، کسی کے نام کے یا کسی کی طرف سے

نفل پڑھنا، میت کی طرف سے قرض ادا کرنا، قبر پر کئے گئے ذکر واذکار، تسبیح وتہلیل، قرآن مجید کی تلاوت کی برکت سے صاحب عذاب کے عذاب میں کمی ہونا، فرشتوں کا تمام مومنین کے لئے دعاء مغفرت کرنا، ایمان والوں کا ہمیشہ اپنے ساتھ ساتھ اپنے فوت شدگان ایمان والوں کے لئے بھی دعائیں کرنا، زندوں کی دعاء سے فوت شدگان کے گناہ معاف ہونا، ان کی بخشش ہو جانا، جنت میں ان کے درجات بلند ہونا، وغیرہ وغیرہ۔ (اس کا مفصل بیان نماز جنازہ کے باب میں گزر چکا ہے)

آخر یہ سب کچھ کیا ہے؟ کیا یہ تمام کام ایک شخص یا میت کی طرف سے دوسرا آدمی نہیں کر رہا۔ شارح مسلم امام نووی نقل فرماتے ہیں۔

ذهب جماعات من العلماء الى انه يصل الى الميت ثواب جميع العبادات من الصلوٰة والصوم والقراءة و غير ذالک۔

(حاشیہ نووی بر مسلم جلد ا صفحہ ۱۳)

یعنی اکثر علماء کرام کا فتوی یہی ہے۔ کہ تمام عبادات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ نماز (نفل) ہو۔ روزہ ہو، قرآن مجید کی تلاوت ہو یا اسی طرح کی اور کوئی بھی عبادت ہو۔ سب کا ثواب میت کو پہنچ جاتا ہے۔ تو اب ''ماسعٰی'' کے کیا معنی ہوئے؟

اصل بات یہ ہے کہ یہ آیت ہی منسوخ ہے۔

(ناسخ ومنسوخ از امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی نیشاپوری

حاشیہ اسباب النزول صفحہ ۲۹۴، طبع بیروت)

اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے۔

والذين آمنوا واتبعتهم ذريتهم بايمان الحقنابهم ذريتهم ... الخ۔

(سورت طور آیت نمبر ۲۱)

لہٰذا یا تو ایصال ثواب کا عقیدہ صحیح ماننا پڑے گا۔ یا پھر مذکورہ بالا اور ان جیسی دیگر تمام آیات واحادیث کا انکار کرنا پڑے گا۔

فاعتبروا واتقوا یا اولوا الالباب والابصار

غائبانہ نماز جنازہ کا بیان

قارئین کرام۔ آج کل اکثر "غائبانہ نماز جنازہ" کے اشتہار اور بینر آپ کی نظر سے گذرتے رہتے ہوں گے۔ بلکہ بعض جگہ وال چاکنگ کے ذریعہ سے بھی اس بات کی تشہیر کی جاتی ہے۔ کہ فلاں صاحب فلاں مقام پر "شہید" ہو گئے ہیں۔ لہٰذا فلاں تاریخ کو فلاں جگہ پر فلاں وقت ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی جائے گی اور جماعت کی فلاں نامور شخصیت ان کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھائے گی۔

اس "غائبانہ نماز جنازہ" کے نام پر اتنے اہتمام والتزام اور اشتہارات واعلانات کے ذریعہ سے ایک خلقت کو جمع کرنے کا ذاتی اور جماعتی اصل مقصد۔ تو ان اجتماعات میں شامل ہونے والوں پر خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔ کہ ہمیں یہاں جمع کرنے کا مقصد اصل میں کیا "جمع" کرنا تھا۔ البتہ فی الحال ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ اس "غائبانہ نماز جنازہ" کی شرعی حیثیت کیا ہے۔

جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ کیا واقعی یہ "سنت" ہے؟ جناب اگر آپ تھوڑا سا ذہن پر زور دیں تو آپ کو اس بات کے اقرار کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔ کہ یہ اعلانات، یہ اجتماعات اور یہ غائبانہ نماز جنازہ کا باقاعدہ طور پر پروگرام چند سال قبل ہی کی پیداوار

ہے۔ جس کا ثبوت نہ قرآن میں موجود ہے، نہ احادیث مقدسہ صحیحہ میں کہیں بالتصریح ثبوت موجود ہے، نہ خلفاء راشدین کے تیس سالہ ادوارِ خلافت میں کہیں کوئی اس کی نظیر ملتی ہے اور نہ ہی قرون ثلاثہ میں اس کی کوئی مثل ملتی ہے۔

حالانکہ کہا یہ جاتا ہے کہ دین صرف "ما انا علیه و اصحابی" تک ہی محدود ہے۔ یا کوئی مزید فراخدلی کا ثبوت دے تو "قرون ثلاثہ" تک دیکھنے اور ماننے کی اجازت دے دے گا۔ لیکن قابل غور بات تو یہ ہے کہ جس بات کا ثبوت "ما انا علیه و اصحابی" سے بھی نہ ملتا ہو۔ اور وہ باوجود مواقع فراہم ہونے اور کوئی امر مانع نہ ہونے کے "ادوارِ ثلاثہ" میں معمول بھی نہ رہا ہو۔ تو آخر اچانک اب وہ کام کیسے "مسنون" ہو سکتا ہے۔ ایسا تو بالکل نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی غیر متعصب شخص اس حقیقت سے انکار بھی نہیں کر سکتا۔ نیز جناب رسول اللہ ﷺ کا ایک مشہور فرمان عالیشان اس طرح بھی ہے۔ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین۔

(ترمذی جلد ۲ صفحہ ۹۲، ابو داؤد جلد ۲ صفحہ ۲۷۹، ابن ماجہ صفحہ ۵، مستدرک امام حاکم جلد ۱ صفحہ ۱۹۸، ابن حبان جلد ۱ صفحہ ۱۶۵، مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۱۶۰، دارمی جلد ۱ صفحہ ۵۷، سنن الکبری بیہقی جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۴، طبرانی کبیر جلد ۱۸ صفحہ ۲۴۵، شعب الایمان بیہقی جلد ۶ صفحہ ۶۷، مشکوۃ صفحہ ۳۰ وغیرہ)

کہ اے لوگو۔ تم پر (ہمیشہ ہمیشہ) میرے طریقے اور خلفاء راشدین (علیہم الرضوان) جو کہ ہدایت یافتہ ہیں۔ کے طریقے پر عمل کرنا لازم ہے۔

اور یہ غائبانہ نماز جنازہ۔ خلفاء راشدین علیہم الرضوان سے بھی کہیں بھی۔ کسی ضعیف،

غریب، مجروح، شاذ بلکہ منکر اور موضوع حدیث سے بھی ثابت نہیں ہے۔

پھر یہ جائز اور سنت کیسے ہو سکتا ہے۔ جب کہ سنت کی تعریف یہ ہے

"ماواظب علیہ مع ترک بلا عذر سنۃ"

(ردالمحتار جلد ا صفحہ ۸۷)

یعنی سنت اس کام کو کہا جائے گا۔ جس کو رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ کیا ہو۔ اور کبھی کبھار بلا عذر چھوڑ بھی دیا ہو۔ اور یہ بات یہاں مفقود ہے۔

اور مزید تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ اپنے "شہداء" کے غائبانہ نماز جنازہ کے علمبردار وہ حضرات بنے ہوئے ہیں۔ جن کے نزدیک شہید کا نماز جنازہ ویسے ہی ناجائز ہے۔ یعنی اصلی شہیدوں پر نماز جنازہ پڑھنے سے روکتے ہیں۔ اور اپنے خود ساختہ "شہیدوں" پر (جو کہ اکثر و بیشتر بعد میں زندہ و سلامت واپس گھر بھی آجاتے ہیں) محض جماعتی مقاصد اور چندہ بٹورنے کے لئے غائبانہ نماز جنازہ کا ڈرامہ رچایا جاتا ہے۔

فالی اللہ مشتکی

نیز بعض حنفی کہلانے والے حضرات بھی اس غیر شرعی ہوس میں اندھے ہو رہے ہیں۔ لہٰذا ان کے لئے چند معتبر کتب حنفیہ سے یہ حوالہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اب وہ نام نہاد حنفی یا تو حنفیت کا جعلی لیبل اتار ڈالیں۔ یا اپنی اس جماعتی سود و زیاں کے خیال سے تائب ہو جائیں۔ یہ ایک مسلم بات ہے کہ "وشرط صحتها الاسلام المیت وطهارته و وضعه امام المصلی . فلهذا لقید لا تجوز علی غائب ۔

(فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۸۰، نیز۔ غنیۃ المستملی صفحہ ۵۸۳ حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی۔ درمختار جلد ا صفحہ ۱۲۱، نور الایضاح صفحہ ۵۶، ملتقی

الابحر جلد ا صفحہ ۱۶۱، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر جلد ا صفحہ ۱۸۵،
خلاصۃ الفتاوی جلد ا صفحہ ۲۲۴، فتاوی امام غزی تمرتاشی صفحہ ۱۲ وغیرہ
پر بھی یہ مفہوم موجود ہے)

☆ قائلین حضرات عام طور پر اس بارہ میں شاہ حبشہ ''نجاشی'' جن کا نام ''اصحمہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ کے جنازے کو دلیل بناتے ہیں۔ تو جناب اس کے متعلق گذارش ہے کہ ''نجاشی'' جو کہ حبش کے بادشاہ کا لقب ہوتا تھا۔ جیسے قبط کے بادشاہ کو فرعون کہا جاتا تھا وہ خفیہ طور پر مسلمان ہو چکے تھے۔ اور جب رجب 9ھ میں ان کا کفرستان میں انتقال ہوا۔ تو جناب رسول اللہ ﷺ نے اسی دن مدینہ منورہ میں ان کے انتقال کی خبر دی۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ساتھ لے کر بقیع میں جا کر ان کا نماز جنازہ پڑھا۔ اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔ بخاری شریف جلد ا صفحہ ۱۶۷، کتاب الجنائز۔ باب ''الرجل ینعی الی اھل ا لمیت بنفسه'' نیز با اختلاف الفاظ صفحہ ۱۷۶۔ باب ''من صف صفین او ثلاثة علی الجنازة خلف الامام'' نیز باب ''الصفوف علی الجنازة'' صفحہ ۱۷۶، دو روائتیں۔ نیز صفحہ ۱۷۶ باب ''سنة الصلوٰة علی الجنائز ---'' نیز صفحہ نمبر ۱۷۷ باب ''الصلاة علی الجنائز بالمصلی والمسجد'' نیز صفحہ ۱۷۸ باب ۸۔۷ ''التکبیر اربعا'' دو سندوں کے ساتھ۔ امام بخاری نے ان تمام مقامات پر ان آٹھ عدد روایات کو مختلف ابواب کے تحت نقل فرمایا ہے لیکن امام بخاری علیہ الرحمہ نے ان آٹھوں مقامات میں سے کسی ایک مقام پر بھی اس واقعہ کے تحت ''غائبانہ نماز جنازہ'' کے متعلق استدلال تو کجا کہیں معمولی سا اشارہ بھی نہیں فرمایا۔ حالانکہ محدث ومفسر ومحقق اہلحدیث نواب صدیق الحسن

بھوپالی صاحب اور طبقات شافعیہ وغیرہ کے مطابق امام بخاری شافعی ہیں۔ اور شوافع غائبانہ نماز جنازہ کے قائل ہیں۔

اصول حدیث کا یہ کوئی اصول ہے ہی نہیں کہ جو روایت امام بخاری نقل نہ فرمائیں وہ یقیناً غلط ہی ہوتی ہے۔ ورنہ پھر مخالفین کے لئے بھی مشکل بن جائے گی۔ جو اپنا مطلب نکالنے کے لئے ہر وقت اور ہر مسئلہ میں ہر درجے کی کتب حدیث کے حوالے دیتے رہتے ہیں۔ بلکہ ایک مقام پر تو خود امام بخاری علیہ الرحمہ نے بھی یہ اصول بیان فرمایا ہے۔ "والمفسر یقضی علی المبھم اذا رواہ اھل الثبت۔

(بخاری جلد ا صفحہ ۲۰۱ کتاب الزکوۃ۔ باب العشر فیمی یسقی من السماء ۔۔)

یعنی اگر ایک مقام پر کوئی روایت (یا واقعہ) کچھ مبہم (اور مختصر) بیان کیا گیا ہو۔ اور دوسرے مقام پر اس کی کچھ تفصیل بیان کردی گئی ہو۔ تو اگر وہ تفصیل کوئی ثقہ راوی بیان کرے۔ تو اس تفصیل کو قبول کیا جائے گا۔ اور اسی پر عمل ہوگا۔ تو چونکہ امام بخاری کے علم میں وہ مفصل روایتیں بھی تھیں۔ اسی لئے ان کے نزدیک اس واقعہ سے غائبانہ نماز جنازہ ثابت نہیں ہوسکتا تھا۔ لہٰذا آپ نے ان روایات سے یہ استدلال نہ کیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی علیہ الرحمہ نے "باب الصفوف علی الجنازۃ" کے تحت ایسے کئی اقوال اور بعض وہ آیات بھی بیان فرمادی ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

من ذالک قول بعضھم کشف لہ صلی اللہ علیہ وسلم عنہ حتی رآہ فتکون صلاتہ علیہ صلاۃ الامام علی میت رآہ ولم یرہ المامون ولا خلاف فی جو ازھا... عن ابن عباس قال کشف للنبی صلی اللہ علیہ وسلم عن سریر النجاشی حتی رآہ وصلی علیہ. ولا بن حبان من

حدیث عمران ابن حصین فقام وصفوا خلفه وهم لا یظنون الا ان جنازة بین یدیه . اخرجه من طریق الاوزاعی عن یحی بن ابی کثیر عن ابی قلابة عن ابی المهلب عنه. ولا بی عوانة من طریق ابان وغیره عن یحییٰ بن ابی کثیر فصلینا خلفه ونحن لانری الا ان الجنازة قدامنا"

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۴۷، نیز باختلاف الفاظ۔ صحیح ابن حبان جلد ۶ صفحہ ۴۰، مسند امام احمد جلد ۴ صفحہ ۵۱۷، التمہید لا بن عبدالبر جلد ۶ صفحہ ۳۳۲، زرقانی علی المواہب جلد ۸ صفحہ ۸۷، عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۱۱۹، نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۵۴، از امام الوہابیہ قاضی شوکانی۔ فتح القدیر جلد ۲ صفحہ ۸۰، نصب الرایہ بحوالہ تقی الدین جلد ۲ صفحہ ۲۸۳، کرمانی شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۴۳۲ وغیرہ)

یعنی بعض قائلین کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے نجاشی کا جنازہ ظاہر کر دیا گیا تھا اور آپ ﷺ نے میت کو دیکھ کر جنازہ پڑھا تھا۔ تو پھر یہ جنازہ اس نوعیت کا ہوگا۔ جس میں امام تو میت کو دیکھ رہا ہو۔ لیکن مقتدی نہ دیکھ رہے ہوں۔ اور اس طرح کے جنازہ کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ چنانچہ جناب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی گئی ہے۔ کہ جناب رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے نجاشی کی چارپائی ظاہر فرما دی گئی تھی۔ اور آپ ﷺ نے میت کو دیکھ کر اس پر نماز جنازہ پڑھا۔ اور محدث ابن حبان بھی اپنی صحیح میں جناب سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ ﷺ نجاشی کا جنازہ

پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور لوگوں نے آپ ﷺ کے پیچھے صفیں بنالیں (اور آپ ﷺ نے جنازہ پڑھایا) اور صحابہ یہی سمجھتے تھے کہ جنازہ آپ ﷺ کے سامنے موجود ہے۔ اور محدث ابوعوانہ نے بھی یہ نقل کیا ہے۔ کہ صحابہ فرماتے تھے۔ کہ ہم نے جناب نبی اکرم ﷺ کے پیچھے نجاشی کا جنازہ پڑھا۔ اور ہم یہی سمجھتے تھے کہ جنازہ ہمارے سامنے ہے"

کیوں جناب اب سمجھ میں آیا کہ امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس واقعہ سے غائبانہ نماز جنازہ پر استدلال کیوں نہیں کیا۔ کیونکہ یہ جنازہ غائبانہ تھا ہی نہیں۔ بلکہ آپ ﷺ نے جنازہ دیکھ کر اس پر نماز پڑھی تھی۔ نیز اس کے ساتھ محدث ومفسر ومناظر وامام اہلحدیث مولوی ثناء اللہ امرتسری کے حوالہ سے یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ امام عسقلانی مقدمہ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھ چکے ہیں۔ کہ "شرح بخاری میں جن احادیث کو میں بغیر جرح کے نقل کروں گا وہ صحیح ہوں گی یا حسن"

(فتاوی ثنائیہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۲)

اب ذرا دوبارہ فتح الباری میں ذکر کردہ روایات بالا ملاحظہ فرمائیں۔ امام عسقلانی ان روایات کا بیان ذکر کرکے خاموشی سے بلا جرح وتنکیر آگے گزر گئے ہیں۔ جس سے ثابت ہوا کہ ان محدث کبیر جن کو "خاتم الحفاظ" بھی کہا جاتا ہے۔ کے نزدیک یہ احادیث "صحیح" ہیں یا پھر کم از کم "حسن" تو ضرور ہیں۔ ورنہ امام عسقلانی ان روایت پر ضرور جرح وتنکیر فرماتے فللہ الحمد۔ اور اس بات پر ہر وہ مومن ضرور یقین رکھے گا۔ جو "ان اللہ علی کل شیئی قدیر" پر ایمان رکھتا ہے۔ اور ایسا پہلے بھی کئی مرتبہ ہو چکا ہے۔ مثلاً واقعہ معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو جناب

نہیں ہے۔

(نمازِ نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں صفحہ ۲۹۶)

مطبوعہ دارالسلام پبلشرز الریاض، لاہور

☆ بعض لوگ ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' کے تحت ایک اور واقعہ بھی بیان کرتے ہیں کہ جی حضور ﷺ نے ایک اور صحابی جناب معاویہ بن معاویہ المزنی اللیثی کا جنازہ بھی غائبانہ پڑھایا تھا۔ آپ اختصار کے ساتھ ان کے ترکش کے اس بوسیدہ تیر کا بھی معائنہ کرلیں۔ محدث ابن عبدالبر جو کہ اسماء الرجال کے فن کے مسلم امام ہیں۔ آپ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''الاستیعاب'' میں اس واقعہ کو اس طرح نقل فرمایا ہے کہ جناب جبریل علیہ السلام تبوک میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی

''یا محمد مات معاویة بن معاویة المزنی افتحب ان تصلی علیه قال نعم فضرب بجناحه الارض فلم یبق شجرة و لا اکمة الاتضعفت ورفع الیه سریره حتی نظر الیه فصلی علیه۔

(الاستیعاب ھامش علی الاصابہ جلد نمبر ۳ صفحہ ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۸۴، مطبوعہ مکتبہ بغداد، سنن الکبری بیہقی جلد ۴ صفحہ ۵۱، طبرانی کبیر جلد ۸ صفحہ ۱۱۶، طبرانی اوسط جلد ۴ صفحہ ۵۱۹، مجمع الزوائد جلد ۳ صفحہ ۳۸، مسند الشامیین صفحہ ۱۳، عمل الیوم واللیلۃ صفحہ ۷۰ وغیرہ)

یعنی جناب رسول خدا ﷺ تبوک میں تھے۔ کہ جناب جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کے صحابی جناب معاویہ بن معاویہ مزنی مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے ہیں۔ کیا آپ ﷺ ان کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے

ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ تو جبریل نے اپنا پر زمین پر مارا۔ تو تبوک سے مدینہ منورہ تک تمام حجابات اٹھ گئے۔ اور جناب معاویہ کی چار پائی یعنی جنازہ حضور ﷺ کے سامنے کر دیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے جناب معاویہ لیثی پر نماز جنازہ پڑھی۔

☆ قارئین کرام اس روایت کو بار بار پڑھیں اور فیصلہ فرمائیں کہ کیا یہ جنازہ غائبانہ ہے۔ یا میت کو سامنے دیکھ کر۔ حاضر میت پر پڑھا جا رہا ہے۔ یقیناً اس روایت میں تو کسی طرح کا کوئی ابہام یا اشکال ہے ہی نہیں ہے۔ صاف صاف بالتصریح بیان کر دیا گیا ہے کہ۔ جنازہ آپ ﷺ کے سامنے کر دیا گیا تھا۔ اور آپ ﷺ نے جنازہ کو دیکھ کر اس پر نماز جنازہ پڑھی۔ حیرت ہے یار لوگ اس روایت کو بھی غائبانہ نماز جنازہ کے لئے دلیل سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو بشرط صحت روایت۔ ہمارے مؤقف ہی کو واضح کر رہی ہے۔ کہ جبریل نے عرض کی۔ حضور ﷺ کیا آپ ﷺ ان کی نماز جنازہ پڑھنا پسند فرمائیں گے۔ آپ ﷺ نے رضا مندی ظاہر فرمائی۔ تو جبریل نے ان کا جنازہ حضور ﷺ کے سامنے کر دیا۔ اور درمیان کے تمام حجابات اٹھا دیئے۔ تو آپ ﷺ نے حاضر میت پر نماز جنازہ پڑھی۔

اگر غائبانہ نماز جنازہ جائز ہوتا۔ تو جبریل اتنا تکلف نہ کرتے۔ بلکہ محض اتنی عرض کر دیتے۔ کہ حضور ﷺ جناب معاویہ لیثی مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے ہیں۔ اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں تو ان کا ''غائبانہ'' نماز جنازہ پڑھ لیں۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ مکمل اہتمام کے ساتھ پہلے جنازہ سامنے کیا گیا۔ پھر اس سامنے موجود حاضر میت پر جنازہ پڑھا گیا۔ فھو المطلوب۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ محدث ابن عبد البر علیہ الرحمہ آگے فرماتے ہیں کہ اس روایت کا راوی ''علاء بن یزید ثقفی ہے۔ جو کہ خود حدیثیں گھڑا کرتا

تھا۔ نیز امام اہلحدیث قاضی شوکانی بھی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "

اسانید هذه الاحادیث لیست بالقویة"

(نیل الاوطار نمبر ۴ صفحہ ۵۰)

کہ اس روایت کی اسناد قوی نہیں ہیں۔

لان فی اسناده العلاء بن یزید .... کان یضع الحدیث۔ (حوالہ مذکورہ)

کیونکہ اس روایت کی اسناد میں علاء بن یزید بھی ہے۔ جو کہ حدیثیں خود گھڑا کرتا تھا۔

لہٰذا روایت تو ویسے بھی قابل حجت نہیں ہے۔ اور جس جس محدث ومفسر نے بھی اس روایت کو نقل فرمایا ہے۔ تقریباً تمام نے اسی طرح ہی نقل فرمایا ہے۔

اور اگر یہ روایت دلیل ہو بھی۔ تو پھر یہ مخالفین کی نہیں۔ بلکہ ہماری دلیل بنتی ہے۔

ویسے بھی جنازہ کی شرائط سے یہ بھی ایک شرط ہے۔ "ان صلاة الجنازة یحتاج فیها الی ان یکون الجنازة بمرأی من الامام"

(حاشیہ بخاری جلد ا صفحہ ۱۶۷)

کہ میت (یا اس کا اکثر حصہ) امام کے سامنے موجود ہونا چاہیے۔ کہ امام میت کو دیکھ رہا ہو۔ یعنی نماز جنازہ میں میت امام کے سامنے موجود ہونی لازمی ہے۔ بلکہ امام ذہبی تو لکھتے ہیں کہ "لا نعلم فی الصحابة معاویة و کذالک تکلم فیه البخاری"

(نیل الاوطار نمبر ۴ صفحہ ۵۰)

کہ ہم تو صحابہ میں سے معاویہ بن معاویہ لیثی المزنی نام کے کسی شخص کو جانتے ہی نہیں ہیں۔ اور امام بخاری نے بھی ان کے صحابی ہونے کے متعلق کلام کیا ہے۔

نیز جناب رسول اللہ ﷺ کی تمام ظاہری زندگی میں آپ ﷺ کی عادت کریمہ

کے متعلق کوئی ثبوت نہیں ملتا۔کہ آپ ﷺ دور دراز کے فوت ہونے والے مسلمانوں پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھا کرتے تھے۔اور نہ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی کے ادوار خلافت میں اس بات کا کوئی ثبوت ملتا ہے۔حالانکہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام حضور ﷺ کی ظاہری زندگی میں دور دراز مقامات پر فوت اور شہید ہوتے رہے۔اور حضور ﷺ کو ان کا بڑا دکھ بھی ہوا۔حتی کہ قراء کی جماعت کے شہید ہونے پر آپ ﷺ تقریبا ایک ماہ تک ان کے قاتلوں کے لئے نماز میں بد دعا فرماتے رہے۔لیکن ان شہدا کا غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا۔

اسی لئے امام الوہابیہ ابن تیمیہ کے شاگرد حافظ ابن قیم جوزی اپنی کتاب ''زادالمعاد جلد نمبر ا صفحہ ۱۴۴ طبع بیروت'' (جس کے متعلق مجلہ الدعوۃ مارچ ۱۹۹۷ء کے صفحہ نمبر ۵۲ پر اس طرح تبصرہ کیا گیا ہے''عالمی شہرت کی حامل ۔۔۔ یہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے ہونہار شاگرد اور عالم اسلام کے سرخیل عالم امام ابن قیم کی تالیف ہے۔۔۔ یہ کتاب لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کی تفسیر کہی جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ سیرت رسول اللہ ﷺ کے مختلف پہلوؤں پر بڑے فقیہانہ، مجتہدانہ اور محققانہ انداز میں قاری کی رہنمائی کرتی ہے۔کہ اس نے دنیا میں رہتے ہوئے محمد رسول اللہ ﷺ کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے کس طرح اور کس نہج پر زندگی بسر کرنی ہے۔کہ جس کی ضمانت پر آخرت میں اسے کامیابی و کامرانی کی نوید مل سکے۔امام ابن قیم نے اس کتاب میں حیات رسول اللہ ﷺ کے تقریبا تمام گوشوں کو احادیث صحیحہ، اقوال صحابہ و تابعین اور معتبر تاریخی حوالہ جات اور واقعات کی روشنی میں نہایت جچے تلے اور محققانہ انداز میں پیش کیا ہے۔۔۔ یہ کتاب نبی مکرم ﷺ کی عملی زندگی کی منہ

بولتی تصویر ہے۔ شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تلخیص لکھی ہے) پر لکھتے ہیں۔

"فصل ولکم یکن من هدیه و سنة الصلوة علی کل میت غائب فقدمات خلق کثیر من المسلمین وهم غیب. فلم یصل علیهم وصح عنه انه صلی علی النجاشی صلاته علی المیت"

یعنی اس بات کا بیان کہ تمام غائب میتوں پر جنازہ پڑھنا تو حضور ﷺ کا طریقہ تھا اور نہ ہی یہ آپ ﷺ کی سنت ہے۔ کیونکہ بہت سے مسلمان دور دراز مقامات پر فوت ہوئے۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کا غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا۔ اور یہ بھی آپ ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے نجاشی کی میت پر نماز جنازہ پڑھا تھا پھر لکھتے ہیں۔

"وقال شیخ الاسلام ابن تیمیه الصواب ان الغائب ان مات ببلدلم یصل علیه فیه صلی علیه. صلاة الغائب کما صلی النبی صلی الله علیه وسلم علی النجاشی لانه مات بین الکفار ولم یصل علیه. وان صلی علیه حیث مات لم یصل علیه صلوة الغائب۔

(زاد المعاد جلد نمبر ا صفحہ ۱۴۵)

کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ (جو کہ غائبانہ نماز جنازہ کے قائل ہیں اور نجاشی کے جنازہ کو دلیل سمجھتے ہیں) کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی مسلمان دور کسی مقام پر مر جائے۔ جہاں اس پر جنازہ نہ پڑھا گیا ہو۔ تو پھر اس پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھا جائے گا۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے نجاشی کا جنازہ پڑھا تھا۔ کیونکہ وہ کافروں کے درمیان مرے تھے۔ اور ان پر

جنازہ نہیں پڑھا گیا تھا۔ اور اگر کوئی غائب ایسے مقام پر مرے۔ جہاں اس پر جنازہ پڑھ لیا گیا ہو۔ تو پھر اس کا غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا جائے گا۔

کیوں جناب یہاں تو ماننے والے بھی مشروط اجازت دے رہے ہیں۔

تو گذارش ہے کہ ان کے ''شہداء'' جو ان کے ہاتھوں یا ان کے سامنے شہید ہو جاتے ہیں ان کی نماز جنازہ بھی تو وہ وہاں اپنے سنٹروں اور مرکزوں میں ضرور پڑھتے ہی ہوں گے اور اگر نہیں پڑھتے تو کیوں نہیں پڑھتے؟ اور اگر وہاں نہیں پڑھتے تو پھر یہاں اتنی اشتہار بازی اور شور شرابا کیوں؟ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

اسی طرح بخاری شریف کے حاشیہ میں منقول ہے۔

''ولو جازت الصلوٰۃ علی غائب لصلی علیہ السلام علی من مات من اصحابہ ولصلی المسلمون شرقا و غربا علی الخلفاء الاربعۃ وغیرھم ولم ینقل ذالک''

یعنی اگر غائبانہ نماز جنازہ جائز ہوتی تو جناب رسول اللہ ﷺ اپنے تمام دور دراز فوت ہونے والے صحابہ کی غائبانہ نماز جنازہ ضرور پڑھتے۔ (حالانکہ بالکل نہیں پڑھا گیا) اور خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور دیگر صحابۂ کرام پر بھی شرق و غرب کے مسلمان ضرور غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے۔ حالانکہ ایسا کہیں سے ثابت نہیں ہے۔

☆ علاوہ ازیں علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے غزوہ موتہ کا ایک واقعہ اس طرح بیان فرمایا ہے ''لما التقی الناس بموتۃ جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر و کشف لہ مابینہ و بین الشام فھو ینظر الی معترکھم فقال علیہ الصلوٰۃ والسلام اخذ الرایۃ زید بن حارثۃ فمضی حتی استشھد

وصلى عليه ودعاله. وقال استغفروا له دخل الجنة وهو يسعى ثم اخذالراية جعفر بن ابى طالب فمضى حتى استشهد وصلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم و دعاله .وقال استغفروا له دخل الجنة فهو يطير فيها بجناحين حيث شاء"

(مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد نمبر ۴ صفحہ ۱۴۰)

یعنی جب صحابہ کرام جنگ موتہ میں برسر پیکار تھے تو حضور ﷺ اپنے منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے اور آپ ﷺ کے اور ملک شام کے درمیان کے تمام حجابات اٹھا لئے گئے۔اور آپ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہونے کے باوجود میدان جنگ کو ملاحظہ فرما رہے تھے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب جھنڈا زید بن حارث نے پکڑا ہوا ہے۔آپ لڑتے رہے حتی کہ آپ شہید ہو گئے۔پھر آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور ان کے لئے دعا فرمائی۔پھر تمام صحابہ کو بھی فرمایا کہ ان کے لئے مغفرت طلب کرو۔وہ جنت میں پہنچ گئے ہیں۔پھر فرمایا کہ اب جھنڈا جعفر بن ابی طالب (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بڑے بھائی) نے پکڑ لیا ہے۔وہ لڑتے رہے حتی کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔پھر حضور ﷺ نے ان کا جنازہ پڑھا۔اور آپ کے لئے دعا فرمائی۔اور صحابہ کو بھی فرمایا کہ ان کے لئے مغفرت طلب کرو۔آپ بھی جنت میں داخل ہو چکے ہیں۔اور وہ اپنے دونوں بازوؤں سے جہاں چاہتے ہیں اڑتے پھرتے ہیں۔

امام ابن ہمام نے "فتح القدیر نمبر ۹ صفحہ ۸۱ مطبوعہ سکھر" پر بھی اس روایت کو نقل فرمایا ہے لیکن اس روایت سے بھی غائبانہ نماز جنازہ پر دلیل نہیں پکڑی جا سکتی۔کیونکہ یہاں بھی

تمام واقعہ آپ ﷺ کے سامنے منکشف ہے۔ ہاں البتہ اس روایت سے جناب رسول اللہ ﷺ سے ''دعا بعد جنازہ'' کا ثبوت ضرور مل رہا ہے۔

☆ قارئین کرام! جو روایات اس مسئلہ کے اثبات پر پیش کی جاتی ہیں یا پیش کی جا سکتی ہیں۔ وہ تقریباً ہم نے سب ہی بیان کر دی ہیں۔ اور ان کی مختصر مگر جامع وضاحت بھی کر دی ہے۔ اور بحمدہ حق واضح ہو گیا کہ جناب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے خلفاء راشدین صحابہ کرام، تابعین عظام اور تبع تابعین کرام نے یعنی خیر القرون میں کبھی بھی کسی کا غائبانہ نماز جنازہ نہیں پڑھا گیا۔

اور اگر واقعی غائبانہ نماز جنازہ ''مسنون'' یا کم از کم مستحب ہی ہوتا تو خیر القرون میں بھی ضرور اس ''مسنون'' کام پر عمل کیا جاتا رہا ہوتا۔ کاش کہ یہاں بھی یار لوگ اپنا گھسا پٹا فقرہ دہرا دیں'' کہ جو کام خیر القرون میں نہیں ہوا وہ بدعت ہے'' بلکہ یہ بھی ساتھ ہی پڑھ لیں۔'' کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار ''

تا کہ آپ کا'' غائبانہ نماز جنازہ'' بھی'' بدعت'' ثابت ہو جائے۔ ویسے اگر ذرا عقل سے کام لیں تو آپ کو یہ ماننے بغیر چارہ نہیں ہو گا کہ اگر غائبانہ نماز جنازہ کو جائز قرار دیدیا جائے تو پھر'' نماز جنازہ'' اور اس کے اہتمام والتزام اور اجتماع کا معاملہ ہی سرے سے ختم ہو جائے گا۔ بلکہ اہل خانہ کے چند افراد مل کر جنازہ پڑھ لیں۔ باقی لوگوں کے لئے یہ اعلان کر دیا جائے کہ۔ فلاں صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ دور دراز سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بلکہ سب لوگ اپنے اپنے مقام پر ہی اس کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھ لیں۔ اس طرح دور دراز سے آنے والوں کو بھی سہولت رہے گی۔ اور اہل میت بھی مہمانداری کی مشکل سے بچ جائیں گے۔

یا پھر کسی معتبر دلیل سے ثابت کیا جائے۔ کہ صرف ان ''خاص شہداء'' کا ہی غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔

☆ یہاں صحاح ستہ کی ایک حدیث بھی سن لیں۔ کہ جنازے کے اعلانات اور تشہیر تو خود غیر مسنون ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔

حدیث نمبرا۔ عن حذیفة .. انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم ینهٰی عن النعی . هذا حدیث حسن۔

حدیث نمبر۲۔ عن عبدالله. عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ایا کم والنعی فان النعی من عمل الجاهلیة. قال عبدالله والنعی اذان بالمیت۔

حدیث نمبر۳۔ عن علقمه عن عبدالله نحوه .والنعی عند هم ان ینادی فی الناس بان فلانامات لیشهدوا جنازته ۔

(ترمذی شریف جلدا صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸، ابواب الجنائز)

یعنی جناب سیدنا ابن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کسی کی موت کے اعلان سے منع فرمایا ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں۔ یہ حدیث حسن ہے۔ نیز جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کسی کی موت کے اعلان سے بچو (اعلان نہ کرو) کیونکہ موت کا اعلان کرنا جاہلیت کی ایک رسم ہے۔ نیز جناب سیدنا علقمہ رضی اللہ عنہ نے بھی جناب سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غیر مرفوع طور پر ایسا ہی بیان فرمایا ہے اور ''نعی'' سے ان کے نزدیک مراد یہ ہے کہ لوگوں

میں یہ اعلان کیا جائے۔ کہ فلاں آدمی فوت ہو گیا ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ اس کے جنازے میں شامل ہوں۔

کیوں جناب۔ ہم پر تو آپ کی طرف سے پہلے ہی "حدیث کو نہیں مانتے اور امام کی تقلید کرتے ہیں" کا فتویٰ ہے۔ لہٰذا فی الحال ہمیں چھوڑیں۔ کم از کم جو لوگ بزعم خود "اہلحدیث" ہیں۔ ان کو تو بالکل ہی یہ زیب نہیں دیتا کہ صحاح ستہ کی ایک "حسن" حدیث کے خلاف اس زور و شور سے اعلانیہ طور پر عمل کریں۔ اور اس دور جاہلیت کے عمل پر ایک کثیر رقم جو سادہ لوح عوام سے مظلوم کشمیریوں کے خون کے بدلے میں بٹوری گئی ہو۔ اور وہ قوم کی ایک امانت ہو۔ اس امانت میں خیانت کرتے ہوئے۔ اس کو اس طرح بے دریغ اڑایا جائے۔ اور اپنی ذاتی یا جماعتی غرض کے تحت صحاح ستہ کی "حدیث حسن" کا اجتماعی طور پر خلاف کیا جائے۔ اور فرمان نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے اس طرح پرخچے اڑائے جائیں۔

دور جاہلیت میں ایک گھڑ سوار گلیوں بازاروں میں اعلان کرتا تھا۔ آج گھڑ سوار کا کام اشتہاروں سے نکال لیا جاتا ہے۔ بے شک یہ طریقہ تو جدید ہوگا۔ لیکن بات تو وہی رہے گی۔ لہٰذا سچے اہلحدیث کو تو اس خلاف حدیث کام کی پرزور مخالفت کرنی چاہیے۔ اور اس مخالف حدیث اور غیر مسنون کام پر مبنی محافل میں شامل ہو کر۔ معاون علی الاثم والعدوان۔ بن کر گناہ گار نہیں ہونا چاہیے۔

نیز عام طور پر تو یہی کہا جاتا ہے کہ ایک جائز کام بھی ناجائز اور غیر مشروع کام کی شمولیت سے۔ یا ایک مشروع کام بھی اگر غیر مشروع طریقہ سے کیا جائے۔ تو وہ ناجائز اور گناہ ہو جاتا ہے۔ اسی مفروضے کے تحت۔ سوئم۔ ساتواں۔ دسواں۔ چہلم، عرس اور

برسی وغیرہ یا زیارت قبور اور میلاد شریف کی محافل کو ناجائز قرار دیا جاتا ہے۔ باوجودیکہ نفس ایصال کے جائز ہونے کے تو سب ہی قائل ہیں۔ تو آخر یہ قانون یہاں کیوں لاگو نہیں کیا جاتا۔ اگر وہ سب کچھ ناجائز ہے۔ جس میں خلاف حدیث بھی کوئی کام نہیں ہوتا۔ تو یہ سب کچھ کیسے جائز ہو سکتا ہے جو کہ بالکل فرمان مصطفےٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سراسر خلاف ہے۔

فافهموا یا اولوا الابصار . واعتبروا یا اولوا الالباب۔

☆☆☆☆☆☆

خودکشی کرنے والے کا نماز جنازہ

خودکشی کرنے والا کلمہ گو مسلمان ہے۔ اگرچہ خودکشی کرنا حرام ہے۔ اور خودکشی کرنے والے کی تمام زندگی کی نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔ اور وہ یقینی دوزخی ہوتا ہے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک مجاہد فی سبیل اللہ کو خودکشی کرنے پر دوزخی فرمایا۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۴۰۶، مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۷۲)

اسی طرح بعض احادیث مقدسہ میں ہے کہ خودکشی کرنے والا جس آلہ سے خودکشی کرتا ہے۔ قیامت تک اسی آلہ کے ساتھ قتل کیا جاتا رہے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا یہ فعل حرام اور از روئے شریعت بہت بڑا گناہ ہے۔ اسی لئے جناب رسول مقبول ﷺ نے خودکشی کرنے والے کا جنازہ زجراً اور لوگوں کو تنبیہ کرنے اور اس فعل حرام سے باز رکھنے کی خاطر خود نہ پڑھا۔

(مسلم شریف جلد ا صفحہ ۳۱۴)

روایت کے الفاظ ہیں۔ عن جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم برجل قتل نفسہ بمشاقص فلم یصل علیہ۔ البتہ صحابہ کرام کو فرمایا کہ تم اس خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھ لو۔

☆ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں۔

انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یصل علیہ بل امر القوم بان یصلوا علیہ۔

(تعلیقات المحمود شرح ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۹۸)

چنانچہ آپ ﷺ کے حکم کے مطابق صحابہ کرام علیہم الرضوان نے خودکشی کرنے والے کا جنازہ پڑھا۔ چونکہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے جنازہ پڑھانے کا دل میں بہت اشتیاق رکھتے تھے۔ اس لئے آپ ﷺ اس طرح کا بڑا گناہ کرنے والے شخص کا تہدیداً جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔ تاکہ لوگ آپ ﷺ سے جنازہ پڑھانے کے حرص اور شوق میں ایسے کبیرہ گناہوں سے باز رہیں۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے جناب ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں حد رجم لگائی گئی تھی۔ کا جنازہ خود تو نہ پڑھا۔ لیکن صحابہ کرام علیہم الرضوان کو ان کا جنازہ پڑھنے سے منع نہ فرمایا۔

☆ روایت کے الفاظ ہیں۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یصل علی ماعز بن مالک ولم ینہ عن الصلوٰۃ علیہ۔

(ابوداؤد شریف جلد ۲ صفحہ ۹۸)

☆ اسی طرح ابتدائے اسلام میں جب حضور ﷺ کے سامنے کوئی ایسا جنازہ لایا جاتا۔ جس کے ذمہ کچھ قرض ہوتا۔ تو آپ ﷺ اس کا جنازہ نہ پڑھتے تھے۔ البتہ

صحابہ کرام علیہم الرضوان کو فرمادیتے۔ صلوا علی صاحبکم۔

(بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۳۰۵ وغیرہ)

الغرض حضور علیہ السلام کا خودکشی کرنے والے کا جنازہ نہ پڑھنا زجراً اور تنبیہاً تھا۔ البتہ ہر مسلمان کلمہ گو (غیر ساعی فی الارض بالفساد) کا جنازہ ضرور پڑھا جائے گا۔ جیسا کہ

☆ حدیث شریف میں ہے۔ صلوا علی من قال لا الٰہ الا اللہ. براً کان او فاجراً. وان عمل بالکبائر. ان کان قاتل نفسہ۔

(دار قطنی جلد ۲ صفحہ ۵۷)

یعنی ہر کلمہ گو (غیر ساعی فی الارض بالفساد) کا نماز جنازہ ضرور پڑھا جائے۔ اگرچہ وہ مرتکب کبائر ہو یا خودکشی کرنے والا ہو۔ نیز شرح عقائد میں ہے۔ ویصلی علی کل بر و فاجر اذا مات علی الایمان للاجماع ولقولہ علیہ الصلوۃ والسلام۔ لا تدعوا الصلوٰۃ علی من مات من اھل القبلۃ۔

(شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۵)

☆ اسی لئے امام محمد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ وبہ نأخذ لا یترک احد من اھل القبلۃ لا یصلی علیہ وھو قول ابی حنیفۃ۔

(کتاب الآثار صفحہ ۵۸)

☆ طحطاوی علی المراقی اور درالمختار پر بھی ہے۔

صلوا علی کل بر و فاجر من اھل القبلۃ۔

(طحطاوی علی المراقی صفحہ ۳۷۷، درالمختار جلد ۱ صفحہ ۵۸۱)

☆ اسی طرح مراقی الفلاح شرح نورالایضاح میں ہے۔ یغسل ویصلی علیہ

عندابی حنیفة ومحمد وهو الاصح لانه مؤمن مذنب ـ

(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح حاشیہ علی الطحطاوی صفحہ ۴۹۷)

☆ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں۔ فصار کفیرہ من اصحاب الکبائر ـ

(طحطاوی علی المراقی صفحہ ۴۹۷)

☆ اسی طرح علامہ قاضی خاں فرماتے ہیں۔

اذا قتل نفسه فی قول ابی حنیفة و محمد. یغسل ویصلی علیه ـ

(فتاوی قاضی خاں جلد ۱ صفحہ ۹۰)

☆ اسی طرح فتاوی عالمگیری میں ہے۔ ومن قتل نفسه عمداً یصلی علیه عند ابی حنیفة ومحمد رحمهما الله. وهو الاصح ـ

(عالمگیری جلد ۱ صفحہ ۸۳)

☆ اسی طرح علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں۔

اعلم ان هذا کلمه فیمن قتل نفسه عمدا امالو کان خطأً فانه یصلی علیه بلا خلاف کما صرح فی الکفایة وغیرها ـ

(فتاوی شامی جلد ۱ صفحہ ۵۸۴)

☆ اسی طرح فتح القدیر شرح ھدایہ میں ہے۔

وکان شمس الائمه حلوانی رحمه الله یقول الاصح عندی ان یصلی علی من تعمد قتل نفسه.. وقال القاضی خان اذاقتل نفسه یغسل ویصلی علیه فی قول ابی حنیفة و محمد رحمهما الله تعالیٰ ـ

(فتح القدیر شرح ھدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۱۰)

☆ نیز فتاویٰ مہریہ صفحہ ۱۱۴ پر بھی تقریباً ایسا ہی مذکور ہے۔

☆ بعض حضرات جو اس بات کے قائل ہیں۔ کہ چونکہ حضور ﷺ نے خودکشی کرنے والے کا جنازہ نہیں پڑھایا۔ لہٰذا اس کا جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے۔

علامہ شامی اس خودساختہ استدلال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اقول قد يقال لا دلالة في الحديث على ذالك . لانه ليس فيه سوى انه عليه الصلاة والسلام لم يصل عليه . فالظاهر انه امتنع زجرا لغيرة عن مثل هذا الفعل . كما امتنع عن الصلوة المديون. ولا يلزم من ذالك عدم صلوة احد عليه من الصحابة. اذلا مساواة بين صلاته صلاة وصلوة غيره ـ

(ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۵۸۴)

☆ نیز علامہ نووی مسلم شریف کی شرح میں اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں۔

واجابوا عن هذا لحديث بان النبي صلى الله عليه وسلم لم يصل عليه بنفسه زجرا للناس عن مثل فعله وصلت عليه الصحابة. وهذا كما ترك النبي صلى الله عليه وسلم الصلوة في اول الامر على من عليه دين . زجرالهم .عن التساهل في الاستدانه وعن اهمال وفائها وامرا صحابه بالصلوة عليه. فقال صلى الله عليه وسلم صلوا على صاحبكم . قال القاضي مذهب العلماء كافة. الصلوة على كل مسلم و محدودو مرجوم وقاتل نفسه وولدالزناء. وعن مالك وغيره ان الامام يجتنب الصلوة على مقتول في حد. وان اهل الفضل لايصلون

علی الفساق زجرا لھم ۔

(نووی بر مسلم جلد ا صفحہ ۳۱۴)

لہٰذا خودکشی کرنے والے مسلمان کو غسل بھی دیا جائے گا۔ اس کا جنازہ بھی پڑھا جائے گا ۔ البتہ سنت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق اکابرین اسلام اور بزرگان دین بطور تنبیہ اور زجراو توبیخا۔ ایسے شخص کا جنازہ نہ پڑھیں۔ کیونکہ یہ علماء کرام ہی ورثۃ الانبیاء ہیں۔ اور ایسے کبیرہ گناہ کرنے والے شخص کے متعلق ضرور بالضرور نفرت و بیزاری کا اظہار کرنا چاہیے۔ البتہ عوام الناس کو اس کے کلمے اور ایمان کا احترام ولحاظ کرتے ہوئے اس شخص کا جنازہ پڑھ دینا چاہیے۔ جیسا کہ مرتکب کبائر کا جنازہ حضور ﷺ نے نہ پڑھا۔ لیکن حضور ﷺ کی اجازت اور حکم سے صحابہ کرام علیھم الرضوان نے پڑھ دیا تھا۔

☆ امام اہل سنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ اگر علماء وفضلاء باقتدائے نبی ﷺ فی المدیون وفی قاتل نفسہ بغرض زجر وتنبیہ نماز جنازہ بے نماز (اور خودکشی کرنے والے) سے خود جدار ہیں۔ کوئی حرج نہیں ہاں یہ نہیں ہوسکتا کہ اصلا کوئی بھی نہ پڑھے۔ یوں سب آثم وگناہ گار ہوں گے۔ مسلمان اگرچہ فاسق ہو اس کے جنازہ کی نماز فرض ہے۔۔۔ سوائے چار آدمیوں کے نمبر 1۔ باغی، نمبر 2۔ ڈاکو جو دوران ڈاکہ مارا جائے، نمبر 3۔ رات کو شہر میں غنڈہ گردی کرنے والا، نمبر 4۔ لوگوں کو گلا گھونٹ کر مارنے والا۔

(فتاوی رضویہ جدید جلد ۵ صفحہ ۱۰۸)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم. وتب علینا انک انت التواب الرحیم. بحق یا علیم یا حکیم یا ستار یا غفار یا رزاق یا وھاب. وصلی اللہ تعالیٰ علی رسولہ وحبیبہ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وعلی الہ وصحبہ واتباعہ ومحبیہ اجمعین .برحمتک یا ارحم الراحمین .وما علینا الاالبلاغ المبین .والسلام علی من اتبع الھدیٰ.

فاغفر لقارئھا واغفرلنا شدبھا لقد سئلتک یا ذالجود والکرم

عظیم مذہبی سکالر، مصنفِ کتب کثیرہ، وکیل و ترجمان اہلسنّت

حضرت علامہ غلام مصطفےٰ مجددی صاحب اطال اللہ عمرہ شکر گڑھ

فلسفہ نماز

یہ نمازِ پنجگانہ چشمہ حسنات ہے
اس کے دم سے روز و شب میں مایہ شفقات ہے
فجر میں پوشیدہ فکرِ زندگی کا راز ہے
ظہر دنیا کے دکھوں میں حق کا سوز و ساز ہے
عصر سے ملتا ہے پیغامِ شعور اخروی
اور مغرب سے نکلتی ہے وفا کی روشنی
موت کو بخشی عشاء نے اک حیاتِ جاوداں
ساتھ مل جائے تہجد تو یہ کیا ہوگا سماں
یہ حلاوت اور تراوت ہے میرے محبوب کی
کھول دیتی ہے نظر ہر بندۂ محجوب کی
بے حیائی سے بچاتی ہے ہر اک انسان کو
تقویت دیتی ہے دل کو، دین کو ایمان کو
یہ سکونِ دینِ حق ہے یہ سکون بندگی
اس کے ہر پہلو میں بستا ہے نشاطِ آگہی

یہ نبوت اور ولایت کی حسیں پہچان ہے
یہ امامِ کربلا کی کاوشوں کی جان ہے
فرق کرتی ہے نماز شمر اور شبیر میں
رنگ بھرتی ہے نماز ارمان کی تصویر میں
کس طرح پڑھتے تھے دنیا میں رسول اللہ ﷺ نماز
یہ کتاب دل ہے اس احقاق حق سے سرفراز
یہ کتابِ دل دلائل سے بہت سرشار ہے
ساتھ ساتھ حسن ادب کا بھی عجب شاہکار ہے
ڈھانپ رکھا ہے اسے عرفان کی برکات نے
کیوں نہ ہو کہ لکھا ہے اس کو خامہ شفقات نے
وہ سعیدؒ دین و ملت کی نگہ کا نور ہیں
حضرت آسیؒ کی نظر ناز کے منظور ہیں
سید نور الحسنؒ کے فیض سے شاداب ہیں
درد ملت میں مثال ماہئی بے آب ہیں
آج کل اہل وفا کے قافلہ سالار ہیں
مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ کے اک غلام زار ہیں